نظام المشائخ
فہرست مضامین

اڈیٹوریل

خدا کا شکر ہے کہ نظام المشائخ کا عالم شیر خواری ختم ہوا۔ اس پرچہ کے ساتھ یہ تیسرے سال میں قدم رکھتا ہے۔ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ جوں جوں رسالہ کی اشاعت میں توسیع ہوتی جائے گی۔ ہم اسکی شان و شوکت میں اضافہ کرتے جائینگے۔ آج اُسکے ایفا کا وقت آیا ہے نظام المشائخ اب بفضلہ تعالیٰ ظاہر و باطن ہر طرح سے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے اور اپنا بار خود اُٹھانے کے قابل ہوگیا۔ لہٰذا حجم میں آٹھ صفحے مستقل طور پر بڑھائے جاتے ہیں۔ آیندہ ہر نمبر بجائے ۶۴ کے کم از کم ۷۲ صفحے کا ہوا کرے گا۔

جب ہم نے نظام المشائخ کا پہلا نمبر شائع کیا ہے۔ اُسوقت ہمارا خیال تھا کہ احباب خصوصاً انگریزی خواں مہذب احباب) سے اسکی اشاعت میں بڑی مدد ملے گی لیکن افسوس خیال بالکل ایک خیالی منصوبہ ثابت ہوا۔ پرانی وضع اور فیشن کے حضرات میں تو مولوی محمد عمر صاحب فصیح الوری جیسے دو چار بزرگ اور کرم فرما نکل بھی آئے۔ مگر نئے ساتھیوں نے اسکے کہ پرچہ مفت نہ پانے کے سبب دل مکدر کر لیا۔ اور کچھ خبر نہ لی۔ یورپ جہاں [illegible] ہر لعدا اُنکو مرغوب ہے۔ وہاں علمی کام کرنے والوں کے اول معین و معاون انکے عزیز اور دوست ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارے بھائیوں کو ابھی تعلیم فیشن ہی سے فراغت نہیں ملی۔ وہاں کے یہ جذبات اور احساس سیکھتے تو کیونکر۔

[illegible] خدمات

پُرانے مخلصوں نے تو یہ کچھ ادائیں دکھائیں۔ لیکن خدمت اور خاص [illegible] نے انجان اور غیروں میں ایسے ایسے معاون پیدا کیے، جنہوں نے اپنوں کو [illegible] رسالہ [illegible] نصیر الدین صاحب فریدی مدراس کے ایک رئیس اور سوداگر ہیں۔ پہلے ہماری۔ آپ [illegible] شناسائی نہ تھی۔ مگر رسالے کے اجرا کے وقت سے اب تک آپ اسقدر عنایتیں فرما چکے ہیں کہ ان کا شکریہ ادا نہیں ہوسکتا۔ اس دو سال کے عرصہ میں خدا معلوم آپکے کتنے عنایت نامے آئے ہونگے مگر ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی دو چار خریداروں کے ناموں سے خالی ہو۔ اب کے پہلا موقع تھا کہ خط لکھا اور خریدار نہ ملا۔ مگر اس میں بھی رسالہ کے لیے چار کسی

کسی طرح بھیجدیئے۔ ایسے ہی اصحاب کی توجہ اور دلسوزی کا نتیجہ ہے کہ آج ہمیں نظام المشائخ کی ضخامت بڑھانے کی خوشی نصیب ہوئی۔ اللہ تعالی اِن کی تتبع اور تقلید کا شوق دوسرے معاونین کو بھی دے تاکہ ہر نمبر میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہوتا رہے +

نئے سال کی ابتدا کے وقت یہ تذکرہ سب سے زیادہ باعث مسرت ہوگا۔ کہ کئی اور نامور و ممتاز اہل قلم نے نظام المشائخ کی قلمی اعانت کا وعدہ فرمایا ہے۔ انشاء اللہ قریب ہی کی اشاعتوں سے اُن کا فیض جاری ہوجائے گا۔ اِس پرچہ میں بھی ایک جذ کرمفرما یعنی مولانا محمد یعقوب صاحب اسرائیلی کا مضمون ہے۔ آپ کی علمیت و قابلیت کا اندازہ آپ کی تحریر سے کیجئے۔ قلب پر کس خوبی سے خیالات کا اظہار فرمایا ہے +

شکوہ۔ اِس عنوان کی ایک نظم ہمارے قدیم محب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ بیرسٹرایٹ لا۔ لاہور نے پنجاب کی مشہور انجمن حما[illegible] کے آخری سالانہ جلسے میں پڑھی تھی۔ ہماری درخواست پر آپنے اِسے نظام المش[illegible] لیئے عطا فرمایا ہے جو اِسی اشاعت میں آپ ملاحظہ فرمائینگے۔ ہم اِس نظم کی خ[illegible] میں ڈاکٹر صاحب ممدوح کی پہلی تمام خاموشیاں معاف کرتے ہیں۔ کاش خواجہ صاحب یہاں ہوتے [illegible] ونیاز کی باتوں کی اسی انداز میں داد دیتے +

اک[illegible] ہیں کہ نظام المشائخ ایک مہینے کا دوسرے مہینے میں شائع ہوتا [illegible] اسے سمجھنے کا پھیر ہے۔ آج سے وہ صرف انگریزی مہینے کا خیال [illegible] ہیں [illegible] معلوم ہوجائے گا کہ جولائی کا پرچہ جولائی کی کس تاریخ کو نکلا۔ اور اگست کا اگست کی کس تاریخ کو۔ چاند کا مہینہ محض تبرکاً لکھا جاتا ہے۔ تاہم اگر اُسکو بھی ملحوظ رکھا جائے تو بھی کوئی دقت واقع نہیں ہوتی۔ قواعد و ضوابط کے ذیل میں ہمیشہ لکھدیا جاتا ہے کہ سرورق پر چاند کا وہ مہینہ ہوتا ہے جسمیں رسالہ کی کتابت۔ چھپائی اور دوسری تیاریاں کیجاتی ہیں۔ اشاعت کیلئے دوسرے مہینہ کی ۲ تاریخ مقرر ہے۔ اِس حساب سے جمادی الاخرٰے کا پرچہ رجب میں اور رجب کا شعبان میں۔ تیسویں دن بیئے جاتے

اِس سے زیادہ زمانہ گزرے تو ہم قصوروار اتفاقیہ دو چار دن کی تعویق کوئی تعویق نہیں +

یہ دیکھنا موجب طمانیت ہے کہ ہمارے تسبیح نمبر والے نوٹ (مندرجہ نظام المشائخ مطبوعہ جون) پر ناظرین نے کافی توجہ مبذول فرمائی۔ بہت سے مفید مشورے آئے ہیں جن کی انشاء اللہ تعمیل کیجائے گی۔ ٹائیٹل پر زیادہ حضرات تسبیح ہی موزوں بتلاتے ہیں۔ اس لیئے منبر صرف رسول نمبر کے لیئے مخصوص کیا گیا +

حضرت خواجہ صاحب کے جانیکے بعد سے آجتک ان کے نام کی کئی رجسٹریاں آچکی ہیں لیکن اُنکا وصول کرنا خلاف مآل اندیشی خیال کیا گیا۔ لہذا پتے تبدیل کرکے پوسٹمین کو واپس دیدی گئیں۔ نہ معلوم وہ پرائیویٹ تہیں۔ یا حلقہ و رسالہ کے متعلق۔ براہ عنایت آیندہ ذاتی خطوط کے علاوہ تمام خط و کتابت متعلق حلقہ و رسالہ نظام المشائخ میرے نام بھیجی جائیں +

رسالہ تمدن جسکے اجرا کی خبر ہم نے اپنے کسی گزشتہ نمبر میں درج کی تھی اُسکے دو مہینوں کے پرچے شائع ہو چکے ہیں۔ مولوی عبد الراشد صاحب الخیری نے جو ستعدی شروع میں دکھائی ہے اگر وہ اسیطرح جاری رہی تو ہمیں یقین ہے کہ تمدن بہت جلد اردو کے نامور اور ممتاز رسالوں میں شمار ہونے لگیگا۔ مولانا راشد الخیری اپنی واضع کے لیکیلے لکھنے والے ہیں۔ اور عرصہ تک مخزن و عصمت کی خدمات ترتیب انجام دیتے رہے ہیں ان میں دوسروں کے مضامین پرکھنے کی بھی کافی مہارت اور خاص قابلیت پیدا ہو گئی ہے۔ اغراض و مقاصد اسکے وہی ہیں جو آجکل تقریباً ہر ایک رسالہ اور اخبار کے ٹائیٹل پر نظر آتے ہیں۔ یعنی علمی۔ ادبی۔ اخلاقی۔ معاشرتی۔ اور تاریخی مضامین کا شائع کرنا۔ لیکن ایک بات نئی رکھی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسکے ذریعے حقوق نسواں کی آواز مردوں تک پہنچائی جائے گی۔ کچھ شک نہیں کہ اس صنف میں کامیاب ہونا اڈیٹر تمدن کا حصہ ہے۔ ضخامت ۷۲ صفحے۔ کاغذ چکنا۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ ہر مہینے ایک صفحہ پر دو تصویریں بھی دیجاتی ہیں۔ قیمت سالانہ ۲ روپے۔ دفتر تمدن دہلی سے طلب کریں +

اقصائے مغرب شمالی افریقہ کی ایک بدنصیب اسلامی سلطنت کا نام مراکش ہے جو کسی وقت اپنے زمانے کی سب سے زیادہ قوی ۔ سب سے زیادہ تجارتی ۔ سب سے زیادہ متمدن اور علم دوست سلطنت تھی ۔ اور اب بھی بلحاظ خلافت اسلامی کی یادگار کہی جانے کی مستحق ہے ۔ یہ صرف دنیاوی حکومت ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی دینی خلافت بھی ہے ۔ اور ہماری خلافت کی مذہبی روایات اسکے وجود سے قائم ہیں ۔ مگر یہی سلطنت یا خلافت جس کے لیئے صحابہ انصار رض کو بھی باوجود منا امیر و منکم امیر (ایک سردار ہم میں سے ایک سردار تم میں سے) کے دعوے کے حدیث الائمۃ من القریش (خلفا قریش ہی میں سے ہونگے) سے دست بردار ہونا پڑتا ۔ قرون وسطی میں اسپین کی اسلامی حکومت کی حالت کو تازہ کر رہی ہے ۔ ہر سال امام حسین رضی اللہ عنہ کے خلافت سے محروم ہونے اور شہادت پانے کا واقعہ دوہرایا جاتا ہے ۔ اور تیرہ سو برس کا غم تازہ کیا جاتا ہے مگر اتنا نہیں ہو سکتا کہ امام حسین ع کے پوتے سلطان عبدالحفیظ کی حالت زار پر چار آنسو بہائے جائیں ۔ مراکش تو عرصہ ہی سے دول یورپ اور خاصکر فرانس کا آماجگاہ تھا ۔ مگر پچھلے سال دارالبیضا کی گولہ باری اور اس سال کی بغاوت اور فرانس کی مداخلت بیجا سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ اب مراکش کی خیر نہیں ۔ ادہر اسپین نے [illegible] دے ہی دیا ۔ اُدہر جرمنی تقسیم کرکے نگلنے کی فکر میں لگا ہوا ہے ۔ اگر اسوقت [illegible] نے غفلت کی تو خدا نخواستہ ہماری نیشنل اہمیت کو سخت نقصان پہنچیگا ۔ شاید ان مدعیان ہمدردی پر بہروسہ ہوگا جو آرمینیا وغیرہ کی بغاوتوں میں ہمدردی کا راگ گا گا کر آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں ۔ مگر انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ارمن عیسائی ہیں اور مور مسلمان ۔ ارمن کے ساتھ ہمدردی وہی ہے جو اُنکے ساتھ کی گئی ۔ مگر مسلمانوں سے یہی ہمدردی ہے کہ انپر گولہ باری کیجائے ۔ اسلام کا اصول ہے کہ اگر کوئی تم پر ظلم کرے تو تم بھی مدافعت کے لیئے تیار ہو جاؤ ۔ اور یہ اسلام ہی کی خصوصیت نہیں ۔ ہر قوم کی زندگی کا یہی راز ہے ۔ مگر کیا مسلمان کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے مدافعت کی ۔ محبان رسول ص ہم نے بہت سُنے ہیں عید میلاد کرنے والے بہت دیکھے ہیں ۔ مگر آل رسول ص کی مدد کے لیئے کتنے تیار ہیں ۔ اِس کا جواب صفر ہی ہو سکتا ہے ۔

ہم ایک زبردست اور حریت پسند گورنمنٹ کے زیر سایہ آباد ہیں جو بلحاظ کثیر التعداد

مسلمانوں پر حاکم ہونیکے اسلامی کہی جاسکتی ہو۔ لہذا ہم پر فرض ہو کہ اپنی شکایتیں اُس کے سامنے پیش کریں۔ یہ سچ ہے کہ برٹش گورنمنٹ نے اِسوقت جو پالیسی اختیار کر رکھی ہے وہ یورپینوں کو مضر نہیں۔ مگر ہم بحیثیت برٹش رعایا کے جزو اعظم ہونیکے اور بلحاظ اپنی اہمیت کے گورنمنٹ سے یہ التجا کرسکتے ہیں کہ جس سلطنت کے ساتھ ہمارے مذہبی محسوسات اور روایات وابستہ ہیں اُسکی آزادی قائم رکھنے میں وہ ہماری مدد کرے۔ اور فرانس کو مداخلت سے باز آنے کے لیئے زور دے۔ گزشتہ اشاعت میں محترم اڈیٹر وکیل امرت سر نے اپیل کی تھی کہ ہر مقام پر جلسہ کرکے مراکو کو فرانس سے بچانے کیلئے تار بھیجے جائیں۔ مگر افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کسی اخبار میں ایسے جلسوں کی رپورٹیں نظر سے نہیں گزریں۔ ایسے نازک وقت میں ایسی سستی کا نتیجہ وہی نکلیگا جو اندلس میں ہوا۔ مداخلت کا دوسرا طریقہ یہ ہو کہ دنیائے اسلام فرانس کو بائیکاٹ کردیا جائے۔ اِسی تدبیر سے مسلمانوں نے گزشتہ سال آسٹریا کے مقابلے میں کامیابی حاصل کی تھی۔ اور اِس سال بھی یونانیوں کا مقابلہ اسی جنگ کے سلاح سے ہو رہا ہے ٭ (منقول از وکیل امرت سر)

خوشی کی بات ہو کہ حلقہ کی آواز اب مشائخ اور طبقہ اوسط سے گزر کر اُمرا اور رؤسا تک کامیاب ہوتی جاتی ہے۔ دنیا میں کوئی کام اِس گروہ کی سرپرستی کے بغیر تکمیل کو نہیں پہنچا۔ یہ لوگ قوم کے جزو اعظم ہوتے ہیں۔ اِس لیے حلقہ کیطرف انکی رغبت دیکھکر جتنی اچھی فال لیجائے بجا ہے۔ نواب ممتاز یار الدولہ بہادر سلطنت حیدرآباد کے ایک امیر کبیر اور معزز رکن ہیں۔ آپ اور نواب کرنل سر افسر الملک بہادر کے سی۔ آئی ایم۔ او۔ اے۔ ڈی سی۔ کمانڈر انچیف دربار تاجپوشی کے لیئے حضور والی دکن کی قیامگاہ کا بندوبست کرنے دہلی تشریف لائے تھے۔ کرنل صاحب کو تو عدیم الفرصتی نے موقع نہ دیا اور وہ بہت جلد واپس تشریف لے گئے۔ مگر نواب ممتاز یار الدولہ بہادر ہمارے قدیمی عنایت فرما اور حلقہ کے مخلص اور کارکن خادم مولوی حکیم مقصود علی خاں صاحب رئیس تبکی کو ہمراہ لیکر منزلگاہ حلقہ میں تشریف لائے۔ اور دیر تک گفتگو فرمانے کے بعد داخل حلقہ ہوگئے۔ آپ کی رائے کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے ٭

"میں اخبارات میں پڑھا کرتا تھا کہ دہلی میں موجودہ زمانہ کے مشائخ کی اصلاح کے

لیے انہی میں کے ایک شخص نے بیڑا اٹھایا ہے کہ اس مقدس اور متبرک فرقے میں امتداد زمانہ سے جو معائب پیدا ہو گئے ہیں انکو دور کیا جائے۔ اور اسکو پھر اپنی قدیم شوکت وعزت پر واپس لایا جائے جو افسوس ہو کہ اسوقت صرف تاریخوں کی زینت بن رہی ہے۔ کون انکار کرسکتا ہو کہ تیرہ سو برس سے مسلمانوں کی اصلاح اور غیر قوموں میں اشاعت اسلام کا جو کام صوفیائے کرام نے کیا ہو وہ اور کسی سے نہیں ہوسکا ان کے اخلاق۔ ان کی خدا پرستی۔ انکی نوع انسان سے محبت اور انکے خالص نمونہ نے لاکھوں انسانوں کو اسلام کی طرف متوجہ کردیا جو بالآخر اسلام کے سچے حلقہ بگوش بن گئے ٭

نادان معترض کہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ لیکن حقیقت یہ ہو کہ اسلام کے پھیلانیوالی "شمشیر" درصل ان خداوالوں کی "تسبیح" اور "سجادہ" تھا۔ ان کی ذرا سی دیر کی صحبت وہ اسلامی مقناطیسی کشش رکھتی تھی کہ سخت سے سخت منکر کو اسلام کا شیدائی بنائے بغیر نچھوڑتی تھی۔ لیکن افسوس کہ جہاں امتداد زمانہ سے مسلمانوں کے ہر طبقہ میں خرابی کے آثار نمایاں تھے۔ وہاں یہ متبرک فرقہ بھی انسے نہ بچ سکا اور وہ اپنا اگلا جاہ وجلال۔ اگلی اسلامی محبت۔ اور اکثر خو بیاں کھو بیٹھا۔ خدا کا شکر ہو کہ اب اسی طبقہ کے ایک فرد یعنی مولٰنا خواجہ حسن صاحب زید مجدہ کو اس بات کی دھن لگی ہے کہ اسکو پھر اسی کام کے قابل بنادیا جائے۔ جو تیرہ سو برس سے اسکا شعار تھا۔ اور خدا کے فضل سے انکی کوشش بارآور ہونی شروع ہو گئی ہے۔ میں نے دوران قیام دہلی میں خود حلقہ کے دفتر میں جاکر حلقہ کے رجسٹروں کو معائنہ کیا۔ مجکو خوشی ہوئی کہ اسکے ارکین اور خدام کا رجسٹر بہت وسیع ہے۔ اور اسمیں روز افزوں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ مجکو وہ "ٹریکٹ" جو حلقہ کیجانب سے شائع ہوئے ہیں نہ صرف دکھلائے گئے۔ بلکہ اسکی زائد کاپیاں حیدرآباد میں چھوٹے بچوں میں تقسیم کرنے کیواسطے دی گئیں۔ میں حلقہ کی ان کوششوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اور مجھے کامل یقین ہو کہ یہ کوششیں ہرگز ہرگز بےکار نہ جائیں گی۔ میری خواہش ہو کہ جناب خواجہ صاحب حیدرآباد دکن میں تشریف لائیں۔ اور وہاں کے مشائخین میں اپنے ہمدردی آمیز اسلامی اصلاحی

خیالات کی اشاعت کریں۔ اور انکی حالت کو (جو درحقیقت نہایت قابل اصلاح ہی) اپنے
اصلی مرکز پر لانے کی سعی فرمائیں۔ مجھے امید ہے کہ خدا خواجہ صاحب کی کوشش میں برکت دیگا +
مجھے یہ معلوم کرکے نہایت خوشی ہوئی کہ حلقہ کے خدام میں اکثر نوجوان شامل ہیں اور
نہایت خلوص سے حلقہ کی خدمت کرتے ہیں۔ نوجوانوں میں اسلامی جوش پیدا ہونا مبارک
فال ہے۔ اور یہ ہماری بہتری اور اصلاح کا پہلا زینہ ہے۔ خدا انکے جوش میں برکت دے
اور ملک کے دوسرے نوجوانوں میں ایسی پرجوش روح پیدا کردے کہ وہ انکے نمونہ پر چلیں اور
خدا کی رضامندی کے موتی اپنے دامنوں میں بھرلیں۔ آخر میں میں دعا کرتا ہوں کہ خدا جو
ہمارے حالات کو خوب جانتا ہے ہم پر رحم کرے۔ ہماری آنکھیں کھولدے تاکہ ہم دیکھیں
اور سمجھیں اور اپنی حالت کو درست کریں۔ وہ ہمارے کاموں پر برکت نازل کرے تاکہ وہ بڑہیں
پھلیں اور پھولیں۔ اور تمام دنیا کو اپنے فیض سے ڈھانپ لیں" +

دستخط
ممتاز یار الدولہ

نواب صاحب ممدوح بڑے ذی علم شخص ہیں آپ کا بیشتر وقت علمی اور قومی کاموں میں صرف ہوتا
ہے خود ایک مدرسے کے بانی۔ اور ایک اخبار کے پروپرائیٹر ہیں۔ اس زمانہ میں کہ اہل دول کا
سوائے عیش و عشرت کوئی مشغلہ نہیں۔ ایسے سلیم الطبع اور فہیم رئیس کا وجود مغتنمات سے
ہے۔ آپ سے معلوم ہوا کہ نواب سر افسر الملک بہادر بھی حلقہ کی کارروائی دیکھنے کے بہت مشتاق
انشاء اللہ اختتام ۱۹۱۱ء تک اسکے موقع ہی موقع آئینگے +

آصفیہ گزٹ۔ جس اخبار کا اوپر ذکر ہوا۔ یہ اسکا نام ہے۔ یکم جون سے نکلنا شروع
ہوا ہے۔ اور ہفتہ وار شائع ہو رہا ہے۔ ریاست حیدرآباد میں تعلیم کو ترقی دینا اور وہاں
کے باشندوں میں بیداری اور روشنی پیدا کرنا اسکے اہم مقاصد ہیں +
کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی۔ سب نفیس۔ مضامین کی ترتیب بھی معقول قیمت سالانہ للعہ
پیشگی مع محصول۔ امید ہے کہ ہمارے لائق دوست مولوی ابو الفیض صاحب جو اسکے اڈیٹر مقرر ہوئے
ہیں عنقریب اسے نہایت عمدہ اور کامیاب پرچہ بنا دینگے + نمونہ کا پرچہ ڈیڑھ آنہ میں ملک
پیٹھ حیدرآباد دکن سے ملتا ہے +

---

۱۶ جون ۱۹۱۱ء کو پنجاب ہسٹوریکل سوسائٹی کی زیر سرپرستی مسٹر مالزار ونگ نے خانقاہ بابا فرید کے عنوان سے ایک لکچر دیا تھا۔ ہم اپنے انگریز دوست کے اس صوفیانہ انتخاب کا شکریہ ادا کرتے ہیں لیکن بیان میں آپ نے کئی فاش غلطیاں کی ہیں مثلاً فرمایا کہ اس خانقاہ کے سجادہ نشین کو دربان کہا جاتا ہے۔ اور بابا صاحب کے پیرؤہ ہیں جنہوں نے دہلی کی مشہور قطب کی لاٹھ بنائی تھی۔ سجادہ نشین پاک پٹن شریف کا خطاب دربان نہیں بلکہ دیوان ہے اور حضرت کے مرشد قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی تھے نہ کہ قطب مینار کے بانی قطب الدین ایبک (بادشاہ دہلی)۔ حلقہ کی طرف سے صاحب موصوف کو بھی ان کی غلطیوں کی اطلاع دے دی گئی ہے ✦

صاحبزادگان درگاہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی قدس سرہٗ۔ حضرت دبیر الحلقہ سے مل لیئے۔ اور انکے دل سے گزشتہ بغض و عناد نکل گئے۔ لیکن انکے بعض طرفدار ہنوز حق نمک ادا کیئے جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے کسی گزشتہ نمبر میں انکو جھڑک دیا تھا۔ مگر ہم بطعی سے انکے منہ لگنا نہیں چاہیے ✦

۱۲۔ تاریخ کو حضرت مولی علی رضہ کا عرس نہایت رونق کے ساتھ ہوا۔ حلقہ کی طرف سے اسدفعہ کچھ نہیں دیا گیا۔ جناب محمد احسان علیخاں صاحب آنریری مجسٹریٹ شاہ آباد نے ہمارے مکرم خان بہادر حکیم خادم حسین صاحب ہردوئی کی معرفت مبلغ ۵ر اسی غرض کے لیئے ارسال فرمائے تھے جو صرف میں لائے گئے ✦

۳۔ جون کو حضور ملک معظم جارج پنجم کی ولادت اور ۲۲ کو تاجپوشی کا دن تھا۔ دونوں موقعوں پر مشائخ اور ممبران حلقہ نے منزلگاہ میں جمع ہو کر اپنے بادشاہ کی صحت و سلامتی اور ترقی عمر کی دعا کی۔ مبارکباد کے تار دیئے گئے ✦

مسلم یونیورسٹی فنڈ میں منشی محمد الدین خوشنویس کے ۱۲ر بابت ماہ جون ۱۹۱۱ء وصول ہو گئے ہیں ✦

۲۳- جون کی شام کو جملہ پیرزادگان درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح کی طرف سے ایک اطلاع نامہ ہمیں موصول ہوا جسمیں مرقوم ہو کر انھوں نے بھی تاجپوشی کے دن ایک اتحاد ہو کر اللہ تعالی سے اپنے بادشاہ کی صحت و سلامتی کی دعا فرمائی اور مندرجہ ذیل رزولیوشن پاس کر کے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی - نواب لفٹننٹ گورنر پنجاب - حضور وائسرائے کشور ہند کیخدمتمیں بھیجدیا - اور ان حکام سے خواہش ظاہر کی کہ ہم وفاکیشاں کیجانب سے یہ دعا نامہ ہمارے نامدار شہنشاہ قیصر ہند کے حضور میں پہنچادیا جاوے +

الفاظ رزولیوشن یہ ہیں

"ہم جملہ پیرزادگان و دیگر مسلمانان قصبہ مہرولی (معروف بحضرت قطب صاحب) صدق دل اور نہایت خضوع و خشوع سے حضور ملک معظم قیصر ہند کی تندرستی و درازی عمر کے واسطے دست بدعا ہیں - اور اللہ تعالی سے خواستگار ہیں کہ حضور پر نور کا عہد حکومت ہمارے واسطے مثل مادر مہربان حضور ملکہ معظمہ وکٹوریا مسعود و مبارک ہو ہم اور ہماری اولادیں آپکا جشن ہفتاد سالہ و ہشتاد سالہ دیکھیں" +

رات کو روشنی کیگئی اور غربا میں کھانا اور شیرینی تقسیم ہوئی +

آمدنی حلقہ

از سید محمد عبد اللہ صاحب علم کانپور - بابت ماہ مئی ۱۹۱۱ء	عہ/
از سید عبد الرحمن صاحب ای - اے سی بابت جون ۱۹۱۱ء	عہ/
از اڈیٹر صاحب رسالہ صوفی بابت جون ۱۹۱۱ء	عہ/
از حافظ محمد حلیم صاحب کانپور بابت جون ۱۹۱۱ء	عا/
از مولوی محمد ظفر صاحب سب رجسٹرار ہنڈیہ مئی و جون ۱۹۱۱ء	عا/
از مولوی ظہور الحسن صاحب عرف ابو محمد سمن پورہ بابت ادائے منت	۸/
از منشی اسحق علی خانصاحب بابت ادائے منت	
میزان آمدنی	
بقایا سابقہ	

دعاخانہ

جناب محمد اسناد علیخان صاحب آنریری مجسٹریٹ کیلئے دعائے صحت کیجائے حسب شان خدمت حلقہ کرینگے۔ **مولوی** ظہور الحسن صاحب عرف ابو محمد صاحب کے خلف میاں حمید نے انٹرنس پاس کرلیا منت کے عمار وصول ہوگئے ہیں۔ اور دعائے خیر فرمائیے۔ **سید** اولاد حسین صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ ڈیرہ دون اپنی اور اپنی ہمشیرہ صاحبہ کی صحت کی دعا چاہتے ہیں۔ خصوصًا خواجہ صاحب سے مدینہ منورہ میں۔ روضہ رسول مقبول پر ۱۰ عہ روپیہ اپنے اور عہ روپے بہن صاحبہ کے دینگے۔ **خورشید احمد** صاحب میناتی کی جمعیت خاطر کے لیئے دعا ہو۔ عہ روپے پیش کرینگے۔ **منشی** محمد بخش صاحب شملہ ۶ ماہ سے بیمار ہیں صحت کے لیئے دعا کیجئے۔ **خلیل الرحمٰن** صاحب طالب علم کے لیئے کامیابی امتحان کی دعا فرمایئے ایک روپیہ دینگے۔ **شیخ** سلامت علی صاحب جمالپور ضلع حصار رفع پریشانی اور کامیابی کے واسطے چاہتے ہیں۔ معقول خدمت کرینگے۔ **سید حسن** صاحب کانپوری کی کامیابی امتحان کے واسطے دعا فرمایئے عہ روپیہ دینگے۔ سید اصغر علیصاحب اصغر کی دلی مراد برآنے کی دعا فرمائیں حلقہ کی خدمت کرینگے۔ **اے ایم** مبین عباسی کامیابی امتحان کی دعا چاہتے ہیں عہ روپیہ نذر کرینگے۔ **نعیم الدین** صاحب پیشکار کے لیئے دعا کی جائے عہ روپے نذر کرینگے۔ **نواب** میر مقبول علیخان صاحب کی کامیابی کے لیئے دعا کیجائے۔ رتبہ کے موافق خدمت حلقہ کرینگے۔ **منشی** محمد اسمٰعیل صاحب کوکب کے لیئے اولاد کی دعا کی جائے عہ نذر کرینگے۔ **سید** محمد عبدالقیوم صاحب بجنوری کے لیئے دعا کی جائے **عبدالرحمٰن** خانصاحب کی صحت کیواسطے دعا ہو۔ عمار نذر کرینگے۔ **خاکسار** واحدی کے بھائی سید محمد ادریس صاحب کی ترقی تنخواہ کے واسطے دعا فرمائی جائے جو کچھ بڑھے گا پہلے ہی مہینے نذر حلقہ کردینگے۔

لیجئے تیار ہے

زبان اُردو کے محسن و مربی اور بہترین مصنف شمس العلماء مولوی محمد حسین صاحب آزاد (دہلوی) مرحوم کی بہترین تصنیف۔

دربار اکبری

یعنی

شہنشاہ ہند جلال الدین اکبر کے عہد کی مفصل سوانحعمری اور اسکے امرائے جلیل القدر کے دلچسپ حالات جسکو مولانا آزاد نے پندرہ برس کی محنت سے لکھا تھا اب دوسری دفعہ اِن کے اصل مسودوں سے ہمنے نہایت عمدہ سفید کاغذ پر چھاپا ہے شروع میں مصنف کا فوٹو لگایا ہے تقطیع ۲۲/۲۹ حجم صفحہ ۸۰۰

قیمت صرف ۶ روپیہ

پروفیسر آزاد کی دیگر تصانیف مندرجہ ذیل بھی ہمنے نئی چھپوائی ہیں۔ سخندان فارس ۲؍

آب حیات	۲؍	نیرنگ خیال	۷؍
نظم آزاد	۸؍	نصیحت کا کرنپھول	۴؍
قند فارسی	۸؍	دیوان ذوق	۱؍۴

المشتہر
خلیفہ محمد سالم۔ ریاست پٹیالہ

الہ آباد کی عظیم الشان نمائش

میں لیجانے کیواسطے ہمنے بہت زیادہ تعداد میں گھڑیاں جوکری وغیرہ اشیاء ولایت سے منگوائی تھیں مگر چونکہ بعض وجوہات سے جانا نہیں ہوسکا اسلئے ہم تمام چیزیں ولایت کے نرخ پر فروخت کرنا چاہتے ہیں خریدار جلد فائدہ اُٹھائیں۔

(۱) نکل سلور کیس کیلس۔ لیور جیبی خوبصورت پائدار گھڑی گارنٹی تین سال قیمت صرف ۳ روپے اور اسکے ساتھ ۸ عدد کے قیمتی سنہری۔ روپہلی ولایتی تحفے **مفت نذر**

(۲) ایضاً ایضاً نہایت خوبصورت قسم اعلیٰ گارنٹی ۵ سال قیمت صرف ۴ روپیہ بعد ۱۲ کے مختلف تحفے بٹن نقرئی و سنہری وغیرہ ساتھ **مفت نذر**

(۳) نکل سلور گن میٹل یا چاندی کے کیس۔ کیلس لیور فل جوئل گھڑی نہایت اعلیٰ قسم گارنٹی دس سال قیمت صرف ۲۵ روپیہ اور سات روپیہ کے اعلیٰ قیمتی تحفے **مفت**

(نوٹ) ما ۲ گھڑیوں کے خریداروں کو ایک گھڑی اور تحفے مفت ملیں گے۔

المشتہر
دی واچ ہاؤس۔ ریاست پٹیالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظام المشائخ

عشق اللہ

گر تو غیر حق نہ بینی در جہاں
بر تو روشن گردد اسرار نہاں

عشق سے ہوتی ہی بسم اللہ کیوں — یعنی سمجھے عشق کو اللہ کیوں

عشق کے ہیں نام رحمٰن و رحیم — کیوں نہ ہو اللہ پھر عشق اے سلیم

عشق اللہ اسکی بسم اللہ ہو — جو کہ راہِ عشق سے آگاہ ہو

اللہ اللہ عشق کا اظہار ہے — اللہ اللہ عشق کی تکرار ہے

اللہ اللہ عشق سے ظاہر ہوا — اللہ اللہ عشق سے باہر ہوا

عشق ہی کے نام سے ہی ابتدا — عشق ہی پر عشق کی ہو انتہا

عشق ہی سے عشق کرتا ہی کلام — عشق پر ہو عشق کا قصہ تمام

داستانِ عشق خود کہتا ہی عشق — آپ کہتا آپ ہی سنتا ہی عشق

عشق خود ہے بے نشانی کا نشاں — عشق خود ہی جانِ عالم جانِ جاں

ذات مطلق صرف شانِ عشق ہے
اور مقید اک بیانِ عشق ہے

ہے غلط خود یہ بیاں خود یہ خیال
ہستیٔ موہوم میں کیا قیل و قال

کب رہا قائم نہو جس میں قیام
ہے وہی قیوم ہو جس کو دوام

ہے وہی موجود جو فانی نہیں
رہتا ہے معدوم ہی باقی کہیں

مادی آلات سے کب ہو نظام
اتفاق صرف کا کیا ہے قوام

منتشر ذرات سے کیسا ظہور
موجد و موجود میں کیوں یہ فتور

موجد و موجود میں تفریق کیوں
اپنے ہاتھوں آپ سے یہ ضیق کیوں

نیست کو نسبت کہاں ہو ہست سے
فائدہ کیا ایسے بند و بست سے

مرنے جینے کا عبث مذکور ہو
عشق کا کیوں فکر دل سے دور ہو

جب نہو یہ دور کیا دوری رہے
وصل کس کا کس سے مہجوری رہے

یہ نہ ہونا اور ہونا کچھ نہیں
اور یہ پانا اور کھونا کچھ نہیں

لا و الا ہر دو لفظے ساختند
خلق را در دام وہم انداختند

یہ اضافی نسبتیں ہیں نام کی
ہے حکایت صرف صبح و شام کی

رات دن کے ہیں یہ سارے انقلاب
دیکھیے کب تک نظر آئیں یہ خواب

خواب کی گویا حکایت زندگی
آنکھ کے کھلتے ہی ہو شرمندگی

جب کہ ہم نابود کو سمجھے ہیں بود
پھر نظر آئے کہاں واجب وجود

اس یقین و شک سے نکلے کام کیا
جب برا آغاز ہو انجام کیا

یہ یقین و شک ہیں ضد یکدگر
یہ اگر جائیں تو جائے دردسر

دردسر ہے یہ فراق اور یہ وصال
دردسر ہے یہ کمال اور یہ زوال

دردسر کم مائیگی و سروری
دردسر آزادگی و چاکری

دردسر یہ بے دلی فرخندگی
دردسر یہ خوشدلی افسردگی

دردسر خوف و رجا امید و بیم | دردسر طبع زبوں عقل سلیم
دین و دنیا کفر و ایماں دردسر | شوق جنت خوف میزاں دردسر
دردسر ہے یہ حیات اور یہ ممات | دردسر ہے یہ تعین یہ نجات
اِس یقین و شک کا مٹنا خوب ہے | اِس دوعملی سے نکلنا خوب ہے
بند ہا بگسل برو مردانہ باش | ہم قلندر مشرب و دیوانہ باش
بینوایانِ جہاں را ہم بہ بیں | بے یقین و بے شک و بے کفر و دیں
اپنی ہستی پر نہو جب اعتماد | پھر کہاں یہ آب و آتش خاک و باد
پھر کہاں افسانۂ نابود و بود | پھر کہاں یہ جسم فانی یہ وجود
پھر کہاں یہ اختلال و اعتدال | پھر کہاں یہ عرض و جوہر کا خیال
یہ خیال خام گر جاتا رہے | عشق کا جلوہ نظر آتا رہے
ما و تو سے پھر نہ رہجائیگا کام | یہ یقین و شک مٹیگا لاکلام
ہے خرابی اِس دوئی سے سربسر | ہیں وہ عارف اِس سے جو ہیں دور تر
دور رہتے ہیں وہی جو پاس ہیں | پاس والے دور بے وسواس ہیں
وسوسہ مٹنا ہے آنا عشق کا | سب کے کھو جانا ہی پانا عشق کا
عشق ہی مقصود ہر موجود ہے | عشق خود موجود ہی مقصود ہے
عشق ہی کے ہیں یہ سب نقش و نگار | عشق ہی ہے خود خزاں اور خود بہار
چوں نماند نقشہا اندر میاں | آں زماں نقاش را بینی عیاں
با تو گویم سرّ اسرارِ نہاں | اے برادر نقش را نقاش داں
عشق ہی اول بھی ہے آخر بھی ہے | عشق ہی باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے
ہستی مطلق ہے محض اک نام عشق | صرف خود رہجانا ٹھیرا کام عشق
ابتدا میں آپ تہا اپنے سے راز | انتہا میں بھی وہی ہو سوز و ساز

ابتدا میں آپ ہی تھے دور دور — انتہا میں بھی وہی رہ جائے نور

ابتدا اپنی ہوئی خود بے طلب — انتہا میں بھی نہ رہ جائے سبب

اول و آخر کی نسبت ایک ہے — ظاہر و باطن کی قربت ایک ہے

بند آنکھیں ہوں تو کھل جائے یہ راز — ناز کیا ہے سوز کیا ہے کیا ہے ساز

مشرب توحید میں تثلیث کیا — عشق ہو خود عشق ہو اور عشق تھا

عشق کی تکرار یہ توحید ہے — عشق کی خود عشق ہی سے دید ہے

اللہ اللہ عشق اللہ عاشقین — اللہ اللہ عشق اللہ صادقین

عشق اللہ عاشقوں سے کہتے ہیں — عشق اللہ دوستوں سے کہتے ہیں

عشق اللہ نجد کے صحرا نورد — عشق اللہ مرد میدان نبرد

عشق اللہ بیتوں کے گوشہ گیر — عشق اللہ عاشقوں کے زندہ پیر

عشق اللہ شیخ صنعانی تجھے — عشق اللہ پیر کنعانی تجھے

عشق اللہ اے ایاز با نیاز — عشق اللہ شاہ غزنی پاک باز

عشق اللہ رومی و عطار سے — عشق اللہ ہے حسین و دار سے

عشق اللہ شمس تبریزی سے ہو — عشق اللہ ہی پرستوں سے کہو

عشق اللہ بے نوایان جہاں — عشق اللہ اے قلندر مشرباں

عشق اللہ بلبل شوریدہ حال — عشق اللہ ہدہد فرخندہ فال

در زماں ہفت آسماں را طے کنی — مرکب حرص و ہوا را پے کنی

دمبدم روشن کنی در دل چراغ — ہر نفس از عشق سازی سینہ داغ

عشق سے خالی ہے کب کون و مکاں — عشق کا جلوہ ہے ہر سو بیگماں

بے گماں و وہم ہر جا عشق ہے — ظاہر و باطن ہویدا عشق ہے

عشق اللہ ہو زبان عشق سے — اور بیان عشق جان عشق سے

الحمد للہ عشق سے تھی ابتدا — الحمد للہ عشق پر ہو انتہا

ابتدا و انتہا سب لا کلام — عشق اللہ عشق اللہ والسلام

۸۰۶ھ

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہٗ

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

خانہ زاد خاں کی جگہ پر نواب قاسم خاں بنگالہ کے صوبہ دار ہو کر آئے۔ اُن کے ہمراہ سید عبد الشکور برادر حقیقی حضرت کے ہانسی سے آئے۔ اُنکو معلوم ہوا کہ ہماری طرف کا ایک فقیر فیروز آباد مقام کود میں رہتا ہے۔ خانقاہ بنالی ہے ملاقات کی غرض سے خدمت میں حاضر ہوئے۔ مصافحہ کرکے ہاتھ چومے۔ حضرت نے پوچھا۔ بابا تمہارا وطن کہاں ہے۔ عرض کیا۔ ہانسی میں۔ پوچھا۔ نام۔ کہا۔ کمترین کو سید عبد الشکور کہتے ہیں۔ کہا والد کا نام۔ کہا سید طاہر محمد۔ اِس نام کو سُن کر آپ آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ اور پوچھا۔ تمکو معلوم ہے کہ کوئی تمہارے قبیلہ کا آدمی سیاحت کی غرض سے آوارہ وطن ہے۔ عرض کیا ہاں سید نعمت اللہ پسر سید عطاء اللہ بچپنے سے آوارۂ وطن ہے۔ مگر اسکی خبر آجتک معلوم نہ ہوئی آپنے فرمایا وہ غریب الدیار میں ہی ہوں۔ اور میر عبد الشکور سے بغلگیر ہو کر نام بنام ایک ایک کا حال دریافت کیا۔ اور میر صاحب سے کہا۔ بہتر ہے کہ تم اپنے متعلقین کو یہاں بلالو۔ ہم تم ایک جگہ رہیں۔

اور جب یہ معلوم ہوا کہ آپ کی ہمشیرہ اور بھانجے نارنول میں ہیں تو پانسو کی ہنڈی دیکر سنجا نام ملازم اور محبوب بازدار کو بھیجکر اپنے پاس بلالیا

جب اور اعزا کو حضرت کے حالات معلوم ہوئے تو بہت سے لوگ خود بخود آپکے پاس چلے آئے۔ اور اکثر کو آپنے اپنے پاس سے خرچ بھیجکر طلب فرمایا۔

نواب قاسم خاں صوبہ دار بنگالہ نے ایک عرضی میں لکھا۔ اشتیاق ملاقات درجۂ اعتدال سے زیادہ ہے۔ اگر نوازش سے قدم رنجہ فرمائیے کمال مہربانی ہے۔

سید عبد الشکور کی سفارش سے جہانگیر نگر میں تشریف لائے۔ ابھی دو روز ہوئے تھے کہ نواب صاحب کے نام شاہی فرمان طلبی کا آیا۔ نواب نے سواری کا حکم دیا۔ اور حضرت سے اجازت طلب کی۔ آپنے فرمایا۔ تھوڑی دیر ٹھیر جاؤ۔ عرض کیا۔ آپ تشریف رکھیئے۔ میں ابھی آتا ہوں۔ پھر منع کیا کچھ توجہ نہ کی۔ اور سوار ہو گئے۔ شہر میں ایک دریا پڑتا ہے۔ اُسیں کشتی پر سوار ہو کر جانا ہوتا ہی جب کشتی پر سوار ہوئے۔ ایک طوفان عظیم آیا۔ اور آندھی اٹھی کشتی غرق ہو گئی۔ نواب کے انتقال کا لوگوں کو بہت صدمہ ہوا۔ اِن کے بعد نواب اعظم خاں صوبہ دار بنگالہ ہو کر آئے۔ اور قلعہ جہانگیر آباد میں قیام کیا۔ وہاں نور اللہ خاں وغیرہ منصبداران عمائد جو حضرت کے معتقد تھے۔ اکثر حضرت اوصاف بیان کیا کرتے تھے۔ اور اعظم خاں فقرا سے بد اعتقاد تھا۔ کہنے لگا۔ کبھی شاہصاحب جہانگیر نگر میں تشریف لائے ہیں۔ کہا ہاں دو تین مرتبہ قدم رنجہ فرمایا ہے۔ اعظم خاں نے کہا۔ شاہ صاحب کو یہاں بلواؤ تو ہم بھی زیارت کریں۔ نور اللہ خاں حضرت کے بہت معتقد تھے۔ ایک عرضداشت لکھی کہ ہم لوگوں کی حقیقت آپ پر روشن ہے کہ بغیر حکم بادشاہ یا صاحب صوبہ کے قدم باہر نہیں نکال سکتے۔ اشتیاق ملازمت حد سے زیادہ ہے۔ اگر بندہ نوازی فرمائیے۔ عین سعادت ہی۔

اِسی زمانہ میں ایک شخص نور اللہ خاں کے پاس آیا۔ اور کہا میں حضرت شاہ نعمت اللہ کا بھانجا ہوں۔ سید غلام محمد نام ہے۔ نور اللہ خاں نے اُسکو دو گھوڑے دیئے۔ اور دو تین ہزار روپئے نقد پیش کیئے۔ اور دو روپیہ روز خوراک کے مقرر کیئے درخواست پڑھکر حضرت۔ اللہ داد خاں کو ہمراہ لیکر بجرے پر سوار ہو کر جہانگیر نگر

آئے - نور اللہ خاں پیشوائی کو حاضر ہوئے - اتفاق سے حضرت کے بھانجے سید غلام محمد بھی ہمراہ تھے - اُن سے بھی ملے - اور نام پوچھکر نور اللہ خاں نے کہا تعجب ہی کہ اسی نام کے ایک درویش ہمارے یہاں مقیم ہیں - اور دو مہینے سے ہمارے مہمان ہیں - اور کہتے ہیں میں شاہ صاحب کا بھانجا ہوں +

پھر نور اللہ خاں نے درویش کو بلوایا تو معلوم ہوا کہ درویش صاحب فرار ہوگئے ہیں +

اعظم خاں نے کہلا بھیجا کہ حضرت صاحب ہمارے مہمان ہیں - اُنکو ہمارے یہاں آنا تھا - حضرت نواب اعظم خاں کے یہاں تشریف لائے - نواب نے بد اعتقادی کی وجہ سے تعظیم نہ دی - اور اپنی جگہ پر بیٹھے رہے - اور اشارہ بیٹھنے کا کیا - اور کچھ دیر باتوں کے بعد ایک گولی زہر ملی ہوئی پیش کی - اور کہا حضرت یہ دوا بہت نافع ہے - اشتہا آور ہے اور دماغ کو قوت دیتی ہے - آپنے وہ گولی لے لی - نوکر نے اشارہ سے کہا گولی نہ کھائیے گا - مگر آپنے پانی پی کر وہ گولی کھالی - اعظم خاں نے گولی تو کھلادی مگر خوف سے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور گھبراکر عرض کیا - اچھا اِسوقت تو آپ باغ میں استراحت فرمائیں کل فجر کو میں خود خدمت میں حاضر ہونگا +

حضرت باغ میں تشریف لیگئے اور کمرے میں سو رہے - الہ یار خاں متوحش بیٹھے رہے - اعظم خاں گھبراکر گھڑی گھڑی خبر منگواتا تھا +

یہ خبر اعظم خاں کی بیگم کو معلوم ہوئی - اس نے کہلا بھیجا کہ میں نے سنا ہی نواب نے آپ کو سم آمیز دوا دی ہے - اسمیں سارا قصور نواب کا ہی - آپ اسی کے حق میں بددعا کیجیئے گا - میں اور میرے بچے اِس معاملہ میں بے خطا ہیں الہ داد خاں نے کہا کہ خاطر جمع رکھو - شاہ صاحب کسی کے حق میں بددعا نہیں کرتے یہ طریقہ

درویشی کے خلاف ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور نے نماز پڑھی طبیعت پر کچھ
کسل وگرانی کا اثر نہ تھا۔ دوسرے روز اعظم خاں نے کہلا بھیجا اگر حضور تشریف
لائیں تو بہتر ہے۔ اور نہیں تو مجکو حاضری کی اجازت دیجئے۔ حضور خود تشریف لیگئے
نواب تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوئے اور مسند پر بٹھایا۔ اور بہت عذر کیئے کہ سہواً
زہر آمیز گولی میں نے حضور کو دیدی تھی۔ تقصیر معاف کیجئے۔ آپنے فرمایا۔
تم نے کہا تھا کہ دوا ہے۔ خدا نے اِسکو ہمارے حق میں دوا کر دیا +

اِسی زمانہ میں صاحب عالم حضرت شاہ شجاع بنگالے میں آئے اور اکبرنگر
میں داخل ہوئے۔ اُنکے ہمراہ ملا شاہ بیگ نامی ایک متعصب شیعی تھے کہ تمام معاملہ
شاہی کا حل وعقد اُنکے اختیار میں تھا۔ بعض بداندیشوں نے ایک مصنوعی
درخواست نسبت مدد معاش الہ داد خاں کے کرادی۔ عبدالرسول مجاور درگاہ
حضرت مخدوم جیو اور رگناتھ برادر نسبی بیجرا ہے بہنڈاری حضرت جو چودہری
پرگنہ تھا مستغیث ہوئے +

خلاصہ درخواست یہ تھا کہ شاہ نعمت اللہ فقیر ساکن گود تمام پرگنہ پر متصرف
ہیں۔ سب آمدنی آپ لے لیتے ہیں۔ فقرا اور خادموں کی خبر نہیں لیتے

درخواست کا سمن الہ داد خاں کے نام آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ عدالت سے
دستک طلب تمہارے نام آیا ہے۔ اب کیا کروگے۔ عرض کی جیسا حکم عالی ہو
حضرت نے فرمایا۔ ڈرنا کیا ہے۔ تمہارے ساتھ ہم بھی چلیں گے +

حضرت مع الہ داد خاں کے اکبرنگر میں تشریف لائے اور بہادر خاں کمبو
کے یہاں مقیم ہوئے۔ دوسرے دن کچہری میں تشریف لائے۔ شاہ بیگ شاہ صاحب
کے اوصاف سُن چکا تھا کہ سنی عالم ہیں۔ مابین گفتگو مذہبی بات چیت کی چھیڑ
کی۔ آپنے فرمایا۔ الہ داد مدعا علیہ کے متعلق میں آیا ہوں۔ اِس محاسبے سے نجات

ہو تو مذہبی مباحثہ بھی ہو جائے گا۔ آخر بمواجہہ الہ داد خاں۔ رُگناتھ و عبدالرسول جھوٹے ٹھیرے۔ ملا شاہ بیگ نے حکم دیا کہ سو سو کوڑے دونوں کو لگائے جائیں۔ اور قید کیے جائیں کہ پھر کوئی ایسے جھوٹے مقدمے نہ پیش کرے شاہ صاحب نے سفارش کی کہ یہ لوگ ہمارے تقصیر دار ہیں۔ ہم ان کو معاف کرتے ہیں ملا شاہ بیگ کے دل پر اس نیک نفسی کا بڑا اثر ہوا +

بعد اس مقدمہ کے مباحثہ ہوا۔ ایک موقع پر شاہ بیگ سے جواب نہ بن پڑا ترش رو ہو کر خاموش ہو گئے۔ اور عذر کرکے گھر میں جانے لگے۔ حضرت نے تین مرتبہ شانہ پکڑ کے کہا باشید باشید۔ مگر وہ خجالت سے نہ ٹھیرے آخر رخصت ہوئے اور کشتی پر سوار ہو کر فیروز پور چلے آئے۔ اتفاق سے شاہ بیگ کے منہ سے اسی روز خون آیا۔ اور مر گئے۔ شاہ صاحب کو بہت رنج ہوا رفتہ رفتہ صاحب عالم سلطان شجاع کو شاہ صاحب کے مناظرے اور مقدمے کی خبر معلوم ہوئی۔ بعد چند روز کے مرزا جان وغیرہ مصاحبین نے پوچھا۔ شاہ نعمت اللہ کون ہیں۔ محمد سیف خانی نے عرض کیا۔ مقام کوہ علاقہ فیروز پور میں خانقاہ بنائی ہے۔ اور کوئی وجہ معاش بھی نہیں ہے۔ اور دولتمندوں سے تحائف بھی کم قبول کرتے ہیں۔ لیکن مہمانداری میں بہت مشہور ہیں۔ میر سید جلال گجراتی انہیں کے تربیت یافتہ ہیں۔ صاحب عالم نے جان بیگ سے کہا تم کچھ نذر لیکر حضرت کی خدمت میں جاؤ۔ اور اشتیاق قدمبوسی عرض کرو اگر تشریف فرمائیں تو سعادت ہے۔ اور اگر حکم ہو میں خود حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوں۔ حسب حکم عالی مرزا جان خدمت میں حاضر ہوئے۔ نذر پیش کی۔ اور اشتیاق ملازمت صاحب عالم بہادر کا عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا شہزادۂ عالم کو تکلیف دینا کیا ضرور ہے۔ فقیر خود آتا ہے +

ایک روز حضرت سوار ہو کر اکبر نگر پہنچے۔ صاحب عالم سے ملے حسب معمول تین روز قیام کیا۔ رخصت ہونے لگے تو سلطان شجاع نے عرض کیا مجکو بھی اجازت دیجئے کہ میں حاضر خدمت ہوں۔ حضرت نے فرمایا تمکو اختیار ہے فقیر کی عین خوشی ہے ٭

آخر صاحب عالم کی نیک مزاجی نے شاہ صاحب کے دلمیں بہت رسوخ پیدا کر لیا۔ کبھی کبھی شاہ صاحب جاتے تھے۔ اور اکثر صاحب عالم تشریف لاتے تھے۔ آخر صاحب عالم نے اپنے آرام کی غرض سے خانقاہ کے قریب لبِ تالاب ایک کوٹھی اور چند ایوان مکلف۔ فوارہ اور چمن بنوایا۔ آپ بادشاہ باغ میں رہنے لگے۔ شاہ شجاع کے مذہبی عقائد صحیح نہ تھے۔ حضرت نے ایک دعا تعلیم فرمائی۔ جسکی تاثیر سے آپنے ایک خواب دیکھا۔ خواب نے کچھ ایسا گہرا اثر کیا کہ صاحب عالم شاہ شجاع کے عقائد اسلامیہ کامل ہو گئے ٭

اکبر نگر میں ایک دالان سنگ محک کا اور دو حجرے اُسکے متصل ایک مسجد سنگ مرمر کی بنوائی مسجد کے صحن میں ایک درخت املی کا تھا جس کی املی بہت کھٹی تھی۔ ایک روز صاحب عالم املی سے ملے ہوئے بیٹھے تھے اور سر زانو پر رکھے ہوئے مراقبہ کر رہے تھے۔ حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے عالم معاملہ میں آپ کو تعلیم دی۔ اُس دن سے اس درخت کی املی بہت شیریں ہو گئی اور اُسی روز سے اس عمارت کا نام "فیضخانہ" رکھا گیا ٭

ایک روز صاحب عالم نے سواری بھیجکر حضور کو طلب کیا۔ آپ تشریف لیگئے فیض خانہ میں اُترے۔ دو تین خادم ساتھ تھے۔ صاحبزادہ سلطان شجاع شہزادہ بلند اختر بہت بیمار تھے۔ تمام حکما علاج سے عاجز ہو گئے۔ اور سب نے باتفاق رائے مرض کو مہلک مان لیا۔ اور علاج سے ہاتھ کھینچ لیا۔ کسی کو امید زندگی

کی نہ رہی۔ حضرت سے خواجہ سرا نے کیفیت بیان کی کہ حرکت بدن میں نہیں رہی۔ اور اُلٹے سانس چلے رہے ہیں *

اتنے میں والدہ بلند اختر کے چیخنے پیٹنے کی آواز آئی۔ اور محل میں تہلکہ پڑگیا۔ بیگم چیختی ہوئی باہر آنے لگی۔ فوراً پردہ ہوگیا۔ اور بیگم حضرت کے روبرو آکر بلند آواز سے رونے لگی۔ صاحب عالم نے کہا کہ حضرت صاحب کے سامنے ایسی بے استقلالی نہ کرو۔ پھر شہزادے کے پاس آئی۔ دیکھا بالکل بے حس ہے مردہ لڑکے کو اُٹھا لائی اور حضرت کے آگے ڈالدیا۔ اور کہا خدا نے تمہاری دعا سے ہمکو اولاد دی تھی۔ کیا آج اپنا عطیہ واپس لے لوگے۔ حضرت نے آبدیدہ ہوکر لڑکے کو تھوڑی دیر اپنے سینے سے لگایا۔ اور کہا۔ بیگم تو کیوں روتی ہے تیرا لڑکا تو اچھا ہے۔ خدا کی ناشکری نہ کر *

(باقی آیندہ)

محمد عبد الرؤف عشرت لکھنوی

رباعیات

گر عادتِ خود کنی بہ تسلیم رضا
وز جملہ حوادث از شوی بے پروا
حاجت نہ بری ہیچ از شاہ و گدا
باشی بمدارج از ملائک اعلےٰ

+

وے آنکہ ہمی راند سخن در ہر باب
بنگر اجلش چگونہ بر دست بخواب
صد مسئلہ گر از و بہ پرسی امروز
یک حرف ازاں بیاں نیابی بجواب

+

گر وصل میسر است حیرانی چیست
دل جمع گر شود پریشانی چیست
معمورۂ تن اگر خرابش سازند
چون یار بخاطر است ویرانی چیست

+

پیچیدہ مرا بہ سر ہوائے دگر است
آشفتگی من از نوائے دگر است
برخیز طبیب از سر بالینم
بیماریٔ عشق را دوائے دگر است

عطا محمد۔ امرتسری

خاندان نقشبندیہ قدس سرہم کے حالات

سلسلۂ نقشبندیہ حضور پرنور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے بتوسط امیر المومنین امام المتقین حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ ملتا ہے۔ اس طریقہ سے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ نے بعد وصال حضور سرور عالم حضرت صدیق اکبر سے استفادہ باطنی کیا۔ اور حضرت سلمان سے حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق نے فیض حاصل کیا۔ اور ان سے حضرت امام جعفر صادق نے نسبت صدیقی کو حاصل کیا۔ اسی بنا پر امام موصوف مجمع البحرین کے لقب سے ملقب ہوئے۔ کیونکہ آبائی سلسلہ سے آپ نے نسبت علوی کو حاصل کیا۔ اور ننھیال کیطرف سے نسبت صدیقی کو۔ امام جعفر صادق سے روحانی فیض حضرت بایزید بسطامی نے حاصل کیا۔ اور حضرت بایزید سے خواجہ ابوالحسن خرقانی نے اور خواجہ ابوالحسن خرقانی رح سے حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی اور ان سے حضرت ابو علی فارمدی نے اور ان سے خواجہ یوسف ہمدانی نے اور خواجہ موصوف سے حضرت خواجۂ خواجگان سرطبقہ نقشبندیہ خواجہ عبد الخالق غجدوانی اور انہوں نے خواجہ عارف ریوگری اور ان سے خواجہ محمود الخیر معنوی اور ان سے حضرت خواجہ علی رامیتنی اور ان سے حضرت خواجہ باباسماسی اور ان سے حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ نے اور خواجہ موصوف سے حضرت امام الاولیا۔ امام الاتقیا پیشوائے محبان الٰہی خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند رح نے نسبت صدیقی کو حاصل کیا۔ ختم خواجگان جو مشہور ہے وہ یہ حضرات ہیں۔ (۱) خواجہ خواجگان حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲)

حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ (۳) حضرت خواجہ محمود الخیر مغنوی رحمۃ اللہ علیہ (۴) حضرت خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ (۵) حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ (۶) حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ (۷) حضرت خواجہ خواجگان پیر پیران امام الاولیاء امام الاتقیاء خواجہ سید بہاء الدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ۔

احوال خواجگان نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس اللہ سرہ۔ آپ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کے خلیفہ ہیں۔ اور خاندان نقشبندیہ کے اعلیٰ ترین سرداروں میں سے ہیں آپ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپکے والد عبد الجمیل امام مقتدائے وقت عالم ظاہری و باطنی تھے۔ اور صحبت یافتہ حضرت خضر علیہ السلام حوادث ایام سے آپنے روم سے سفر کرکے بخارا کے متعلقات میں قصبہ غجدوان میں اقامت اختیار کی۔ یہیں حضرت خواجہ عبد الخالق پیدا ہوئے۔ اس سے پہلے حضرت خضرؑ خواجہ موصوف کی خوشخبری دیچکے تھے۔ بلکہ عبد الخالق نام بھی رکھ دیا تھا۔ ابتدا میں جب آپ بخارا میں علوم حاصل کررہے تھے تو امام صدر الدین ایک بڑے عالم تھے وہ جب اس آیت پر پہنچے ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ تو استاد سے دریافت کیا کہ خفیہ طریقہ کس طرح حاصل ہو۔ کیونکہ ذاکر آواز اگر خدا کو پکارے گا تو ضرور دوسروں کو اطلاع ہوجائے گی اور اگر دل سے کرے گا تو الشیطان یجری ابن آدم مجری الدم اسکو وقوف ہوجائے گا۔ استادنے فرمایا کہ یہ علم لدنی ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو کوئی اللہ کا بندہ تم کو تعلیم کردے گا۔ یہ سُن کر حضرت خواجہ موصوف منتظر رہے۔ یہاں تک کہ خواجہ خضر علیہ السلام نے آپ کو وقوف عددی کی تعلیم دی۔ اور اپنی فرزندی میں لیا۔ اسکے بعد حضرت

خواجہ یوسف ہمدانی رح کی صحبت میں رہے۔ اگرچہ خواجہ موصوف کا طریقہ ذکر بالجہر تھا مگر آپنے خواجہ موصوف کو خفیہ طریقہ پر قائم رکھا۔ خواجہ یوسف خراسان تشریف لیگئے۔ آپ برابر ریاضت میں مشغول رہے +

بعد وصال حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کے آپنے ایک مدت دراز تک خدا کی مخلوق کو تعلیم دی۔ آپنے اپنے فرزند معنوی خواجہ اولیا کبیر قدس سرہ کو ایک وصیت نامہ لکھا تھا جسکا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) اپنے آپ کو علم۔ ادب۔ تقوٰی سے آراستہ کرو۔ اور ساتھ ہی ہر حال میں آثار سلف کا تتبع کرو۔ (۲) اپنا عقیدہ اہل سنت والجماعت کا رکھو۔ فقہ حدیث پڑہو (۳) صوفیان جاہل سے علٰحدہ رہو۔ (۴) نماز جماعت سے ہمیشہ پڑہو بشرطیکہ تم مؤذن اور امام نہو۔ (۵) اپنی شہرت کے طالب نہ ہو اور نہ کسی منصب کے مقید۔ ہمیشہ گمنامی سے بسر کرو۔ سرکاری کاغذات میں اپنا نام نہ لکھو۔ اور نہ کسی کی ضمانت کرو۔ اور نہ لوگوں کی وصیت قبول کرو۔ (۶) اُمرا اور اُنکی اولاد کی صحبت سے بچو (۷) سماع بہت نہ سنو۔ اور اسپر انکار بھی نہ کرو۔ کیونکہ اولیاء اللہ صاحب سماع بہت ہیں۔ کم کھاؤ۔ کم سوؤ۔ مخلوق سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے۔ عورتوں اور امردوں کی۔ اور بدعتیوں کی صحبت سے بچو۔ بہت نہ ہنسو کہ بہت ہنسنا دل کو مُردہ کردیتا ہے۔ (۸) تمام مخلوق پر نظر شفقت رکھو۔ کسی کو حقیر مت سمجھو۔ اپنے آپکو بہت آراستہ نہ کرو۔ (۹) لوگوں سے لڑائی جھگڑا نہ کرو۔ کسی شخص سے کچھ مت مانگو اور نہ فرمائش کرو۔ (۱۰) چشم گریاں۔ دل غمگین۔ عبادت۔ خلوص کی دعا عاجزی کے ساتھ کپڑا پرانا۔ سرمایہ فقر۔ گھر مسجد۔ یاد محبوب حقیقی۔ شیوہ عاشقوں کا ہی +

خصوصیات دنیا خاندان نقشبندیہ جو خواجہ صاحب موصوف نے ارشاد فرمائے ہیں یہ ہیں۔ ہوش در دم۔ نظر بر قدم۔ سفر در وطن۔ خلوت در انجمن۔ یاد کرد۔ بازگشت

نگہداشت۔ یادداشت۔ وقوف عددی۔ وقوف زمانی۔ وقوف قلبی۔ کل گیارہ
کلمہ ہیں۔ انکی پابندی ہر متنفس پر خاندان نقشبندیہ کے لازمی ہے۔ اب ہم مختصر
طریقے سے اِن مصطلحات کے متعلق لکھتے ہیں تاکہ ہر شخص کے فہم میں انکے معنی
آجائیں۔ ہوش در دم کا مطلب یہ ہے کہ کوئی سانس خدا کی یاد سے خالی نہو۔ یعنی
سانس جو اندر اور باہر ہر وقت نکلتا رہتا ہے اُس سے اللہ ہو کا خیال رکھنا چاہیئے
یہ ہی پاس انفاس ہے۔ یہ وہ چیز ہے کہ خواجہ خواجگان خواجہ بہار الدین نقشبند رضی
اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنار کار دریں راہ بر نفس میباید کرد و نفس را نگذارد کہ ضائع گرد
و در خروج و دخول و حفظ ما بین النفس سعی نماید کہ بغفلت فرو نرود و بر نیاید۔ بقول
شاعر ؎ بردار صف نظر ز موج کونین ✦ آگاہ سحر باش و بین النفسین ✦

نظر بر قدم۔ اِسکا مطلب یہ ہے کہ چلنے پھرنے میں پشت پیر پر نظر رکھنی چاہیئے
تاکہ جا بیجا نظر نہ پڑے۔ اور بعض حضرات نے یہ معنی بیان کیئے ہیں کہ سلوک کی
حالت میں جہاں منتہی نظر ہو وہاں اُسکو قدم رکھنا چاہیئے۔ یعنی کوشش کرنی چاہیئے
کہ سلوک جلد طے ہو۔ اور خود پرستی دور ہو ✦

سفر در وطن۔ یعنی خصائل رذیلہ کو دور کر کے صفات حمیدہ حاصل کرنی چاہیئے
گویا سالک صفات بشری چھوڑکر ملکوتی صفات کے حصول کی جو کوشش کرتا ہے
اُسکو سفر کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نسبت خواجگان جب حاصل ہوجانی
چاہیئے تو اقامت کیحالت میں سفر کا مزا حاصل ہوجاتا ہے۔ بقول شخصے ؎

یارب چہ خوش است بے دہاں خندیدن	بے واسطۂ چشم جہاں را دیدن
بنشین و سفر کن کہ بغایت خوب است	بے منت پا گرد جہاں گردیدن

خلوت در انجمن۔ یعنی ظاہر میں مخلوق کے ساتھ اور باطن میں اللہ برتر کے
ہمراہ ہو ؎

اندروں شو آشنا وزبیرون بیگانہ وش این چنین زیبا روش کم مے بود اندر جہان

رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ۔ اسی مقام کی طرف اشارہ ہے حضرت خواجہ نقشبند رح فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ صحبت ہی۔ کیونکہ خلوت میں شہرت اور شہرت میں آفت ہی۔ پس خلوت در انجمن کے معنی یہ ہیں کہ ذکر کا غلبہ اسقدر ہو جائے کہ اگر بازار میں بھی جائے۔ خرید فروخت کرے۔ مگر دل غافل نہو۔ سب لوگوں سے ملے۔ بات چیت کرے۔ مگر دل میں محبوب حقیقی کی ہی یاد ہو۔

یاد کرد۔ یعنی دل اور زبان سے ذکر کرنا طریقہ تعلیم ذکر کا یہ ہے کہ شیخ اپنے دل میں کلمہ شریف یا اسم ذات کا ذکر کرے۔ اور مرید کو اپنے سامنے بٹھا کر اسکو تلقین کرے کہ اپنے دلکو شیخ کے دل کے مقابل رکھے۔ اور زبان تالو سے لگا کر دل ہی دل میں سانس روک کر ذکر شروع کرے۔ کم از کم ایک سانس میں تین بار ذکر نفی واثبات کرے۔ یہانتک کہ ذکر کی لذت دلمیں پیدا ہو جائے۔ مقصود یہ ہے کہ حضور وآگاہی پیدا ہو جائے۔

بازگشت کے یہ معنی ہیں کہ ذاکر کلمہ شریف یا اسم ذات بعدد طاق دل سے یا زبان سے کہے۔ پانچ یا سات بار کے بعد یہ دعا مانگے۔ خداوندا مقصود من توئی ورضائے تو محبت ومعرفت خود بدہ۔ گویا کہ یہ الفاظ ایسے ہیں جنسے تمام خیالات کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ جب مقصود ایک ذات ٹہیری پہر دوسرے کا خیال آنا کیا۔ **لطیفہ** حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مولانا سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مجکو ذکر کے ساتھ بازگشت کی تعلیم دی۔ اسوقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میرا مقصود تو یہ نہیں ہے جو میں زبان سے کہہ رہا ہوں۔ کہیں یہ جھوٹ نہو جائے۔ میں اسی خیال میں تہا کہ مولانا موصوف کھڑے ہوئے۔ اور حضرت شیخ بہاء الدین عمر کے پاس جانے کا قصد کیا۔ میں بھی ہمراہ تہا جب وہاں

پہنچے اور بیٹھے۔ شیخ موصوف الصدر نے فرمایا کہ حضرت شیخ رکن الدولہ علاء الدولہ
قدس سرہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ طالب کو اگرچہ صدق کا مرتبہ نہیں ہوتا مگر اسکو
وہ الفاظ کہ خداوندا مقصود میرا تو ہی ہے (الی آخرہ) کہنے چاہئیں۔ یہاں تک کہ اس کو
صدق کا مرتبہ حاصل ہو جائے +

نگہداشت۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ گھنٹہ دو گھنٹہ ساکت بیٹھکر تمام خطرات
جو قلب پر آتے ہیں دفع کرے۔ اس غرض سے صبح کی نماز کے بعد اشراق تک اور
بعد مغرب کے مراقبہ کرنا خاندان نقشبندیہ کا معمول ہے۔ جسمیں دو زانو بیٹھکر آنکھیں بند
کرکے تصور شیخ کیا جاتا ہے۔ اور یہ خیال قائم کیا جاتا ہے کہ خدا کا نور قلب شیخ سے
میرے قلب میں آتا ہے۔ چند روز میں کیفیت کا احساس ہونے لگتا ہے اور انوار
و برکات کا احساس ہوکر فنائے قلبی کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ یعنی سالک تمام افعال
کو فاعل حقیقی کے افعال خیال کرنے لگتا ہے +

اسی لطیفہ قلبی میں ذوق و شوق آہ و نعرہ و استغراق و بیخودی وجد و رقص
سالک کو حاصل ہوتا ہے۔ اور توحید وجودی و نعرہ انا الحق و سبحانی ما اعظم شانی
کا اظہار کرنے لگتا ہے۔ بقول حضرت قطب عالم شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس
سرہ العزیز ؎

من نمیگویم انا الحق یار میگوید بگو　　چوں نمیگویم مرا دلدار میگوید بگو

جب غیریت مرتفع ہو جاتی ہے۔ اور اپنے آپ کو عین ذات خیال کرنے لگتا ہے
تو اس طرح اظہار کرتا ہے ؎

ما ز دریائیم و دریا ہم ز ماست　　این سخن داند کسے کو آشناست
آفتابے در ہزاراں آبگینہ تافتہ　　+　　پس برنگ ہر یکے تابے عیاں انداختہ
جملہ یک نور ہست لیکن رنگہائے مختلف　　گفتگوئے درمیان این و آں انداختہ

یہ مرتبہ فنائے قلبی کا ایک عرصہ کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ تا یار کرا خواہد میلش بکہ باشد۔ میں اپنے بحث سے ذرا دور نکل گیا+

یادداشت۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ دوام حضور و آگاہی یعنی نگہداشت پورے رسوخ کے ساتھ ہو+

وقوف زمانی۔ حضرت خواجہ خواجگان سید بہاء الدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وقوف زمانی اس خاندان کے کام کرنے والوں کا طریقہ ہے۔ یعنی بندہ کو یہ جاننا کہ اس وقت باطن کی کیا حالت ہے۔ اور دوسرے وقت کیا۔ اگر کیفیت معلوم ہو تو خدا کا شکر کرے۔ اور اگر نہ محسوس ہو تو توبہ و استغفار کرے۔ اور دربار خداوندی میں نہایت عاجزی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے حضرت مولانا یعقوب چرخی رح فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب نے مجکو یہی تعلیم کیا تھا کہ قبض کیحالت میں استغفار کی کثرت اور بسط میں شکر کرتا رہوں یہی محاسبہ ہے

وقوف عددی۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ ذکر میں عدد طاق کا لحاظ رکھیں گویا حبس دم وغیرہ میں تین بار یا پانچ بار یا سات بار ذکر کرینگے۔ بعدہٗ بازگشت کرتا ہے۔ حضرت خواجہ علاء الدین عطار رح فرماتے ہیں کہ بہت ذکر کرنیکا یہ مطلب ہے کہ جو کچھہ ذکر کرے خیال اور حضور قلبی کے ساتھ ہو۔ تاکہ اُسکا اثر بھی مرتب ہو یہ نہیں کہ بیخیالی سے تسبیح جلد ہی جلدی چلاتے رہیں+

وقوف قلبی۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ کوئی وقت ایسا نہو کہ حق سبحانہ کی جناب سے دل غافل ہو۔ بقول ایک صاحب دل ؎

مانند مرغے باش ہاں بربیضۂ دل پاسبان کز بیضۂ دل زائدش مستی و وصل قہقہہ

خواجہ عبد الخالق کا وصال ۵۷۵ھ کو ہوا۔ مزار آپکا قصبۂ غجدوان میں ہے آپکی تاریخ وفات یہ ہے ؎

قلب

کیا کیا نہیں کرتا یہ ہمارا دلِ مضطر　　روکے ہوئے ڈانٹے ہوئے دھمکائے ہوئے ہیں

اس دل کو عربی زبان میں قلب کہتے ہیں۔ اور ہماری زبان میں اسکے معنی پھرنا یا منقلب ہونا اور لوٹنے پلٹنے کے بھی ہیں۔ پس یا تو اس وجہ سے کہ وہ اپنی حیز میں منقلب و پریشان ہو یا اس وجہ سے کہ اُسکی کیفیت وجدانیہ یکساں نہیں رہتی۔ اور ہر دم اُلٹتی پلٹتی رہتی ہے۔ اسکو قلب کہتے ہیں۔ جسطرح درختوں کے پتے پرندے کے پر ہوا کے جھونکوں سے ہر دم منتشر ہوتے رہتے ہیں۔ اُسیطرح یہ دل بھی مرغ قبلہ نما کی طرح اپنے آشیانہ میں ہر دم تڑپتا رہتا ہے جسطرح شکاری کُتا ہر بُری یا بھلی صدا پر دوڑنے اور لپکنے کی خواہش کرتا ہے اُسیطرح یہ آرزومند دل بھی اپنے شکار کی گھات میں ہر گھڑی دوڑنے کیلئے تیار رہتا ہے۔ یہ چھوٹا سا ٹکڑہ گوشت جسکو دل کہتے ہیں۔ اور جسکی یہ حقیقت ہے ع

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا　　جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

یہ آگ سے زیادہ پرسوز ہے۔ پہاڑ سے زیادہ بلند ہے۔ ہیرے سے زیادہ سخت ہے مچھلی کیطرح بے تھاہ پانی پر تیر جانا۔ سمندر کی طرح آگ پر چلنا آسان ہے۔ پہاڑ کھود کر تہ کا پانی نکال لانا ممکن ہے۔ لیکن اس دل کا مغلوب کرنا دشوار ہے اور نہایت دشوار۔ یہی وجہ ہے کہ ایک وقت میں اگر ہم اُسکا میلان اچھی باتوں کے سُننے اور اچھی باتوں کے کرنے کی طرف تے ہیں تو دوسرے وقت اسکی طبیعت کا رجحان بُرے افعال کی طرف دکھائی دیتا ہے وہ اچھی باتوں کے نام سے کوسوں بھاگنے لگتا ہے۔ یہی دل ہے کہ ایک وقت میں نسان کو مقبول اور دوسرے وقت میں مردود بنا دیتا ہے۔ یہی دل ہے جس سے یک وقت میں انسان مقرب بارگاہ الٰہی کہلانے لگتا ہے تو دوسرے وقت اُس سے

سوں دور ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات اسی دل میں انوار و برکات کی وہ کثرت ہوتی ہے جس سے پاس کے بیٹھنے والے اور اُن پر نظر کرنے والے اور پاس سے گزرنے والے محظوظ ہوتے ہیں۔ دوسرے وقت پھر وہی قلب ہوتا ہے کہ انسان اپنے آپکو کافر سے بھی بدتر سمجھنے لگتا ہے +

یہی دل ہیں کہ ایک وقت میں اگر اللہ جل جلالہ کے خوف سے ڈرتے اور اسکے ذکر سے کیفیت ایمانی کا حظ اُٹھاتے ہیں اوامر کی تعمیل پر حریص اور نواہی سے احتراز کرتے ہیں تو دوسرے وقت پتھروں سے بھی زیادہ سخت اور شدید ہو جاتے ہیں۔ خدا کا خوف رہتا ہے نہ دنیا کی شرم۔ یہاں تک کہ ارتکاب کبائر بھی اُن کے نزدیک ایک معمولی سی بات معلوم ہونے لگتی ہے +

لیکن یہ حالت کسی خاص قسم کے قلوب کے لیے مختص نہیں ہے۔ بسا اوقات اِن تغیراتِ گوناگوں کے اثر سے بتقاضائے بشریت بڑے بڑے برگزیدہ اور ابرار اور بڑے بڑے صلحا اور اتقیا بھی محفوظ اور مستثنیٰ نہیں رہتے۔ حضرت ماعز رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہ جو اجلّہ اولیا میں سے تھے۔ بتقاضائے بشریت فعل شنیع کے مرتکب ہوئے اور سنگسار کیئے گئے +

یہی قلبی تغیرات تو ہیں جنہوں نے ابلیس لعین کو جنات کے زُمرہ سے نکال کر معراج ملکوتیت پر پہنچایا۔ اور دوسرے وقت صفِ ملائکہ سے خارج کر کے گلے میں لعنت کا طوق ڈالا۔ اور ابد الآباد کے لیئے مردود قرار پایا۔ یہی قلبی تغیرات تو تھے جنہوں نے ابوالبشر حضرت آدم صفی اللہ جیسے برگزیدہ نبی کو باوجود ممانعت کے گیہوں کے کھانے پر برانگیختہ کر کے جنت سے نیچے اتارا۔ یہی قلبی تغیرات تو تھے جو حضرت یوسف علیہ السلام جیسے برگزیدہ پیغمبر کو ولقد ھمت بہ وھم بھا کے الزام سے نہ بچا سکے۔ یہی قلبی تغیرات تو تھے جنہوں نے حسن علیہ السلام کو دشمنوں کے ہاتھوں سے

زہر دلوایا۔ حسین علیہ السلام کو علی رؤس الاشہاد مسلمان بھائیوں کے ہاتھوں سے میدان کربلا میں شہید کرایا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے درمیان مشاجرات ڈلوائے۔ انہیں قلبی تغیرات نے کبھی کوہکن اور فرہاد کبھی لیلےٰ اور مجنوں۔ کبھی زلیخا اور یوسف علیہ السلام کے افسانوں میں ظاہر ہو کر ایک کو عاشق دوسرے کو معشوق کہلوایا +

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ ایک وقت حدیث و قرآن کا درس دیتے تھے اور طلبا آپ سے مستفیض ہوتے تھے۔ اور دوسرا وقت ہوتا تھا کہ جنگلوں میں نعرے مارتے پھرتے تھے۔ اور درس و تدریس کے نام سے دور بھاگتے لگتے تھے۔ ایک وقت ہوتا تھا کہ اگر کسی شخص کی زبان سے اللہ پاک کا نام سن لیتے تو بہت خوش ہوتے تھے۔ اور اسکے منہ میں مٹھائی رکھدیتے تھے۔ اور دوسرا وقت ہوتا تھا کہ اگر کسی شخص نے انکے روبرو اللہ کا نام لیا تو فوراً ایک لکڑی رسید کی کہ تیرا منہ اور میرے محبوب کا نام۔ اللہ اکبر جل جلالہ +

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اسی کے حسب حال ایک نہایت عمدہ حکایت لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ صلحائے لبنان میں سے جو ولایت اور کرامت میں مشہور و معروف تھے۔ ایک مرتبہ شہر دمشق کی جامع مسجد میں تشریف لائے اور حوض پر بیٹھے ہوئے وضو کر رہے تھے کہ یکایک آپ کا پیر پھسل گیا۔ اور حوض کے اندر گر گئے۔ بڑی کوشش اور جانفشانی کے بعد حوض سے باہر نکلے تو ایک شخص نے جو آپکے احوال سے پہلے سے واقف تھا عرض کیا کہ اے حضرت لوگوں نے تو آپ کی تعریف میں یہاں تک مبالغہ کیا ہے کہ آپ دریائے مغرب کو بلا وساطت کشتی کے پا پیادہ عبور کر جاتے ہیں باایں ہمہ کبھی آپ کا پیر بھی تر نہیں ہوتا۔ آج یہ کیا حالت تھی کہ اس تھوڑے سے پانی میں بھی خدا خدا کرکے مشکل سے آپ کی جان بچی ہے +

اسکو سُنکر تھوڑی دیر تو اُن بزرگ نے سکوت فرمایا۔ اسکے بعد اُنھوں نے ارشاد کیا۔ کہ تم نے شاید ہمارے نبی اکرم کے ارشاد فیض بنیاد کو ابھی تک نہیں سنا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل۔ یعنی اُس وحدہ لاشریک کی بارگاہ بے نیاز میں بعض وقت میرا ایسا ہوتا ہے کہ اُسوقت وہاں فرشتگان مقرب اور پیغمبران مرسل کو بھی باریابی نصیب نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ اہل بیت اطہر حضور بعض اوقات یہ فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت اسوقت ہم سے آشنا بھی نہیں ہوتے۔ اور دوسرے وقت حضرت حفصہؓ اور حضرت زینب کے ساتھ کھیل کھیلا کرتے تھے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا کرتے تھے۔ کلمنی یا حمیرا کلمی یعنی اے حمیرا ہم سے کچھ بات چیت کرو نہ

درے ہر پیرہن میز دپیمبر کہ اے زن در دماما یادم آور

چنانچہ مشاہدۃ الابرار بین التجلی والاستتار کے یہی معنی ہیں یعنی ابرار کبھی تو انوار تجلیات باری کا براے العین مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور کسیوقت اُنکو کچھ بھی نہیں دکھائی دیتا۔ **اشعار**

یکی پرسید زاں گم کردہ فرزند کہ اے روشن گہر پیر خردمند
زمصرش بوئے پیراہن شمیدی چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی
بگفت احوال ما برق جہانست دمے پیدا و دیگر دم نہانست
گہے بر طارم اعلےٰ نشینم گہے بر پشت پائے خود نہ بینم
اگر درویش بر حالے بماندے سر دست از دو عالم برفشاندے

مگر فرق اتنا ہے کہ جو طبیعتیں فطرۃً صالح اور ذوق سلیم رکھتی ہیں وہ تو ایسے تغیرات میں مبتلا ہوتے ہی اُس سے متنبہ ہوکر نادم ہوجاتی ہیں۔ اور پھر آیندہ اُنسے ایسے افعال کی مبادرت نہیں ہوتی۔ بخلاف اُن لوگوں کے جو فطرۃً شدید القلب ہیں اُنپر

اِن تغیرات کے وارد ہونے سے بجائے اظہار ندامت کے اور اسپر اصرار اور جمود بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ یہی دلیل اُنکے مقبول و مردود ہونیکی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب انسان سے کسی گناہ کا ارتکاب ہوتا ہے تو اُسکے قلب میں اول ایک نقطہ سیاہ پیدا ہوتا ہے۔ پس اگر ندامت کے ساتھ آیندہ اُس سے باز رہا تو رفتہ رفتہ وہ نقطہ زائل ہو جاتا ہے۔ اور اگر اُسکے بعد اصرار کے ساتھ اُسے پھر وہی گناہ سرزد ہوتا ہے تو دو نقطے ہو جاتے ہیں۔ پھر تین ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ تمام قلب سیاہ ہو جاتا ہے اور پھر صدور جرائم سے اسکو کسی قسم کا باک نہیں رہتا۔

دیکھو یہی آدم علیہ السلام تھے۔ جنھوں نے اپنی اِس ذلت اور لغزش پر متنبہ ہوکر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخسرین۔ اور جب ابلیس لعین کو سجدہ کا حکم ہوا۔ تو اُسنے سجدہ کے کرنیسے انکار بھی کیا۔ اور پھر اُسپر اصرار بھی کیا کہ لم اکن لا سجد لبشر خلقتہ من صلصال من حماء مسنون ۔ اور انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین۔ حالانکہ دونوں سے اللہ جل جلالہ کی نافرمانی کا ارتکاب عمل میں آیا تھا۔ یعنی آدم علیہ السلام نے تو باوجود ممانعت کے گیہوں کھایا۔ اور شیطان نے سجدۂ آدم سے انکار بھی کیا۔ اور پھر اُسپر اصرار بھی کیا لیکن فرق اتنا ہے کہ ادم علیہ السلام نے تو اپنے اِس کردار پر منفعل ہوکر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ اے اللہ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ پس اگر تو نہ بخشے گا تو ہم ٹوٹا پانے والوں میں سے ہوجاوینگے اور شیطان کو اپنی شیطنت اور سرکشی پر بجائے اظہار ندامت کے اور جمود ہو گیا۔ اس لئے آدم علیہ السلام تو باوجود ایسے لغزش کے بھی مقبول بارگاہ ایزدی قرار پائے۔ اور شیطان ہمیشہ کے لیئے مردود ٹھیرا۔

محمد یعقوب اسرائیلی

اکبری رخصت نامہ

(از خان بہادر مولوی سید اکبر حسین صاحب پنشنر جج الہ آباد۔ بر موقع رخصت خواجہ صاحب)

درویش صادق و یار موافق سلمک اللہ الخالق

آپ کا فراق مجھ پر شاق ہے۔ اگر وقت کافی ہوتا تو میں ہاشم کو ساتھ لیتا اور آپ کو رخصت کرنے بمبئی آتا +

ظاہر حالات کی رنگا رنگی تو بہت کچھ قابل بحث ہوا کرتی ہے۔ لیکن میری نظر میں اس وقت کوئی شخص ہندوستان میں نہیں ہے۔ جسکا دل آپکے دل سے زیادہ ٹھیک درویشی کے رخ پر ہو۔ لٹریری خوبی سونے میں سہاگا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء +

خدا آپ کو مع الخیر وطن پہنچائے۔ اور ایسا ہو کہ آپ پھر بہ عزم زیارت مدینہ منورہ اٹھیں۔ اور میں بھی ساتھ ہوں اور آپسے مدد ملے۔ آپ پر تو میرا یہ شعر صادق ہے

وہ مجنوں ہوں کہ جسکی ہر نظر تصویر لیلیٰ ہے | حجاب حسن اٹھا تا ہی جس سے میں وہ محمل ہوں

الحمد للہ کہ آپ اُن میں نہیں ہیں جنپر یہ شعر صادق آتا ہے

ہمارے شاہ صاحب سے بھی اگلا رنگ خارج ہے | کبھی تھا اللہ ہی اللہ اب کالج ہی کالج ہے

اشعار ذیل میں سے شاید کوئی شعر پسند ہو

سرور و وجد و حال ہو جائیگا سب پیدا | مگر لازم ہے پہلے تیرے دل میں ہو طلب پیدا

نہ گھبرا کفر کی ظلمت سے تو اے نور کے طالب | وہی پیدا کریگا دن بھی کہ جس نے شب پیدا

+

بباغ طبع ز عشق تو رنگ و بوئی ہست | مرا بسینہ دلے ہست آرزوئی ہست

خبر ندارم از آشوب دہر لے اکبر | کہ حیرت است نگاہ مست روئی منست

تمہارے سرو قامت کو لکھکر کلک قدرت نے (رنعت) | دکھادی خوبی انشائے ہستی ایک جملے میں

اگر ڈھونڈو تو اکبر میں بھی پاؤ گے ہنر کوئی | اگر چاہو نکالو عیب تم اچھے سے اچھے میں

اگر فضل خدا سے قرب حضور + اسے مصیبت کی گھڑی پڑا نہیں + جب وہ الٰہی ہو تو مطلع فرمائیگا + میرے ساتھ بھی وہ دو وفا نہ آئے گا +

اکبر

کیوں زیاں کار بنوں، سود فراموش رہوں
فکرِ فردا نہ کروں، محوِ غمِ دوش رہوں
نالے بلبل کے سُنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہم نوا میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں
جرأت آموز مری تابِ سخن ہے مجھکو
شکوہ اللہ سے خاکم بدہن ہے مجھکو!

ہے بجا۔ شیوۂ تسلیم میں مشہور ہیں ہم
قصّہ درد سُناتے ہیں کہ مجبور ہیں ہم
سازِ خاموش ہیں فریاد سے معمور ہیں ہم
نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو معذور ہیں ہم
اے خدا! شکوۂ اربابِ وفا بھی سُن لے
خُوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلا بھی سُن لے

تھی تو موجود ازل سے ہی تری ذاتِ قدیم
پھُول تھا زیبِ چمن پر نہ پریشاں تھی شمیم
شرطِ انصاف ہے اے صاحبِ الطافِ عمیم
بوئے گل پھیلتی کس طرح جو ہوتی نہ نسیم؟
ہم کو جمعیتِ خاطر یہ پریشانی تھی
ورنہ اُمّت ترے محبوب کی دیوانی تھی؟

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر — کہیں مسجود تھے پتھر، کہیں معبود شجر

خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر — مانتا پھر کوئی اَن دیکھے خدا کو کیونکر

تجھکو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا؟

قوّتِ بازوئے مُسلم نے کیا کام ترا

بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی تورانی بھی — اہلِ چیں چین میں ایران میں ساسانی بھی

اسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی — اسی دنیا میں یہودی بھی تھے نصرانی بھی

پر ترے نام پہ تلوار اُٹھائی کس نے؟

بات جو بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی کس نے؟

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں — خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں — کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاں داروں کی!

کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی!

ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کیلئے — اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کیلئے

تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کیلئے — سربکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کیلئے؟

قوم اپنی جو زر و مالِ جہاں پر مرتی

بت فروشی کے عوض بُت شکنی کیوں کرتی؟

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے، ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے!
زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے!

تُو ہی کہدے کہ اُکھاڑا درِ خیبر کس نے؟
شہرِ قیصر کا جو تھا اُسکو کیا سر کس نے؟
توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے؟
کاٹ کر رکھدیئے کفار کے لشکر کس نے؟

کس نے ٹھنڈا کیا آتشکدۂ ایراں کو؟
کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو؟

کونسی قوم فقط تیری طلبگار ہوئی؟
اور تیرے لئے زحمت کشِ پیکار ہوئی؟
کس کی شمشیر جہانگیر جہاندار ہوئی؟
کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی؟

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے؟
منہ کے بل گر کے ھُوَ اللّٰہُ اَحَد کہتے تھے!

آگیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے!
تری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے!

محفلِ کون و مکاں میں سحر و شام پھرے — مئے توحید کو لیکر صفتِ جام پھرے

کوہ میں دشت میں لیکر ترا پیغام پھرے — اور معلوم ہے تجھکو کبھی ناکام پھرے؟

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے!

بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے!

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے — نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے

تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے — تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے

پھر بھی ہم سے یہ گلا ہے کہ وفادار نہیں!

ہم وفادار نہیں! تو بھی تو دلدار نہیں!

امتیں اور بھی ہیں انمیں گنہگار بھی ہیں — عجز والے بھی ہیں مستِ مئے پندار بھی ہیں

انمیں کاہل بھی ہیں غافل بھی ہیں ہشیار بھی ہیں — سیکڑوں ہیں کہ ترے نام سے بیزار بھی ہیں

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر:

برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر!

بت صنم خانوں میں کہتے ہیں مسلمان گئے — ہے خوشی انکو کہ کعبے کے نگہبان گئے

منزلِ دہر سے اونٹوں کے حدی خوان گئے — اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآن گئے

خندہ زن کفر ہے احساس تجھے ہے کہ نہیں؟

اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں؟

یہ شکایت نہیں، ہیں اُنکے خزانے معمور
نہیں محفل میں جنہیں بات بھی کرنیکا شعور

قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حور و قصور
اور بیچارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور

اب وہ الطاف نہیں ہم پہ عنایات نہیں!
بات یہ کیا ہے کہ پہلی سی مدارات نہیں!

کیوں مسلمانوں میں ہے دولتِ دنیا نایاب
تیری قدرت تو ہے وہ جسکی کوئی حد نہ حساب

تو جو چاہے تو اُٹھے سینۂ صحرا سے حباب
رہروِ دشت ہو سیلی زدۂ موجِ سراب

طعنِ اغیار ہے رسوائی ہے ناداری ہے
کیا ترے نام پہ مرنیکا عوض خواری ہے؟

بنی اغیار کی اب چاہنے والی دنیا
رہ گئی اپنے لیے ایک خیالی دنیا

ہم تو رخصت ہوئے اوروں نے سنبھالی دنیا
پھر نہ کہنا ہوئی توحید سے خالی دنیا

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے
کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے

دل تجھے دے بھی گئے اپنا صلا لے بھی گئے
آ کے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لیکر
اب اُنہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لیکر

دردِ لیلا بھی وہی قیس کا پہلو بھی وہی
نجد کے دشت و جبل میں رمِ آہو بھی وہی

عشق کا دل بھی وہی حسن کا جادو بھی وہی
امتِ احمدِ مرسل بھی وہی تو بھی وہی

پھر یہ آزردگیِ غیرِ سبب کیا معنی؟
اپنے شیداؤں پہ یہ چشمِ غضب کیا معنی؟

تجھکو چھوڑا کہ رسولِ عربی کو چھوڑا؟
بت گری پیشہ کیا بت شکنی کو چھوڑا؟

عشق کو عشق کی آشفتہ سری کو چھوڑا؟
رسمِ سلمان و اویسِ قرنی کو چھوڑا؟

آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں۔
زندگی مثلِ بلالِ حبشی رکھتے ہیں!

عشق کی خیر وہ پہلی سی ادا بھی نہ سہی
جادہ پیمائیِ تسلیم و رضا بھی نہ سہی

مضطرب دل صفتِ قبلہ نما بھی نہ سہی
اور پابندیِ آئینِ وفا بھی نہ سہی

کبھی ہم سے کبھی غیروں سے شناسائی ہے
بات کہنے کی نہیں۔ تو بھی تو ہرجائی ہے!

سرِ فاراں پہ کیا دین کو کامل تو نے
اک اشارے میں ہزاروں کے لیے دل تو نے

آتش اندوز کیا عشق کا حاصل تو نے
پھونک دی گرمیِ رخسار سے محفل تو نے

آج کیوں سینے ہمارے شرر آباد نہیں
ہم وہی سوختہ ساماں ہیں تجھے یاد نہیں؟

وادیِ نجد میں وہ شورِ سلاسل نہ رہا قیس دیوانۂ نظارۂ محمل نہ رہا
حوصلے وہ نہ رہے ہم نہ رہے دل نہ رہا گھر یہ اُجڑا ہے کہ تو رونقِ محفل نہ رہا

اے خوش آں روز کہ آئی و بصد ناز آئی
بے حجابانہ سوئے محفلِ ما باز آئی

بادہ کش غیر ہیں گلشن میں لبِ جُو بیٹھے سنتے ہیں جام بکف نغمۂ کوکو بیٹھے
دور ہنگامۂ گلزار سے یک سُو بیٹھے تیرے دیوانے بھی ہیں منتظرِ ہُو بیٹھے

پھر پتنگوں کو مذاقِ تپش اندوزی دے
برقِ دیرینہ کو فرمانِ جگرسوزی دے

قومِ آوارہ عناں تاب ہے پھر سوئے حجاز لے اُڑا بلبلِ بے پر کو مذاقِ پرواز
مضطرب باغ کے ہر غنچے میں ہے بوئے نیاز تو ذرا چھیڑ تو دے تشنۂ مضراب ہے ساز

نغمے بیتاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لیے:
طور مضطر ہے اُسی آگ سے جلنے کے لیے!

مشکلیں اُمتِ مرحوم کی آساں کر دے مورِ بے مایہ کو ہمدوشِ سلیماں کر دے
جنسِ نایابِ محبت کو پھر ارزاں کر دے یعنی ہم دیر نشینوں کو مسلماں کر دے

جوئے خوں می چکد از حسرتِ دیرینۂ ما
می تپد نالہ بہ نشتر کدۂ سینۂ ما!

بوئے گل لیگئی بیرون چمن رازِ چمن کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غمازِ چمن
عہدِ گل ختم ہوا ٹوٹ گیا سازِ چمن اُڑ گئے ڈالیوں سے زمزمہ پردازِ چمن

ایک بلبل ہے کہ ہے محوِ ترنم اب تک !
اُسکے سینے میں ہے نغموں کا تلاطم اب تک !

قمریاں شاخِ صنوبر سے گریزاں بھی ہوئیں پتیاں پھول سے جھڑ جھڑ کے پریشاں بھی ہوئیں
وہ پرانی روشیں باغ کی ویراں بھی ہوئیں ڈالیاں پیرہنِ برگ سے عریاں بھی ہوئیں

قیدِ موسم سے طبیعت رہی آزاد اس کی
کاش گلشن میں سمجھتا کوئی فریاد اس کی !

لطف مرنے میں ہے باقی نہ مزا جینے میں کچھ مزا ہے تو یہی خونِ جگر پینے میں
کتنے بیتاب ہیں جوہر مرے آئینے میں کسقدر جلوے تڑپتے ہیں مرے سینے میں

اس گلستاں میں مگر دیکھنے والے ہی نہیں !
داغ جو سینوں میں رکھتے ہوں وہ لالے ہی نہیں !

چاک اس بلبل تنہا کی نوا سے دل ہوں جاگنے والے اسی بانگِ درا سے دل ہوں
یعنی پھر زندہ نئے عہدِ وفا سے دل ہوں پھر اسی بادۂ دیرینہ کے پیاسے دل ہوں

عجمی خم ہے تو کیا، مے تو حجازی ہے مری
نغمہ ہندی ہے تو کیا، لے تو حجازی ہے مری

انگریزی تذکرہ حضرت بلھے شاہ کا ترجمہ

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

اس قسم کے اصول کی فلسفیانہ سادگی نے بہت سے اہل مشرق کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی ہے اور انکی روحانی اور حسی تصویروں نے بہت سے شاعروں کے تخیل کو موثر کیا ہے۔ حافظ ایک صوفی تھے عمر خیام کو اُنکے پاک طینت دوستوں اور مداحوں نے صوفی مانا۔ اور جیسا کہ عمر خیام نے کسی رباعی میں ظاہر کیا ہے۔ اُن کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ جام شراب۔ معشوق اور لال لال رخسار اعلیٰ روحانی سچائیوں کو ظاہر کرنیکے لیئے محض نشانات ہیں۔ عمر خیام پر تنقیداً نظر ڈالنے والوں کو اسمیں روحانیت کی بو بہت کم آتی ہے۔ اور اگر وہ اپنے شبہات کا ذکر خود عمر سے کرتے تو یقیناً وہ مسکراہٹ کے علاوہ کچھ اور جواب نہ پاتے وہ ہمارے بہت سے فلاسفروں کی طرح دونوں قسم کے فلسفہ سے بخوبی واقف تھے بلھے شاہ صرف ایک ہی مندر کے پجاری رہے۔ اور وہ خالصتہً سیدھے سادے صوفی تھے +

"گلے کی مالا۔ پھولوں کے ہار۔ اور چوڑیوں سے لدی ہوئی باہیں۔ کالی کالی معطر زلفیں جو شہاب کی طرح چمکتی ہیں۔ گلاب کے سے رخسار اور ہونٹ جو بیساختہ مُنہ سے سبحان اللہ کہلوا دیتے ہیں"۔ ان سب چیزوں نے بلھے شاہ پر جو بڑے ریاضت کش درویش صوفی تھے اپنا اثر نہیں ڈالا تھا۔ بلکہ ان کے نزدیک معشوق محض ایک شاعرانہ تصویر تھی جو خدائی روح کے ساتھ جو ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے۔ انسانی وصل اور آخرکار کامل وصل کی باطنی سچائی کو چھپاتی اور ظاہر کرتی تھی

اور اگر وہ بعض اوقات حسی جذبات کی زبان میں اعلیٰ روحانی سچائیوں کو ظاہر کرتے ہیں تو ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ وہ صرف اس مشہور اور فلسفیانہ روایت کی تقلید کر رہے ہیں۔ اور جس کی بنیاد شاید ایشیائیوں کے نزدیک نصف سچائی پر قائم بھی ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ وجدانی حالت اور خالص جذب جسکو دنیاوی چیزیں اکساتی ہیں۔ انسان کے دل پر خدائی محبت کی ہلکی کرنیں جو انسان کی سمجھ سے باہر ہے ڈالنے میں کامیاب ہوتی ہے ؁

صوفیوں کے عقیدوں کی اصل جو کچھ بھی ہو۔ خواہ وہ اسلام کی ایک شاخ ہوں۔ اور خواہ اسلام کی تعلیم کے خلاف ہوں۔ اور برہمنوں۔ بدھوں اور افلاطون الٰہی کے عقیدوں سے ملتے جلتے ہوں۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ ایک معمولی ہندو اور مسلمان کے نزدیک تصوف۔ پیشواؤں۔ رسموں اور طریقوں کے بالکل خلاف ہے؁

اک نقطے وچ گل مکدی ہے

اینویں متھا زمیں گھسائیدا لماں پا محراب وکھائیدا
پڑھ کلمہ لوگ ہسائیدا دل اندر سمجھ نہ بیائیدا

اک نقطے وچ گل مکدی ہے

کئی حاجی بن بن آئے جی گل نیلے جامے پائے جی
حج ویچ ٹکے لے کھائے جی بھلا ایہ گل کینوں بھائے جی

اک نقطے وچ گل مکدی ہے

اک جنگل بحریں جاندے نی اک دانہ روز لے کھاندے نی
بے سمجھ وجود تھکاندے نی گھر آون ہو کے ماندے نی

اک نقطے وچ گل مکدی ہے

سلہ المجاز قنطرۃ الحقیقۃ کی طرف اشارہ ہے ۱۲ برنی

تے گیاں گل مکدی ناہیں جچر دلوں آپ مکائیے | گنگا گیاں گل مکدی ناہیں بھانویں سو سو غوطے لائیے
گیا گیاں گل مکدی ناہیں بھانویں کتنے پنڈ بھرائیے | بُلھا شاہ گل تاہیں مکدی جدّوں "میں" نوں کھڑیاں لوٹائیے

اک نقطے وچہ گل مکدی ہے

پیشانی رگڑنا بے خدائی ہو | وچہ ہستی بے پروائی ہو
بے خواہش بے نوائی ہو | وچہ دل دے خوب صفائی ہو

ترجمہ - بے سود اپنی پیشانی نماز میں کیوں رگڑتے ہو۔ اور کیوں اس مذہب کی تلقین کرکے لوگوں کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقع دیتے ہو۔ جبکہ تم خدا تعالےٰ کو اپنے دل میں نہیں پہچانتے؟ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو حج کرتے ہیں اور نیلے کپڑے[۱] پہنتے ہیں۔ اور پھر روپے کے عوض ان روحانی فوائد کو جو انہیں مکہ جانے سے حاصل ہوئے ہیں۔ بیچ دیتے ہیں۔ لوگ اس دھوکے کو پسند نہیں کرتے بعض ایسے بھی ہیں جو جنگل میں بودو باش اختیار کر لیتے ہیں یا بحری سفر کرتے ہیں۔ اور روزانہ ایک دانہ اناج کا (یعنی نہایت ہی قلیل خوراک) کھاتے ہیں ایسے لوگ اپنی بے وقوفی کی وجہ سے اپنے جسموں کو ناحق تکلیف دیتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیمار ہو کر گھر آجاتے ہیں۔ وہ خواہ مخواہ چالیس دن کا روزہ رکھکر اپنی جان کو تکلیف دیتے ہیں۔ لیکن نہ تو مکہ جانیسے بھید حل ہوتا ہے۔ جب تک کہ ہم خود اپنے دل میں اُسے حل نہ کریں۔ اور نہ گنگا جانیسے خواہ ہم سو دفعہ اُس میں نہائیں۔ اور نہ گیا میں۔ برہمنوں کو زکوٰۃ دینے سے۔ بھید اُسیوقت حل ہوتا ہے

[۱] اس علامت سے عموماً حاجی لوگ پہچانے جاتے ہیں۔ اب سبز رنگ استعمال ہوتا ہے۔ کبیر فرماتے ہیں کہ جو لوگ ساڑھے تین گز کی دھوتی اور تہرا جنیؤ پہنتے ہیں جن کی گردنوں میں مالا پڑی رہتی ہے اور جن کے ہاتھ میں سفید لوٹے ہوتے ہیں۔ یہ بنارس کے دھوکہ باز سادھو کہلانیکے مستحق نہیں ہیں۔ ایسے فقیر مجھے اچھے نہیں معلوم ہوتے۔ اگرچہ یہ گنہگار ہمیشہ قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں لیکن اسپر یہ کہا جاتا ہے کہ انکا چھونا نہیں

جب ہم خودی (انانیت) کو اپنے دل میں سے نکال دیتے ہیں۔ کسی مرشد کا دامن پکڑ لو۔ اور خدا کے سچے بندے بن کر اُسکی پرستش کرو۔ اُسکی دُھن میں دیوانے بنے رہو۔ اور کسی بات کی خواہش اور پرواہ مت کرو۔ اور دل میں خوب صفائی پیدا کرو۔ بلھے! سچی بات بغیر کہے کب رُک سکتی ہے۔ فقط ایک نقطے میں کل باتیں ختم ہو جاتی ہیں"۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ کس خاموش صفائی کے ساتھ وہ مذہب ہنود اور اسلام پر حملہ کرتے ہیں۔ ایسے ملک میں جہاں زیادہ تر یہی دو مذاہب پائے جائیں جن میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ کچھ واسطہ نہ ہو۔ ایک ایسے شخص کا ہونا جو مذہب کی پابندیوں سے علیحدگی رکھتا ہو۔ اور جو بغیر لگاؤ اور تعصب کے دونوں مذاہب پر نکتہ چینی کر سکتا ہو۔ ایک معمولی بات نہیں ہے۔ بلھے شاہ کی دوستی ایک ہندو فقیر پنڈت درشنی ناتھ کے ساتھ اس امر کو ظاہر کرتی ہے کہ اول تو ان میں اپنے خیالات کی بے تعصبی کو عملی صورت میں لانے کی دلیری تھی۔ اور دوسرے وہ ذات پات کے قیود کے سبب اپنی دوستی کو درہم نہیں ہونے دیتے تھے۔ ان کی یہ حرکت ان کے ہم مذہبوں کو ہمیشہ بری معلوم ہوئی۔ انہوں نے انپر کافر ملحد ہونے کا الزام لگایا۔ اور یہ ایسے خطابات ہیں۔ جنکو پکے مسلمان ان لوگوں کے لیئے جو ذرا دین سے ہٹ جاتے ہیں استعمال کرتے ہیں۔ لیکن حضرت شاعر صاحب بہت ہی مستقل ہیں۔ اور اپنے پکے دوستوں کے الزامات اور جھڑکیوں کا برابری کے ساتھ جواب دیتے ہیں۔ اور انکی نمائشی کارروائیوں اور دھو کے بازیوں کی بُری طرح خبر لیتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

پڑھ پڑھ علم ہویا پوراناں ۔۔۔ بے علماں نوں لٹ لٹ کھاناں
پڑھ پڑھ نفل نماز گزاریں ۔۔۔ اُچیاں بانگاں چانگاں ماریں

منبر چڑھ کے وعظ پکاریں تینوں کیتا حرص خوار
پڑھ پڑھ مسلے روز سناویں کھانا شک شبہہ دا کھاویں
پڑھ پڑھ ملاں ہوئے قاضی اللہ علماں باجھوں راضی
بہتا علم عزازیل پڑھیا جھگا چاہا اُسدا سڑیا
گل وچ طوق لعنت دا پڑیا آخر گیا اور بازی ہار
پڑھ پڑھ علم لگاویں ڈھیر قرآن کتاباں چار چوفیر
گردے چانن وچ ہنیر باجھوں رہبر خبر نہ سار
علموں بس کریں او یار
علموں بس کریں او یار

ترجمہ۔ علم پڑھکر تم عالم تو بن گئے لیکن جاہلوں کو لوٹتے ہو۔ تم باآواز بلند نمازیں پڑھتے اور وعظ کہتے ہو۔ لیکن نفسانی خواہشات نے تمہیں بدنام کر رکھا ہے۔ تم خطبے پڑھتے ہو۔ لیکن شک و شبہہ کی خوراک کھاتے ہو۔ علم پڑھ کر تم ملاں اور قاضی بنگئے ہو۔ لیکن خدا تو بغیر علم کے بھی خوش ہو سکتا ہی۔ شیطان سب سے زبردست عالم ہے لیکن لعنت کی زنجیریں اُسکی گردن میں پڑی ہوئی ہیں۔ اور آخر میں بازی ہار گیا ہے تم اپنے گرد و پیش قرآن شریف اور دیگر کتابیں بکثرت رکھتے ہو۔ لیکن تمہارے اردگرد روشنی ہی اور خود تمہارے دل میں اندھیرا ہے

جب ایک شخص نے ایک مرتبہ آپ سے طنزاً یہ بات پوچھی کہ آپ ذات پات اور مذہبی تفریق کا لحاظ کیوں نہیں کرتے ؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ "تم میری ذات کیوں پوچھتے ہو ؟ میری ذات تو وہی ہے جو حضرت آدم ؑ کی ذات ہی"۔ یہ جواب اگرچہ بظاہر سنجیدہ ہے۔ لیکن اس نے دشمنوں کے منہ بند کر دیے۔ آگے چلکر اسی کے ضمن میں فرماتے ہیں ؎

ہندو ناں نہیں مسلمان | بہیے ترکھن تج ایمان
سنی ناں نہیں ہم شیعا | صلح کل کا مارگ لیا
بُھکے ناں نہیں ہم رجے | ننگے ناں نہیں ہم کجے
روندے ناں نہیں ہم ہسدے | اُجڑے ناں نہیں ہم وسدے
پاپی ناں سودھرمی ناں | پاپ پن کی راہ نہ جان
بلھا! شوہ جو ہرچت لاگے | ہندو ترک دوجن تیاگے

ترجمہ: "میں نہ ہندو ہوں نہ مسلمان[1]۔ نہ سنی اور نہ شیعہ۔ میرا مسلک تو صلح کل ہے۔ میں نہ بھوکا ہوں اور نہ سیر ہوں۔ نہ عریاں ہوں اور نہ لباس زیب تن کیئے ہوئے ہوں۔ نہ ہنستا ہوں نہ روتا ہوں۔ نہ میرا کوئی گھر ہے اور نہ میں بے گھر ہوں۔ نہ میں گنہگار ہوں اور نہ گناہوں سے پاک ہوں۔ میں بدی یا نیکی کا رستہ نہیں جانتا۔ بلھے شاہ ! جو شخص خدا تعالیٰ سے محبت کرتا ہے۔ ہندو یا ترک ہونیسے علیحدہ رہتا ہے[2]۔ دنیا میں شیعہ بھی ہیں اور سنّی بھی لیکن ان سب سے میری منڈیا (مذہب) علیحدہ ہی ہے"۔

حضرت بلھے شاہ صاحب کی ایک بہت مشہور کافی ہے۔ جس میں وہ ان تکالیف کو توضیح کے ساتھ بیان فرماتے ہیں جو محبت کے راستے میں پیش آتی ہیں۔ اس کافی کا اس جگہ اندراج اسلیئے ضروری خیال کیا گیا ہے کہ وہ تصوف کے مسئلہ محبت پر بہت کچھ روشنی ڈالتی ہے۔ کافی

[1] حضرت بابا نانک صاحب کا قول ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ "راستے تو دو ہیں (یعنی مذہب ہنود اور اسلام) لیکن خدا ایک ہے"۔ حضرت کبیر صاحب فرماتے ہیں "ہندو اور ترکوں کا منبع ومخرج کیا ہے۔ ان کا مذہب کس سے چلتا ہے؟ اپنے دل میں ان باتوں پر غور و خوض کرکے مجھے بتاؤ کہ بہشت و دوزخ کسکے لیئے بنے ہیں"؟ [2] یعنی ذات پات کی تفریق سے۔

رہ رہ وے عشقا ماریائی
کہہ کسنوں پار اُتاریائی

ایس عشق دے بڑے اڈنبر عشق نہ چھپ دا باہر اندر
عشق کیتا شاہ شرف قلندر باراں ورہے دریا وچہ ٹھاریائی

رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

آدم کنکوں منع کرایا آپے مڑ شیطان دوڑایا
کڈھ بہشتوں زمیں رُلایا کیتا پسار پساریائی

رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

موسےٰ نوں کوہ طور چڑھایو اسمٰعیل نوں ذبح کرایو
یونس مچھی توں نگلوایو پھر تختے پر چاہڑیائی

رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

منصور نوں چا سولی دتا رہبر داکڈھوایا پتا
زکریاء سر کلوتر دتا اسدا کم ساریائی

رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

خواب زلیخانوں دکھلایو یوسف کھوہ دے وچہ پوایو
بھایاں نوں الزام دوایو تاں مراتب چاہڑیائی

رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

نمرود توں آپ خدا اکھایو اُس نے رب نوں تیر چلایو
مچھر توں نمرود مرایو قاروں زمیں نگھاریائی

رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

فوجاں قتل کرائیاں بھایاں مشکاں چوہیاں توں کٹوایاں

ڈٹھی تیری قدرت سایاں سر تیستھوں بلھاریائی
رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

کیرو پانڈو کرن لڑائیاں اٹھاراں جوناں تدوں چھپائیاں
اُلٹے بھائی مارن بھایاں کھرا نیاؤں نرواریائی
رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

نین لیلےٰ دے دُھماں پایاں تاں مجنوں نے اکھیاں لائیاں
اُہنوں باراں عشق جھنگھایاں کھوہے برس گزاریائی
رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

سستی تھلاں دیوچہ رُلائی سوہنی کچے گھڑے روڑھائی
رادھے پچھے گل گوائی ٹکڑے کر کر ماریائی
رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

عشق تیرا ہیر کر دل دھایا تاں رانجھے نے کن پڑایا
صاحباں نوں دیاہن آیا سر مرزے دا واریائی
رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

مغلاں زہر پیالے پیتے بھوریاں والے راجے کیتے
سب اشراف پہرن چپ کیتے بھلا انہاں نوں جھاڑیائی
رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

عیسےٰ نوں بن باپ جمایا نوحے پر طوفان منگایا
نال پیو دے پتر لڑایا ڈوب انہاں نوں ماریائی
رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

بھٹھہ سلیماں توں جھکوایو ابراہیم چخہ وچہ پایو

صابر دے تن کیڑے پایو ۔۔۔ حسن زہر دے ماریائی

رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

شاہ سرمد دا گلا کٹایو ۔۔۔ شمس تے جاں سخن الایو

تم باذنی آپ کہایو ۔۔۔ پھیر سروں کھل اتاریائی

رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

بُلھا شاہ فقیر بے چارا ۔۔۔ روشن جگ وچہ نام تمھارا

چلیاوے کے کوچ نقارا ۔۔۔ جھوٹوں سچ نتاریائی

رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

ترجمہ محبت! ذرا ٹھیر۔ تو نے تو مجھے مار ڈالا ہے۔ مجھے یہ بتا کہ ایسا کون شخص ہے جسکو تو نے صحیح وسلامت دریائے محبت سے پار اُتار دیا ہو۔؟ محبت کے بہت سے جلوے ہیں۔ عابد اور نبی تک اِس کی زد سے نہیں بچے۔ شاہ شریف قلندر[ل] رح مقتول محبت تھا۔ بارہ برس تک دریا میں کانپتا رہا۔ آدم کو گیہوں کھانے سے منع کیا گیا تھا۔ لیکن شیطان آدمؑ کی تاک میں رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت آدمؑ آسمان سے نکالے گئے۔ اور زمین پر بھیج دیئے گئے۔ دیکھ لے محبت! یہ تیرے ہی کھیل ہیں۔ تو نے ہی حضرت موسیٰؑ کو کوہ سینا پر بھیجا۔ تو نے ہی حضرت اسمٰعیل کو ذبح ہونیکے لیے صحرا میں بلایا۔ اور تو نے ہی حضرت یونس کو مچھلی کے نگلنے کے لیے بلایا۔ ایسا کون شخص ہے جسکو تو نے عزت سے رکھا ہو؟ منصور دار پر کھینچا گیا۔ زہیر[ع] کا پتا نکالا گیا۔ حضرت زکریا[ع] کا سر آرے سے کاٹ ڈالا گیا۔ تو نے اُنکو کیا عزت بخشی؟ تو نے حضرت یوسف کو کوئیں میں قید

ل ۔ وہ ایک صوفی شاعر تھے۔ جنہوں نے سنہ ۱۳۰۱ء میں انتقال کیا۔ انکی نسبت خیال کیا گیا ہو کہ وہ بارہ سال تک دریا میں کھڑے رہے ۱۲ ع معلوم نہیں کہ یہ کون صاحب ہیں ۱۲ ع حضرت زکریا والا قصہ یوں ہی کہ حضرت زکریا نے دشمنوں کے تعاقب کی وجہ سے خدا کے بجائے ایک درخت سے مدد مانگی تھی جس نے فوراً انکو اپنی آغوش میں چھپا لیا۔ اُن کے دشمن شیطان کی لیڈری میں درخت تک پہنچے۔ درخت آرے

کرایا۔ اور زلیخا کو خواب دکھایا۔ تو نے ہی حضرت یوسف کے بہائیوں پر الزام
رکھا۔ اور حضرت یوسف کو تخت پر بٹھایا۔ فرعون نے اپنے آپ کو خدا کہا۔ اور
حضرت موسیٰ ؑ سے جھگڑا کیا۔ تو نے ہی اسکو مغرور کردیا۔ اور پہر تو نے ہی اُسکو
دریائے نیل میں غرق کردیا۔ نمرود نے اپنے آپکو خدا کہا۔ اور خدا تعالیٰ پر تیر پہینکا
تو نے اسکو ایک مچھر سے مروا ڈالا اور قارون کو تہ خاک دبوا دیا۔ تو نے ہی یزید
کو پیدا کیا۔ اور حضرت حسین ؑ سے لڑایا۔ تو نے ہی ہر ایک حصے میں بغاوت پیدا
کردی۔ اور پہر ان کا سر نیزے پر لٹکایا۔ بہائیوں کی فوجیں کٹ مریں۔ مشکوں کو
چوہے کاٹ گئے[1]۔ یہ سب باتیں تیری قدرت ظاہر کرتی ہیں۔ اے خدا! میں اپنی
جان تجھپر نثار کرتا ہوں[2]۔ کورو[3] اور پانڈو آپس میں ایک دوسرے سے لڑے بہائی
نے بہائی کو قتل کیا۔ اس طرح ہزاروں تہ تیغ ہوئے۔ بتا کہ تو نے انکے ساتھ کیا انصاف
کیا؟ تو نے کبجا[4] کے ساتھ کیا کیا؟ تو نے کرشنا جی کو مکھن چرانے پر مائل
کیا۔ اور تو نے ہی راجہ کنس کو قتل کرایا۔ محبت نے لیلے کو مشہور کردیا۔ کیونکہ مجنوں
اُسکو اپنا دل دے چکا تہا۔ اُسکو محبت کی تلخی معلوم تہی۔ کیونکہ کئی سال تک وہ
کنوئیں میں رہا۔ تو نے ہی سستی کو در بدر[5] پہرایا۔ اور سوہنی کو دریا میں غرق

---

[1] ایک روایت کے مطابق چوہوں نے حضرت حسین علیہ السلام کی فوج کی مشکیں کاٹ دی تہیں جسکے سبب وہ پانی سے محروم رہے ۱۲ مترجم

[2] دوسرے اڈیشنوں میں راما کی راون پر چڑہائی اور سیلون پر حملہ کرنے کا حوالہ ہے۔ لیکن میں نے منشی فضل الدین صاحب تاجر کتب کے اڈیشن کی پیروی کی ہے ۱۲ مترجم

[3] کورو اور پانڈوں کی لڑائی ایک عورت دروپدی پر ہوئی یہ کہانی مہابھارت میں بوضاحت درج ہے ۱۲

[4] یہ ایک خوبصورت لڑکی تہی جس سے کرشن جی کو محبت تہی۔ یہ کہانی بہی مہابھارت میں درج ہے کنس کرشن جی کا چچا تہا جو اپنے بہتیجے کے ہاتھوں مارا گیا تہا۔ مکھن کا چرانا کرشن جی کے زمانہ شباب کی ایک عادت تہی

[5] یہ بلوچستان کے حسن و عشق کا قصہ ہے جو پنجاب میں خاصی شہرت رکہتا ہے۔ سستی نے محبت کی وجہ سے اپنے عاشق پنوں کے لیے جان دیدی ۱۲

گیا[۵۱]۔ جب روڑا کی باری[۵۲] آئی تو تو نے اُسکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جب ہیر کے دلکو محبت نے آگھیرا۔ رانجھا فقیر بن گیا۔ اور اپنے کان چھدوا لیئے[۵۳]۔ جب صاحباں نے جام محبت پیا۔ اُس نے مرزا کے لیئے اپنی جان دیدی[۵۴]۔ کملی اوڑھنے والے بادشاہ بن گئے۔ اور مغلوں کو زہر پینا پڑا۔ دیانت دار اشخاص نے اپنی زبان روک لی۔ اور تو نے اُنکی اچھی طرح خبر لی[۵۵]۔

تو نے ہی حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ اور حضرت نوح پر طوفان بھیجا۔ اور باپ بیٹوں میں لڑائی ڈلوا دی۔ پھر تو نے انکو عتاب کر کے سزا دی تو نے حضرت سلیمانؑ سے آگ جلوائی۔ اور خود حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالوایا۔ تو نے حضرت ایوب کے بدن میں کیڑے ڈلوائے۔ اور حضرت حسنؑ کو زہر پلایا تو نے ہی سرمد کا سر اُڑا دیا۔ اور تو نے ہی "قم باذنی" کہلوایا۔ اور حضرت شمسؒ کی درخواست پر اُن کی مچھلی کو بھون دیا۔ بلھے شاہ ایک غریب فقیر ہے۔ اور یہاں سے کوچ کا نقارہ بجا رہا ہے۔ میرے نام کی روشنی ہی دنیا میں چمک رہی ہے کیونکہ میں نے جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کر دیا ہے"۔

[۵۱] یہ ایک حسن و عشق کا افسانہ ہے مہینوال جسکا اصلی نام مرزا عزت بیگ تھا۔ بلخ یا بخارا کا رہنے والا تھا وہ اتفاق سے سوہنی کے عشق میں مبتلا ہو گیا جو گجرات کے ایک کمہار کی لڑکی تھی مہینوال اس لڑکی کے مویشی چرانے کے لیئے نوکر ہو گیا لیکن آخرکار اسکے والدین نے اسے نکالدیا۔ وہ اپنے عاشق کے دیکھنے کے لیئے مٹکوں کی کشتی پر بیٹھکر دریائے چناب کو طے کیا کرتی تھی لیکن یہ راز بالآخر معلوم ہو گیا۔ اور اسکے ایک رشتہ دار نے مٹکے بدلدیئے یعنی انکی بجائے کچے مٹکے رکھدیئے نتیجہ یہ ہوا کہ سوہنی ڈوب گئی۔ اور مہینوال نے بھی دریا میں جان دیدی۔ روایت کے مطابق انکی لاشیں دریا میں پیوستہ پائی گئیں۔ لڑکی کا خاندان ابتک ہے اور انکی عورتیں اپنی خوبصورتی کیوجہ سے مشہور ہیں ۱۲ [۵۲] روڑا جلالی کا عاشق تھا۔ یہ بھی متذکرہ بالا قصہ کیطرح محض حسن و عشق کا قصہ ہے ۱۲ [۵۳] ہیر اور رانجھا پنجاب کے رومیو اور جولیٹ (Romeo & Juliet) ہیں۔ وارث شاہ نے جو پنجابی زبان کے بہت ہی مشہور اور ہر دلعزیز شاعر ہیں اس قصہ کو نظم کیا ہے ہیر کا مقبرہ ضلع جھنگ میں ہے یہ قصہ پنجاب میں بہت مشہور ہے ۱۲ [۵۴] یہ بھی ایک حسن و عشق کا افسانہ ہے ۱۲ [۵۵] حضرت بلھے شاہ صاحب کی زندگی میں سکھ پنجاب میں لوٹ مار کر رہے تھے آپ اس شعر میں مغلوں سے جو اسوقت کے حاکم تھے ہمدردی ظاہر کرتے ہیں ۱۲۔

یہ ایک عجیب کافی ہے۔ حضرت شاعر صاحب قرآن شریف کے مقدس صفحوں سے پیغمبروں۔ نبیوں۔ ہندؤں کی روایتیں۔ دیوتاؤں۔ مشہور بدعتیوں جوگیوں اور پرانے زمانہ کے عاشقوں کو اپنی اس نظم میں محبت کی پرزور طاقت کو ظاہر کرنیکے لیئے لے آئے ہیں +

یہ کافی بہت سے اشخاص کا ایک عجیب اور بےمیل مجموعہ ہے۔ یہ نظم مغربی کانوں پر ویسا ہی تعجب خیز اثر رکھتی ہے جیساکہ کوئی شخص لکھے کہ رومیو اور جولیٹ یا فوسیٹن قورنتھنوں کے تیرھویں باب میں آئے ہیں۔ اس کافی کے پڑھنے کے بعد ایک معمولی شخص کے خیالات قدرتًا اس صوفیانہ خیال کی نسبت کہ خداتعالیٰ کی محبت کیا چیز ہے۔ ذرا پریشان سے ہوجاتے ہیں۔ وہ اس بات کا خیال کرنے لگتا ہے کہ آیا خود شاعر صاحب نے بھی اس بیّن فرق کو محسوس کرلیا ہے جو انسان اور خدا میں ہے؟ لیکن اس قسم کی تنقید مغربی لوگوں کے لیئے خواہ کتنی ہی قدرتی اور مناسب کیوں نہو ایک صوفی کے نزدیک کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ بلھے شاہ جیسے شاعر کے نزدیک جو "ہمہ اوست" میں سرشار تھے۔ اور جس کی کچھ تشریح ہم سوئن برن کی نظم "ہرتھا" میں پاتے ہیں۔ ہر ایک چیز جو وجود اور زندگی رکھتی ہے اور متحرک ہے اُسی ایک ذات کا جلوہ ہے جو ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے۔ اور تمام خیالات جنہوں نے مردوں اور عورتوں میں کام کاج کرنے کی روح پھونکدی ہو۔ کائنات کی روح کے جلوے ہیں۔ لہذا انسان اور خدا میں تفاوت جاتا رہتا ہے۔ درحقیقت اگر صوفی کے عقیدے کو کولرج کے الفاظ میں ادا کیا جائے تو وہ یہ ہے +

"تمام خیالات۔ تمام خواہشات اور تمام خوشیاں اور وہ چیزیں جو اس فانی انسانی پیکر کو گھیرے ہوئے ہیں صرف محبت کے غلام ہیں اور اُسی مبارک شمع کو روشن کرتے رہتے ہیں +

۱۹۱۲ء

روزنامہ

سفر حجاز و روم و شام

بمبئی میں پورے آٹھ دن قیام ہوا۔ مگر یہ زمانہ بڑی بے لطفی کا تھا۔ اول تو یہاں گرمی کچھ ایسی تھی کہ دہلی کی طرح لُو نہ تپش۔ لیکن پسینہ کا سمندر اُبلا چلا آتا تھا۔ اسپر بھوک کی کمی۔ اور تسبغض کی زیادتی۔ معاذاللہ +

اِس کے علاوہ باشندے اِس شہر کے سب خودغرض و مطلبی ہیں سوائے چند مستثنے لوگوں کے عموماً سب کے سب اول درجہ کے بیمروت اور طوطا چشم ہیں۔ روشن خیالی و احساس قومی نام کو نہیں۔ اور اگر کہیں اظہار ہوتا ہے تو وہ بھی محض نام و نمود کے لیئے۔ میں نے یہ زمانہ اکثر مولوی محمد یوسف صاحب کھنکلے کی صحبت میں گزارا۔ مولوی ہیں۔ ایم۔ اے ہیں۔ اور ظاہر و باطن پکے مسلمان ہیں یا کبھی کبھی مولانا شبلی نعمانی کے پاس جو اتفاق سے بمبئی میں موجود تھے وقت بسر ہوتا تھا +

دو روز ترکی قونصل جنرل جعفر بے سے بھی خوب معرکۃ الآرا ملاقاتیں رہیں دو دو گھنٹہ تک ترکی۔ اسلامی۔ درویشی امور پر مباحثے ہوتے رہے۔ جعفر بے کو اس عہدے پر آئے ہوئے صرف پندرہ دن ہوئے ہیں۔ دُبلا پتلا۔ پستہ قد مگر بلا کا تیز طرار ہے۔ ترکی اور فرانسیسی کے سوا اور کوئی زبان اچھی طرح نہیں آتی۔ مجھسے اپنے نائب محمود بے کے توسط سے گفتگو کرتے تھے۔ اول روز گیا تو اتفاقاً لالہ شاہ صاحب بھی میرے ہمراہ تھے جو ہنوں کے رہنے اور فارن آفس میں ایک اعلیٰ عہدے پر مامور ہیں۔ ہوٹل میں انسے بھی ملاقات ہوگئی تھی

جعفر بے نے جب میری بیعت میں ایک ایسے افسر کا کارڈ دیکھا جو انگریزی حکومت کے محکمہ راز کا افسر ہے تو انکو مجھسے ہمکلامی کے وقت بڑی احتیاط مد نظر رکھنی پڑی - باربار انگریزوں کی وفاداری کی تاکید کرتے تھے ۔

جعفر بے کو احادیث نبوی پر خاصا عبور ہے - میں نے دیکھا کہ ہر بات کے ثبوت میں ایک حدیث بحوالہ کتاب پڑھ دیتے تھے - اُنسے معلوم ہوا کہ ترکی مملکت میں - رفاعی - قادری - نقشبندی - موسوی سلاسل کے مشائخ کثرت سے ہیں - اور ان سب کو حکومت کی جانب سے ہر طرح کی آزادی ہے - جعفر بے نے بیان کیا کہ وہاں بھی بعض مشائخ بے علمی کے سبب پستی اور زبونی میں مبتلا ہو گئے ہیں - جن کی اصلاح کے لیئے ایک انجمن قائم ہوئی ہے ۔

باتوں باتوں میں آریہ سماج کا ذکر آگیا - جعفر بے اس جماعت کے وجود سے بالکل بیخبر تھے - اس لیئے بہت دیر تک انکے اصول اور طرز عمل کی نسبت سوالات کرتے رہے - خصوصًا اس رویہ کی نسبت جو آریوں کا مسلمانوں اور اسلام کیساتھ ہے - جعفر بے نے اپنی کتاب میں متعدد نوٹ لکھے - اور انگریزی سلطنت کے ساتھ وفاداری کی نصیحت کرکے کہا کہ ہم اپنے ہندی مسلمان بھائیوں کے ہر حال میں ہمدرد ہیں ۔

پاسپورٹ ملنے میں بڑی دیر لگتی - اگر مولوی عبداللہ احمد - محافظ حجاج اور منشی حسین الدین صاحب کوشش نہ فرماتے - اسپر بھی پورے چھ روز کی آمد و رفت کے بعد پاسپورٹ یعنی پروانہ راہداری نصیب ہوا - انگریزی گورنمنٹ نے صرف ایک روپیہ فیس کا لیا - مگر ترکی قونصل نے تین روپے لیکر پاسپورٹ کی تصدیق و تعمیل کی ۔

روانگی سے پہلے میرا ارادہ تھا کہ کک کمپنی کی معرفت سفر کروں گا - بمبئی میں آکر

بعض دوستوں نے رائے دی کہ براہِ راست ٹکٹ لینا چاہیئے۔ کمپنی کے وسیلہ میں مصارف زیادہ ہوں گے۔ لیکن مزید تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ کمپنیاں مسافروں سے کچھ زیادہ چارج نہیں کرتیں۔ جہاز والوں سے انکو کمیشن ملتا ہے اور اُنکے توسل سے مسافر کو بڑی راحت رہتی ہے۔ ہر بڑے مقام پر انکے نوکر مسافر کو اتارنے چڑھانے اور تمام ضروری معاملات میں مدد دیتے ہیں خطوط وغیرہ اِن کی معرفت احتیاط سے پہنچ جاتے ہیں۔ یہ کمپنیاں ایک طرح کی دلال ہیں۔ مگر ہمارے ملک کے سے دلال نہیں۔ اِن کے سب معاملات صاف اور باضابطہ ہیں۔ ظاہری شان دیکھو تو دو انسرائے کا دفتر معلوم ہوتا ہے۔ جہاں برقی پنکھے چل رہے ہیں۔ اور سیکڑوں آدمی اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں میں نے کک کمپنی کی معرفت سوئز تک تین سو پچہتر روپیہ میں اول درجہ کا ٹکٹ لیا۔ اگرچہ پہلے ارادہ سکنڈ کلاس میں جانے کا تہا۔ مگر سکنڈ میں جگہ نہ تھی دوسرا جہاز ۸۔ جون ۱۹۱۱ء کو جانے والا تہا۔ جسکے انتظار میں سمندر میں طوفانی موسم شروع ہو جاتا۔ عدن تک ۵۔ جون کے بعد دریا میں ہل چل پیدا ہو جاتی ہے جو ۱۵۔ ستمبر تک رہتی ہے۔ اِس لیئے میں نے یکم جون کے جہاز میں جانا مناسب سمجھا۔ ۳۱۔ مئی کو کک کمپنی والوں نے ایک پرچہ دیدیا تہا جسمیں لکھا تہا کہ ۱۱ بجے وکٹوریہ ڈک پر پہنچ جانا چاہیئے۔ چنانچہ میں یکم جون کو جمعرات کے دن دس بجے ہوٹل سے روانہ ہو کر وکٹوریہ ڈک پر پہنچا۔ اب یہاں سے تاریخوار سلسلہ شروع ہوتا ہے۔،

یکم جون ۱۹۱۱ء پنجشنبہ۔ مطابق ۳۔ جمادی الاخرے ۱۳۲۹ھ

آج سفر کی بسم اللہ ہے۔ دوست جہاز پر پہنچانا چاہتے تھے۔ مگر مجکو یہ رسم پسند نہیں سب کو منع کر دیا۔ یہاں تک کہ برادرِ عزیز علی وجدی کو بھی روکا۔ علی الصبح

لال شاہ صاحب تشریف لے آئے۔ انکو بھی رخصت۔ لیکن مولانا محمد یوسف صاحب نہ مانے اور جہاز تک ساتھ رہے۔ پھلوں کا ایک ٹوکرا ساتھ لائے تھے جو مجکو جہاز میں کام دے رہا ہے +

۱۱ بجے ڈاکٹر نے معمولی معائنہ کیا۔ ساڑھے ۱۱ بجے خدا کا نام لیکر جہاز میں داخل ہوئے۔ آسٹرین کمپنی کا افریقہ نامی جہاز ہے +

اول اول جب فرسٹ کلاس میں گئے تو بڑی گرمی معلوم ہوئی۔ اور تھرڈ کلاس ہزار درجہ بہتر نظر آیا۔ لیکن رات کے تجربہ سے اسکی حقیقت کھلی کہ یہ کیسے آرام کی چیز ہے +

تھرڈ کلاس میں مسلمان۔ انگریز۔ ترک سب ہی لوگ ہیں۔ آج کا دن بیم و رجا کا ہے۔ طوفان کی خبریں اس کثرت سے کانوں میں پڑی ہیں کہ ہر وقت انہیں کا خیال رہتا ہے۔ بمبئی کے احباب نے چلتے چلتے صلاح دی کہ اس موسم میں سفر مناسب نہیں۔ آیندہ کے لیئے ملتوی کرنا چاہیئے۔ دہلوی اخلاصمندوں نے خطوں کے طومار باندھ دیئے۔ اور کچھ دن بمبئی میں ٹھیر جانے کا مشورہ دیا +

جب دل کو دیکھتا تھا تو وہ خوف میں ہراساں نظر آتا تھا۔ اور جب شوق مدینہ پر نگاہ کرتا تھا تو اس سے ہمت و استقلال کی نصیحت ہوتی تھی۔ آخر شوق غالب آیا۔ برکت مدینہ نے اعجاز نمائی کی۔ اور وہ شخص جس نے کبھی جہاز کا اتنا بڑا سفر نہیں کیا۔ ہر طرح راحت و آرام سے ہے۔ اور جن لوگوں نے بارہا سفر کیئے ہیں وہ سب کے سب بیمار پڑے ہوئے ہیں۔ آپ یقین کیجئے یہ محض حضور سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شفیق سرکار کا طفیل ہے کہ مجھ بے کس کو سب آفات سے نجات عطا ہوئی +

ایک بجے جہاز نے لنگر اٹھایا۔ شام کے قریب جب اسکی رفتار تیز ہوئی

مسافر چکرانے اور بیمار ہونے لگے۔ مگر مجکو نہ چکر آیا نہ متلی ہوئی۔ نہ اور کسی قسم کی پریشانی۔
سمندر خاصا گرم ہے۔ موجیں چاروں طرف سے کف منہ میں لیکر جہاز پر حملہ کر رہی ہیں مگر یہ بیچارہ متانت سے دوڑا چلا جاتا
ہے۔ اور ان شوخیوں کی طرف ذرا متوجہ نہیں ہوتا۔ فرسٹ کلاس میں ایک اور
مسلمان غلام حیدر نامی ہیں جو بہاولپور کے رہنے والے ہیں۔ اور اب عرصے سے
مدینے شریف میں رہتے ہیں۔ انکو کبھی چکر نہیں آئے۔ بار ہا سفر کیا ہی۔ میری
نسبت انکو بھی ڈر تھا۔ کیونکہ صفراوی مزاج والے کی بُری گت ہوتی ہی۔ مگر خدا
کی شان۔ میں تو بھلا چنگا پھرتا ہوں اور غلام حیدر بیچارے سخت بیمار ہیں
قے اس کثرت سے ہوئی کہ خون آنے لگا +

ہمارے کیبن میں ایک پارسی رستم جی بمبئی کے تاجر ہیں۔ نوجوان اور
زندہ دل۔ خوب گزرتی ہی۔ رستم جی نے تمام دنیا دیکھی ہی۔ اور سفر کے پکے تجربہ کار
ہیں۔ انہوں نے مجکو نصیحت کی کہ چکر کا خیال نہ کرو ورنہ ضرور بیمار ہو جاوگے۔ یہ ترکیب
سُن کر میں نے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ اور اُسکے معانی میں خیال کو اِسقدر
مستغرق کیا کہ سمندر کا خیال بالکل جاتا رہا۔ اِسکے بعد اُس چیز کا تصور باندھ لیا
جو مجکو دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہے۔ اِس علاج کا واقعی خوب اثر ہوا۔ مگر افسوس
کہ خود حکیم صاحب یعنی رستم جی اِسپر عمل نہ کر سکے۔ اور بیمار ہو گئے۔ رات کو بار بار
قے کرتے تھے اور گھبرائے جاتے تھے۔ مجھسے جہاں تک ہو سکا تیمارداری کرتا رہا۔

چکر کا مجرب علاج

اِسمیں شک نہیں کہ سمندری بیماری میں خیال کو بڑا دخل ہی۔ اور اِس کا اِس سے
بہتر کوئی علاج نہیں کہ خیال کو یکسو کر لیا جائے۔ آہاہا۔ صوفیوں کی جیت
وہ بھی دین دنیا کی راحت خیال کی یکسوئی میں بتلاتے ہیں۔ اگر تم سمندر کی بیماری
سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو اپنی کسی محبوب اور پیاری چیز کا تصور کرکے بیٹھ جاوٴ

اُس سے باتیں کرو۔ اُس سے ہنسو۔ اُس سے لڑو۔ غرض ہمہ تن اُسمیں محو ہو جاؤ کیا مجال جو سمندر تمہارا بال بیکا بھی کر سکے۔ سب سے اچھا تو یہ ہے کہ اپنے پیر کا دھیان جاؤ۔ ورنہ ہر منظور نظر چیز کا خیال کر سکتے ہو۔

فرسٹ کلاس والوں کو چھ وقت کھانا ملتا ہے۔ یہ لوگ کسقدر کھاتے ہیں میں اپنے کمرے میں منگا لیتا ہوں۔ سب کھاتا ہوں اور ہضم ہو جاتا ہے۔ گوشت چھوڑ دیا ہے۔ صرف مچھلی۔ انڈے اور سبزی پر گزر ہے۔ اور یہ اتنی کثرت سے ہوتی ہیں کہ گوشت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ذبیحہ کی احتیاط لازم ہے۔

رات کو خوب نیند آئی۔ بجلی کے پنکھے۔ بجلی کی روشنی۔ بس یوں سمجھیے کہ شداد کی بہشت کا ایک ٹکڑا ہے۔

۲-جون ۱۹۱۱ء۔ جمعہ

۴ بجے بیدار ہوا۔ انگریز پڑے سوتے ہیں۔ ضروریات سے فارغ ہو کر نماز پڑھی اور قرآن شریف تلاوت کرنے لگا۔ عبد و معبود میں ہمکلامی کا مزا آ گیا۔ ۷ بجے رستم جی نے آنکھ کھولی۔ اور لیٹے ہی لیٹے دیوار کے ایک بٹن کو دبایا۔ اور مسکرا کر کہا آداب۔ بہت دیر سوئے۔ میں رستم جی کی اس حرکت سے حیران تھا کہ کس سے باتیں کر رہے ہیں۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور ایک یورپین صاحب نمودار ہوئے۔ پارسی کو اور مجکو گردن خم کر کے سلام کیا۔ پارسی نے کہا چاء لاؤ۔ اسوقت معلوم ہوا کہ اس بٹن کا تعلق ملازمین کے کمرے سے ہے۔ برقی رو ملازم کو اطلاع دیتی ہے کہ فلاں نمبر کے کمرے میں مسافر بلاتا ہے۔

یہ لوگ ان ہی ظاہری اختیارات کے سبب خدا کو بھولتے جاتے ہیں

چاء نوشی کے بعد صاحب بہادر نے کمرہ کو صاف کیا۔ بچھونے کو درست کیا جوتیوں کو پونچھا۔ یا اللہ تیری شان۔ پونے چار سو روپیہ میں گورے غلام بن گئے

یہ لوگ پیسہ کے لیئے سب کچھ کرسکتے ہیں +

آج دن بھر لکھنے پڑھنے میں بسر ہوا۔ شام کو اوپر کے تختہ پر بیٹھ گئے سب انگریز مرد عورت گشت کرتے پھرتے ہیں۔ میرا لباس اُنکے لیئے تماشہ ہے مغرب کی نماز نہیں پڑھی۔ یہ بھی اِن لوگوں کے لیئے ایک منظر ہو گیا +

سمندر کا تلاطم بڑھتا جاتا ہے۔ عورتیں نڈھال پڑھی ہیں۔ میں آج کی رات بھی آرام سے سویا۔ اور اہل دہلی کو خواب میں دیکھتا رہا +

۳ جون ۱۹۱۱ء شنبہ

آج سمندر میں جوشش حد سے زیادہ ہے۔ چھتری پر جاتے ہوئے دماغ چکراتا تھا لیکن گیا۔ تاکہ اپنے اہل وطن کو اسکی کیفیت لفظوں میں بتاؤں +

عام فہم طریقہ تو یہ ہے کہ ہوا سمندر کو اسطرح اونچا نیچا کرتی ہے کہ جہاز برابر نہیں چل سکتا۔ کبھی نشیب میں جاتا ہے۔ کبھی بلند ہی پر آتا ہے۔ اِسلیئے سواریوں کو ہچکولوں سے چکر آنے لگتے ہیں +

اہل تصوف کی اصطلاح میں سمجھنا ہو تو یوں سمجھیئے کہ سمندر ہمیشہ پاس انفاس کا شغل کرتا رہتا ہے۔ کنارے پر دیکھو تو وہاں بھی نظر آئے گا کہ کبھی تو سمٹ کر چار گز پرے ہٹ جاتا ہے اور کبھی دوڑ کر چار گز آگے بڑھ جاتا ہے۔ وسط میں بھی یہی کیفیت رہتی ہے یعنی سانس لیتا رہتا ہے +

اوپر کے سانس سے پانی اُبلتا معلوم ہوتا ہے اور نیچے کے سانس سے دھستا ہوا نظر آتا ہے۔ گویا پانی اللہ کہکر اوپر آتا ہے اور ہو کہکر نیچے گھس جاتا ہے +

لیکن جب طوفان کا زمانہ ہو تو سمندر پاس انفاس کا شغل چھوڑ کر نفی اثبات کرنے لگتا ہے۔ لا الٰہ کی نفی اس زور سے کرتا ہے کہ بس پانی سر سے اونچا معلوم ہونے لگتا ہے۔ اور جب الا اللہ کی ضرب لگاتا ہے تو رونگ رونگ میں سنسناہٹ

ہونے لگتی ہے ۔

شغل کرنے والے لوگ اس کیفیت کو جانتے ہیں کہ پہلے ہی پہل مبتدی کو ذکر شغل میں کیسی کیسی جسمانی تکالیف ہوتی ہیں۔ بس یہی حال جہاز کا ہے سمندر کی نفی اثبات سے اسکے مسافر جاں بلب ہو جاتے ہیں ۔

آج میں نے سوچا کہ جہاز کی اس طوفانی مصیبت کا کچھ علاج بھی ممکن ہے یا نہیں۔ تو خشکی کی مثال یاد آئی۔ وہاں بھی اگلے زمانہ میں ناہموار رستوں کے سبب گاڑیوں میں جھٹکے اور ہچکولے زیادہ لگتے تھے۔ ترقی کے زمانہ میں کمانیاں اور ربڑ اس تکلیف کا علاج ہو گیا۔ اب دیکھئے کہ گاڑیاں کیسے آرام سے آتی جاتی ہیں اگر جہازوں میں بھی کمانیاں لگ جائیں جنپر مسافروں کا حصہ اُدہر رہے اور سمندری جھٹکے نیچے کے حصوں میں رُک کر رہ جائیں تو ساری آفت جاتی رہے ۔

اول اول تو میں نے جہاز کا کھانا پیٹ بھر کر کھالیا۔ مگر اب وہ زہر معلوم ہوتا ہے پھیکا۔ بدمزہ۔ لساندا۔ ہر چیز کی صورت سے قے آتی ہے۔ رات کو کچھ نہ کھایا اور بھوک سے نڈھال پڑا رہا۔ شاباش ہے ہمارے بزرگوں کو جو دین کی خاطر غیر ملکوں کے کھانوں پر بسر کرتے تھے اور سفر سے ہمت نہ ہارتے تھے۔ کاش ہم بھی اس جوش کے حصہ دار ہو جائیں ۔

۴ جون ۱۹۱۱ء یکشنبہ

آج طوفان کی کچھ حد نہیں۔ چلنا پھرنا دشوار ہے۔ اکثر مسافر بیمار ہیں رستم جی پھر کچھڑ گئے۔ شکر کہ میں اب بھی اچھا ہوں۔ مگر نہ کھانے نے کمزور کر دیا ہے کوئی چیز زبان پر رکھی نہیں جاتی۔ بمشکل تھوڑا سا پنیر اور مکھن ڈبل روٹی سے کھایا۔ ان کا پنیر بھی بدمزہ اور بدبودار ہے۔ رستم جی سے میں نے کہا۔ ہمارے ملک والے انہی تکلیفات کے سبب سفر سے گھبراتے ہیں خدا نے چاہا تو میں عنقریب

ایک درویشی بیڑا

تیار کروں گا جس میں ہندو مسلمانوں کی آسائش کا پورا انتظام ہوگا تاکہ وہ غیر ملکوں میں جاکر ترقی کریں۔ رستم نے کہا۔ ایسی کمپنی بمبئی میں قائم ہوئی جس کا سرمایہ دو کروڑ تجویز ہوا ہے۔ ہندوستان کے نامور لوگ اسکے ڈائرکٹرز ہیں رنگون کے جمال اور بمبئی کے آنریبل رحمت اللہ میاں اور مہاراجہ دربھنگہ وغیرہ اسمیں شریک ہیں۔ اِسکا منشا ہے کہ ہندیوں کے آرام کے قابل جہاز چلائے پہلے حاجیوں کے لیئے جہاز جاری ہوں گے۔ جسمیں اُنکے تمام ضروریات مذہبی اور راحت کا انتظام رہیگا۔ پچیس روپیہ کا ایک حصہ ہے۔ پچاس لاکھ جمع ہو چکا ہے اگر واقعی یہ بیان ٹھیک ہے تو اس کمپنی کی شرکت ہم خرما وہم ثواب ہے +

آج تمام دن پڑا رہا۔ حرکت کرنے کی طاقت نہیں۔ کاش چکر ہی آجاتے اور جی ہلکا ہو جاتا +

۵۔ جون ۱۹۱۱ء دوشنبہ

آج صبح سقوطرہ دریا شروع ہوا۔ اور سمندر میں اسقدر طوفان ہے کہ پناہ پرسوں صبح عدن پہنچیں گے۔ اِسکے بعد سمندر خاموش ملیگا۔

نہ کھانے سے بڑی کمزوری ہے۔ پھل کھاتا ہوں گر دل سیر نہیں ہوتا۔ کاش **واحدی صاحب** چٹ پٹا اسٹو بر قابی آلے ذریعہ اور پھینک سکتے۔

جی گھبرایا تو چھتری پر چلا گیا۔ فرسٹ کلاس کے لیئے ہر چیز اعلیٰ ہے انگریزوں کا جگمگھٹا کھیل میں مصروف تھا۔ نشستگاہ کیا ہے بس خدا ہی منزل ہے۔ میں بھی ایک مخملی کوچ پر بیٹھ گیا۔ ایک فرانسیسی ایک پارسی سے شطرنج کھیل رہا تھا اتفاق سے پارسی کے مہرے سیاہ تھے اور فرانسیسی کے سفید۔ اور فرانسیسی اچھا کھیل رہا تھا +

جونہی میں نے توجہ کی اور سیاہ مہروں پر گورہ مہروں کی یورش دیکھی بیساختہ منہ سے نکلا۔ فرزیں کو بچاؤ۔ خوش مزاج فرانسیس فارسی خوب جانتا ہے ایران سے ابھی آیا ہے۔ بولا۔ آپ آیئے تو مزا ہو۔ میں دس برس سے شطرنج کا تارک ذرا ہچکچایا۔ مگر فرانسیس کے اصرار سے مقابلہ میں اُترنا پڑا +

دیکھا کہ میدان ہاتھ سے نکل چکا۔ بساط میں عالمگیر ابتری پھیلی ہوئی ہے۔ شاہ کی حفاظت کا کچھ سامان نہیں۔ لشکر بیقاعدگی سے حرکت کر رہا ہے۔ مقابلہ میں حریف بڑی دانائی سے مورچوں پر چھایا ہوا چلا آتا ہے +

فریب کے بغیر چارہ نہ تھا (الحرب خدعۃ) پہلی ہی چال میں دانستہ رخ کو پیدل کے منہ میں دیدیا۔ فرانسیس بہت دیر تک نشیب و فراز سوچتا رہا۔ اور جب اسکو کوئی بات نہ سوجھی تو بے تکان رخ کو مار لیا۔ رخ کے پٹتے ہی میں نے کھسیانی صورت بنائی۔ تاکہ حریف اسکو ناتجربہ کاری پر محمول کرے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دشمن بیخبر اور مطمئن ہو گیا +

اس کے بعد میں نے دیکھا کہ غنیم کا شاہ نہایت محفوظ قلعہ میں بیٹھا ہے میسرہ کے گوشہ میں اسکا جماؤ ہے۔ اس لیئے میں نے اپنا لشکر میمنہ کی جانب بڑہایا تاکہ حریف بھی اُدہر جھکے اور میسرہ کا قلعہ ٹوٹ جائے۔ جونہی میمنہ پر میری یورش دیکھی۔ حریف اپنے سب مہروں کو ترتیب کے ساتھ نکالتا ہوا اوپر جھک آیا۔ اور قلعہ شاہ میں چند رخنے پڑ گئے۔ بس یہی میرا مطلب تھا۔ فوراً دونوں گھوڑے معرکہ سے جدا کیئے۔ اور انکو شاہ کی طرف جھونکدیا۔ دو پیدل بھی گھوڑوں کے سہارے قدم بڑھا کر قریب پہنچگئے +

اب دشمن بھی تاڑ گیا اور غضبناک ہو کر قلعہ کی طرف پلٹا۔ مگر یہاں کام تمام ہو چکا تھا۔ گھوڑے فصیل کود کر شاہ کو محاصرہ میں لیچکے تھے اور پیدل کی

ایک چال پر قسمت کا فیصلہ رہ گیا تھا۔ حریف سے اور کچھ بن نہ آئی تو فرزین کو قربان گاہ پر بھیجدیا۔ یعنی ایسے موقع پر اسکی شہ دی کہ میں آسانی سے اُسکو مار سکتا تھا۔ لیکن ایک ہی چال کے ہیر پھیر میں اوپر کا نقشہ بکھر جاتا۔ اس لیئے کنارہ کشی سے درگزر کی اور شہ بچکر فرزین کو چھوڑ دیا۔ غنیم نے ایک اور جنبش کی اور میرے نقشے کو بگاڑنا چاہا۔ مگر وقت آچکا تھا۔ پیدل نے آگے بڑھکر شہ دی۔ اور فرانسیس مات ہوگیا۔ میز پر قہقہہ کا غل مچگیا۔ ایک بلجیم بولا میں روپیہ پیسہ کی شرط پر کھیلتا ہوں میں نے جواب دیا۔ ہمارے مذہب میں یہ جُوا حرام ہے۔ یہ کہا اور اُٹھکر اپنے کیبن میں چلا آیا ؛

شام کو تو سمندر کی ہل چل پناہ مانگنے کے قابل ہوگئی۔ اسی عالم میں اوپر گیا اور نماز مغرب ادا کی۔ دہیان آیا۔ کہ زمین بادشاہوں کی ہوس پرستیوں سے سراپا آزار ہوگئی ہے۔ آؤ اس متحرک وجود پر اپنے گوشہ نشینوں کو آباد کریں سمندر کی زندگی خوب ہوگی مگر یہاں بھی تو حکمرانوں کی حرص کا جال پھیلا ہوا ہو۔ اس سے نجات نہیں ؛

رات کے ۳ بجے سقوطرہ ختم ہوا اور طوفان تھم گیا۔ اسوقت اپنے اوراد کو جلدی جلدی ختم کرکے چھت پر گیا۔ عجب پر اثر منظر تھا ؛

۶۔ جون ۱۹۱۱ع شنبہ

کل عدن کی آمد ہے۔ اس لیئے آج صبح سے خطوط نویسی شروع کی اور ۲ بجے تک فراغت سمندر چپ چاپ۔ جہاز اس طرح جاتا ہے کہ حرکت محسوس نہیں ہوتی۔ آج میرے پھیریں نے تمام جہاز کا گشت لگایا۔ تھرڈ کلاس میں مسلمان زیادہ ہیں۔ کچھ عیسائی یعنی یورشین بھی ہیں۔ میرے خیال میں تھرڈ کلاس فرسٹ وسکنڈ سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔ بشرطیکہ دو چار آدمی رفیق و ہموطن ہم ہوجائیں۔ فرسٹ

بیکن کے کیبن گرمی میں دوزخ ہوتے ہیں۔ اور عموماً مارات کو ان کے مسافر بھی
اپنی تختوں پر آکر سوتے ہیں۔ جنپر تھرڈ کلاس والے رہتے ہیں۔ تھرڈ کلاس بڑی
ہوادار اور آرام کی چیز ہے۔ سوائے اسکے کہ وہاں کے مسافر بشرطیکہ وہ ہندی
اور خصوصاً مسلمان ہوں قلی سمجھے جاتے ہیں اور انکی کوئی توقیر نہیں ہوتی لیکن
یہ بات کچھ ایسی مہتم بالشان نہیں ہے۔ تقدیر نے اور جہالت و پست ہمتی نے
ہم کو یورپ کے گھوڑوں کے پیروں میں روندنے کی گھاس بنا دیا ہے۔ جبتک قسمت
الٹی ہے خوب پامال ہونا اور ٹھوکریں کھانی چاہئیں +

فرسٹ کلاس بھی اسیوقت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں کہ یورپین لباس
رکھتے ہوں۔ ورنہ انکی بھی کچھ قدر نہیں۔ میں اگرچہ سارے جہاز میں اکیلا ہوں
کیونکہ غلام حیدر صاحب بسبب علالت باہر بہت کم آتے ہیں تاہم میں آجتک اس سفینہ کے گھمٹے
سے دب کر نہیں رہا۔ وہ تو مجکو چٹکیوں میں اڑا دیتے۔ اگر بیباکی سے کام نہ لیا جاتا۔
آج شام کو عجیب اتفاق ہوا۔ ہوا خوری کے لئے چھت پر سب جمع تھے۔ جہاز کے
ڈاکٹر صاحب نے میرے قریب آکر میرے باریک کپڑے کے کرتہ کو گریبان کے پاس سے
پکڑا۔ اور کچھ آسٹرین زبان میں کہا عورت و مرد سب کھل کھلا کر ہنس پڑے مجھے اس
حرکت سے طیش آیا۔ اور میں نے فوراً ڈاکٹر کے کوٹ کو بھی گریبان کے پاس سے پکڑ
کے کہا خبیث اپنی آنکھ کا شہتیر بھی تو دیکھ۔ یہ کہا اور ہنس دیا۔ ڈاکٹر اور سب مجمع
نے کھسکانی ہنسی میں بات کو ٹالدیا۔ مگر میرا فارسی داں فرانسیسی دوست بولا۔
"فہم جناب عالی گفتار ڈاکٹر نیاید۔ او گفتہ کہ لباس حضرت بسیار سوہاست" میں نے
جوابدیا۔ "بلے من گمان دارم کہ ڈاکٹر صاحب نیز گفتارم را در گوش ہوش نیاوردند
من بجواب شان گفتہ بودم کہ لباس شان بسیار گرم ہست"۔ اسکے بعد بات ہنسی میں پڑ گئی
القصہ ہم لوگ انکی نگاہ میں کبھی وقیع نہیں ہوسکتے جبتک کہ کلائی میں اور دماغ پر میں شعاع

علم اور جیب میں روپیہ نہ بھرلیں۔ اُٹھو میرے بھائیو! اور کوشش کرکے اپنی وقعت قائم کرو

۱۶- شعبان روز پنجشنبہ ۶۵۵ھ ہجری کو دولت پائے بوسی میسر آئی - شیخ بدرالدین غزنوی - شیخ جمال الدین ہانسوی - مولانا شرف الدین نبیسہ - قاضی حمیدالدین ناگوری - (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین -) وغیرہ بھی حاضر تھے - ارشاد ہوا - امیر - غریب درویش مسکین کوئی آئے اُسے خالی پیٹ مت جانے دو - کچھ نہ کچھ دیدو تاکہ وہ درویش صفت بن جائے - فرمایا کہ میرے پاس جو آتا ہے خواہ وہ امیر ہو یا غریب - اور خواہ وہ کچھ لائے یا نہ لائے مجھے لازم ہوجاتا ہے کہ اُسے کچھ دوں اِسکے بعد شیخ الاسلام چشم پُر آب ہوگئے - اور یہ حکایت فرمانے لگے کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو صحابہ طالب علم اور احکام شرع کے سیکھنے کو آیا کرتے تھے وہ بعد میں وہی باتیں دوسروں کو سنا دیتے تھے تاکہ وہ بھی اُنسے مستفید ہوجائیں - اِسکے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ عمدۃ الابرار تاج الاتقیا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کا قاعدہ تھا کہ جسدن اُنکے لنگر خانے میں کوئی چیز نہ ہوتی تو شیخ بدرالدین غزنوی خادم خانقاہ سے کہدیا کرتے کہ پانی رکھدو - اور جو آئے اُسے وہی دو تاکہ بخشش و عطا سے کوئی محروم نہ جائے - بعد ازاں اِسی سلسلہ میں فرمایا کہ جس زمانے میں میں سفر بغداد کر رہا تھا - شیخ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوگئی - بزرگ اور باہیبت شخص تھے - میں اُنکے جماعت خانہ میں گیا اور سلام بجالایا - اُنھوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا - اور میری طرف دیکھکر بولے آؤ - شکر عالم - خوب آئے - بیٹھو - میں بیٹھ گیا - وہ میرے حکم پر بیٹھ جانے سے بہت خوش ہوئے - میں اُنکی خدمت میں کئی دن تک رہا - لیکن ایک دفعہ نہ دیکھا کہ کوئی اُنکی خانقاہ سے محروم گیا ہو - اگر کچھ نہوتا تو سوکھے چھوہارے ہی ہاتھ پر رکھدیتے - اور دعا کرتے کہ خدائے عزوجل تیرے رزق میں برکت دے - شہر کے لوگ کہا کرتے تھے کہ جسکو شیخ نے کھجور دی وہ عمر بھر کسیکا محتاج نہ ہوا - پھر اسی سلسلہ میں ارشاد کیا

کہ جب میں وہاں سے رخصت ہوگیا تو ایک اور درویش بغداد کے باہر ایک غار میں ملے
میں نے سلام کیا۔ اُنہوں نے جواب سلام دیکر کہا۔ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ یہ درویش
اسقدر کمزور اور نحیف تھے کہ ہڈی سے چمڑا لگ گیا تھا۔ میں نے دلمیں سوچا کہ اس جنگل
میں انہیں کھانے کو کہانسے ملتا ہوگا۔ اس خیال کا آنا تھا کہ بزرگ موصوف
نے سر اُٹھایا۔ اور بولے۔ "اے فرید! آج چالیس سال گزر گئے کہ اس غار میں رہتا
ہوں۔ اور کھانس پات سے پیٹ بھرتا ہوں۔" جب یہ حال معلوم ہوا تو میں نے اپنا
سر اُنکے قدموں پر رکھدیا۔ کچھہ دن اُور اُنکی صحبت میں گزرے۔ پھر روانہ ہوکر بخارا شیخ
سیف الدین باخرزی کے پاس پہنچا۔ یہ بڑے باعظمت و پرہیبت بزرگ تھے جب
میں سامنے حاضر ہوا اور زمین بوسی کر چکا تو فرمایا۔ "بیٹھ جاؤ۔" بیٹھ گیا۔ جتنی دفعہ میری
طرف دیکھا۔ برابر ارشاد کرتے رہے کہ "یہ شخص اپنے زمانہ کے مشائخ میں ہوگا۔ اور ایک
عالم اسکا مرید و فرزند بنیگا۔" اسوقت ایک کالا کمبل آپکے کندھے پر پڑا ہوا تھا۔
اُسے میری طرف پھینکا اور حکم کیا کہ "اوڑھ لو۔" میں نے تعمیل کی۔ کئی دن حاضر خدمت
خدمت رہا۔ مگر کبھی ایسا نہوا کہ ہزار بلکہ اس سے زیادہ آدمیوں نے آپکے دسترخوان
پر کھانا نہ کھایا ہو۔ کھانا ہو چکنے کے بعد بھی اگر کوئی آتا تو خالی نہ جاتا۔ کچھہ نہ کچھہ ملتا
ضرور تھا۔ بالآخر آپسے بھی رخصت ہوا۔ اور ایک مسجد میں شب باش رہا۔ صبح سُنا
کہ وہاں ایک صومعہ ہے۔ اسمیں بھی ایک درویش رہتے ہیں۔ پہنچا اور وہ جلال دیکھا
کہ اب تک کسی بزرگ میں نظر نہ آیا تھا۔ نگاہ آسمان کی طرف تھی۔ اور عالم تفکر میں خاموش
کھڑے تھے۔ تین چار دن کے بعد ہوش میں آئے۔ میں نے سلام کیا۔ جواب دیا اور
فرمایا۔ "آپ کو میری وجہ سے تکلیف اُٹھانی پڑی۔ بیٹھئے۔" میں بیٹھ گیا۔ ارشاد ہوا
کہ "میں شمس العارفین کا نواسہ ہوں۔ آج تیس سال ہوئے کہ اس صومعہ میں معتکف
ہوں۔ لیکن اے فرید! اتنے طویل زمانہ میں مجھے سوائے حیرت اور دہشت کے

کچھ حاصل نہیں ہوا۔ سمجھتے ہو اسکی وجہ کیا ہے" ۔ عاگو نے گردن جھکائی تاکہ وہی کچھ فرمائیں۔ ارشاد ہوا کہ "یہ صراط مستقیم (راہ راست) ہے جسنے اسمیں سچائی سے قدم رکھا وہ تو پار ہوگیا۔ مگر جو ذرا خلاف مرضی دوست چلا وہ جلا دیا گیا۔ اسکے بعد اپنا حال بیان کیا کہ "اے فرید! جس دن مجھے در مولا میں باریابی ہوئی ہے۔ ستر ہزار حجاب (میرے اور اُنکے درمیان) تھے۔ فرمان ہوا کہ اندر آؤ۔ پہلا حجاب ہٹا تو مقربانِ درگاہ دکھائی دیئے کہ نگاہ اوپر کیئے اپنی اپنی شان میں کھڑے ہیں (ایسی شان میں کہ جسے سوائے خدائے عزوجل کے کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا)۔ اور زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ خدایا تیرے دیدار کا اشتیاق ہے۔ اسیطرح تمام حجابات کو طے کیا۔ ہر جگہ نئے عشاق اور نئی شانیں دیکھیں۔ جب پردہ خاص کے قریب پہنچا تو آواز آئی کہ "اے فلاں! اسمیں صرف وہی آسکتا ہے جو دنیا اور تمام موجودات دنیا بلکہ اپنی ذات سے بھی بے گانہ ہوجائے"۔ میں نے عرض کیا "میں سب کو چھوڑ چکا"۔ جواب ملا "سب کو چھوڑ چکے تو بس ہمارے ہوگئے"۔ آنکھ جو کھولی تو اس صومعہ میں تھا۔ تو اے فرید! اس راستے میں سب کو چھوڑے تو حق کا یگانہ بنے"۔ اسکے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ "رات آگئی"۔ شام کی نماز اُنہی بزرگ کے ساتھ پڑھی۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد دیکھا کہ دو پیالے آش کے اور چار روٹیاں غیب سے اُنکے سامنے آگئیں۔ مجھے اشارہ کیا کہ اندر آؤ۔ میں گیا اور کھانے بیٹھ گیا۔ جو لطف ان روٹیوں اور آش کے پیالوں میں آیا۔ آجتک کسی کھانے میں نصیب نہیں ہوا۔ خیر۔ رات وہیں بسر کی۔ صبح جو اُٹھا تو ان بزرگ کا پتہ نہ تھا۔ چلا آیا۔ اور ملتان پہنچا۔ اپنے بھائی بہاءالدین زکریا سے ملا۔ اور مصافحہ کیا۔ وہ پوچھنے لگے کہو کہاں تک پہنچے۔ کیا حاصل کیا۔ میں نے کہا کہ اس کرسی کو جسپر تم بیٹھے ہو کہوں تو ہوا میں اُڑنے لگے"۔ ابھی یہ جملہ پوری طرح زبان سے نہ نکلا تھا کہ کرسی معلق ہوگئی۔ بہاءالدین زکریا نے

کرسی پر ہاتھ مارا اور نیچے اُتر آئے۔ اور فرمانے لگے "مولانا فرید! تم تو خوب ہو گئے" یہاں سے میں دہلی گیا۔ اور شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جو بات کہیں نہ دیکھی تھی وہ آپ میں پائی۔ اپنے تئیں اُنکے دامن سے وابستہ کردیا۔ اور شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ تین دن تک میرے پیر مجھے نعمت پر نعمت بخشتے رہے۔ اسکے بعد فرمانے لگے کہ "مولانا فرید نے اپنا کام پورا کرلیا۔ پھر میرے قریب آئے۔ اور کلام ختم کرتے ہی نعرہ مار کر بیہوش ہو گئے۔ اور گر پڑے۔ یک شبانہ روز ایسی حالت میں رہے۔ جب ہوش آیا تو دعاگو سے مخاطب ہوئے۔ اور فرمانے لگے۔ مردانِ خدا ایسے ایسے مرحلے طے کرکے اس مقام کو پہنچتے ہیں۔ یہ سعادت سب لوگوں کو حاصل ہوسکتی ہے۔ خدا کا فیض عام ہے۔ لیکن مرد ہونا چاہیئے جو منزل پر پہنچنے کی کوشش کرتا رہے۔ اسکے بعد ارشاد ہوا "اے بھائی اس راہ میں جب تک صدق سے قدم نہ رکھے۔ اور دل نہ چلے رحاشا و کلا کبھی مقام قرب تک نہیں پہنچ سکتا" اس وقت یہ اشعار زبان مبارک پر آئے ؎

تو راہ نرفتہ ازاں ننمودند وزنے کہ زد ایں درگہ بر و نکشودند

جاں در رہ دلہا ست اگر میخواہی تو نیز چناں بشو کہ ایشاں بودند

اور پھر کھڑے ہوئے۔ نماز کا وقت آگیا تھا۔ عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔ یہ دعاگو اور تمام لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک ۔

۳۔ تاریخ روز دوشنبہ ماہ مذکور ۶۵۵ھ ہجری دولت پائے بوسی حاصل ہوئی مولانا ناصح الدین پسر قاضی حمید الدین ناگوری ناگور سے آئے ہوئے تھے۔ اور مولانا شمس الدین بربان بھی حاضرِ خدمت تھے۔ گفتگو دنیا کے بارے میں ہو رہی تھی آپ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حب الدنیا رأس کل خطیئۃ یعنی دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے۔ پھر ارشاد ہوا۔ قال اھل المعرفۃ من تبارک

الدنیا ملکٌ ومن اخذ ھا ھلکٌ۔ اہل معرفت نے کہا ہے جس نے دنیا کو چھوڑ دیا وہ اسپر حاوی ہوگیا اور جسنے اسے اختیار کرلیا وہ مارا گیا۔ شیخ عبداللہ تستری کہتے ہیں کہ مولے اور بندے کے درمیان دنیا سے بڑھکر کوئی حجاب نہیں جسقدر انسان دنیا میں مشغول ہوتا ہے اُسیقدر حق سے دور رہتا ہے۔ اگر انسان چاہے کہ پشت کا حال معلوم کرنے لگے تو سامنے پردہ ڈال لے۔ غرضکہ ہروقت دنیا میں منہمک رہنا ٹھیک نہیں۔ اسکے بعد فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز سے سنا ہے۔ اور وہ اپنے استاد کے حوالہ سے روایت فرماتے تھے کہ جب تک بندہ بذریعہ صیقل محبت اپنے آئینہ قلب کو زنگار دنیا سے پاک صاف نہیں کرتا۔ اور ذکر حق تعالیٰ سے دل نہیں لگاتا۔ اور غیر کو درمیان سے نہیں ہٹاتا اُس وقت تک خدا تعالیٰ کو ہرگز نہیں پا سکتا۔ اسکے بعد ارشاد ہوا کہ تحفۃ العارفین میں خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ "اصل صلاحیت دل سے ہے جب دل راستی پر آگیا۔ تو انسان خودبخود درست ہوجاتا ہے" پھر فرمایا کہ "دل کے لیے بھی زندگی وموت ہے اور دونوں کی علحدہ علحدہ صورت ہے۔ کلام اللہ میں ہے اومن کان میتاً فاحییناہ یعنی دنیا میں زیادہ مشغول رہنے سے دل مرجاتا ہے"۔ فاحیاہ بذکرہ لی لی"۔ پس زندہ کرتے ہیں اُسے ذکر مولےٰ سے"۔ پھر فرمایا کہ "جب دنیا کی لذتوں اور خواہشوں اور کھانے پینے میں مشغول ہوجاتا ہے تو غفلت اور خرابی اُسپر اثر کرتی ہے اور طمع وحرص اُسپر غالب آجاتی ہے۔ غیر اللہ کا فکر واندیشہ دل کو سیاہ کردیتا ہے اور جب دل سیاہ ہوگیا تو اسکی موت ہے۔ جس طرح وہ زمین جسمیں خس وخاشاک کی زیادتی ہو اور جو بیج کو قبول نہ کرے مردہ کہلاتی ہے۔ اسیطرح وہ دل جس سے خدا کا ذکر نکل گیا ہو اور جسپر دیو وپری نے غلبہ پالیا ہو۔ اس انقلاب کے سبب مردہ کہلاتا ہے برخلاف اسکے جب تعلق دنیا دل سے جاتا رہتا ہے اور ہوائے نفس نابود ہوجاتی ہے

اور بندہ ذکر و شغل کرتا ہے تو دل زندہ ہو جاتا ہے۔ اسکے بعد فرمایا۔ عمدۃ میں خواجہ جنید بغدادی سنے بھی لکھا ہے کہ اصل اس راہ میں صلاحیتِ قلب ہے۔ اور یہ صلاحیت اُسوقت پیدا ہوتی ہے جب انسان مذموماتِ دنیا جیسے غل و غش، حسد و کبر، حرص بخل چھوڑ دیتا ہے۔ اِن سے بچنا دل کو طہارت کرانا ہے۔ درویشوں کے یہی کام ہیں۔ اور جوہر درویشی انہی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسکے بعد شیخ الاسلام چشم پُرآب ہو گئے اور فرمانے لگے "جو درویش دنیا میں مصروف رہتا ہو۔ اور جاہ و رفعت کا طلبگار ہو سمجھ لو کہ وہ درویش نہیں بلکہ مرتد طریقت ہے کیونکہ فقر نام اسیکا ہے کہ دنیا سے اعراض کیا جائے۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ ایک دفعہ میں بغداد میں خواجہ اجل سنجری رح کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں اسوقت درویشوں کی گفتگو چل رہی تھی خواجہ اجل سنجری رح نے فرمایا کہ عمدۃ میں حضرت جنید رح تحریر کرتے ہیں۔ کہ درویش کے لیئے مذہب فقر میں یہ حرام ہے کہ وہ اہل دنیا سے ملت رکھے۔ یا بادشاہوں اور سلطانوں کے پاس آئے جائے۔

ارشاد ہوا "حدائق میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ عراق نے جو تین سال سے کسی مرض میں مبتلا تھا۔ خواجہ شہاب تستری رح کو استعانت کیلئے طلب کیا۔ آپ تشریف لیگئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی پاک دعا سے اُسے شفا دیدی۔ مگر اس ایک ساعت کے بدلے جو بادشاہ کی صحبت میں گزری تھی آپ سات سال تک خلق سے عزلت گزیں رہے۔" پھر فرمایا "مشائخ طریقت نے اس باب میں فرمایا ہے صحبة الاغنیاء للفقراء سم قاتل۔ پس حاصل اس گفتگو کا یہ ہے کہ جسقدر تو انگر لوگوں سے بچو گے اُسیقدر خدا سے نزدیکی ہوتی جائے گی۔ چونکہ محبت دنیا امراء کے دلوں میں استوار ہوتی ہے اسلیئے اُنکی صحبت سے نقصان پہنچتا ہے۔ فقرا تقرب اور طریقت یہ ہے کہ درویش کے دلمیں دنیا اور اہل دنیا کی دوستی کا ذرہ بھر

اثر نہ ہو۔ فقیر کے نزدیک تمام خلق اللہ برابر و یکساں ہے۔ اسکے بعد ذکر پر گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت نے فرمایا "درویش کو ذکر میں ایسا محو ہونا چاہیئے کہ اُسکے بدن کا رونگٹا رونگٹا زبان بن جائے۔ چنانچہ کتاب اسرار العارفین میں میں نے دیکھا ہے کہ ایک دفعہ خواجہ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہ العزیز نہایت حضورِ باطن سے ذکر میں مصروف تھے کہ آپکے ہر رونگٹے سے خون کے فوارے جاری ہوگئے۔ کسی گھر والے نے آپکے برابر میں ایک لکڑی کا برتن رکھدیا۔ جب وہ خون سے بھر جاتا تو آپ اُسکو پی لیتے۔" یہ کہکر شیخ الاسلام نے دعاگو سے خطاب فرمایا کہ "اصل اس راہ میں حضوری قلب ہے۔ اور یہ حاصل نہیں ہوتی۔ جبتک لقمہ حرام سے پرہیز اور اہل دنیا سے اجتناب نہ کیا جائے۔ مشائخ نے کہا ہے کہ اگر کوئی لقمۂ حرام اور مجلس ملوک و اہل دنیا سے پرہیز نہ کرے تو اُسکو گلیم پہنانے کی اجازت نہیں کیونکہ یہ انبیا (صلوات اللہ علیہم اجمعین) کا لباس رہا ہے۔ اور تمام ابدال و اوتاد و وزرا نے اسکو اوڑھا ہے۔ گلیم کی قدر موسیٰ کلیم اللہ جانتے ہیں۔ آدم صفی اللہ جانتے ہیں ابراہیم خلیل اللہ جانتے ہیں محمد حبیب اللہ جانتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کا بیان ہے کہ میں خواجہ مودود چشتیؒ رحمۃ اللہ علیہ کیخدمت میں دس سال تک حاضر رہا۔ میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور کسی بادشاہ یا امیر کے گھر پر گئے ہوں۔ آپ ہی کا قول ہے کہ جو درویش کسی بادشاہ یا امیر کے در پر چلا جائے۔ اُس سے گلیم اور تمام اسباب درویشی چھین لینا چاہیئے اور کہدینا چاہیئے کہ درویشی کا نام لینا چھوڑدو۔ اگر نہ مانے تو اُسکے جامۂ گلیم کو آگ میں جلادو۔ کیونکہ جو فقیر اہل دنیا میں جاتا اور اُن میں رل ملکر بیٹھتا ہے وہ درویش نہیں۔ مدعی کذاب ہے۔ میں نے بعض اہل طریقت کو دیکھا ہے کہ جب انہیں کوئی حاجت یا مصیبت پیش آئی۔ اُنہوں نے گلیم اُتار کر علحدہ رکھدیا۔ اسکے بعد گلے

ین زنجیر ڈالکر حق تعالیٰ سے مناجات شروع کی مہم طے ہوگئی۔ پھر شیخ الاسلام نے
مجکو مخاطب کیا اور فرمایا "جو بالوں کا جامہ پہنے۔ اُسے چرب و شیریں کھانا نہ کھانا چاہیئے
ورنہ اہل دنیا میں خلط ملط ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی ایسا نہیں کرتا وہ اولیا کے لباس
کا خائن ہے"۔ اسکے بعد ارشاد کیا "میں نے آثار العارفین میں دیکھا ہے کہ خواجہ
ذو النون مصری رح کا کوئی درویش مرید بادشاہ کے اں بہت آمد و رفت رکھتا تھا
خواجہ صاحب نے اسے بلوایا۔ اور اُس سے لباس فقر لیکر آگ میں ڈالدیا۔ اور بہت
غضبناک ہوکر فرمایا۔ اولیا و انبیا کے لباس کو خبیثوں میں دکھاتا پھرتا ہے
اور پھر ارادہ ہے کہ اسی سے خدا کے سامنے جائے"۔ پھر اسی محل پر فرمایا "کہتے ہیں
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تین کپڑے پہنا کرتے تھے۔ جب نماز کا وقت آتا تو اوپر
کا اور نیچے کا لباس اُتار دیتے اور بیچ کے کپڑوں سے عبادت الٰہی ادا کرتے۔ کسی
نے سبب پوچھا فرمایا۔ اوپر کے پیراہن میں خلق کی نظر پڑنے کے سبب ریا و رسم
کا شائبہ پیدا ہوگیا ہے۔ اور اندر کے لباس میں حرص حسد اور غل و غش کی بو آتی
ہے۔ بیچ کے کپڑے ان دونوں باتوں سے پاک ہیں۔ اس لیئے انہی سے نماز پڑھنی
پسند کرتا ہوں۔ اسکے بعد شیخ چشم پر آب ہوگئے۔ اور بولے متقدمین کا یہ حال تھا
جب منزل مقصود تک پہنچے۔ نماز کا وقت آگیا شیخ اسمیں مشغول ہوگئے۔ سب اُٹھ کھڑے
ہوئے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

اسی سنہ اور اسی ماہ کی ۲۷ تاریخ کو پھر سعادت پائے بوسی نصیب ہوئی شیخ
جمال الدین متوکل۔ شمس دبیر۔ شیخ نجم الدین۔ اور کئی اور عزیز حاضر تھے۔ شب معراج اور
اسکی فضیلت پر بحث چھڑی۔ حضرت نے فرمایا۔ راتوں میں سب سے افضل رات ۲۷
رجب کی ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر پہنچے۔ جو شخص اس شب کو
بیدار رہے۔ بس اسکے لیئے بھی وہ شب معراج ہے۔ اسے بھی سعادت معراج حاصل

یہ سب کتابین ملنے کا پتہ غلام نظام الدین کتب فروش دہلی متصل فوارہ چاندنی چوک سے طلب

نصائح العارفین المسالکین – ترجمہ اردو معراج المومنین الارشاد والسالکین مصنفہ جناب قاضی محمد بدل صاحب بلخی یہ کتاب حقیقت مین شریعت وطریقت معرفت وحقیقت کا بے نظیر خزانہ ہے – ۴ر

حکایت مردان پاک نظر قیمت ترجمہ اردو رشدہ کاملہ تصنیف حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی چشتی بہشتی قدس سرہ العزیز یہ حضور نے رسالہ شریف کو دس دن مین اعتکاف مین خدا کیطرف سے الہام کی ذریعہ تحریر فرمائی ہے – ۲ر

فیوض ہدایۃ جس کو جناب مولوی محمد ہدایت الرسول صاحب مشہور واعظ ومناظر لکھنوی نے صوفی کتاب ایہا الولد مصنفہ حضرت ابو حامد محمد غزالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلیس بامحاورہ اردو ترجمہ فرمایا ہے ۱ر

سعد الاخبار مذکرۃ الابرار یعنی تذکرہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحاب کرام واولیائے عظام وسلسلہ بزرگان عظام وغیرہ وغیرہ درج ہے اور نہایت عمدہ کتاب ہے – ۸ر

مہمات عرفی معہ ترجمہ اردو مصنفہ حضرت قطب جمال ہانسوی یہ وہ بزرگ ہین جنکی پاس حضرت بابا فرید شکر گنج قدس سرہ العزیز کی مہر رہتی ہے اور آپکی مہر سے بابا شکر گنج سے ولایت عطا ہوتی تھی – ۴ر

مخزن حقیقت اردو یعنی سوانح عمری ملفوظات ومعمولات حضرت مرزا مظہر جانجانان صاحب قدس سرہ ۱۲ر

جامع الاخلاق ترجمہ اردو معہ اخلاق جلالی یہ اخلاق کی نہایت عمدہ کتاب ہے ۶ر

اخلاق نسوان مصنفہ منشی فاضل مولوی محمد عباس صاحب ایم۔ اے۔ پروفیسر سنٹ زیویر کالج بمبئی اسمین عورتوں کی اخلاق کی نہایت عمدہ عمدہ حکایتین درج ہین – ۸ر

مجموعہ اعمال مجربہ آیۃ الکرسی آیہ کریمہ شریف ونادعلی شریف باموکل معہ تحقیق اسم اعظم شریف ۲ر

مجموعہ اعمال مجربہ سورہ اخلاص اللہ الصمد شریف معہ چہل کاف شریف باموکل – ۲ر

مجموعہ اعمال مجربہ ترتیب سورہ یٰسین شریف باموکل طریقہ زکوۃ وغیرہ قیمت ۳ر

مجموعہ اعمال مجربہ سورہ مزمل شریف باموکل معہ اعمال سورہ یوسف شریف وسورہ الم نشرح شریف ۴ر

دیدار مجتبیٰ درود مصطفےٰ اسمین وہ درود شریف درج ہین جنکی باقاعدہ پڑھنے سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوجاتی ہے – ۴ر

اعمال مجربہ خاندان عزیزیہ یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبد العزیز صاحب و شاہ عبد القادر صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم کی مجرب عمل ہر قسم کے درج ہین – ۴ر

اعمال قرآنی ہر سہ حصہ مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی قیمت ۴ر

مفلسی کا مجرب علاج مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب ایڈیٹر علی حلقہ نظام المشائخ دہلی قیمت ۱ر

شمس نظامی جسمین عملیات وحالات حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز پیدایش سے وصال تک معہ خلفا دیگر حالات خانقاہ شریف وغیرہ درج ہین – ۸ر

عاشقانہ خط کتابت یعنی میدان بلاغت یعنی عاشقانہ ومعشوقانہ خطوط معہ جوابات نظم ونثر مقفیٰ ومسجع عبارت مین درج ہین قیمت ۲ر

انشاء دلربا اسمین بھی عاشقانہ خط کتابت درج ہین قیمت ۱ر

علاوہ اسکے ہر قسم کی کتابین ملتی ہین

غلام نظام الدین کتب فروش دہلی متصل فوارہ چاندنی چوک

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۲۱

جلد ۲ — نمبر ۲

رجب ۱۳۲۹ھ — ۱۹۱۱ع

قسم دوم — قیمت سالانہ ۱۲/

نظام المشائخ

(دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب گویں کا ہے)

تمام سلسلوں کے صوفیہ مشائخ کی دینی و دنیاوی اغراض کا حامی اردو زبان کا ماہوار رسالہ

اعلیٰ ایڈیٹر حضرت خواجہ حسن نظامی خواہرزادہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہیؒ — نائب ایڈیٹر خادم الفقرا سید محمد ارتضیٰ واحدی دہلوی

فہرست مضامین

قیمت سالانہ مع محصولڈاک قسم اول پانچروپیہ فی پرچہ ۸ رقیمت قسم دوم سالانہ ۱۲/ - قیمت فی پرچہ ۴

محمد الواحدی مالک و اڈیٹر نے منزلگاہ حلقہ نظام المشائخ فیض بازار دہلی سے شائع کیا اور

منشی فضل حسین کے دہلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوایا

قیمت فی پرچہ ۴

اب تمام اہل الرائے اس امر پر متفق ہیں

کہ مسلمان اُسوقت تک ترقی نہیں کرسکتے جبتک انکے وہ دونوں گروہ جو نئی روشنی اور پرانی روشنی والے کہلاتے ہیں ایک حلقے میں آجائیں آج اس خیال کا کوئی سلیم العقل مخالف نہیں کہ گاڑی ان دونوں ہی پہیوں کے زور سے کھینچے گی ضرورت ہے کہ سب ملکر کام کریں سب ایک دُھن میں لگیں اسی مقصد کو پورا کرنیکے لیئے دہلی سے رسالہ **نظام المشائخ** جاری کیا گیا اور اُسے اپنی اس کامیابی پر فخر ہے کہ اُس سے پُرانے خیال کے علما و مشائخ بھی دلچسپی رکھتے ہیں اور نئی روشنی کے اعلیٰ تعلیم یافتہ جنٹلمین بھی۔ دور قدیم کے مستند صاحب حال و قال حضرات بھی اسکے مضمون نگار ہیں۔ اور دورِ جدید کے جدت طراز اہل قلم بھی۔ غرضکہ یہ ایک ایسا پرچہ ہے جس میں ایک پلیٹ فارم پر آکر دونوں گروہ علمی۔ ادبی۔ تاریخی۔ تمدنی و روحانی مضامین پر (لیکن صوفیانہ رنگ میں) بحثیں کرکے تبادلہ خیالات کرتے ہیں جس سے بڑھکر کوئی بات مفید قوم نہیں ہوسکتی۔ اس رسالہ کے **قواعد و ضوابط** یہ ہیں کہ ہر انگریزی مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں ہوجاتا ہے۔ اگر کسی ماہ کا رسالہ نہ پہنچے تو اسکی شکایت اُسی مہینے کے اندر اندر آجانی چاہیئے۔ ورنہ بعد انقضائے میعاد دوبارہ پرچہ مفت نہیں ملیگا۔ **تبدیلی پتہ** کی اطلاع فوراً دینی چاہیئے۔ **خط و کتابت** میں نام و پتہ صاف لکھنا ضروری ہے۔ **جواب طلب** امور کے لیئے جوابی کارڈ یا آدھ آنہ کا ٹکٹ بھیجیے خریدار صاحبان جب تک اپنا نمبر خریداری تحریر نہ فرمائینگے اُن کے ارشادات کی تعمیل ممکن نہیں۔ **درخواستیں بنام منیجر نظام المشائخ دہلی آنی چاہئیں**

توسیع اشاعت۔ اس ماہ میں صاحبان ذیل نے توسیع اشاعت میں سعی فرمائی شہزادہ مرزا محمد اشرف صاحب گورکانی۔ منشی محمد اسمٰعیل صاحب کوکب۔ مسٹر محمد فضل صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ پنڈت پربھو دیال صاحب عاشق لکھنوی۔ جزاہم اللہ خیر الجزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظام المشائخ

نعتیہ مناجات

صوفیانہ جذبات

اے سب کی دعائیں سننے والے — کانٹے ہر دل سے چننے والے

جو تجھکو پسند آئے سُن لے — کانٹوں کو ہٹا کے پھول چُن لے

اے فرش سے عرش تک کے والی — جن و بشر و ملک کے والی

دارین کے بحر و بر کے مالک — کونین کے خشک و تر کے مالک

شمس و قمر و نجوم و افلاک — چاروں پہ بندھی ہوئی تری دھاک

تیرا ہی مکاں بھی لامکاں بھی — تیرا ہی نشان بے نشاں بھی

ہر بود کی ہے نمود تجھ سے — ہستی کا عدم وجود تجھ سے

سب تجھ سے ہیں سب کا ہی سبب تو — سب تیرے ہیں اور سب کا رب تو

تو چاہے تو خاک کیمیا ہو — پتھر پارس ہو مس طلا ہو

ذرے کو تو آفتاب کر دے — قطرے کو دُرِ خوشاب کر دے

گل شاخ کو نخل کو ثمر دے | جس کو چاہے نہال کر دے
پھولوں کو چمن میں رنگ و بو دے | گوہر کو صدف میں آبرو دے
تو کر دے محال کو بھی ممکن | دن رات ہو اور رات ہو دن
ظلمت کو اُڑھا دے برقعِ نور | ہو نافۂ مشک قرصِ کافور
پربت کو اُٹھائے ایک رائی | دریا کی ہو کوزے میں سمائی
تِل اوٹ پہاڑ دیکھوں اوجھل | سورج نظر آئے تا نے کمل
صحرائے حجاز کی فضا میں | اِک چاند دکھائی دے گھٹا میں
چمکا جس سے عرب کا تارا | مکی مدنی حبیب ص پیارا
محبوب وہ کالی کملی والا | اوڑھے کونین کا دوشالا
غازہ چہرے پہ وَالضُّحٰی کا | سرمہ آنکھوں میں مَا طَغٰی کا
آنکھوں کا سرور قلب کا نور | ماشاء اللہ چشم بد دور
وہ یوسفِ مصر دلربائی | گاہک ہوئی جس کی اِک خدائی
وہ دُرِّ یتیم گنج شہوار | جس کا خود ہی خدا خریدار
وہ لعل کہ زیب درج دارین | وہ مال کہ مول جس کا کونین
بستانِ خلیلؑ کا صنوبر | گلزار ذبیحؑ کا گل تر
وہ مرکزِ دورِ ہفت پرکار | برجِ ثابت کا قطب سیار
دَور اُس کا زمیں سے آسماں تک | اوج اُس کا مکاں سے لامکاں تک
ممکن و جب سے مل کے روپوش | حادث سے قدیم تک ہم آغوش
اورنگ نشین قاب قوسین | سرِّ دو جہان و درِّ بحرین
بندے کے لباس میں خدائی | اللہ رے شان کبریائی
صدقے اُس شان کبریا کا | صدقہ محبوب باصفا کا

اُمّی کے حسب نسب کا صدقہ
جتنے پیارے ہوں سب کا صدقہ

اے ڈوبتی ناؤ کھینے والے
بیڑے کو بھنور سے تو بچالے

تو ہی ہے خدا بھی نا خدا بھی
تو ہی بندوں کا آسرا ہے

ٹوٹے سانس آسرا نہ ٹوٹے
دامن ترا ہاتھ سے نہ چھوٹے

ہے نام ترا مجیب[1] دعوات
مقبول شفق کی ہو مناجات

[1] سلسلہ قادریہ مجیبیہ کے حضرت پیر مجیبؒ کے نام کیطرف ایک لطیف کنایہ ہی ۱۲

شفق رضوی قادری مجیبی

شانِ محمدؐ

نہ پوچھو فراخیٔ خوانِ محمدؐ
وہ عالم ہوا میہمانِ محمدؐ

نہیں ہی نہیں ہی نہیں ہی نہیں ہے
بجز ذاتِ حق رتبہ دانِ محمدؐ

تر و تازگی جسکی دیکھو ہمیشہ
وہ ہے گر تو ہی گلستانِ محمدؐ

مدینے چلو سب بکھیڑوں کو چھوڑو
کہاں ہو کدھر عاشقانِ محمدؐ

جہاں تک کسی کے تصور میں آئی
ہے اُس سے سوا عز و شانِ محمدؐ

فزوں تر ہی شیریں کہیں انگبیں سے
بیانِ محمدؐ بیانِ محمدؐ

فدائی ہوا اک نظر جس نے دیکھا
یہ کیا آن ہے واہ آنِ محمدؐ

یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہی
مرا سر ہو اور آستانِ محمدؐ

زہے عظمت و شوکت و شان و الا
ہے صل علیٰ پاسبانِ محمدؐ

یہ ہی جاودان فیض بارانِ رحمت
کہ شاداب ہے بوستانِ محمدؐ

نہیں جانتے کیا فصیح حزیں کو
وہ ہے عاشقِ عاشقانِ محمدؐ

بندہ فصیح از الور

تخلقوا باخلاق اللہ

خدا نے انسان کو تین ۳ شریعتیں دی ہیں۔

(الف) ضمیری شریعت۔

(ب) افعالی شریعت۔

(ج) اقوالی شریعت۔

ہر انسان ان تینوں شریعتوں سے وابستہ ہے۔ اگرچہ کوئی انسان بظاہر ان شرائع کی پابندی اور اقتدار سے انکار کرے اور اپنے تئیں آزاد رکھے لیکن اسکی گردن اور اسکا دل ان کی پابندی سے کسی صورت میں رہائی نہیں پا سکتا۔

ضمیری شریعت انسان کی فطرت یا سرشت میں رکھی گئی ہے۔ اور انسان کا ضمیر اُسکا خوبیافتہ اور مقتدی ہے۔ اور کوئی انسان اس سے خالی نہیں۔ ہر انسان ایک ضمیر رکھتا ہے۔ اور ہر ضمیر کے صفحات پر صحیفۂ فطرت کندہ ہوتا ہے۔ اور ہر ضمیر اُسی صحیفۂ فطرت کے مطابق حکم دیتا اور تعمیل کرانا چاہتا ہے۔ اور اُسیکے مطابق اسکی جانب سے اعلائے کلمۃ الخیر اور تبلیغ ہوتی ہے۔ باوجودیکہ ضمیر انواع و اقسام کی اُلجھنوں اور مشکلات میں گرفتار رہتا۔ اور طرح طرح کے مشاغل رکھتا ہے۔ اور قوتِ ارادی بوجوہ اُسپر غالب ہوتی یا غالب ہونا چاہتی ہے پھر بھی ضمیر تبلیغ ضروریہ سے باز نہیں رہتا۔

دل با ین آرشگی کے غافل از تدبیر ماست ہادی ما رہبر ما مرشد ما پیر ماست

یہ شریعت اُسوقت دی گئی تھی جب دوسری شریعتیں وجود پذیر نہ ہوئی تھیں یا قوۃ سے فعل میں نہیں آئی تھیں۔ کیا کوئی شخص اس شریعت سے انکار کر سکتا ہے

اگرچہ کوئی اسکے عمل سے انکاری ہو لیکن اسکے وجود سے انکاری نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ شریعت اپنی موجودگی کا ثبوت خود بوجہ احسن دے رہی ہے۔ قانون اور شریعت کا مدعائے اخیر تبلیغ اور تنبیہہ ہوتی ہے۔ اور یہ صورت بدرجہ اتم ضمیر میں پائی جاتی ہے۔ کوئی فعل کرو۔ کوئی خیال پیدا ہو ہر حال میں ضمیر اُس فعل اور اُس خیال کی اپنے رنگ میں تنقید کرتا اور اپنے رنگ میں اُس فعل اور اُس خیال کے حسن و قبح پر حاشیہ چڑھاتا ہے ؎

مشغول بہ بازی ست دراں سلسلہ زلف　　　دیوانۂ دل من بچہ کارست بہ بینید

دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اور جو کچھ اپنے اپنے رنگ میں ہماری نگاہوں سے گزر رہا ہے۔ اور جو کچھ ہمارے اردگرد ہے۔ وہ سب افعالی دنیا ہے۔ اور اُس افعالی دنیا کی رفتار اور عمل سے ایک افعالی شریعت وجود پذیر ہوتی ہے جو فعل اور جو حرکات اور جو تصرفات ہم نہیں کرتے وہ قدرتی افعال۔ قدرتی حرکات اور قدرتی تصرفات ہیں۔ یا ایسے افعال اور ایسی حرکات یا ایسے تصرفات ہیں جو انسانی نہیں ہیں۔ ان افعال۔ اِن حرکات اور اِن تصرفات کی کچھ نہ کچھ حقیقت اور کیفیت ہوتی ہے۔ اُن میں ایک ترتیب۔ ایک سلیقہ۔ ایک بندش۔ ایک اثر ایک نتیجہ پایا جاتا ہے۔ اُس ترتیب۔ سلیقہ۔ بندش۔ اثر اور نتیجہ سے انسان اور نتائج اور اور آثار کی ترتیب دیتا ہے۔ اور اُن پر اپنے فعل کی بنیاد رکھتا ہے۔ اِن قدرتی افعال کی مخالفت سے بُرے نتیجے۔ اور موافقت سے اچھے نتائج مترتب ہوتے ہیں۔ اسی عمل کا نام دوسرے الفاظ میں افعال شریعت ہے۔ یہ شریعت موجودات اور کائنات کے افعال اور تصرفات پر جزا وسزا کی جہت سے مؤثر ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص آگ میں ہاتھ ڈالتا ہے تو جل جاتا ہے۔ جب پانی میں ہاتھ ڈالتا ہے تو اُسمیں برودت کا احساس ہوتا ہے جب

آدمی نیچے گرتا ہے تو کشش ثقل اُسے کسی صورت میں اوپر نہیں جانے دیتی اور گرنے والا ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ سوائے ایک حکمت کے اُسکا جسم یا اُسکی جان محفوظ نہیں رہ سکتی۔ جو شخص اوپر چڑھتا ہے وہ اُسیقدر پرواز کر سکتا ہے کہ جسقدر اُسکی طاقت ہو۔ اس قسم کی باتیں پتہ دے رہی ہیں کہ **افعالی شریعت** کے احکام میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی۔ چاہے کوئی بھی انکی تعمیل اور تعریف کرے جو **طاقت** فاعل مان لی جائے اور اُسکی نسبت یہ خیال کیا جائے کہ اُسکی حکمت یا اُسکی جانب سے یہ سلسلہ افعال عمل میں آرہا ہے تو اُسکی نسبت یہ خیال کرنا مشکل نہیں کہ ان دو طریقوں ضمیری اور افعالی کے سوائے اُسکا کوئی اور طریقہ بھی تبلیغ اور تنبیہ کا ہو سکتا ہو۔ ان دونوں شریعتوں ضمیری اور افعالی سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ضمیر میں سے جو صدائیں آتی ہیں وہ ایسی مبہم نہیں ہیں کہ کوئی اُنسے انکار کر سکے۔ ناطق۔ گونگا۔ بہرہ۔ اندھا۔ بینا۔ مریض۔ تندرست سب کے سب سُنتے اور اثر پذیر ہوتے ہیں۔ افعالی شریعت بھی گویا اپنی زبان میں بول رہی ہو۔

ضمیری شریعت یہ اعلان کر رہی ہے کہ ضمیر آواز دیتے اور تبلیغ کرتے ہیں اور اُن میں بولنے کی طاقت موجود ہے۔ ضمیروں میں امتیاز اور فرق ہو۔ فطنت اور فطرۃ کے اعتبار سے اُن میں نسبتیں ہیں۔ ان نسبتوں کے اعتبار سے اُن کی درجہ بندی ہوتی ہے۔

جب ضمیر عامیانہ رنگ میں بولتے اور تبلیغ کرتے ہیں تو اُسے ایک ضمیری شریعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور جب مجموعۂ ضمائر میں سے چند ضمیر اپنے اپنے وقت پر خاص طور سے دنیا کو مخاطب کرتے ہیں تو اُسکا نام قولی شریعت ہوتا ہے۔ ایک جداگانہ ضمیر عامیانہ رنگ میں صرف اپنے ہی لیے صدا دیتا اور تبلیغ کرتا ہے۔ لیکن ایک خاص ضمیر اپنے رنگ میں صحیفۂ فطرت سے تعلیم پاکر

ساری دنیا کے واسطے بولتا اور تبلیغ کرتا ہے۔ پہلا ضمیر جو اپنی ہی ذات کیواسطے بولتا ہے ایک شخصی نبوت رکھتا ہے۔ اور دوسرا ضمیر جو ساری دنیا یا سارے ابنائے جنس کے واسطے بولتا ہے۔ صحیح معنوں میں نبی اور شریعت لانیوالا ہے اگر شخصی ضمیر کی تبلیغ نہ ہوتی تو اس مجموعی تبلیغ یا شریعت کی تصدیق بھی نہ ہوتی یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب کا قانون اور ہر شریعت بعض مختص ضمیروں سے کے ذریعے تبلیغ پاتی ہے۔ ممکن تھا کہ افعالی رنگ میں ہی اسکی تنبیہ کی جاتی۔ مگر چونکہ ضمیر کی شہادت کا لانا ضروری تھا۔ اس واسطے بعض ممتاز ضمائر کے ذریعہ سے ہی تبلیغ کیا گیا۔ اگر ایک نبی موجودات کے سامنے یہ کہتا ہے کہ مجھے کچھ القا ہوا ہے۔ مجھ میں ایک روح بولتی اور مجھے تبلیغ کے لیئے مجبور کرتی ہے تو مختلف ضمیر اپنے اپنے رنگ میں اسکی تصدیق اور تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ ہر ضمیر اپنی ذات میں اسکا تماشا کسی نہ کسی رنگ میں دیکھ رہا ہے۔ اور کوئی ضمیر اس سے انکاری نہیں ہو سکتا۔ ہر ضمیر جانتا ہے کہ اسکے اندرون میں سے وقت بیوقت صدائیں نکلتی ہیں اور ان میں صداقت ہوتی ہے۔

نبی کیا ہے اور مرسل کیا ہے

ایک خاص ضمیر اور خاص شخصیت یہ جداگانہ سرشت کی صدا۔

کیسی صدا۔ کیسی آواز۔ کیسی تبلیغ!

جو صداقت۔ نفاست۔ لطافت سے بھرپور اور مزین ہو جسپر خود ضمیر کا یقین آ جو دل سے نکلے اور دلوں پر پڑے۔ کیسی صدا جو ایک اعلیٰ طاقت کی جانب سے بخشی ہو جس میں اسکا نور اور جلوہ پایا جاتا ہو۔[1]

---

[1] چونکہ اس بحث میں کسی اور مطلب کا اظہار مقصود ہے۔ اسواسطے ان سرشت رائج کی بابت کسی اور وقت پر بالخصوص بحث کی جائے گی ۱۲

عنوان میں جو الفاظ (تخلقوا باخلاق اللہ) لکھے گئے ہیں یہ منجملہ اُن صداؤں کے ایک پاک صدا ہے جو اقوالِ شریعت کا ایک ممتاز فقرہ ہے یا ایک قانون اِس فقرہ میں یہ جتلایا گیا ہے کہ الٰہی اخلاق کی پابندی کرو۔ یہ پابندی ایک مفید پابندی ہے +

خدائی اخلاق دو قسم کے ہیں

(الف) اخلاق متعلق بہ معاشرت۔

(ب) اخلاق متعلق بہ معاد۔

اِس فقرہ میں معاشرتی اخلاق سے زیادہ تر مراد ہے۔ اگرچہ خدائے لایزال ہر طرح سے ہر مخلوق پر قابض اور مسلط ہے۔ اور اسکی قدرت جامع اور وسیع ہے۔ لیکن پھر بھی اُسکی اخلاقی وسعت معاشرتی امور میں بالکل جامع اور غیر محدود واقع ہوئی ہے۔ چاہے کوئی اُسے مانے اور چاہے کوئی نہ مانے۔ چاہے کوئی اسکی تصدیق کرے یا نہ کرے۔ اُسکی رحمت معاشرتی کبھی اُس سے جدا نہیں ہوتی۔ مثلاً دیکھو شعبۂ رزاقی میں۔ دہریوں کو پالتا ہے۔ منکروں کی خبرگیری کرتا ہے۔ فاسقوں کو بھی دیتا ہے۔ اور عابدوں و زاہدوں کی بھی خبر لیتا ہے۔ اسمیں کوئی تفریق نہیں۔ کمی بیشی کا ایک دوسرا سوال ہے۔ لیکن معاشرتی امور میں ہر ایک سے اپنے اپنے رنگ میں سلوک کیا جاتا ہے۔ بادشاہ بھی اُس طریق سے پیدا ہوتا ہے جس طریق سے ایک چوہڑہ ہوتا ہے۔ بادشاہ کو دنیا کے تغیر و تبدل کا اُسی طرح خوف ہے جس طرح ایک مزدور کو ہے۔ مصیبت اور رحمت دونوں پر پڑتی اور نازل ہوتی ہے۔ ہر ایک کی دعا سُنتا اور اپنی مرضی کے مطابق سب کی دعاؤں کا فیصلہ کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ فاسق دعا نہ کرے اور عابد کرے۔ فاجر درِ خدائی پر نہ آئے اور زاہد آئے۔ بمصداق ؎

باز آ باز آ ہر انچہ ہستی باز آ گر کافر و گبر و بُت پرستی باز آ

این درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست — صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

یہ حکم معاشرتی یا اخلاقی رنگ میں صرف اسواسطے دیا گیا ہے کہ لوگ معاشرتی زندگی میں آرام اور سہولت سے رہیں۔ اور خدائی اخلاق کے مطابق ایک دوسرے سے پیش آئیں۔ اگر ایک نیک آدمی زاہد عابد ایک بدبخت گنہگار کے ساتھ معاشرتی رنگ میں کوئی درج اور مغایرت نہ رکھے اور جو اُسکے حقوق واجبی ہیں۔ اُنکی بوجہ احسن ایفا کرے تو وہ گویا خدائی اخلاق کی پابندی سے زندگی بسر کر رہا ہے۔

خدا اسو گناہ دیکھتا ہے اور پھر بھی در رزق بند نہیں کرتا۔ یہ اُسکی وسعت اخلاقی ہے۔ لیکن جب گرفت کرتا ہے تو پوری کرتا ہے۔ یہ بھی اُسکا ایک اخلاقی عمل ہے۔ تخلقوا باخلاق اللہ کا مفہوم نرا رعایات ہی کو محتوی نہیں تنبیہات پر بھی محتوی ہے۔

دنیا میں ضدیت اور تعصب کی رَو جو چل رہی ہے۔ اور اسی وجہ انسانی جماعتیں جو ایک بے آرامی اور سوزش میں پڑ رہی ہیں۔ اُسکا موجب یہی ہے کہ بدقسمتی سے لوگوں میں سے الٰہی اخلاق کی پابندی کا اصول اُٹھتا جاتا ہے لوگوں نے اِسکے مقابلہ میں ایک اپنا خود ساختہ اصول یا قانون بنا لیا ہے اگر خدا درگزر اور بُردباری نہ کرے تو یہ گنہگار دنیا ایک دن بھی باقی نہیں رہ سکتی۔ اور اگر غلطیوں پر گرفت کرے تو نیکی کا نام بھی باقی نہ رہے۔

صوفیائے کرام نے سب سے پہلے کیا کوشش کی اور اُن کا ضمیر کہاں ٹھیرا۔ اُسی مرکز پر کہ خدائی اخلاق سے اپنے تئیں متصف کیا جائے۔ صادق القلب صوفی ایک لغزش کھانے والی روح کو تنبیہ کرنے پر اُسکے واسطے تضرع سے دعائیں بھی کرتا ہے۔ لیکن جو اُس کے حقوق جائز ہیں اُنہیں غصب نہیں کرتا کیونکہ

اس کا عمل خدائی عمل کے خلاف ہے - ایک نبی علیہ السلام کے گھر میں ایک دہریہ مہمان ہوا، نبی علیہ السلام نے اُسکی مدارات اور خاطر داری و ضیافت سے اس واسطے پہلو تہی کی کہ وہ خدا کا منکر ہے - خدائے جلیل کی جانب سے عتابی رنگ میں القا ہوا -

تُم اپنے بندے کو باوجود اس غلطی کے اب تک پالتے رہے اور تم ایک وقت کی روٹی سے بھی رہ گئے "

یہ کیا تھا - خدائی اخلاق کے خلاف کرنا دنیا میں رہکر یہ چاہنا کہ کسی شخص کی خلاف مرضی کوئی بھی نہ رہے یہ ایک فریب دہ خیال ہے - خدا کی مرضی کے خلاف دنیا کا بہت سا حصہ چل رہا ہے - لیکن خدا اُنکے ساتھ نہ تو کنجوسی کرتا ہے اور نہ انہیں زندگی کی ضروریات اور معاشرتی مواجب سے جواب دیتا ہے - کیا یہ عمل ہمارے واسطے ایک سند اور فتوے نہیں ہے - اور ہم اسکے محتاج نہیں ہیں؟

دنیا کی اکثر خرابیوں اکثر الجھنوں اکثر جھگڑوں کا موجب صرف یہ ہے کہ ہم خدائی اخلاق سے وابستہ نہیں ہوتے خدا اگر نیکی اور گرفت چاہتا ہے تو یہ بھی چاہتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ وسعت خیالی سے سلوک کریں - ان امور میں دخل نہ دیں جو صرف خدا کا ہی حصہ بخرہ ہیں - تعصب - ضد سے کام لینا اور ایک دوسرے کی خرابی میں ساعی رہنا قطعًا خدائی اخلاق کے خلاف ہے -

خدا محبت ہے اور اُسکی محبت میں ایک بردباری اور استقلال ہے - اُسکی گرفت نفسانیت اور ضدیت سے پاک اور صاف ہے -

دنیا کی معادی اور معاشرتی آسائش محض خدائی رنگ میں ہے - خدا ہمیں تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللہ کی توفیق بخشے جو ایک جامع وسعت خیالی اور کشادہ دلی ہے اور ایک دوسرے کی محبت میں ہم سب کے سب وارفتہ ہوں ؎

اجزائے دل زتفرقہ یا رب نگاہ دار زیں دفتر فادرقے مپوش و پس مباد

زیارہ نیاز نظام الدین

خمسہ بر غزل حضرت قدسیؒ

شربتِ عشق رخِ پاک کی ہو تشنہ لبی — سوزشِ آتشِ فرقت رہے سینہ میں دبی
تجھ سے بڑھکے زمانہ میں ہوا کوئی نبی؟ — مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

پیشِ قد ہو گیا فردوس میں طوبیٰ بھی خم — سامنے آنکھوں کے نرگس بھی ہے حیران ہم
تابِ نظارہ نہیں مجکو تری جاں کی قسم — من بیدل بجمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

تو ہی ایسا ہے جو ہے عرش بریں پہنچا — تو ہی مشہور زمانہ میں ہے محبوبِ خدا
تیری خدمت کے لیئے رہتا تھا جبریلؑ کھڑا — نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدمؑ را
برتر از عالم و آدمؑ تو چہ عالی نسبی

مدح خواں تھے اُسکے انس و جن و وحش و طیور — رکھتے تھے اسکا ہی پہلے ملائک مذکور
بر سرِ فرش زمیں تھا یہی خطۂ پُرنور — ذاتِ پاکِ تو دریں ملکِ عرب کردہ ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

تو ہے وہ بحرِ کرامات مرے خیر انام — پاتے ہیں نشو و نما تجھسے ہی رکنِ اسلام
فیض سے تیرے شگفتہ ہیں گلِ خاص و عام — نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بشیریں رطبی

وہ پڑا رہتا تھا دروازہ پہ تیرے بیغم — جلوۂ روئے مبارک کا تھا ناظر ہر دم
میں یہاں قیدِ معیشت میں ہوں باشاہ امم — نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بسگِ کوئے تو شد بے ادبی

اے مہاراج عروج تو ز افلاک گزشت میرے سرتاج عروج تو ز افلاک گزشت
بخدا آج عروج تو ز افلاک گزشت شب معراج عروج تو ز افلاک گزشت
بمقامیکہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبیؐ

جتنے ہیں عرش سے تا فرش زمیں مخلوقات جتنے گزرے ہیں جو کچھ ہو نگے جو ہیں موجودات
العطش سب کی زباں پر ہو میانِ ظلمات ما ہمہ تشنہ لبانیم تو ئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زحد میگزرد تشنہ لبی

عاشقِ زار سے اِس درجہ نہ رکھ دلمیں کجی سوزشِ آتش فرقت نے جلایا ہو جی
خواہش وصل اِسے بھی ہے مثال قدسی سیدی انت حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پے درماں طلبی

پربھو دیال۔ عاشق لکھنوی از پنج

غزل

جان شیفتۂ روئے تو محبوب الٰہیؒ دل بستۂ گیسوئے تو محبوب الٰہیؒ
چشم است ازان سوئے تو محبوب الٰہیؒ بیند رخ نیکوئے تو محبوب الٰہیؒ
در باغ ارم ست نوا سنجیٔ بلبل در وصف گل روئے تو محبوب الٰہیؒ
جاں بر تو فدا کردم و دل نیز بسازم قربان سر ابروئے تو محبوب الٰہیؒ
سُنبل بگلستان جناں گشت معنبر از نکہت گیسوئے تو محبوب الٰہیؒ
با مہر فلک کرد عطا آئینہ داری حُسن رخ نیکوئے تو محبوب الٰہیؒ
چوں ذرۂ بے نور ز شرم است بلاشک خورشید بر روئے تو محبوب الٰہیؒ
اُفتاد ز پہلو دل ہر عاشق و شیدا بر راہ سر کوئے تو محبوب الٰہیؒ
از پئے طلب بود سر راہ طریقت باسی نگاہ پوئے تو محبوب الٰہیؒ
افسون زدہ کردہ است دل و جان حسن را
ایں نرگس جادوئے تو محبوب الٰہیؒ

انگریزی تذکرہ حضرت بُلھے شاہ رح کا ترجمہ

اِس پیرائے میں جو حضرت بلھے شاہ رح نے محبت کے متعلق اپنے خیالات کے اظہار کے لیئے اختیار کیا ہے۔ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔ اور جو حضرت بلھے شاہ ہی تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ تمام پنجابی قصص حسن وعشق میں پائی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ عاشق ہمیشہ عورت دکھائی جاتی ہے۔ اور معشوق مرد جب ہم خالص مذہبی نظموں کو جیسی حضرت بلھے شاہ کی ہیں پڑھتے ہیں تو یہ بات عجیب معلوم نہیں ہوتی کیونکہ پیشتر سے غزل الغزلات نے ہمارے کانوں کو آشنا کر دیا ہے۔ لیکن جب ہم اِن نظموں کو پڑھتے ہیں جو خالصتہً حسن وعشق کے افسانے ہیں۔ اور کچھ بھی روحانی معنی نہیں رکھتے۔ تو یہ عاشق و معشوق کی تبدیلی مغربی خیالات کو عجیب معلوم ہوتی ہے۔ ہم مغربی لوگوں کے نزدیک جن کے کانوں میں اب تک قرونِ متوسط کی مثنویوں کی آوازیں گونج رہی ہیں۔ عورت نصف دیوی کا مرتبہ رکھتی ہے۔ اور وہ ایسی ذات ہے جسکی ہم پرستش کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں عاشق ہمیشہ مرد ہوتا ہے۔ اور عورت ہمیشہ معشوق۔ اور مغربی یورپ کے اچھے حسن عشق کے افسانوں میں یہی بات دیکھی جاسکتی ہے کہ مرد عورت سے محبت کرتا ہے تقریباً تمام پنجابی شاعری میں عورت ہی عاشق دکھائی جاتی ہے۔ اور مرد معشوق عورت ہی ہے جو اپنے آقا اور مالک کے ہجر میں آہ وزاری کرتی اور روتی ہے۔ یہ عورت ہی ہے جو تعریف کرتی ہے۔ اور مرد ایک دیوتا ہے جسکی وہ پرستش کرتی ہے۔

یہ کہنا مشکل ہے کہ اس علمی روایت کا اصلی سبب کیا ہے۔ خود پنجابی شعرا بھی اسکو نہیں جانتے۔ جہاں تک میرا علم رسائی کرتا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ روایت

ں پنجاب کو عربی - فارسی - اور سنسکرت علم ادب سے ورثہ میں نہیں پہنچی - ان
۔ں زبانوں میں غزل کے لیئے یہ قدرتی بات تسلیم کی گئی ہے کہ مخاطب عورت
بنایا جائے - ایک دفعہ میں نے پنجاب کے ایک شاعر سے پوچھا تھا کہ اس خصوصیت
وجہ کیا ہے - لیکن چونکہ اُس نے اِس بات پر پہلے کبھی غور نہیں کیا تھا - اِسلیئے
بھی اسکا قابل اطمینان جواب سوچنے میں پریشان رہا - اور آخر کار اس نے
بات نکالی کہ مرد کے لیئے یہ امر زیادہ ارفع و اعلیٰ ہے کہ اُس سے محبت کیجائے
نسبت اِسکے کہ وہ خود محبت کرے - اور اِس روایت کا مقصد صرف یہ ہے کہ
کی بزرگی اور مرتبہ کو قائم و بحال رکھا جائے - ایک اور شاعر نے میرے دریافت
نے پر مجھے لکھا کہ " ایشیائی لوگوں کا حیار کی نسبت کچھ اور ہی خیال ہے - کوئی
اعر کسی ایسے مضمون پر خواہ وہ نیچرل ہی کیوں نہو - اِس قسم کا کوئی مضمون نہیں
ر سکتا جس سے لوگوں کے حیار کے خیال کو صدمہ پہنچے - اِس لیئے شعرا عام طور
دوسری قسم کے مضامین پر نظمیں لکھنے کے لیئے مجبور ہیں - رفتہ رفتہ عورت
خاص محبت کی پتلی یا محبت کی دیبی خیال کیا گیا " آخر میں وہ شاعر جو اپنے ملک
، لوگوں کو دوسروں کی نسبت اچھی طرح جانتا ہے لکھتا ہے کہ " یہ روایت بالکل
رت اور نیچر کے موافق ہے - کیونکہ پنجابی عورت پنجابی مرد سے زیادہ محبت کرنے
لی ہوتی ہے " ۔

ڈاکٹر سیشن مجھ سے کہتے ہیں کہ " اِس قسم کی علمی روایت آجکل ترکی زبان میں
ی ہے - لیکن اُنکی رائے یہ ہے کہ اِس روایت کی مطابقت ایک سے زیادہ مشرقی
بانوں سے ہو سکتی ہے - لیکن اسکی بنا اور سبب دریافت کرنا بہت ہی چھان بین
تحقیق پر منحصر ہے - اور پھر بھی یہ یقین نہیں ہو سکتا کہ کوئی قابل اطمینان سبب
یافت ہو سکے " ۔

خیر جو کچھ بھی اس عجیب روایت کی وجہ ہو یہ کہا جا سکتا ہے کہ پنجابی عشقیہ شاعری پر اس کی شہرت کی کثرت کو کم کرنے والا اور مہلک اثر پڑتا ہے۔ افغانی شاعر محمد جی کی ایک کافی جسکی غزلوں کو ایم۔ ڈارمس فلٹیر نے اپنی کتاب میں ترجمہ کیا ہے۔ پنجاب کے تمام عشقیہ قصوں کے برابر ہے۔ اسکی وجہ کچھ مشکل نہیں ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ پنجابی شاعر اگر کوئی عشقیہ نظم لکھنا چاہتا ہے تو وہ اولاً عورت کی سی سب باتیں (خیالات۔ جذبات وغیرہ) اختیار کرتا ہے۔ اور پھر اسکے نکتۂ خیال سے لکھتا ہے نتیجہ اُسکا یہ ہوتا ہے کہ تمام ذاتی اور اصلی جذبات ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور انکے بجائے غیر فطرتی اور غیر حقیقی جذبات جگہ لے لیتے ہیں۔ افغانی شاعری فطرت کے موافق ہے۔ اور اصلی جذبات کی تصویر کھینچنے والی ہے۔ اور "بعض بعض افغانی عشقیہ نظمیں" ایم۔ ڈارمس فلیٹر کے خیال میں "دنیا کے عشقیہ علم ادب میں لاثانی ہیں"+

شاعر ہونے کی حیثیت سے بلھے شاہ اعلیٰ درجہ کے شاعروں کی صف میں شمار نہیں ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ ایک بے تعصب مذہبی معلم ہیں۔ جنھوں نے نظم کو اپنے خیالات اور تعلیمات ظاہر کرنیکا آلہ بنایا ہے۔ اور جنھوں نے زیادہ تر اپنی تعلیم اور اپنے پیغام کی سچائی کا زیادہ خیال رکھا ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ نظم کو شاندار الفاظ کا لباس پہنائیں۔ اسلیئے میں اب صرف اُنکی تصنیف میں سے ایسے اقتباسات بیان کروں گا۔ جو اُن کے فلسفہ اور اُنکے اس خیال پر کہ زندگی میں انسان کا کیا مقصد اور فرض ہے روشنی ڈالیگا۔ وہ اس بات کو بخوبی سمجھے ہوئے ہیں کہ تصوف کا سمجھنا کوئی آسان کام نہیں ہے +

جے ظاہر کراں اسرار تائیں ۔۔۔ سب بھُل جاون تکرار تائیں
پھر مارن سبھلے یار تائیں ۔۔۔ ایتھے مخفی گل سوہندی ہے

(ترجمہ) "اگر میں عقدہ کو حل کر دوں تو تمام لوگ مذہبی جھگڑے ہٹا کر اپنے بھولے ہوئے دوست سے ملنے کی خواہش کرینگے۔ اور یہی مخفی بات ہے"

بلہا شوہ اساں تھیں کجھ نہیں بن شوہ تھیں دوجا لکھ نہیں
پر ویکھن والی اکھ نہیں تاہیں یاں پئی دکھ سہندی ہے
جد میں سبق عشق دا پڑھیا دریا ویکھ وحدت دا وڑیا
گھمن گھیراں دیوچ اڑیا شاہ عنایت کیتا پار

(ترجمہ) "بلھے! ہمارا معشوق ہم سے جدا نہیں ہے۔ ہر دم صرف اُسیکا خیال رکھو لیکن اِس سچائی کو دیکھنے کیلئے کوئی آنکھ نہیں ہے۔ اسی لیئے محبت میں انسان کو تکلیفیں پہنچتی ہیں"۔ جب میں نے محبت کا سبق لیا تو میں دریائے وحدت دیکھکر بہت ڈرا۔ میں دریائے محبت میں غرق ہو رہا تھا۔ لیکن میرے پیر و مرشد حضرت عنایت شاہ صاحب نے مجھے پار اتار دیا۔"

حضرت بلھے شاہ دوسرے لوگوں کی طرح اِس بات سے ناراض ہوتے ہیں کہ بے وقوف لوگ دنیا میں عیش و عشرت سے زندگی بسر کریں۔ اِس خیال سے متاثر ہو کر فرماتے ہیں ؎

پا پڑہیاں سے میں نساناں پا پڑہیاں سے میں نساناں
کوئی منصف ہو نروارے تاں میں دساں ہاں

پا پڑہیاں سے میں نساناں

عالم فاضل میرے بھائی پا پڑہیاں میری عقل گوائی
عشق دے ہلارے تاں میں دساں ہاں

پا پڑہیاں سے میں نساہاں

سلہ دریائے محبت جسکے ایک کنارے پر معشوق کھڑا ہو اور عاشق منجدھار میں اپنے معشوق کے پاس پہنچنے کی کوشش کر رہا ہو۔ ایک پسندیدہ استعارہ ہے جسکو پنجابی عشق کے افسانوں میں بکثرت دیکھا جاتا ہے۔

بلھا اینہاں توں بھی اگے آیا داداگود کھلایا

(ترجمہ) میں اُن لوگوں کی صورت سے بھاگتا ہوں جو جاہل ہیں (لفظی جنھوں نے کتاب علم کا چوتھائی حصہ پڑھا ہے) اگر یہاں کوئی منصف مزاج اور عقلمند آدمی ہو تو میں اُسے بتاؤں۔ عالم لوگ میرے بھائی ہیں۔ لیکن جو کتاب علم سے بہت ہی کم بہرہ ور ہیں وہ تو مجھے پاگل کئے دیتے ہیں۔ اگر کوئی عاشق آئے تو میں اُسے بتاؤں۔ بُلھا! تم دوسروں کی نسبت علم میں بہت آگے نکل گئے ہو۔ تم نے اپنے داداکو اپنی گود میں کھلایا ہے[1]"۔

ایک کافی جو مادّے کی یکسانیت، اور یگانگت (وحدت) کے متعلق ہے اس قابل ہے کہ یہاں لکھی جائے۔

ماٹی قدم کرینداری یار

ماٹی جوڑا ماٹی گھوڑا ماٹی کا اسوار
ماٹی ماٹی نوں دوڑائے ماٹی کا کھٹکار

ماٹی قدم کریندی یار

ماٹی ماٹی نوں مارن لگی ماٹی دے ہتھیار
جس ماٹی پر بھنی ماٹی تِس ماٹی ہنکار

ماٹی قدم کریندی یار

ماٹی باغ باغیچہ ماٹی ماٹی دی گلزار
ماٹی ماٹی نوں ویکھن آئی ماٹی دی بہار

ماٹی قدم کریندی یار

ہس کھیڈ پھیر ماٹی ہوئی ماٹی پاؤں پسار

---

[1] یعنی علم روحانی میں اپنے داداان کے مقابلہ میں محض ایک طفل شیرخوار ہیں ۱۲

بلھا! جاں ایہ بجھارت بجھی   لاہ سٹن ہوئیں ہار

ماٹی قدم کریندی یار

(ترجمہ) "ہر متحرک چیز خاک کی بنی ہوئی ہے۔ سوار کا لباس مٹی سے مرکب ہے۔ اور اسکا گھوڑا بھی مٹی کا بنا ہوا ہے۔ خود سوار بھی خاک سے بنا ہے۔ خاک خاک کو دوڑاتی ہے آواز بھی خاک کی بنی ہوئی ہے۔ مٹی مٹی سے جنگ جدل کرتی ہے۔ اور ہتھیار بھی خاک کے ہیں۔ زمین جسپر خاک بنتی ہو مٹی سے مرکب ہو۔ باغ و گلزار مٹی کے ہیں۔ پھول بھی مٹی کے ہیں۔ خاک سے خاک ملنے آتی ہے۔ سوتی ہوئی چیزیں (مردہ انسان و وحوش) بھی مٹی کے ہیں"۔ آخری شعر میں بلھے شاہ مشرقی قاعدہ کے موافق اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ "بلھا! جب تم اس معمہ کو حل کر لو۔ تو تمہیں چاہیئے کہ خود دلبر (کے لباس) کو اتار کر پھینک دو"۔

بنسی اچرج کاہن بجائی

بنسی والیا چاکا رانجھا   تیرا سب نال ہے سانجھا
تیریاں موجاں سادا مانجھا   ساڈے سر تیں آپ ٹلائے

بنسی اچرج کاہن بجائی

بنسی سب کوئی سنے سناوے   ارتھ اس دا کوئی ورلا پاوے
جو کوئی انحد دی سر پاوے   سو اس بنسی دا سودائی

بنسی اچرج کاہن بجائی

اس بنسی دے پنج ست تارے   آپ اپنی سر بھردے سارے
اک سر سب دے وچہ دم مارے   ساڈی اس نے ہوش بھلائی

بنسی اچرج کاہن بجائی

اس بنسی دا الٹاں لیکھا   جس ڈھونڈا تس نے دیکھا

ساری اس بنسی دی ریکھا　　اس جو دوں صفت اُٹھائی

بنسی اچرج کاہن بجائی

بُلھیا! وچ پئے تکرار　　بوہے آن کھلوتے یار

رکھیں کلمے نال بیوہار　　تیری حضرت بھرے گواہی

بنسی اچرج کاہن بجائی

(ترجمہ) تم نے عجب طور سے بانسری بجائی ہے اے بانسری بجانے والے! تمھاری بانسری کے کئی سوراخ ہیں۔ اور ہر ایک کا سر علیحدہ ہے۔ لیکن تمھارا گیت سب سُروں کو موافق کر لیتا ہے۔ ہر شخص بانسری بجاتا ہے۔ اور اسکی آواز سنتا ہے۔ لیکن بہت کم لوگ ایسے ہیں جو گیت کے معانی کو سمجھ سکتے ہوں۔ اس بانسری کے پانچ سات تار ہیں۔ اور وہ سب اپنا اپنا سُر آپ بھرتے ہیں۔ لیکن باوجود اسکے ان سب میں ایک سُر رہتا ہے جس نے مجھے بیہوش کر دیا ہے۔ یہ معمہ بہت ہی غور طلب ہے۔ لیکن جو لوگ اسپر غور کرتے ہیں وہ اسکا جواب پا ہی لیتے ہیں۔ اسی بانسری کی تمام رونق ہے۔ اسی سے صفات ظاہر ہوتے ہیں۔ بُلھا! ہمیشہ ذکرِ الٰہی رکھو۔ دوست دروازے پر کھڑا ہوا ہے۔ کلمہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تکرار کرتے رہو۔ پھر امید کی جا سکتی ہے کہ رسول اللہ صلعم تمہاری شفاعت کرینگے"۔

حضرت شاہ صاحب یہ نہیں کہتے کہ انسانی روح کا اصل خدائی روح کیسا تھ ایک ایسی چیز ہے جسے ہر شخص سمجھ سکتا ہو۔ بلکہ برخلاف اسکے فرماتے ہیں کہ "میں ہیر (عاشق) ہوں۔ مگر اب میں رانجھا (معشوق) بن گیا ہوں۔ یہ معمہ ہر کس و ناکس کی سمجھ میں نہیں آ سکتا"۔

دیکھو کس خوبصورتی کے ساتھ بلھے شاہ نے ہیر اور رانجھا کے ناموں کو جو پنجاب

کے ایک مشہور تاریخی قصے کے عاشق و معشوق ہیں۔ خدا اور انسان کے تعلقات کو ظاہر کرنیکے لیئے استعمال کرتے ہیں۔ کوئی شخص یہ کہنے میں کہ ہیر کی ایک مذہبی نظم جو گیا (Jalali) کی شان میں لکھی ہوئی ہے آسانی سے غلطی نہیں کرسکتا لیکن ہمیشہ یہ کہنا کسی طرح آسان امر نہیں ہے کہ ایک مشرقی شاعر خدائی اور انسانی محبت کے متعلق لکھ رہا ہے۔ دیوان حافظ کے مشرقی عالم باصرار کہتے ہیں کہ انکی تمام غزلیں مذہبی یا روحانی معنی رکھتی ہیں۔ لیکن جب وہ کہتے ہیں کہ میں ساٹھ برس کی پرانی شراب پسند کرتا ہوں اور ۱۶ برس کی معشوقہ۔ تو یہ یقین کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ اسکے معنی بالکل روحانی ہی ہیں۔ مگر یہ الزام بُلھے شاہ پر کسی طرح عائد نہیں ہوسکتا ان کے مداح اس بات کے کہنے میں بالکل راستی پر ہیں کہ ان کی شاعری بالکل روحانی ہے +

غالباً نہایت دلچسپ اور قابل خصوصیت بات جو ہم بُلھے شاہ کی نظموں میں پاتے ہیں وہ وہ روشنی ہے جو شاعر صاحب تصوف کے اخلاقی پہلو پر ڈالتے ہیں شاعر صاحب دو طرح سے اس معاملہ میں بحث کرتے ہیں۔ ایک صرف اخلاقی پہلو پر جب کہ وہ اپنے طریقہ "ہمہ اوست" کو بدلائل ثابت کرنیکے بغیر سچائی کی دعوت دیتے ہیں۔ اور دوسرے فلسفیانہ پہلو پر جب کہ وہ بے باکانہ مسئلہ ہمہ اوست کے قیاسی نتیجہ کو دیکھتے ہیں۔ اور ان خطرناک نتائج کے ڈر سے جو اس مسئلہ "الوہیۃ الکون" سے پیدا ہوتے ہیں۔ سہم سے جاتے ہیں +

جس جس دامان کریں تحیل سو ہی سنگ نہ جاتا	خموش شہروں دیکھ ہمیشہ سارا جگ جبن جل بھاتا
رین گئی نکلے سب تارے	اب تو جاگ سوداگر پیارے
اداگوں سرائیں ڈیرے	تیں اجے نہ سنیوں کوچ نقارے
توں جس دن جوبن متی سی	توں نال جو راندے رتی سی

ہو غافل دنیا دی تسی ہن باہیں تیری بہا نہیں
توں کھا کھا کھانے رجی سی تیں کولوں کوئی تیار نہیں
اج کل تیرا مکلاوہ ہے ان ڈٹھیاں نال ملاوا ہے
بلھا شوہ بن کوئی ناہیں ایتھے او تھے دوہیں سرائیں

(ترجمہ) "تمہارے اعمال کے مطابق تمہیں معاوضہ دیا جائے گا۔ شہر محبت کا یہی دستور ہے۔ تم اس دنیا میں دوزخ کی سی تکالیف برداشت کرتے ہو۔ لیکن آنیوالی زندگی میں تمہیں خوشی کا پھول ملیگا" حسن جسکا تم اتنا غرور کرتے ہو۔ کیا چیز ہے؟ یہ قبر میں تمہارے ساتھ نہیں جائیگا۔ ہر وقت شہر خموشاں کا خیال رکھو جہاں تم کو بالضرور جانا ہے"۔ اے مسافر! رات گزر گئی۔ ستارے غائب ہو گئے ہیں اب اٹھ بیٹھو۔ انسان محض سرائے میں رہنے والا ہے۔ کیا تمہیں نقارے کی آواز نہیں سنائی دیتی؟ تمہیں اس دنیا میں ہمیشہ کیلئے نہیں رہنا ہے۔ اس لیئے مت سو۔ جب تم جوانی کے غرور میں رہتے تھے تو تمہیں خوبصورت لوگوں کے ساتھ ملنے سے خوشی ہوتی تھی۔ لیکن اب تمہارے بازوؤں میں کچھ زور نہیں رہا ہے۔ تم نے اس دنیا میں کھانا کھایا ہے۔ اور ضیافتیں اڑائی ہیں۔ لیکن اب تمہیں یہی باتیں خواب خیال معلوم ہوتی ہیں۔ آجکل میں تمہیں کوچ کرنا ہے اور اپنے پیارے سے ملنا ہے۔ بلھا! دونوں جہانوں میں بغیر خدا کے اور کوئی نہیں ہے"۔

یہ جملے جو ہر ایک واعظ کی کتاب میں سے مل سکتے ہیں۔ اور جنکو بلھے شاہ نے نظم میں بیان کیا ہے انکو ایک سچا واعظ اور اتالیق ہونے کی حیثیت سے ظاہر کرتے ہیں۔

اب ہمیں ان کا دوسرا پہلو دکھانا ہے جو بحیثیت ایک ایسے فلسفی کے ہے

جو بیباکانہ "مسئلہ ہمہ اوست" کو بدلائل منطق نتیجہ پر پہنچا دیتا ہے۔ شاعر صاحب حضرت ایوبؑ کے بیباکانہ لہجہ میں خدا تعالیٰ کو اسطرح سے مخاطب کرتے ہیں :-

موسےؑ اُتے فرعون بنا کے دو ہو کے کیوں لڑدا
منصور پیارے کہیا انا الحق کہہ کہایا کیں

(ترجمہ) "اے خدا! تو نے فرعون کو حضرت موسیٰؑ پر مقرر کیا۔ پھر اسطرح سے تو خود کیوں دو ہوکر اپنے آپ سے لڑتا ہے؟ اگر منصورؔ[1] نے اپنے آپ کو خدا کہا تو کس نے اُس سے یہ بات کہلوائی"۔

لیکن پھر جلدی ہی اسباب کو محسوس کر لیتے ہیں کہ یہ مسئلہ قطعی طور پر اچھائی اور برائی۔ اور حق و باطل کے فرق کو ڈھونڈ ڈالتا ہے۔ اور اس نتیجہ کو دیکھکر جو وہ بدلائل پیدا کرتے ہیں، سہم سے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

ایسی نازک بات میں کیوں کہندا ناں کہہ سکدا ناں جرادا

(ترجمہ) "میں نے ایسی نازک بات کیوں کہہ دی۔ مجھے یہ ہرگز نہیں کہنی چاہیے تھی۔ لیکن میں اسکے ظاہر کرنے سے باز بھی نہیں رہ سکتا تھا"۔

حضرت شاعر صاحب کو یقین ہے کہ گناہ کی ابتدا ایک خوفناک معمہ ہے اور وہ اپنے ریمارک کو اس فقرہ پر ختم کرتے ہیں کہ "خدا کی محبت ایک بھیڑیا ہے جو انسان کا لہو پیتا اور اُسکا گوشت کھاتا ہے"۔

اس طرح سے بلھے شاہ جو پنجاب کے ایک سیاح شاعر اور واعظ ہیں۔ سچائی کی تلاش کے انجام پر اپنے آپ کو بالکل فرانس کے ایک مشہور فلسفی

[1] منصور ایک زبردست صوفی تھا۔ جو مسئلہ ہمہ اوست کا قائل تھا۔ اس نے اپنے آپ کو خدا سے مناسبت دی۔ اسپر وہ علمائے شریعت کی جیوری کے سامنے پیش ہوا اور آخر کار بغداد کے بادشاہ کے حکم سے پھانسی پر لٹکایا گیا۔ اس کا مزار بغداد میں ہے ۱۲

پاسکلؒ کی حالت میں دیکھتے ہیں جو غور و فکر کرنیکے بعد اپنے نتائج پر حیران و پریشان تھا۔ اور جو آخر کار اسی پریشان حالت میں چلا اُٹھا اور کہا: "میرے خدا میں کب تک اِسی حالت میں رہوں گا۔ جو میرے لیئے ایک قسم کا عذاب ہے۔ اور عقل کے لیئے سوچ و بچار کا مشغلہ ہے"٭

اس طور سے شرقی اور مغربی سچائی کی تلاش میں تاریکی میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ اور زندگی کے نہ حل ہونیوالے عقدوں کے سُلجھانے میں پریشان ہیں۔ لیکن دونوں اپنے سفر زندگی کے اختتام پر خدائے جل و علا کے سامنے جُھک جاتے ہیں ٭

---

[۱] یہ شخص بمقام کلرمونٹ ۱۶۲۳ء میں پیدا ہوا تھا۔ یہ بڑا زبردست فلاسفر اور مشہور فرانسیسی اہل قلم ہے۔ ریاضی سے اِسکو قدرتاً مناسبت تھی۔ اِسکے والد نے اس خیال سے کہ کہیں اسکی توجہ دوسرے کسی مضمون کی طرف مصروف نہو جائے اسکو علم اقلیدس سیکھنے سے منع کر دیا تھا۔ لیکن اِسکی طبیعت نے خود اقلیدس کے پہلے مقالہ کی کئی شکلوں کو دریافت کیا اِسپر اُسکو اس علم کے سیکھنے کی اجازت دیدی گئی۔ چنانچہ وہ علم ریاضی میں کئی کتابوں کا مصنف ہے۔ تقریباً بیس بائیس برس کی عمر میں اسے مذہب اور علم معرفت کا شوق ہوا۔ اور یکایک تمام تعلقات سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور اِسوقت سے تصوف کے مطالعہ اور مناظرہ میں مشغول ہو گیا۔ وہ ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتا رہا کہ میرے ہمجنسوں کی دنیاوی اور روحانی ترقی ہو۔ آخر ۱۶۵۴ء میں وہ پورٹ رائل چلا گیا۔ اور اپنی زندگی کے باقی دن وہیں بسر کیئے۔ ۱۶۶۲ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اِسکی ایک کتاب (PENSEES) جو تصوف کے متعلق ہے۔ انگلستان میں خاص شہرت رکھتی ہے ۱۲ (A BooK of Treasury)

مترجم۔ ضیاء الدین احمد برنی

کلامِ اکبر

ذہن میں جو گِھر گیا لاانتہا کیونکر ہوا
جو سمجھ میں آگیا پھر وہ خدا کیونکر ہوا

طالبِ دولت کو اکبر کسطرح سمجھوں خضر
خود جو گم ہے فکر میں وہ رہنما کیونکر ہوا

اشارہ ہے یہی بادِ صبا کا
چمن اک رنگ ہے اُنکی ادا کا

نسیمِ صبحگاہی وجد میں ہے
عجب مطلب ہے بلبل کی صدا کا

کام کوئی مجھے باقی نہیں مرنیکے سوا
کچھ بھی کرنا نہیں اب کچھ بھی نہ کرنیکے سوا

موت سے ڈرتے ہیں اب پہلے یہ تعلیم نہ تھی
کچھ نہیں آتا تھا اللہ سے ڈرنیکے سوا

حسرتوں کا بھی مری تم کبھی کرتے ہو خیال
تم کو کچھ اور بھی آتا ہے سنورنیکے سوا

محو حیرت ہی رہی بحر میں ہر چشم حباب
کچھ نہ تھی ہستیٔ امواج گزرنیکے سوا

عشق کے فن میں ہے اکبر کا بھی درجہ عالی
عیب کچھ اسمیں نہیں ضبط نہ کرنیکے سوا

اکبر ۔ از الہ آباد

۷۸۶

روزنامہ

سفرِ حجاز وروم وشام

۷۔جون ۱۹۱۱ء چہارشنبہ

صبح ۷ بجے عدن پہنچے ۔میری گھڑی میں ۱۰ بجے ہیں ۔کیونکہ میں نے اب تک دہلی کے وقت کو تبدیل نہیں کیا۔ مجھے اِسکے برقرار رکھنے میں بڑا لطف آتا ہے جب دیکھتا ہوں کہ ۹ بج گئے ۔اور سورج غروب نہیں ہوا تو عجب عجب خیالات آتے ہیں۔ اللہ کی قدرت ۔اِسوقت دہلی میں خاصکر منزلگاہ حلقہ میں لوگ کھانا کھاکر نمازِ عشا کا سامان کررہے ہوں گے اور یہاں ابھی سورج بھی نہیں چھپا صبح طلوع بھی میری گھڑی کے حساب سے نو بجے ہوتا ہے ۔ممکن ہوا تو دہلی کے وقت کو سارے سفر میں قائم رکھونگا۔

عدن کا جزیرہ دو گھنٹے سے نظر آرہا تھا۔ خشک پہاڑوں کا سلسلہ دریا میں پاؤں جمائے کھڑا ہے ۔جہاز نے لنگر ڈالدیا تو مجھے اُن سمالی لڑکوں کی فکر ہوئی جو دریا میں غوطے مارتے اور کمینی حرکات کرکے مسافروں سے پیسہ مانگتے ہیں۔ جن کی مولانا شبلی نے بڑی ہجو کی ہے ۔اور جنھوں نے مولانا کو بہت اندوہگین کیا تھا۔ مگر خدا کا شکر کہ مجکو وہ نظارہ پیش نہ آیا۔ بلکہ اِس کے برخلاف دیکھا کہ سمالی لڑکے تجارتی اسباب کی کشتیاں لیکر آئے ۔اور جہاز پر چڑھ کر مال فروخت کرنا شروع کردیا۔ اِنکے پاس شترمرغ کے انڈے تھے جو عہر فی عدد دیتے تھے ۔شترمرغ کے پروں کی خوشنما پنکھیاں تھیں ۔گلے کے گلوبند تھے ۔مناظرِ عدن کے پوسٹکارڈ تھے ۔یہ لڑکے سب باتیں جانتے ہیں

بھی خوب بولتے ہیں۔ اہل یورپ سے دلیرانہ معاملہ کرتے ہیں۔ اور ہندی
دں کی طرح ذلت سے بازوؤں کو خم نہیں کرتے۔ نہ بیموقع اظہار انکساری میں
ت نکوستے ہیں۔ عدن میں جانیوالے مسافروں کا ڈاکٹری معائنہ ہواجب وہ
۔ چلے گئے توہم بھی کھانا کھاکر اپنے یورپین ہم سفروں کے ساتھ عدن میں
۔ جہاز سے کنارہ تک کشتی کا ہر فی کس کرایہ مقرر ہے +

پہلے خطوط ڈاک میں ڈالے۔ روزنامہ کی رجسٹری کیوقت بڑی دقت ہوئی
نے پتہ اردو میں لکھا تھا۔ بابو نے جو پونا کا برہمن تھا۔ انگریزی پتہ لکھنے کی
اہش کی۔ حیران ہوا کس سے لکھواؤں یورپین ہمراہیوں میں بھی کوئی
ا سائے اُردو نہ تھا جو صحیح طور پر پورا تلفظ اوا کر سکتا۔ مایوس ہو کر بنچ پر
ھ کیا۔ اور انگریزی کی ضرورت پر قصیدہ خوانی کرنے لگا آخر قدرت نے پرتگیز دوست
سٹر ڈیسوزا کو بھیجدیا۔ جنسے پتہ لکھوا کر جسٹری روانہ کی اس کے بعد تار میں بھی
ی دقت ہوئی +

اتفاق سے مسٹر ڈیسوزا پھر اِدھر آن نکلے۔ اور تار کا کام پورا ہوا۔ عدن
ں ڈاک کا حساب بالکل ہندوستان کے موافق ہے۔ یعنی ٹکٹ اسیقدر لگانے
تے ہیں جتنے ہندوستان میں۔ البتہ تار کا ایک روپیہ لفظ لیتے ہیں +

اسکے بعد ہم نے مسٹر ڈیسوزا کی معیت میں ایک لینڈو گاڑی تمام عدن کے
شت کے لیئے چار روپیہ میں کرایہ کی اور پھرنا شروع کیا +

اگر دنیا میں کوئی ایسا شہر ہے جہاں درخت اور گھانس کی پتی تک نظر نہ آتی
ہو تو وہ عدن ہے۔ چٹیل میدان۔ ہوحق۔ پہاڑ خشک پڑے ہیں۔ مکانات عمدًا
پست اور بدنما ہیں۔ یہودی یہاں کے تجارت کے سبب زیادہ خوشحال ہیں
یہاں ہندو بھی تجارت کرتے ہیں +

عدن میں ایک اردو کا مدرسہ ہے جو پرجوش نوجوان سید حسین حمُّود کے اہتمام میں خوب ترقی کر رہا ہے۔ ایک سو سے زیادہ لڑکے پڑھتے ہیں جن میں میمن۔ خوجے۔ عرب سب ہی ہیں۔ نصاب تعلیم انجمن حمایت اسلام کی طرز کا ہے۔ عبدالشکور صاحب ہندی پنشنر اسکے کارگزار مدرس اعلیٰ ہیں۔ پہلے یہ مدرسہ مہتمم صاحب کے بزرگوں کے مصارف پر چلتا تہا۔ اب انگریزی گورنمنٹ نے بھی چار سو روپیہ سال گرانٹ مقرر کیا ہے جس میں انکو اور بھی اضافہ کی امید ہے۔

دوسرا ایک مدرسہ عربی کا ہے۔ جسمیں عرب لڑکے زیادہ پڑہتے ہیں۔ اسکے مہتمم شیخ محمد عمر بازرع ہیں۔ اُسمیں تیس کے قریب لڑکے پڑہتے ہیں۔ گورنمنٹ نے ابھی اسکا کچہہ مقرر نہیں کیا +

ایک اور مدرسہ انگریزی کا ہے جسکو ہائی سکول کہنا چاہیئے۔ اسمیں سو سو کے قریب لڑکے پڑہتے ہیں۔ عرب۔ یہود۔ سُمالی وغیرہ سب اسمیں حصہ لیتے ہیں۔ اِسکے سب مصارف گورنمنٹ کے ذمہ ہیں

اب ہماری دل لگی کی کہانی سُنیئے۔ عدن میں اتنے بزرگوں کے مزارات ہیں۔ یہ وہ مزار ہیں جن کی عظمت مسلم ہے۔ اور دور دور سے لوگ اُنکی زیارت کو آتے ہیں۔

(۱) سید عبدرؤس بن عبداللہ رضہ
(۲) شیخ جوہر رضہ
(۳) شیخ ابان نبیرہ حضرت امیرالمومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ
(۴) شیخ عبداللہ العلوی رضہ
(۵) شیخ عبداللہ رضہ
(۶) شیخ حسین اَحدَلؒ رضہ
(۷) احمد اَحدَل رضہ
(۸) شیخ ہاشم بحَرُ رضہ
(۹) شیخ عثمان رضہ
(۱۰) سید علی ابن احمد رضہ

اِن سب درگاہوں میں سرخ رنگ کے پہریروں کے جہنڈے نصب ہیں جنپر ہر سال عرس ہوتے ہیں ۱۲

اِن بزرگوں کے مفصل حالات کی کتاب عدن میں ملتی ہے جسکے بھیجنے کا سید حسین محمود نے وعدہ کیا ہے۔ وہ آجائیگی تو سفرنامہ کی تکمیل کے وقت حاشیہ میں یہ حالات نقل کردیئے جائینگے ⁂

زندہ مشائخ بھی کئی ہیں۔ مگر مجکو صرف سید محمد بن عبداللہ البار کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ بار سلسلہ نقشبندیہ کی ایک شاخ ہے جسکے سرسلسلہ سید عمر بن عبدالرحمٰن البار تھے۔ اِس سلسلہ کے ایک بزرگ مدینہ شریف میں بھی ہیں جنکا اسم گرامی سید البار صاحب نے مجکو لکھوادیا ہے۔ سید البار صاحب پچاس سالہ بزرگ ہیں۔ بشرہ سے آثار بزرگی مترشح ہیں۔ نہایت سادگی سے ایک بوریہ پر عرب جماعت کے حلقہ میں بیٹھے تھے۔ اُنسے بہت دیر تک مترجم کے ذریعہ گفتگو رہی۔ کیونکہ یہ عدن کی عربی کے سوا اور کوئی زبان نہیں جانتے۔ ہندی مشائخ کے حالات دریافت کیئے۔ اور حلقہ نظام المشائخ کا حال سُنکر بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ مسلمانوں کو دین مضبوط کرکے موجودہ علوم ضرور حاصل کرنے چاہئیں۔ تاکہ وہ اقوام غیر کے دوش بدوش زندگی بسر کرسکیں ⁂

عدن کو پورے چار گھنٹے گشت لگاکر خوب دیکھا۔ جگہ جگہ ٹہیرکر میں بچوں سے باتیں کرتا تھا۔ تعجب ہے کہ سب خوب اردو بولتے ہیں۔ یہ عموماً سُمالی قوم کے ہیں۔ سُمالی مُلّا کے شاکی تھے کہ اسکو خوف خدا نہیں۔ ہمارا مال لوٹ لیا اور ہمکو گھر سے بے گھر کردیا۔ اُنکو اسکا بھی افسوس ہے کہ انگریزوں کی دوستی میں ہم نے یہ نقصان اٹھایا۔ مگر انگریز خزانہ گھٹ جانیکے سبب مُلا کے سامنے سے بھاگ آئے۔ اور ہمکو درمیان میں چھوڑ دیا ⁂

میں نے کہا کہ نہیں انگریز ایسے غریب نہیں ہیں کہ ذراسی بات میں اُن کا خزانہ کم ہوجائے تو اُنھوں نے سوال کیا۔ آپ یہی بتایئے کہ پھر انگریزوں نے

مُلّا کا مقابلہ کیوں چھوڑدیا۔ اور مفتوحہ ملک کیوں خالی کرکے چلے آئے۔ اِس قسم کے خیالات اِن میں عام طور پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اِن میں سے ایک بچہ کا میں نے نام پوچھا تو بولا نور۔ میں نے کہا تیرا رنگ تو اسقدر کالا اور نام ایسا سفید۔ ہنسکر کہنے لگا۔ کفرستان کے اثر نے نور کو کالا کر دیا ہے +

جب ہم واپس آئے۔ اور کشتی پر سوار ہوئے تو ملاح لڑکے نے ایک انگریز سے کہا۔ دوّنی دریا میں ڈالو۔ میں نکالونگا۔ چنانچہ انگریز نے دوّنی ڈالدی اور وہ لڑکا فوراً غوطہ مار کر مُنہ میں نکال لایا۔ جب جہاز کے قریب پہنچے اور ملاح کو چار آدمی کی اُجرت کا ایک روپیہ ملا تو اُس نے نہایت متانت سے انگریزی زبان میں کہا۔ لو صاحب اب تم دریا میں کود واور میں یہ روپیہ پھینکتا ہوں۔ اِسکو نکال لاؤ۔ صاحب اِسکی بیباکانہ بات سے ہنسنے لگے +

تیسرے پہر سید حسین حمود اور عبدالشکور صاحب جہاز پر ملاقات بازدید کے لیئے آئے۔ اور سلسلہ نظامیہ میں بیعت کی خواہش کی۔ چنانچہ اِن دونوں کو سلسلہ میں داخل کر لیا گیا +

شام کو بعد مغرب جہاز نے لنگر اٹھایا۔ آج عدن سے ایک یہودی تاجر فرسٹ کلاس میں سوار ہوا ہے۔ نوّے برس کی عمر ہے۔ اور صورت بالکل (بلا تشبیہ) سرسید احمد خاں کی ہے میں حیران ہوکر اُسکو دیکھتا رہا۔ ترکی ٹوپی۔ کوٹ پتلون سفید ڈاڑھی۔ بھاری آواز۔ وہی نقشہ۔ اِسکے پہنچانیکے لیئے اس کثرت سے یہودی آئے کہ سارا جہاز ترکی ٹوپیوں سے بھر گیا۔ یہ سب علیگڈھی لباس میں تھے اِن میں بعض صورتیں تو اِسقدر نورانی اور متبرک تھیں کہ بیساختہ تہجد گزاروں کا شبہہ ہوتا تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ اُنکے کانوں کے پاس فدا گنجان بالوں کے گچھے تھے جو نو عمر لڑکوں کو بہت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ صورتیں اِن سب کی

گوری چٹی۔ اِنکے لڑکے ایسے معلوم ہوتے تھے کہ ابھی علیگڈھ سے آئے ہیں۔
فیشن ایبل جنٹلمین۔ یہ یہودی پورٹ سعید جاتاہے۔ عدن کے امرا ہیں ٭
سُنا تھا کہ بحر احمر میں گرمی زیادہ ہوگی۔ اِسلیئے رات کو چھت پر سویا۔ مگر
ہوا اِسقدر تیز اور سرد تھی کہ ساری رات اسکے سناٹے نے سونے نہ دیا۔ ۳ بجے
اُٹھکر اپنے کیبن میں چلا آیا ٭

عدن کے وحشی عربوں کے دیکھنے اور بات چیت کرنیسے میں اِس نتیجہ پر پہنچا
کہ اِس قوم میں ترقی کرنے اور دنیا کی کشمکش میں تعجب خیز فروغ پانے کی پوری
صلاحیت موجود ہے۔ صرف ایک سمیٹنے والی طاقت درکار ہے ٭

افسوس ہندوستانی اپنی عزت اپنے ہاتھ سے کھوتے ہیں۔ آج ایک
نہایت ناگوار واقعہ پیش آیا۔ فرسٹ کلاس کے ایک انجان اور اَنپڑھ دیسی ایک کوچ
پر اسطرح آنکھیں بند کرکے بیٹھے کہ ایک انگریز کی وہ ٹوپی جو شام کو اوڑھی جاتی ہے
اُنکے نیچے دب گئی۔ انگریز اپنے کام سے واپس آیا تو ٹوپی تلاش کرنے لگا۔ اِسے گمان
بھی نہ تھا کہ اِس بھاری بھرکم اسٹیچو کے نیچے ہوگی۔ ادہر اُدہر دیکھکر خاموش ہوگیا۔
جوں ہی یہ وجود فیل تن اُٹھا تو دیکھا کہ ٹوپی ملی دلی پڑی ہے۔ انگریز غصے میں
بیتاب ہوگیا۔ اور اِسقدر گالیاں دیں کہ توبہ۔ مناسب تھا کہ معذرت کی جاتی۔ مگر وہ
اِس سے بیخبر تھے۔ مجھے معلوم ہوا تو میں نے اُس انگریز سے معافی مانگ لی
ایسا ہی میرے کیبن میں ہوا۔ تھرڈ کلاس کے کچھ مسلمان مجھسے ملنے آئے۔ اور
رستم جی کے کپڑوں پر بیٹھ گئے۔ اِن حضرات کے کپڑے گھی میں تر تھے۔ اِس لیئے
رستم جی کے کوٹ پتلون پر تمام داغ لگ گئے۔ رستم جی باہر سے آئے اور کپڑے دیکھے
تو دہبے نظر آئے۔ اُسوقت یہ لوگ موجود تھے۔ پارسی بیچارا پہر ویسی ہی خاموش
ہوگیا۔ تاہم مجکو بڑی شرمندگی ہوئی اور اُس سے معافی مانگنی پڑی ٭

اِنہی حرکتوں سے یورپین ہم لوگوں سے نفرت کرتے ہیں۔ اور جانور سمجھتے ہیں +

۸۔ جون ۱۹۱۱ء پنجشنبہ

امید کے خلاف بحرِ احمر بھی موجوں میں ہے۔ خبر نہیں اسکا نام سُرخ[1] کیوں ہو۔ رنگ تو وہی دیکھنے میں سیاہ ہے +

آج سورت کے ہندو جج صاحب سے ہندوستانی عورتوں کے مسئلہ پر خوب گفتگو ہوئی۔ جج صاحب کے ہمراہ اُنکی اہلیہ بھی ہیں۔ جو بڑی تعلیم یافتہ اور انگریزی آداب سے ماہر ہیں۔ یہ دونوں بیچارے بڑے نیک دل ہیں۔ جج صاحب اکثر میرے پاس آکر دریافت کرجاتے ہیں کہ کچھ تکلیف تو نہیں۔ اِن کی بیوی کو تھرڈ کلاس کی اُن مسلمان عورتوں سے جو مدینہ شریف جارہی ہیں بڑی ہمدردی ہے۔ روزانہ میری معرفت اُنکی خیریت منگواتی ہیں +

پردیس میں ہندو مسلمان کا امتیاز اُٹھ جاتا ہو۔ کاش اپنے دیس میں بھی آپس میں یہی سلوک ہوتا +

مرچیں دستیاب ہوگئی ہیں۔ انگریزی کھانے کو زخمی کرکے چھڑکتا ہوں اور مزے سے کھاتا ہوں +

آج بصرے کے انگریزی کانسل جنرل سے خوب باتیں ہوئیں۔ فارسی میں طاق ہیں +

اب تو یہ شغل ہے۔ کھانا کھایا اور اوپر چلا گیا۔ فرانسیسی دوست سے تاریخ اسلام اور درویشی کے متعلق باتیں شروع ہوگئیں۔ اور لوگ بھی جنکو فارسی آتی ہے آن بیٹھتے ہیں۔ اِنکو وقت کاٹنے کا بہانہ ملتا ہے۔ میں تبلیغ کا فرض پورا کرتا ہوں۔ اسلام کے متعلق اِن لوگوں میں سیکڑوں غلط فہمیاں ہیں۔ اِن سے ملنے اور تبادلۂ

[1] اِسکی تہ کی مٹی سرخ ہے اِسلیئے اِسکو بحرِ احمر کہتے ہیں ۱۲ اڈیٹر

کی بڑی ضرورت ہے۔

۹ جون ۱۹۱۱ء جمعہ

محمد فسیمی بے ترک کے حالات افسوس ہے اب تک نہیں لکھے۔ یہ اول بمبئی میں ترکی سفیر کے ہاں سلے تھے۔ اب ہم سفر ہیں۔ گاہے گاہے ملاقات ہوتی ہے آدمی روشن خیال اور کام کے ہیں۔ سفر کے لیئے آج انہوں نے بہت مفید یادداشتیں لکھوائیں۔ دریا میں بہت جوش ہے پانی اُڑ اُڑ کر اُمڈا چلا آتا ہے اور کپڑے تر کر جاتا ہے اب صرف دو روز سوئیز پہنچنے میں رہ گئے ہیں۔ یہ خاک نژاد آدمی پانی سے کتنی جلدی سیر ہو جاتا ہے۔ بار بار زمین پر چلنے کی حسرت ہوتی ہے۔

صبح کیوقت چھت پر بڑی بہار ہوتی ہے۔ میں اکثر نماز پڑھکر قرآن شریف کی تلاوت وہیں کرتا ہوں۔ اس سرے سے اُس سرے تک برابر برابر تختوں پر بستر بچھائے انگریز سویا کرتے ہیں۔ سب ایک رنگ کے۔ لیکن انکے سونے کے کپڑے بڑے تماشے کے ہوتے ہیں۔ پنڈلیوں تک ایک پاجامہ اور چھوٹا سا کرتہ بعض فقط ایک لمبا کرتہ پہن لیتے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ انجمن حمایت اسلام کے یتیم پڑے ہیں۔ اور پھر انکا آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھنا۔ اور ننگے پاؤں نیفہ سنبھالتے ہوئے نیچے جانا۔ بس دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اجمیر شریف کے دیگ لوٹنے والے مگر سفید رنگ۔ ایک گھنٹہ کے بعد یہی لوگ مہذب شائستہ بنکر آجاتے ہیں۔ یہاں میرے اہل وطن کو عبرت سے غور کرنا چاہیئے کہ انکا کوئی قرینہ درست نہیں نہ کھانے کا وقت۔ نہ سونے کا وقت۔ نہ خوابگاہ کا کوئی ضابطہ نہ بیداری کا کوئی قاعدہ۔ یہ لوگ ہر کام میں ایک دستور کے پابند ہیں۔ اور ہر یورپین خواہ انگریز ہو یا فرنچ۔ اٹالی ہو یا جرمن سب یک در گیر محکم گیر کے مصداق ہیں۔ بلجیم کے ایک پادری صاحب جو کلکتہ میں لارڈ بشپ ہیں۔ اس جہاز میں ہیں۔ ہر رنگ میں شریک

سارا دن شطرنج کھیلتے رہتے ہیں۔ اور فرایہ کہ شرطیں باندھ باندھ کر کھیلتے اور کھلاتے ہیں۔ ہمارا کوئی مولوی ایسا کرتا تو کار طفلاں تمام خواہد شد کا فتوے لگ جاتا۔ مگر یہ لوگ تو مذہب سے پہلے ہی آزاد ہیں۔ جو کچھ ہے پولیٹکل تماشہ ہے۔ القصہ ان لوگوں کا وقت جہاز میں عجب چہل پہل اور ہنسی خوشی میں گزرتا ہے۔

ہنڈولہ کا مزا آیا۔ کبھی جہاز آسمان پر کبھی **(۱۰ جون ۱۹۱۱ء شنبہ)** دریا کی موجوں نے ہل چل ڈال رکھی ہے

آج تھرڈ کلاس کے بھائی مسلمانوں میں نشست رہی۔ ان کلمہ گویوں کی صحبت میں کیا بہار ہے کہ واہ سبحان اللہ! ایک پارسی بھی اس میں ہیں۔ ولایت میں بیرسٹری پڑھتے ہیں۔ ہر سال بمبئی چلے آتے ہیں۔ اور پھر چلے جاتے ہیں۔ ایک سو تیس روپیہ کا خرچ ہے۔ چار روپے کا ایک پلنگ بمبئی سے لیلیا ہے۔ وہی میز وہی کرسی وہی خوابگاہ۔ سچ ہے غربت میں یہی چاہیئے۔ غریب مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ بھی اس درجہ میں سفر کیا کریں۔ اور گھر سے نکل کے خدا کا ملک دیکھیں۔ کچھ تکلیف نہیں۔ خدا سب آسان کر دیتا ہے۔ توکل شرط ہے۔

اہل یورپ ہر سال جماعتیں بنا کر ہندوستان کی سیر کو آتے ہیں تو کیا ہم مسلمان گروہ قائم کر کے دنیا کی سیر کو نہ جائیں۔ وہ امیر ہیں بڑے درجوں میں سفر کرتے ہیں۔ ہم غریب ہیں چھوٹے درجوں میں سفر کریں۔ مجمع کے سبب خرچ میں بڑی کفایت ہوگی۔ سب سے پہلے اسلامی ممالک کی سیاحت کیلئے قدم بڑھانا چاہیئے۔ میرا جی تو یہ چاہتا ہے کہ اگلے سال ایک پورا جھگھٹا اکٹھا کر کے تمام عرب۔ عراق و افریقہ کی سیر کرواں۔ جسکو یہ تجویز پسند ہو تیار ہو جائے سارے عرب شام و روم افریقہ کے سفر میں بشرطیکہ تھرڈ کلاس ہو پانسو روپیہ فی کس کافی ہیں۔ ہم کو وہاں جانا چاہیئے جہاں آرام طلب سیاح نہیں جاتے۔ گاؤں گاؤں قصبے قصبے پھریں اور اپنے گزشتہ نام و نشان کی شان افسردہ دیکھیں۔

۱۱-جون ۱۹۱۱ء یکشنبہ

آج صبح بصرہ کے انگریز کانسل جنرل سے کوئی ایک گھنٹہ مسلمانان عالم علی الخصوص مسلمانانِ ترکی کی نسبت گفتگو ہوئی۔ فارسی خوب بولتے ہیں۔ اُنکو مسلمانوں کی موجودہ پستی کا افسوس ہے۔ سلطان عبد الحمید کا ذکر آیا۔ کہنے لگے "اگرچہ وہ خوب آدمی نہ تھا۔ لیکن وہ ایک تھا۔ اور اب پارلیمنٹ کے قائم ہونیسے ہر ترک عبد الحمید بن گیا ہے۔ اپنے سامنے کسی کو کچھ نہیں سمجھتا۔ میں نے کہا۔ تمہارے خیال میں پارلیمنٹ سے ترکوں میں کچھ ترقی ہوئی۔ جواب دیا۔ میری دانست میں وہ ایک انچہ بھی آگے نہیں بڑہے۔ وہی قہوہ نوشی اور سگار سوختنی کا مشغلہ ہے۔ کہتے بہت ہیں کرتے خاک نہیں۔ انکے منصوبے تو یہ ہیں۔ کہ گلی گلی ریل ٹراموے۔ ہوائی جہاز جاری کردیں۔ مگر اسکا علاج نہیں سوچتے کہ یہ چیزیں جن سے مہیا ہوتی ہیں وہ بھی اُنکے پاس ہیں یا نہیں۔ ترک ایک جنگی قوم ہے اور جنگجوئی انکے تمام افراد میں سرایت کرگئی ہے۔ یہ اچھی چیز ہے مگر قوم جس سے نشو ونما پاتی ہے وہ تجارت و حرفت ہے۔ اور جس سے اِسکی جڑ جمتی ہے وہ جنگ ہے۔ ترکوں کی جڑ درست ہے مگر نشو ونما مطلق نہیں۔ اِن میں ایک شخص بھی بنک اور تجارتی کاروبار کی قابلیت نہیں رکھتا جو آجکل اِسکے لیئے ضروری ہے میں ہندوستان کے مسلمانوں میں ترقی کی جو حرکت پاتا ہوں اُس سے مجھے امید ہے کہ وہ ترکوں سے پہلے منزل پر پہنچ جائینگے۔ کیونکہ کامیابی ہمیشہ اِس خیال سے ہوتی ہے کہ مجھے کچھ نہیں آتا۔ اِس لیئے مجھے سیکھنا چاہیئے مگر ترک حکومت کے نشہ میں اپنے تئیں ہر چیز سے باخبر تصور کرتے ہیں۔ اور کچھ نہیں کرتے"۔ میرا خیال ہے کہ کانسل جنرل کی باتیں زیادہ تر اُس غلط فہمی پر مبنی تھیں جو یورپ میں ترکوں کی نسبت پھیلی ہوئی ہے +

۱۲- جون سنہ ۱۹۱۱ء دوشنبہ

رات سے بلکہ دو روز سے سردی ہو گئی ہے - کیبن میں کپڑا اوڑھنے کی ضرورت ہے کجا وہ وقت کہ بغیر برقی پنکھے کے نیند نہ آتی تھی +

کل شام کو جب دریا کے دونوں طرف پہاڑ نظر آئے تو ایک جرمن دوست نے کہا - ایک طرف کوہ یکرنگ ہے اور دوسری جانب کوہ ابلق - میں نے اسکا مطلب پوچھا - بولا - یک رنگ حجاز کے پہاڑ ہیں - جہاں ترک بلا شرکت غیرے حاکم ہیں - دوسری جانب مصری جبل ہیں جہاں انگریزوں کی شرکت ہے - اس لیئے میں نے سیاہ سفید کی آمیزش کے سبب اسکا نام ملک ابلق رکھا ہے - یہ جرمن بحرین میں متعین ہے - اور فارسی خوب بولتا ہے - میں نے اس سے کانسل جنرل مصر کی باتوں کا ذکر کیا کہ وہ ترکوں کے بارے میں اچھے خیال نہیں رکھتے - تم بھی ترکی مملکت کے قریب ہو - تمہاری کیا رائے ہے - بگڑ کر بولا کہ میں کانسل صاحب کے خیال کا بالکل مخالف ہوں - اُنھوں نے واقعہ نہیں کہا - انگریزی پالیٹکس کا فرض پورا کیا انگریز ترکوں کی ترقیات کو عالم اسلام سے مخفی رکھنا چاہتے ہیں - تم یقین کرو کہ ترک بڑی تیزی سے قدم بڑھا رہے ہیں - اور عنقریب یورپ کے میدان تمدن میں داخل ہونے والے ہیں - عجب مشکل ہے - کسکا کہنا مانیں - جرمن کی رائے سے مجھکو ذاتی طور پر اختلاف ہے - اور میں خوب جانتا ہوں کہ اہل جرمن انگریزوں کے دشمن ہیں - اور انگریزوں کی نسبت ترکی عداوت کا بیان سراسر غلط ہے - انگریز ایسے نادان نہیں ہیں کہ ان باتوں کو مخفی رکھنے کی کوشش کریں - جنکا پردہ میں رہنا ناممکن ہے - اِسکے علاوہ ترکوں کی ترقی پوشیدہ رہیگی تو انگریزوں کا اسمیں کیا فائدہ ہے - اہل جرمن کی دشمنی چھپی نہیں رہتی - چنانچہ آخر میں خود اِسی جرمن نے کہا - بادشاہ جرمن مسلمانوں کے دوست ہیں - جرمنی حکومت نے آج تک

کسیکا ملک نہیں چھینا۔ وہ صرف فروغ تجارت کی طلبگار رہی ۔ اس آخری گفتگو سے ہی ناظرین جرمنیوں کے تعصب کا نتیجہ نکال سکتے ہیں ۔

القصہ صبح ۹ بجے جہاز سویز کے بندر پر لنگر گیا۔ اور طبی معائنہ کے بعد ہم لوگ کنارے پر گئے ۔ دو دو سبے فی کس کشتی کا کرایہ دیا گیا یہ کشتی والے بڑے شریر ہوتے ہیں ۔ مجکو اول درجہ کا مسافر دیکھکر سر تھے کہ اُنسے چار روپے لیں گے ترک دوست نے اُنکو دھمکایا تو خاموش ہوے ۔ کنارہ پر کک کمپنی کا ملازم کھڑا تھا اُسنے آرام سے قرنطینہ کے مقام پر پہنچایا ۔ اور ہمارے ساتھیوں کے میلے کپڑے بھپارے میں دیے گئے ۔ اسکے بعد مصری افسر نے دو شلنگ (عہ) لیکر طبی سارٹیفکٹ دیدیئے ۔ مولانا شبلی وغیرہ سیاحوں نے جو کچھ یہاں کے قلیوں کشتی بانوں ۔ ترجمانوں اور عام آدمیوں کی شکایت کی ہے وہ بالکل درست ہے ناتجربہ کار شخص کو تو یہ لوگ گا ئے بکری جھکر کھنڈی چھری سے ذبح کرنا چاہتے ہیں ۔ بات بات میں دھوکہ فریب ۔ مگر مسافر غریب کیا کرے ۔ انہیں کمبختوں سے کام نکلتا ہے ۔ نصف گنی کے قریب دو گھنٹے میں صرف کی ۔ اسپر بھی ان لوگوں کی چشم حرص سیر نہ ہوئی ۔ ایک فٹن کرایہ کرکے ہم نے تمام سویز کا گشت لگایا شہر کے بازار بارونق اور خوشنما ہیں ۔ مگر آبادی کا حصہ کچھ سنسان اور وحشت خیز ہے ۔ اس مختصر وقت میں حسب ذیل بزرگوں کے مزارات کی اطلاع ناظرین کیلئے ہم پہنچائی گئی جو سویز میں مرجع خلائق ہیں ۔

(۱) سید عبداللہ الغریب رح	(۲) سید الخضر رح
(۳) سیدی ابوالنور رح	(۴) سیدی شیخ مشیمش رح
(۵) سیدی شیخ فرج رح	(۶) سیدی العشری رح
(۷) سیدی الانصاری رح	(۸) سیدی الاربعین رح

(۹) سیدی ابولیف رح (۱۰) سیدی شیخ جنیدی رح

سوئیز میں جس وقت بگھی چلی تو کوچمین نے لوگوں کو آواز دینی شروع کی۔ یمینک یعنی اپنے دائیں پہنچ جاؤ۔ اس عربی صدا نے حالت وجد طاری کردی۔ کوئی لڑکا سامنے آجاتا تو وہ پکارتا یا ولد۔ لڑکی آجائے تو یا بنت کہتا۔ واہ کیا پیاری زبان ہے۔ ڈاک خانہ میں گئے تو پوسٹ ماسٹر صاحب نے جو مصری مسلمان تھے ہندی مسلمانوں سے بڑی دلچسپی ظاہر کی۔

الغرض ساڑھے گیارہ بجے ریل پر آگئے۔ گاڑی بارہ بجے قاہرہ کو جاتی ہے۔ ترجمان صاحب نے ٹکٹ وغیرہ کا تدارک کر رکھا تھا۔ ریل میں سوار ہوئے تو ہمارے ساتھی حافظ عبد القادر نگینوی درزی کے جو مصر جاتے ہیں۔ ایک ترجمان سر ہو گیا کہ لاؤ دو روپے دو۔ اور اسطرح غل مچایا کہ گویا جان کھودے گا ہمارے ترجمان صاحب نے بھی سفارش کی کہ ہاں اسکو کچھ دینا چاہیئے۔ درزی نے کہا کہ میں نے میرا کیا کام کیا ہے۔ صرف ٹکٹ لادیا اور دو گھنٹے میرے پاس خواہ مخواہ بیٹھا رہا مجھے اسکی کیا ضرورت تھی۔ ترجمان نے کہا تم نے کہدیا ہوتا کہ مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔ درزی نے کہا اول تو تم کو اسکا خیال کرنا چاہیئے کہ جب میں کھانا کھانے بازار گیا تو تم نے بھی خواہ مخواہ شرکت کی اور میرے ۸ر چٹ کر گئے اسپر اسطرح آنکھیں نکالتے ہو۔ لیکن ترجمان نہ مانتا۔ اور مرنے مارنے پر آمادہ ہو گیا۔ میں نے درزی سے کہا ڈرو مت۔ اور مقابلہ کو کھڑے ہو جاؤ۔ یہ لوگ ہمکو بزدل سمجھتے ہیں۔ میں نے بھی ڈنڈا سنبھالا۔ اور اُنکے جم غفیر کے سامنے ہم دو کمزور کھڑے ہو گئے کھڑا ہونا تھا کہ ترجمان ہاتھ جوڑنے لگا کہ معاف کیجے جانے دیجے۔ اور بڑبڑاتا اور کوستے دیتا گاڑی سے نکل گیا۔

حافظ عبد الرحمن سیاح نے سچ لکھا ہے کہ مصری مسافروں کے دشمن ہیں

اور جب کسی اجنبی سے جھگڑا ہوتا ہے تو ہموطن کا ساتھ دیتے ہیں۔ اس جھگڑے میں کسی مصری نے دخل نہیں دیا۔ اور چپکے بیٹھے سیر دیکھتے رہے۔ ان ترجمانوں سے ہمیشہ بچنا چاہئے ۔ یہ جب سامنے آئیں دھمکا دو۔ اور ہٹا دو۔ سوئیز میں ہر زبان کے بولنے والے موجود ہیں۔ تم کو تکلیف نہوگی۔ ان ترجمانوں کے بھروسہ پر کوئی کام کروگے تو خطا پاؤ گے۔ اور کوئی موقع آئے تو انکے تن و توش سے ڈرو مت یہ بڑے کم ہمتے اور تھڑدلے ہیں۔ ایک دھمکی میں میدان سے بھاگ جاتے ہیں +

سوئیز سے چلکر ایک گھنٹہ میں اسمٰعیلیہ پہنچے ۔ یہاں قاہرہ کے لئے گاڑی بدلنی پڑتی ہے ۔ ایک گھنٹہ ٹھیرنا پڑا۔ پلیٹ فارم پر ایک نہایت صاف ستھرا اور خوبصورت قہوہ خانہ ہے اسمیں بیٹھ گئے ۔ فوراً ایک کوٹ پتلون والا آرمنی لڑکا سامنے آیا۔ اور چائے کا حکم لیکر واپس گیا +

جب لوگ اسکو کوئی حکم دیتے ہیں تو نہایت دلفریب انداز سے تبسم خیز بشرہ میں گردن کو خم کرکے کہتا ہے ۔ طیب (بہت اچھا) اور اسطرح جسم کو جنبش دیتا ہوا۔ لچک کر چلتا ہے۔ گویا اسکو تھیٹر کے ایکٹروں کی طرح اس رفتار و گفتار کی تعلیم دی گئی ہے +

یہ ارمنی و یونانی عیسائی انہی حرکات سے روپیہ کماتے ہیں اور چھانٹ چھانٹ کر خوبصورت لڑکے ملازم رکھتے ہیں۔ تاکہ گاہک کثرت سے آئیں +

میں نے دیکھا کہ اُمرا اس لڑکے کو بار بار بلاتے تھے اور یہ کن انکھیوں سے چاروں طرف نگاہ مارتا ہوا دوڑتا پھرتا تھا۔ بات بات پر ہنستا اور کرشمہ سازیاں کرتا تھا۔ میرے ساتھیوں نے کہا مصر میں اکثر قہوہ خانے والے ان تربیت یافتہ لڑکوں کو ملازم رکھتے ہیں۔ مگر قاہرہ میں آکر اسکی بہت کم مثالیں دیکھیں +

شام کو ۵ بجے قاہرہ پہنچے ۔ گاڑی بہت تیز آئی ۔ درمیان میں متعدد اسٹیشنوں

کو چھوڑتی گئی - مضافات مصر سرسبز ہیں - قاہرہ کے اسٹیشن پر بھی قلیوں
کا جھگڑا در پیش ہوا جو جگہ جگہ ہوتا آیا تھا کہ وہ تگنا چوگنا مانگتے تھے - آخر ایک
پولیس والے نے معاملہ طے کرایا - اور جب سپاہی اور قلیوں نے ہمارے ترک
ہمراہی کا حال معلوم کیا کہ یہ عثمانی ہے تو تعظیم سے گردنیں جھکائیں - یہ لوگ اب
تک ترکوں کا ادب کرتے ہیں ۔

سوئیز سے ترجمان صاحب نے لوکندہ خضرہ کے مینجر کو ہم سے تار دلوا دیا
تھا اور اسکی بہت تعریف کی تھی - قاہرہ میں لوکندہ کا ملازم لڑکا ریل پر لینے آیا
مگر جب لوکندہ میں گئے تو چکر آنے لگا - اول تو مقام نہایت تنگ گلیوں میں
ہے - اسپر حالت یہ کہ تمام مکان میں اس کثرت سے چارپائیاں بچھی ہوئیں کہ راستہ
چلنے کو جگہ نہیں - شفاخانوں میں بھی بیماروں کے پلنگ ذراسی جگہ چھوڑ چھوڑ کر
بچھائے جاتے ہیں - مگر ان لوگوں نے لالچ میں پٹی سے پٹی بھڑادی ہے - اور
کرایہ دس قرش یومیہ یعنی ۱۲؎ روزانہ - میرا دم اس نظارہ سے گھٹنے لگا - ٹھیر
جاتا تو یقیناً جنون کی نوبت آجاتی - فوراً واپس آیا - اور گاڑی والے سے کہا
کہ یہاں کے وہ ہوٹل بتاؤ جہاں انگریز ٹھیرتے ہیں ۔

چنانچہ وہ ازبکیہ بازار میں لے آیا - جہاں سڑکیں کشادہ عمارتیں شاندار پیرس
کا نمونہ مشہور ہے - اور سب اہل یورپ کی قیامگاہ یہی بازار ہے - بڑے بڑے
ہوٹل اسی جگہ ہیں - یہاں ہمکو المنتزہ ہوٹل پسند آیا - جو ایک یونانی عیسائی
کا ہے - عمارت کے اعتبار سے بہت خوبصورت - اندر تمام سنگ مرمر کا فرش
وسیع کمروں میں فی کمرہ صرف دو مسہریاں - چھوٹے کمروں میں صرف ایک مسہری
فرش اور سامان آرائش نہایت اعلیٰ - پاخانے - غسل خانے پاک صاف - گرم
پانی ہر وقت موجود - غرض ہر چیز عمدہ - دہلی کے میڈن ہوٹل اور سسل ہوٹل

کی جن کے سات روپیہ یومیہ چارج ہیں۔ اِسکے سامنے کچھ حقیقت نہیں کرایہ
پوچھا تو بارہ قرش یومیہ یعنی ۱۲ آنہ لوکندہ خضریہ سے صرف دو قرش زیادہ
اللہ اکبر۔ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اِن مسلمانوں کو کمانے کا مطلق ڈھنگ
نہیں آتا۔ آنکھیں بند کرکے لوٹنا چاہتے ہیں۔ عیسائیوں کو دیکھئے۔ اِس سازو
سامان پر نرخ کسقدر کم ہے سکہ خواہ مخواہ آدمی قبول کرے۔ اور جب آئے
یہیں ٹھیرے۔ مذہبی خیال کے مسلمان یہاں محض اِس خیال سے نہیں
ٹھیرتے کہ یہ عیسائیوں کے ہوٹل ہیں۔ حالانکہ یہاں انجیل کا درس نہیں دیا
جاتا۔ یہ تو مسافروں کی قیامگاہ ہے یہاں مالک ہوٹل کے اخلاق کا یہ عالم
کہ جب مسافر کسی کام کو اُسکے پاس جاتا ہے تو کرسی سے سروقد کھڑے ہوکر
تعظیم دیتا اور سلام کرتا ہے۔ اور نہایت توجہ سے خدمت بجالاتا اور حکم کی
تعمیل کرتا ہے۔ ہوٹل کے کام کرنے والے ملازم سب مسلمان ہیں سارا ہوٹل
مسافروں سے بھرا ہوا ہے۔ اور سب اعلیٰ درجہ کے مسلمان ہیں۔ مالک ہوٹل ایسا
ہوشیار اور زمانہ ساز ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ اُسکے مہمان اکثر تسبیح پڑھتے
رہتے ہیں تو خود بھی اپنے ہاتھ میں اکثر تسبیح رکھتا ہے۔ میں نے پوچھا۔ تم
عیسائی ہوکر تسبیح پڑھتے ہو۔ بولا۔ ہمارے مذہب میں بھی تسبیح پڑھنے کا
حکم ہے۔ یہ بوڑھا آدمی ہے۔

میں جب بگھی میں سیر کرنے باہر جاتا ہوں تو ہمیشہ گاڑیبان حسب العادت
موافق جھگڑتا ہے مگر میں ہوٹل پر آکر کرایہ مالک ہوٹل کے حوالہ کر دیتا ہوں
اور وہ بیچارا روزانہ اِن معاملات کو طے کرتا رہتا ہے۔ تیمم کرنیکے بعد
ہم بازار میں کھانا کھانے گئے۔ کیونکہ یہ ہوٹل ٹھیرنے کے ہیں۔ کھانے کے
ہوٹل جگہ جگہ دوسرے ہیں۔ جہاں عمدہ سے عمدہ کھانا ہر وقت تیار ملتا ہے

کھانا کھایا۔ جسمیں کئی قسم کی عمدہ چیزیں تھیں۔ اور صرف ۱۲ دِرام دیئے۔ جو کچھ زیادہ گراں نہیں ہیں۔ کیونکہ مصری گرانی کی بہت سی کہانیاں سُنی تھیں۔ یہ نرخ بالکل بمبئی جیسا ہے۔ وہاں بھی اچھا کھانا دس بارہ آنہ سے کم میں ایک وقت میسر نہیں آتا۔ چونکہ ۱۲ دن جہاز کے قفس میں مقید رہے تھے۔ اسلیئے آج کی دوڑ دھوپ کی کثرت نے مجکو بالکل تھکا دیا۔ اور جلدی سو جانے کی تیاری کردی مجکو پاؤں دبوانے کی ایک ایسی بُری عادت ہی کہ جسکی حد نہیں۔ آج اسکا خمیازہ بُھگتا۔ کسی طرح نیند نہ آتی تھی۔ اور عجب کرب تھا۔ بہزار دقت سویا۔ تو متوحش خواب دیکھتا رہا۔

۱۳ جون ۱۹۱۱ء شنبہ

بیدار ہوا تو جسم کی دُکھن ویسی ہی تھی۔ سوچا کہ حمام کرنے سے تکان دور ہوجائیگی مالک ہوٹل سے ایک عمدہ حمام کا پتہ لیکر گاڑی میں بیٹھکر گیا۔ حمام گو بہت وسیع تھا مگر اسقدر غلیظ اور متعفن کہ خدا کی پناہ۔ کپڑے اتار اور تہ بند باندھ کر اندر کے درجہ میں گیا۔ وہاں متعدد ننگے دُھڑنگے ہاتھی دانت کے موٹے موٹے کھلونے (مصری) بیٹھے تھے۔ میرے تن زار اور جسم لاغر کو دیکھکر زور زور سے دعائیں مانگنے لگے کہ خدا اس مرض لاغری سے بچائے۔ مجھے اُنکی یہ باتیں ناگوار ہوئیں۔ اسپر حمام کی بو۔ گرمی کی شدت۔ دم گھٹنے لگا۔ ہر چیز میلی۔ حمام اندر سے بھی تمام میلا۔ نہاتے وقت یہ لوگ بالکل برہنہ ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ کئی بڈھے جوان حمامیوں کے آگے برہنہ پڑے تھے۔ اور مجکو غیرت کے مارے پسینہ چلا آتا تھا۔ جب میری نوبت آئی۔ تو حمامی نے حسب عادت مالش کے وقت میرے تہ بند کو بھی دور کرنا چاہا۔ مگر میں نے اُسکو ڈانٹا اور جلدی سے فارغ ہوکر باہر آیا۔ حافظ عبدالرحمن نے ۳ قرش اُجرت لکھی ہی۔ مگر حمامی نے اجنبی سمجھکر مصری قریب ہی کے قاعدہ

کے موافق دس قرش دے بیٹھے ۔
اگر یہی حمام ہیں جن کی دھوم تھی تو ان کو دونوں ہاتھوں سے سلام ہے۔ ہمارے دہلی کے گئے گزرے حمام اور حمامی اس سے ہزار درجہ صاف ستھرے اور عمدہ ہیں ۔
ممکن ہے کہ گاڑی والے نے مجکو خراب جگہ پھنسا دیا ہو۔ آیندہ اسکی مفصل تحقیق کیجائے گی ۔
دوپہر کو کک کمپنی سے ڈاک لایا۔ اخبارات اور دہلی وغیرہ کے خطوط نے وطن کا مزاد کھادیا۔ تیسرے پہر اول اپنے آقاو مولا سیدنا امیر المومنین مولانا حسین علیہ السلام کے سر مبارک کی زیارت کو گیا۔ مگر بدقسمتی کہ دل حاضر نہ تھا ہرچند خیالات کو یکسو کیا کامیابی نہ ہوئی۔ اس لیے فوراً واپس چلا آیا
اس کے بعد ایک صاحب کھنبایت کے رہنے والے عبد الکریم نامی سے ملاقات ہو گئی۔ جو قاہرہ میں مدت سے تجارت کرتے ہیں۔ بڑے خلیق اور مہمان نواز ہیں۔ انکو ساتھ لیکر (ترجمان کے خیال سے) مصر کے مشہور شیخ المشائخ سید توفیق بکری کی زیارت کو گیا۔ جو ترکی شیخ الاسلام کا سا رتبہ رکھتے ہیں۔ اور تمام مشائخ مصر کا مرکز ہیں۔ خدیو ان کا کہنا بہت مانتے ہیں۔ بلکہ اکثر مذہبی و ملکی معاملات انہی کے مشورے سے کرتے ہیں۔ میرا کارڈ ملاحظہ فرماتے ہی بلوا کر ملاقات کے کمرے میں بٹھا دیا۔ جو علیگڈھ کے سٹریچی ہال کے برابر وسیع ہے۔ کہتے ہیں اسمیں حلقہ ذکر ہوا کرتا ہے۔ (انشاء اللہ عنقریب دہلی میں بھی حلقہ کا ذکر خانہ ایسا ہی بن جائے گا) چاروں طرف سنہری کرسیاں بچھی ہوئی ہیں۔ جن میں امتیاز کسیکو نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت الشیخ سب سے یکساں ملتے ہیں۔ اور اپنے لیے انہوں نے کوئی ممتاز نشست مقرر نہیں کی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اندر سے تشریف لائے۔ چہل سالہ بزرگ ہیں جسم بالکل مجھ جیسا لاغر

چہرہ عباد و زہاد کی طرح زرد۔ ناتوان سیاہ چوغہ اور سفید عمامہ۔ مجکو اپنی کرسی کے قریب کرسی پر بیٹھاکر گفتگو شروع کی۔ اور ہندوستانی مسلمانوں کی نسبت اس کثرت سے سوالات کئے۔ گویا اسلامی جغرافیہ ہند کی تکمیل کے خواہشمند تھے ہندو مسلمان۔ عوام خواص۔ عورت مرد۔ علما و مشائخ ہر طبقہ و فرقہ کے حالات پوچھے۔ انکی تعلیمی۔ تجارتی۔ تمدنی کیفیت دریافت کرتے رہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ انکو سوال کرنے میں اہل یورپ کے اخبارات سے بھی زیادہ مہارت ہے بعض وقت مترجم صاحب اپنی طرف سے جواب دیدیتے تو ارشاد ہوتا کہ ان سے پوچھو۔ تم جواب نہ دو۔ اس گفتگو میں پورے دو گھنٹے صرف ہوئے۔

آخر میں نے حلقہ کے مقاصد جن کا عربی میں مع تشریح کے ترجمہ تیار تھا پیش کئے۔ آدھ گھنٹہ تک غور سے پڑھتے اور طیب طیب فرماتے رہے۔ پھر فرمایا کہ مجھے آپ سے اس معاملہ میں وضاحت سے بات چیت کرنی ہے۔ کل دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھایئے تاکہ جو گفتگو کرنی ہو کریں۔ میں نے مشائخ مصر اور انکے اشغال کے متعلق کچھ لکھا ہے وہ بھی آپ کو دکھاؤں گا۔ اور آپکے حلقہ کے متعلق اپنے خیالات بھی ظاہر کرونگا۔

اس کے بعد ہم اس فاضل دہر یگانہ عصر بزرگ سے رخصت ہوئے جس نے دروازے تک مشایعت کرکے اپنے اسلامی اخلاق کو ظاہر کیا۔

حضرت البکری سے مرخص ہوکر ہوٹل میں آئے۔ اور ناشتہ کرکے شام کو باغ کی سیر کو گئے جو ہوٹل کے قریب ہی۔ نصف قرش میں اسکے داخلہ کا ٹکٹ ملتا ہے۔ اندر نوجوان مصری کوٹ پتلون پہنے گشت کرتے نظر آئے گھاس کے اوپر جا بجا یہ فقرہ عربی میں لکھا ہوا تھا۔ ممنوع قطف الزھور گھاس پر چلنا منع ہے۔ باغ میں عیسائی عورت مرد سے زیادہ مصری عورت

مردتھے۔ مصری مسلمان عورتیں اب اکثر بیباک اور آزاد ہوتی جاتی ہیں۔ پہلے
ان کے نقاب میں ناک کے پاس ایک بدنما سونڈ سی لگی رہتی تھی جسکی ہر سیاح
نے شکایت کی ہے۔ مگر اب اسکا رواج اُٹھتا چلا ہے۔ عورتیں صرف منہ پر جس
میں تھوڑی سی ناک بھی ڈھکی رہتی ہے ایک سیاہ ٹکڑا باندھ لیتی ہیں۔ باقی
آنکھوں اور اُنکے نیچے اوپر کے حصہ کو نشانہ بازی کے لیئے کھلا رکھتی ہیں۔ اور
یہ کپڑا بھی اسقدر نازک اور باریک ہوتا ہے کہ ہونٹوں کی سرخی صاف جھلکتی نظر
آتی ہے گویا وہ دکھاتی ہیں کہ پتلے ابر میں چاند ایسا ہوتا ہے۔ اور صاف آسمان
میں چاندکی بہار دیکھنی ہو تو ذرا نگاہ تھوڑی سی اور اوپر کرلو۔ اور دیکھ لو۔ آنکھیں
ایک تو ہوتی ہی عموماً سیاہ ہیں۔ اُسپر سرمہ کی سان پلکوں کی نوک کو اور بھی تیز
کردیتی ہے۔ اندر ایک سایہ سا ہوتا ہے جسکے اوپر سیاہ ریشمی چادر۔ چلتی ہیں
تو لچکتی ہوئی۔ چادر کو دانستہ پھسلاتی ہوئی۔ اور بناوٹی گھبراہٹ سے ادہر
اُدہر دیکھکر اُسکو سمیٹتی ہوئی۔ نوجوان اس تماشہ کی آرزو میں جگہ جگہ بنچوں پر
موجود رہتے ہیں۔ اور سبز گھاس پر جاکر تو اُنکی اٹھکیلیاں حد سے بڑھ جاتی
ہیں۔ دوڑتی ہیں۔ ایک دوسری سے اُلجھتی ہیں ہنستی ہیں اور زمین کی طرف
جُھکی پڑتی ہیں۔ گویا کہ وہ نشہ میں بے تابو ہیں۔ یا گھاس کترنے کی قینچی ہیں
جسکو یورپ کا تمدن چلا رہا ہے۔ اور گھاس کے ساتھ ایمان و تقدس کے بیخطا
پودوں کو بھی کترتا چلا جاتا ہے۔"

اگر مسلمانان مصر کی ترقی کا معیار یہی ہے۔ اگر انگریزی تعلیم و تربیت کا انجام
کار یہی چشم نواز نظارہ ہے تو ہندوستان کے مذہبی خیال والے اپنی نئی تعلیم
یافتہ جماعت کے انجام کار کو بھی ذہن نشین کرلیں اور مناسب ہو تو اپنی قدیمی
غیرت و شرافت کو کسی ایسے بکس میں بند کردیں جسکو موسمی ہوا نقصان نہ پہنچائے

ورنہ عین مستی شباب میں یہ خونخوار چنیریں نکل پڑیں تو دنیا کی تمام کائنات تمدن کو زیروزبر کر ڈالیں گی +

اہل مصر نے یہ آزادی جسکو مسلمانان ہند شائد بے حیائی کے لفظ سے تعبیر کریں یورپ سے نہیں لی۔ انکے ہاں ابتدا سے یہ رسمیں جاری رہتی آئی ہیں قرآن شریف کی سورہ یوسف تلاوت کیجیے۔ مصری عورتوں کی حسن پرستیاں اسمیں بھی مذکور ہیں۔ اُسوقت کے مرد بھی عورتوں کی دلچسپیوں میں خواہ مخواہ حارج نہیں ہوتے تھے۔ اور دانستہ چشم پوشی کرجاتے تھے۔ عزیز مصر نے۔ اپنی بی بی زلیخا اور حضرت یوسف کا قصہ آنکھ سے دیکھا۔ غیبی اشاروں تک سے ثابت ہوگیا کہ زلیخا حضرت یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی تھی۔ کوئی غیرت دار ہوتا تو ناک کاٹ لیتا۔ مگر جناب عزیز نے صرف اتنی فہمائش پر اکتفا کی ”دیکھو بی! خطا تمہاری ہی معلوم ہوتی ہے۔ آیندہ اِن حرکتوں سے باز آؤ۔ تم عورتوں کے فریب بڑے بے ڈھب ہوتے ہیں“+

اللہ اللہ خیر صلاح۔ لیجئے قصہ طے ہوگیا۔ پھر بھلا آجکل کے متمدن دور میں مصری لوگ عورتوں کی دل آزاری کیوں کرنے لگے تھے +

رات کو نیند اچھی آئی۔ خاصی سردی تھی۔ کپڑا اوڑھنے کی ضرورت پڑی مصر میں دہلی جیسی گرمی نہیں ہوتی۔ آجکل تو شروع ہے۔ اگست میں ذرا زیادتی ہوجائے گی۔ اور وہ زیادتی بھی چنداں ناقابل برداشت نہیں ہوتی۔ مجھے اس گرمی کا بڑا فکر تھا۔ دیگر آنے والے اطمینان سے آئیں۔ ہندوستان کے مثل گرمی یہاں کبھی نہیں پڑتی +

۱۴ جون ۱۹۱۱ء چہارشنبہ

صبح حوائج سے فارغ ہوکر کچھ لکھتا رہا۔ ۱۰ بجے جناب سید محمد شاہ صاحب جیلانی

تشریف لے آئے۔ یہ در اصل سندھ کے رہنے والے ہیں۔ ان کے بزرگ تجارت
کرتے تھے۔ انکی پیدائش جاپان کی ہے۔ تمام ایشیا میں پھر چکے ہیں۔ اور اب
قاہرہ میں دکان کرلی ہے۔ بڑے روشن خیال اور حالات ہند سے باخبر ہیں۔
اخبارات پڑھنے کے سبب میرے حال سے بھی واقف تھے۔ ایسے کل سیدنا
حسین علیہ السلام کے مزار کے پاس ملاقات ہوئی تھی۔ آج بازدید کو تشریف لائے
میں انکے ہمراہ سیر کو نکلا اول انہوں نے ایک مصری مسلمان سے ملایا جو ہندو
تصوف کے شیدائی ہیں۔ دیر تک دلچسپ گفتگو ہوتی رہی۔ یہ لوگ یورپ کی
طرح اپنی دھن میں پکے ہیں۔ اور قومیت کا ایوان سب ملکر بنا رہے ہیں۔ ان کا
ہر فرد دنیا کے مختلف علوم و فنون کی تحصیل میں جداگانہ کوشش کر رہا ہے۔ ایسی
پر اس مسلمان کے ویدانتی شوق کو قیاس کرنا چاہیے کہ اپنی ہستی کو فلسفہ ہنود
میں فنا کر رکھا ہے ؛

دوپہر کو حسب وعدہ سید البکری کے پاس گئے۔ اول کھانا کھایا۔ میز کرسی
پر مشائخ بھی کھاتے ہیں۔ حضرت الشیخ نے غالباً مصر کے اکثر مشہور اور عمدہ
کھانے تیار کرائے تھے جو اس کثرت سے تھے کہ دو چار کے سوا سب میں سے
صرف ایک ایک لقمہ لینا بھی دشوار ہوگیا۔

ان کھانوں میں دنبہ کی ثابت ران اور شہد کے پراٹھے بہت ہی لذیذ تھے
ران پر دو دو انگل چربی تھی۔ اور پختگی کے سبب رنگ سرخ تھا۔ اور گلی ایسی تھی
کہ ہاتھ لگاتے ہی بوٹی الگ ہو جاتی تھی شہد کے پراٹھے غالباً خمیری لگے
کے تھے۔ اندر خانوں میں شہد ایسا پیوست تھا کہ اوپر نظر نہ آتا تھا۔ منہ میں نوالہ
رکھنے سے اسکا گھونٹ جدا ہو جاتا تھا۔ حضرت الشیخ بار بار ارشاد کرتے تھے "تفضل
یا سیدی" ۔ کھائیے جناب ۔ مگر یہاں اتفاق سے ایک ہی پیٹ تھا۔ اور وہ بھی بلی کا۔

دہلی و لکھنؤ کے کھانوں میں جو مزا۔ بو۔ اور رونق ہوتی ہے وہ بات یہاں نام کو نہیں +

کھانے کے بعد گفتگو شروع ہوئی۔ اور چین کے مسلمانوں کا ذکر چھڑ گیا اسی کے ضمن میں مسلمانان ہند و دیگر ممالک اسلامیہ کا تذکرہ بھی رہا۔ آریہ سماج کی کیفیت کو حضرت الشیخ نے بہت غور اور جرح کر کے سُنا۔ آج پھر طوالت کلام کے سبب حلقہ کے متعلق بات کا موقع نہ آیا۔ حضرت الشیخ کچھ علیل ہیں مسلسل دو گھنٹے باتیں کرنے سے اُنکے قلب کی حرکت بگڑنے لگی۔ اسواسطے دوسرے وقت پر گفتگو ملتوی رکھکر رخصت ہوئے اور سیدھے جامع ازہر میں آئے۔ الازہر یہ وہی شہرہ آفاق مقام ہے جسکی کہانیاں بچپن سے سنتے آتے ہیں۔ مگر بدقسمتی کہ آٹھ دن سے یہاں تعطیل ہوگئی ہے۔ طلبہ اپنے وطن گئے ہوئے ہیں۔ تاہم پھر بھی ہزار پانسو طلبہ موجود تھے۔ درس کا وقت نہ تھا۔ متفرق گروہ سبق کی تکرار کر رہے تھے۔ ہندی رواق میں گئے۔ یہاں چار طالب علم ہیں۔ ان میں ایک دہلی کے ہیں۔ حبش خاں کے پھاٹک کا باشندہ بتاتے ہیں۔ عبدالرحمن نام ہے اہل مصر ازہر یونیورسٹی کی موجودہ حالت سے خوش نہیں ہیں۔ اور اسکو طریق جدید پر ڈالنا چاہتے ہیں۔ پرانے خیال کے شیوخ کا ڈر ہے۔ سو وہ آہستہ آہستہ کم ہوتا جاتا ہے۔ طلبہ کثرت سے اخبارات پڑھتے ہیں۔ اور عصر جدید کے جذبات سے متاثر ہوئے ہیں۔ کوئی دن میں دیکھ لینا کہ یہاں ایک عظیم انقلاب برپا ہو جائے گا۔ ازہر کی حالت درست ہو جائے تو یہ اسلامی دنیا کی ایسی لاجواب طاقت ہو جسکی نظیر یورپ بھر میں نہ نکلے +

ازہر سے واپس آکر مصر کے ایک اور مشہور محب وطن محمود بے صاحب سالم بیرسٹر سے ملنے گئے۔ بڑا بیدار مغز اور فدائے ملت شخص ہے۔ ہفتہ کی شام کو

مدعو کیا ہی۔ اُسدن مفصل بات چیت ہوگی +

مصر کے سقے بھی دہلی کے سقوں کی طرح کٹورے بجاتے اور پانی پلاتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہی کہ مصری سقوں کے کپڑے نہایت صاف اور اچھے ہوتے ہیں۔ اور مشک کے بدلے سفید شیشے کے بڑے بڑے جگ رکھتے ہیں یہاں کے سودے والے بھی آواز لگاکر سودا فروخت کرتے ہیں۔ مگر افسوس کہ اُنکے لفظ صاف طور پر سمجھہ میں نہ آئے ورنہ لکھتا +

قاہرہ کو بمبئی سے نسبت دیجاتی تھی۔ مگر تو یہ بمبئی اور قاہرہ کی نسبت زمین آسمان کی ہے۔ قاہرہ اسلامی پری ہے۔ اور بمبئی ہندی دیونی۔ یہاں ہر شخص شکیل اور مہذب شائستہ۔ بمبئی میں ہزاروں ننگے دُہڑنگے کالے بھُتنے۔ یہاں اول تو کالے آدمی بہت کم ہیں۔ اور حبشی اگر ہیں تو نہایت صاف ستھرے کوٹ پتلون سے آراستہ۔ قلی اور خاکروب تک یہاں کے اُجلے اور پردہ دار لباس میں ہیں۔

آہ

کبھی دہلی بھی ایسی ہی تھی۔ جسکو گردش نے مٹادیا +

کوٹ پتلون۔ اور ترکی ٹوپی مصریوں پر خوب زیبا ہے۔ اگر تم قاہرہ کے ایک قہوہ خانہ کا نظارہ کرنا چاہو تو علیگڈھہ کالج میں چلے جاؤ۔ وہاں جسقدر سب طلبہ یونی فارم (کالجی لباس) میں ہونگے وہ یہاں کے صرف ایک قہوہ خانہ کا جمگھٹا ہے +

مگر علیگڈھہ میں ایک فرق رہے گا کہ وہاں طلبہ میں بعض سیاہ فام اور دُبلے پتلے آدمی بھی ہونگے۔ مگر مصر میں کوئی کالا اور لاغر نظر نہیں آئے گا۔

عجیب بات

ہے کہ میں نے یہاں آجتک کوئی لاغر اندام نہیں دیکھا۔ سب کے سب قوی اور چوڑے

چکلے ہیں۔ البتہ ان میں اکثر آنکھوں کے مریض ہیں۔ یہانتک کہ اوسط لگاؤ تو فی صدی اسّی اس کے مبتلا پائے جائینگے۔ اسکی وجہ میں نے ڈاکٹر نصوحی سے پوچھی کہنے لگے کہ میلا پانی سڑکوں پر پھینکا جاتا ہے اسکے ابخرے آنکھوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ بات کچھ جی کو نہ لگی۔

ڈاکٹر نصوحی سے آج ہی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ہندوستان کی بھی سیر کی ہے۔ اور اردو اخباروں میں اپنی مشہور دواؤں کے اشتہار بھی چھپوائے ہیں پنجاب کے ایک بڑے اخبار کی بددیانتی کے شاکی تھے۔ انکے شکوہ سے مجھے بڑی غیرت آئی۔

۱۵۔ جون لغایت ۲۱۔ جون ۱۹۱۱ء

آب و ہوا کے فوری تغیر کے سبب ۱۵۔ جون کو سخت نزلہ ہوگیا۔ جسکے سبب تین رات متواتر زور شور سے بخار آتا رہا۔ گو ساری عمر بیماریوں میں گذری۔ مگر ایسی بیکسی کبھی پیش نہیں آئی۔ اول شب کی حالت مدتوں یاد رہیگی۔ ہوش حواس گم تھے۔ سردی کی شدت میں **واحدی** صاحب کو آوازیں دیتا تھا کہ کمبل اوڑھاؤ۔ لحاف ڈالو مگر کوئی جواب دینے اور غمگساری کرنے والا نہ آتا تھا۔ ڈاکٹر نصوحی کے علاج سے فائدہ ہوا رات کو بخار آتا تو پڑا رہتا۔ دن کو ذرا افاقہ ہوتا تو گشت شروع کردیتا۔ وقت کو بیکار نہیں جانے دیا۔ لیکن زکام کے سبب سر میں درد زیادہ تھا۔ مسلسل آٹھ دن روزنامہ نہ لکھہ سکا۔ لہذا ہفتہ بھر کی مجموعی کیفیت یادداشت سے لکھتا ہوں۔ ۲۲۔ جون سے روزانہ سلسلہ پھر جاری کردیا جائے گا۔ کیونکہ اب بفضلہ بالکل تندرست ہوں۔

اس ہفتہ میں اکثر مزار مبارک سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام پر حاضری دی۔ پہلے دن جو بے لطفی رہی تھی۔ اسکا بدل ان متواتر زیارات سے ہوگیا۔ عجب باکیف اور پُراثر جگہ ہے۔

ایک روز اپنی ف یاد لکھکر لیگیا تھا ظہر کی نماز کے بعد مجمع میں مزار مبارک کے پہلو میں کھڑے ہو کر عرض کی۔ جو یہ تھی:-

ابن رسول اللہ کو سلام۔ بنت رسولؐ کے لخت جگر کو سلام۔ کربلا کی خاک میں کٹ کر گرنے والے سر کو سلام +

وہ سر جسپر زلفیں لٹکتی تھیں۔ عمامۂ امامت باندھا جاتا تھا۔ وہی سر جسمیں رخ انور رسالت مآب سے مشابہ ایک شکل تھی۔ اس شکل میں نور ہدایت برسانے والی آنکھیں تھیں۔ اور وہ لب تھے جنکو سید العرب والعجمؐ چوما کرتے تھے +

اے پیاسی زبان اور خشک حلقوم والے سر! جس امت کی خاطر تیرا یہ حال ہوا۔ آج وہ سارے جہان میں شکستہ حال ہے۔ بھوکی ہے۔ پیاسی ہے، حقیر ہے ذلیل ہے۔ اسی کے چند افراد ہند میں ہیں۔ ان سب غریبوں کا سلام لیکر حاضر ہوا ہوں۔ قبول کر۔ اسے بارگاہ الٰہی میں سب سے زیادہ مقبول۔ سب سے زیادہ محبوب +

اے خدا تو جانتا ہے کہ میں ایک مقدس و مطہر مقام میں کھڑا ہوں۔ یہ وہ جگہ ہے جس سے ایک گز کے فاصلہ پر حسین ابن فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلعم کا مقتول سر دفن ہے۔ لہٰذا اس جگہ کی واسطہ دیکر درخواست کرتا ہوں کہ میری اس عاجزانہ دعا کو قبول فرما۔

اسکے بعد نام بنام اُن سب احباب و یاران طریقت و اہل حلقہ کے مقاصد کا ذکر تھا جنہوں نے طلب دعا کی درخواستیں ساتھ کر دی تھیں۔ یہاں ان سب کے نام لکھنے طوالت ہے کیونکہ اب جس مقام پر جاتا ہوں۔ ان لکھے ہوئے ناموں کی طولانی فہرست کو پڑھکر فرداً فرداً جداگانہ ہر شخص کے مقصد کی دعا مانگتا ہوں۔ ہر روز نامچہ میں اس تفصیل کی گنجائش نہیں۔ البتہ مدینہ منورہ کے لیے جو دردناک دعا تیار کرکے لیچلا ہوں اور جسکو اپنی زندگی

کے تمام جذباتِ شوق کا آخری سرمایہ تصور کرتا ہوں۔ اسکے آخر میں انشاءاللہ تعالیٰ وہ سب نام بھی لکھدیئے جائینگے جنکے لیئے دعائی جارہی ہے۔ نیز وہ نام بھی جو دورانِ سفر میں موصول ہورہے ہیں اور مدینہ منورہ پہنچنے تک وصول ہونگے۔ یہ فہرستِ اسماء باعتبارِ ترتیب مدارج ایک تاریخی چیز ہوگی۔ (باقی آیندہ) حسن نظامی

اِس سلسلے کو یہاں چھوڑتے ہوئے طبیعت مضائقہ کرتی ہے۔ ابھی میرے پاس ۱۸۔ سننے کے لائق اور حالات باقی ہیں جو اِسقدر دلچسپ عبرت انگیز۔ نتیجہ خیز اور معلومات سے پُر ہیں کہ انشاءاللہ پڑہنے ہی سے انکی کیفیت حاصل ہوگی۔ مگر کیا کیا جائے۔ ایک مہینے میں ۲۰ صفحوں سے زیادہ ایک مضمون کو نہیں دیئے جاسکتے۔ اتنی ہی زیادتی میں کئی موقت التشیوع مراسلتوں کا حق تلف ہوگیا۔ عرضداشت انجمن معین المسلمین۔ اور مناظرہ منبر و تسبیح کے لیئے بمشکل جگہ نکالی ہے۔ اگر یہ تحریریں اِس نمبر میں نہ شائع ہوتیں تو آئندہ انکا لطف آدہا رہجاتا۔ واحدی

دو نعتیں

(۱)

چلو اسلام کے آثار دیکھو مدینہ کے در و دیوار دیکھو

ہمیشہ ذرہ ذرہ سے وہاں کے عیاں ہیں ایزدی انوار دیکھو

قدومِ شاہ سے گلزار کیسا بنا۔ اِک وادئ پُر خار دیکھو

گلستانِ جناں میں کیا دہرا ہے مدینہ کا گلستاں زار دیکھو

چلی آتی ہے کیسی ہر طرف سے شمیمِ نافۂ تاتار دیکھو

کبھی دیکھو نہ تم قصرِ جناں کو جو واں کے کوچہ و بازار دیکھو

نہیں بھرتی نہیں بھرتی طبیعت مدینہ کو اگر سَو بار دیکھو

جہاں شاہانِ عالم سرنگوں ہیں محمدؐ کا ذرا دربار دیکھو

وسنے بھی جسکا اونے مرتبہ ہے — عروج احمدِ مختار دیکھو
بنے ہیں بخشش امت کے ضامن — شفیع المذنبیں کا پیار دیکھو
جمالی سخت بیکل ہے۔ کبھی تو — ادہر بھی سید الابرار دیکھو

جمالی۔ ازالور

(۲)

وق طیبہ نباشند ارجاں بیتاب — حرام باد بہندوستانیاں خور وخواب
ئے باہمہ درہائے بستہ بکشائے — باسم اعظم خود یا مفتح الابواب
لیبہ شاد زیدار خدا بخشاید — بحالِ خستگئے ہندیانِ خانہ خراب
ار خلد شناسد شرارِ دوزخ را — کسیکہ ز آتش ہجر مدینہ گشت کباب
یددار بجستجو ختم شہا چہ کنم — کہ سعی کار میسر نشد بشیب و شباب
و بطیبہ اگر سیر روی مبارکباد — نہ مشورت نہ کسی بایدت نہ استصواب
شاد میسکہ تن آسودہ رہروانِ حرم — نظر کنند بپاخستگاں باستعجاب
و محو روئے حبیب اند حسن عشق بنام — تو بے خبر چہ کشائی لب سوال و جواب
بیند وکہ تو اند کہ پردہ دار ازل — برو‌ئے دوست فروہشتہ صد ہزار نقاب
ہوش باش وز درد دروں سراغ مجوئے — بخستہ حالی و بے چارگی و چشم پر آب

حسن چہ تشنہ دلِ زمزمے کہ مے بینم
بخاکِ ہند فتادہ چو ماہی بے آب

حسن۔ ازالور

مولانا فصیح الوری کا بہت بہت شکریہ ادا کرنا چاہیے جنہوں نے نظام المشائخ کی طرف حکیم سید محمد حسن صاحب حسن جیسے بزرگ کو متوجہ کردیا۔ واقعی آپ سید الشعرا ہیں اور نعت گوئی تو آپکا حصہ ہے۔ ناظرین آپکے کلام کو خاص فکر کیساتھ مطالعہ کیا کریں۔ ایک ایک شعر میں بیسیوں جذبات بھرے ہوتے ہیں + (اڈیٹر)

تسبیح اور منبر کا مناظرہ

حضرات! تسبیح اور منبر مولانا محمد الواحدی اڈیٹر رسالہ نظام المشائخ کے پاس فریادی آئے ہیں۔ ہر ایک اپنے حقوق جتلاکر چاہتا ہے کہ مجھے نظام المشائخ کے ٹائیٹل پیج پر جلوہ افروز ہونے کا موقع دیا جائے۔ چونکہ ہر ایک کے حقوق بجائے خود مسلم ہیں۔ اسلیئے حضرت واحدی نے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ پر عمل کرکے خود انکا فیصلہ نہیں فرمایا۔ ناظرین نظام المشائخ سے مشورہ طلب کیا ہے اگرچہ صاحب ممدوح ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ کوئی اہم سوال نہیں۔ لیکن یہ مولانا کی حوصلہ افزائی ہے۔ ورنہ فریقین کے اظہار سنے بغیر یونہی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ احقر نے مناسب سمجھا کہ انکے بیانات کو سنکر فیصلہ کیا جاوے۔ دونوں کو موقع دیا گیا کہ اپنے اپنے حقوق ظاہر کریں۔ اور ایک دوسرے پر جرح کریں +

منبر مبارک فرماتے ہیں۔ کہ میں زینت مساجد اسلام ہوں۔ ہر جمعہ و عیدین کے موقع پر مسلمانوں کو میری ضرورت پڑتی ہے۔ احکام الٰہی از قسم اوامر و نواہی مجھپر بیٹھکر مشتہر کیئے جاتے ہیں۔ کون سی مسجد ہے جسمیں قال اللہ و قال الرسول کی میٹھی میٹھی آوازیں سنانے کا باعث نہیں ہوتا؟ بیت اللہ شریف، بیت المقدس، مسجد نبوی غرضیکہ کوئی مقدس مقام نہیں جس میں مجھکو دخل حاصل نہو۔ تمام علما و فضلا، بادشاہان و خلفا، انبیاء و مرسلینؑ کی قدمبوسی کا شرف مجھے نصیب ہو چکا ہے۔ نور الدین زنگی جیسوں کی عمر اسی آرزو میں گزر گئی کہ بیت المقدس کو عیسائیوں سے چھڑا کر اس مسجد میں مجھے رکھے اور سلطان صلاح الدین ایوب کو تب آرام آیا۔ جب تمام یورپ سے لڑکر خویش و اقارب کے گلے کٹوا کر لشکر کھپا کر مجھے مسجد بیت المقدس میں نصب کر چکا۔ تسبیح بیچاری کیا ہے

جو میری برابری کرسکے۔ اُس کے لیئے مناسب ہو کہ زاہدوں کی جیب میں چھپ کر خلوت
نشیں ہو۔ میں ہر طرح سے اِس قابل ہوں کہ نظام المشائخ کے سرورق کو زیب دوں ہ
تسبیح عرض گزار ہوتی ہے۔ کہ میں اگرچہ احکام شریعت کے مشتہر کرنے کا ذریعہ تو
نہیں ہوں۔ لیکن کم از کم اللہ جل جلالہ کی تقدیس و تسبیح بیان کیئے جانے کا آلہ تو ہوں
منبر کی طرح اپنے کام کو عام لوگوں کے سامنے بیان کرکے تکبر و تعلی میرا کام نہیں
میں چاہتی ہوں کہ عام لوگوں سے دُور خلوت میں طبیعت کو یکسو کرکے مجھ سے کام لیا
جائے۔ منبر کو ہفتہ میں ایک دفعہ عالم لوگ ہی کام میں لاتے ہیں۔ اور وہ بھی صرف مسجد
میں۔ میں ہر جگہ ہر وقت ہر کسی کے کام آتی ہوں۔ چھوٹے بڑے۔ عالم و جاہل۔ امیر
غریب۔ مرد و عورت کسی سے مجھ کو روگردانی نہیں۔ آبادی ہو یا ویرانہ۔ مسجد ہو یا دَیر۔
ہر جگہ۔ پیارے کی یاد میں سر دھنتی ہوں۔ صوفیوں سے مجھے خاص انس ہو۔ جب وہ
گوشہ تنہائی میں بیٹھے اپنے پیارے کی یاد میں اللہ اللہ کی سخت ضربات اپنے دل پر
لگاتے ہیں تو اُنکے ساتھ میں بھی اپنے جگر کے سوراخ میں برابر آرہ چلاتی ہوں منبر
ڈھول کی مانند اندر سے خالی ہے۔ اسی لیئے ڈہول کی طرح زور سے بولتا اور سختی اور درشتی
سے کام لیتا ہو۔ میں اُس عاشق زار کی مانند ہوں جسنے کسی کی یاد میں اپنے دل کو چھید لیا
ہو۔ صوفی جب مجھے اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ اُسکے منہ سے آہیں نکلنے لگتی ہیں خاموشی
کی صفت کوٹ کوٹ کر مجھ میں بھری ہوئی ہے۔ منبر نے سچ کہا ہے کہ دنیا کے مقدس
مقامات میں اُسکو دخل ہو۔ اور بڑے بڑے بزرگوں کی پابوسی کا شرف اُسکو حاصل ہے
لیکن جن مقامات میں اُسکو دخل ہے وہاں میں بھی موجود ہوتی ہوں۔ جن لوگوں کی پابوسی
اُسکو ہفتہ میں ایک دفعہ نصیب ہوتی ہے۔ اُنکی دست بوسی مجھے ہر وقت حاصل ہے
اِس لیئے عرض گزار ہوں کہ نظام المشائخ کے سرورق پر مجکو جگہ دی جائے ہ

فیصلہ۔ بیانات تسبیح و منبر سے ظاہر ہے کہ دونوں مذہب اسلام کے فدائی ہیں

اپنے اپنے موقع پر جو کام یہ کر رہے ہیں قدر کے قابل ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ان ہر دو میں سے نظام المشائخ کے لئے کون زیادہ مناسب ہے۔ نظام المشائخ علم تصوف کا ارگن ہے۔ اہل تصوف علٰحدگی پسند ہوتے ہیں۔ منبروں پر چڑھ کر خطبے پڑھنا ان کا کام نہیں۔ وہ حجروں میں بیٹھے تسبیح لیئے اللہ اللہ کرتے اپنے مریدوں کے تصفیۂ قلب و تزکیۂ نفس میں مشغول رہتے ہیں۔ اپنا فیض مریدوں کو بذریعۂ حال زیادہ پہنچاتے ہیں بذریعۂ قال کم۔ زیادہ بولنے سے متنفر اور خاموشی سے مانوس ہوتے ہیں بنظر بریں حالات۔ تسبیح صوفیوں کے لیئے زیادہ مناسب ہے۔ جیسی خاکساری اور عجز صوفیوں کو چاہیئے وہ تسبیح میں نظر آتی ہے۔ نہ کہ منبر میں ۔

پس مناسب ہے کہ رسالۂ نظام المشائخ کے ٹائیٹل پیج پر نمودار ہونے کا شرف تسبیح کو عطا فرمایا جائے۔ ہاں جیساکہ کبھی کبھی اولیاء اللہ کو بھی ضرورت پڑ جاتی ہے اور وہ برسر منبر آکر عوام الناس کو ہدایت کرتے ہیں۔ اسی طرح کبھی کبھی کسی خاص رسالہ میں منبر کو بھی اس عزت سے محروم نہ کیا جائے۔ جیساکہ رسول نما نمبر اور تتمۂ رسول نما نمبر میں کیا گیا۔ لیکن حق تسبیح کا رہیگا۔

پٹھان خاں از جھادریاں

نعتیہ غزل

اے جلوۂ رحمت صل علیٰ اے مظہر قدرت کیا کہنا — ہے آپ سے ظاہر شان خدا ہے آپ کا حضرت کیا کہنا

ہر بات میں ہے انداز نیا ہر بات میں ندرت جلوہ نما — اے مظہر شان پاک خدا اے معدن قدرت کیا کہنا

اے عزت آدم فخر امم ہے آپ سے رنگ وجود عدم — کی عام جہاں میں خدا کی قسم توحید کی نعمت کیا کہنا

یہ نور ہوا پیدا ہوا ہر ذرے میں حسن ظہور ہوا — وہ ملک عرب مشکور ہوا سب مٹ گئی ظلمت کیا کہنا

یہ فرق و کفک سما کے سمک یہ چرخ و فلک یہ ملک و ملک — سب میں ہے ترے جلوے کی جھلک اے نور نبوت کیا کہنا

جو آپکی شان و عظمت ہے امت علیکم نعمت ہے — اے عز ولایت کیا کہنا اے فخر نبوت کیا کہنا

تکبیر کہیں تسبیح کہیں تحمید کہیں تہلیل کہیں — یہ کیف ریاضت کیا کہنا یہ جوش عبادت کیا کہنا

ہے عاشق زار نبی اختر لفظ اسکے ہیں رشک در اختر — اور حسن کلام کا ہے زیور مضموں کی لطافت کیا کہنا

اختر میرٹھی

۷۸۶

عرضداشت

(انجمن معین المسلمین بیاور۔ بحضور سراپا نور خواجہ غریب نواز اجمیری رح)

یہ ایڈریس ہے جو ہماری بھجن منڈلی نے عرس کے موقع پر خواجہ غریب نواز کے مزار مقدس کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھا تھا براہ کرم درج نظام المشائخ فرما کر ممنون فرمائیے۔ وہ سین قابل دید تھا جبکہ ہم گیارہ جانیں گیروا کفنی گلوں میں ڈالے ہوئے فریادیوں اور گداؤں کی شکل بنے کھڑے رو رہے تھے۔

راقم خادم الفقرا حسن الدین خاموش۔ ایرانی

غریب نواز! اس لکھ لٹ دربار میں بھکاریوں کی کیا کمی ہے۔ ایک ٹکڑ گدے سے لگا کر بڑے بڑے راج پاٹ کے مالک گلوں میں جھولیاں لٹکائے کھڑے ہیں ایک طرف دنیا والے دنیا کا ٹکڑا مانگ رہے ہیں۔ اور امید بھری نگاہ سے تیرا فیاض چہرہ تک رہے ہیں۔ دوسری طرف عقبےٰ کے بندے عقبےٰ کی دولت لینے کو اڑے ہوئے ہیں۔ تیسرے اُن دیوانوں کا مجمع ہے جو نہ دنیا مانگتے ہیں نہ عقبےٰ۔ مگر کچھ مانگتے ضرور ہیں۔ اور بڑے زور کے ساتھ مچل مچل کر مانگ رہے ہیں۔ خدا جانے وہ کیا چاہتے ہیں۔ اور کیا مانگتے ہیں ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا۔ وہ تو جھوم جھوم کر یہ گیت گاتے ہیں ؎

ذوق جنت دردسر ہے بیم دوزخ ہے الم   فارغ ان دونوں سے ہو کر بیٹھ اے پیر حرم

آرزوئے خلد سے بہتر ہے فکر وصل دوست   ورنہ یہ دل ہی نہ ہو جائے کہیں بیت الصنم

عاشق یارم مرا با کفر و با ایماں چہ کار

با بہشت و دوزخ و با حور و با غلماں چہ کار

سرکار! ان مستوں کا یہ گیت کئی مقدس بزرگوں کو سخت ناگوار گزرتا ہے وہ ان کو ڈراتے ہیں۔ دھمکاتے ہیں۔ سمجھاتے ہیں۔ مگر اُدھر سے برابر یہی جواب ملتا ہے ؎

کہانتک ای واعظو یہ جھگڑے مزے اُڑلنے دو بیخودی کے
جو ہوش میں ہوں تو ہم یہ سمجھیں حرام کیا ہے حلال کیا ہے

عرضکہ حضور کی درگاہ مقدس کا وسیع میدان طرح طرح کے کنگلوں سے بھرا پڑا ہے واہن ہی تیری فیاضی کو اور آفرین ہے تیرے خزانہ کو کہ کسیکو نامراد نہ لوٹائیگا چیونٹی کو کن اور ہاتھی کو من جو جس لائق ہوگا۔ اُسکو اُتنا ملیگا۔ ساقی کے گھر میں کمی نہیں ظرف چاہیئے۔ چاہو خُم کا خُم مُنہ سے لگا لو۔ چاہو چلو میں اُلو ہو کر بھاگ نکلو۔ داتا! اس بھیڑ بھاڑ میں ہم جیسے زار نا توان مشت استخوان کا کیا ٹھکانا۔ ہمارا کشکول تیرے دست کرم تک کیونکر پہنچے۔ مگر نہیں خواجہ سخی کا دربار ہے۔ جب آجتک یہاں سے کوئی محروم نہیں گیا تو ہم کیسے محروم رہ سکتے ہیں۔ پھر ہم تو وہ اڑیل گدا ہیں کہ گھر سے ارادہ ہی کرکے نکلے ہیں کہ بے لیئے نہ ٹلینگے۔ اور کیوں ٹلیں جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ چشمۂ فیض سے دوست دشمن اپنا پرایا۔ سیاہ سفید گبرو ترسا۔ مومن و کافر سب سیراب ہو کر جاتے ہیں۔ تیرا لنگر سب کو یکساں دعوت دیتا ہے۔

بریں خوان یغما چہ دشمن چہ دوست۔ تو پھر سرکار! ہمارا تو حق کچھ زیادہ ہے۔ ہم نیک ہیں یا بد ہیں تمہارے تو ہیں۔ لیکن۔ نسبت بہت اچھی ہے۔ اگر حال برا ہے۔ پس ہم تمہارے کہلاکر دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلانا کسر شان جانتے ہیں۔ اپنا تو یہ کہنا ہے کہ اللہ میاں سے بھی مانگو تو خواجہ کے قدموں کے پاس کھڑے ہو کر۔ اُنکا دامن پکڑ کر۔ اُن کا وسیلہ لیکر کیونکہ ہمنے تو خواجہ کے ذریعہ سے خدا اور خدا کے سچے رسولؐ کو جانا۔ اور خواجہ ہی کی زبان مبارک سے توحید کا وہ پیغام جو اللہ کے پاک اور سچے قاصد (رسولؐ کریم) کی معرفت بندوں تک پہنچا تھا ہم تک آیا۔ ہمنے تو راجپوتانہ کے کوہستان اور ریگستان کے ذرّے ذرّے کو خدا بنا رکھا تھا۔ اور کفر و ضلالت کے اندھیرے کنوئے میں بند پڑے تھے۔ بارے رحمت ایزدی جوش میں آئی

اور سرتاج رسل۔ خیر البشر کے اشارے سے دلیوں کا بادشاہ ہدایت کی مشعل لیکر سنجر سے چلکر اجمیر میں آموجود ہوا۔ ہم گم کردہ راہ کو راہ پر لایا۔ خود معین دین بنا۔ اور اجمیر کو شرافت کا لقب بخشا۔ اور آن کی آن میں وہ روحانیت کا راج پھیلا کر اچھے اچھے چکروتی راجوں کی گردنیں ایک گدڑی پوش کے قدموں پر دہری ہوئی ملیں۔ اُف۔ یہ کیسی پُر جلال بادشاہت تھی کہ نہ تلوار چلی نہ توپ نہ فوج آئی نہ رسالہ۔ مگر ایک نگاہ تھی کہ دلوں کے پار ہوتی ہوئی ادہر سے اُدہر نکل گئی۔ اور لاکھوں بندے کلمۂ توحید کے نشے میں مست نظر آئے +

غریب نواز! حضور کے در دولت پر جتنے ٹکڑگدے جمع ہیں کوئی تو دولت مانگتا ہے کوئی اولاد کوئی جاہ وحشمت۔ مگر شاہا! ہم انمیں سے نہیں ہیں۔ ہم خود غرضی کا جامہ اتار کر آج تیرے دربار دُربار میں حاضر ہوئے ہیں۔ اور خود مطلبی اور نفسانیت کا خیال دماغ سے نکالکر اس بارگاہ عالی میں گھُسے ہیں۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم بالکل نرالی قسم کے بھکاری ہیں۔ اسلیئے حضور دستِ کرم دراز فرما کر ہم ناتوانوں کو اپنے قریب گھسیٹ لیجئے۔ اور ہمارے کاسۂ سوال کو بھر دیجئے +

سرکار! راجپوتانہ کی سرزمین کا دماغ آسمان پر ہے۔ اُسے اس بات کا فخر ہے کہ اُسپر ہند الولی شہنشاہ سورہا ہے۔ اور اُسکی خاک کو یہ شرف ہے کہ بوسہ گاہ خلائق بن رہی ہے۔ مگر حضور جب کسی کلمہ گو کی نگاہ یہ دیکھتی ہے کہ اُسی علاقہ کے آپکے نانا کے کلمہ پڑہنے والے آپکے شاگرد آپکے غلام روحانی اخلاقی۔ تمدنی لحاظ سے سب سے زیادہ خستہ اور خراب ہیں تو جگر کے ٹکڑے ہوجاتے ہیں اور وہ بے اختیار حضور کو مخاطب کرکے پکار اُٹھتا ہے ؎

فریاد ہے اے کشتیِ اُمت کے نگہباں ۔۔۔ بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

حضور والا! خاص آپکی راج دہانی یا دارالسلطنت اجمیر شریف کے پڑوس گڑہ میراں

میں ہزاروں کی تعداد میں وہ قوم آباد ہے جسے میرات کہتے ہیں جو راجہ مہاراجوں کی نسل سے ہیں اور حضور اور حضور کے خدام کی تلقین اور نگاہ کرم سے کفر و ضلالت کے تاریک غار سے نکلکر اسلام کی روشنی میں آئے تھے۔ آج انکی یہ حالت ہے کہ انکو مسلمان کہنا بھی اسلام کی توہین ہے بلکہ ہم غلاموں کو خوف ہے کہ اگر انکی خبر نہ لی گئی تو ایک روز نام بھی نہ رہیگا۔ کیونکہ دشمنان توحید برابر کوشش میں ہیں کہ انہیں صراط مستقیم سے بھٹکاکر دوسری طرف لیجائیں ؎

ڈر ہے کہ کہیں نام بھی مٹ جائے نہ آخر　　مدت سے اسے دور زماں میٹ رہا ہے

غریب نواز! ہم چند نحیف و زار اور ناتوان غلاموں نے حضور کے بل بوتے پر اللہ پاک کا نام لیکر ایک انجمن معین المسلمین قائم کردی ہے جسکے اور مقاصد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مگرو کے پہاڑی علاقوں کے مسلمانوں کی اصلاح کرنا اور بذریعہ واعظوں کے انکو تعلیم اسلام دلانا۔ اور بذریعہ تنخواہ دار مدرسوں کے انکے بچوں کو تعلیم دلانا +

شاہا! ہم کیا اور ہماری ہستی کیا۔ ہمارے کمزور کندھے اور یہ پہاڑ! لیکن اشارہ حضور کا ہو جائے تو بیڑا پار ہے۔ ہماری کمزوریوں اور ہمارے بلند ارادوں کو دیکھکر ہنسنے والے سب دنگ ہو جائیں +

سرکار! ہم نے تو ایک در پکڑلیا۔ یک در گیر و محکم گیر۔ ہم کس سے مانگیں اور کیوں مانگیں۔ شاہ کا دربار چھوڑکر کنگلوں کے سامنے ہاتھ کیوں پساریں۔ دلوائیے اور جلدی دلوائیے۔ اور صرف کسی ایک ہی اسلام کے شیدائی کو حکم دیجئے۔ کہ وہ حاضر ہوکر ہماری درخواست پوری کردے۔ ہم نہ مانگیں وہ زبردستی دیدے۔ ہم اسے نہ پوچھیں وہ خود ہمیں پوچھے۔ ہم کیا چاہتے ہیں۔؟ کچھ نہیں۔ صرف تیس ۳۰ روپیہ ماہوار کی مستقل آمدنی جس سے مدرس اور واعظوں کی تنخواہ دیجایاکرے۔ حضور کے دربار میں ہزاروں حاجتی ایسے حاضر ہوتے ہیں۔ جو حصول مراد کے بعد ہزاروں روپیہ لٹاکر چلے جاتے ہیں۔ کوئی

حضور کو خوش کرنے کی غرض سے دیگ چڑھاتا ہے۔ کوئی کچھ کرتا ہے کوئی کچھ حضور والا اِن میں کسی کو فرما دیجئے کہ حضور کے نام کی ایک دیگ چڑھاوے۔ جس کا کھانا قیامت تک لٹتا رہے مگر ختم نہ ہو۔ اور اُمت محمدی نورانیاں اور اخلاق اسلام کی لذت کا لطف اُٹھاتی رہے۔

شاہا! بس ہم جاتے ہیں۔ اب دوسرے کھڑے ہو کر حضور کے خوان یغما کی لوٹ کا تماشا دیکھیں گے۔ مگر نہیں ہم سب سے بڑی چیز حضور سے مانگنا بھولے جاتے ہیں وہ ملے تو ہم یہاں سے ٹلیں۔ وہ کیا؟ وہ وہی ایمان کی روشنی۔ وہ بجلی کی چمک۔ وہ وہی برقی جھلک جو کسی وقت فاران کی چوٹیوں پر چمکی تھی۔ اور جس کے دیکھنے والے بیہوش ہو گئے تھے۔ کونسا برقی نور جسکی بیٹری مدینہ میں ہے اور اُسکا تار اجمیر کے حجرے میں بس یہی چاہیے۔ اسکے بغیر ہم اندھے ہو رہے ہیں۔ اسکے بغیر ہم ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ اسی کے بغیر ذلیل و رسوا ہیں۔ اسی کے بغیر دنیا کے ہر بازار میں ہماری دُر جاتی رہی

سرکار! قصور ہمارا ہی ہے۔ ہمارے ہاتھوں کے یہ کرتوت ہیں۔ مگر کیا گنہگار کا قصور معاف نہیں ہوتا؟ عاصیوں کی بخشش بند ہے؟ توبہ مقبول نہیں ہوتی؟۔ ہوتی ہے! اچھا تو دیجئے۔ دیجئے۔ بلٰد دیجئے

الحمد للہ علی احسانہ

اچھا حضور ہم جاتے ہیں۔ حکم دیجئے کہ چلتے وقت حضور کی شان میں اپنے دلی جذبات کا اظہار کر جائیں اور کمزور اور ٹوٹے ہوئے الفاظ میں اپنے دل کا بخار گیت کا کر نکال جائیں ؎

سلطان عرب کے نور نظر سلطان الہند غریب نواز
ایماں کے شجر عرفاں کے ثمر سلطان الہند غریب نواز

اللہ نے رتبہ خاص دیا ولیوں کا تمہیں سرتاج کیا
وہ سب ہیں ستارے تم ہو قمر سلطان الہند غریب نواز

تم قبلہ جاں تم کعبۂ دیں ہم خاک نشیں تم عرش نشیں
تم دستِ عطا ہم دست نگر سلطان الہند غریب نواز

ارشاد ہوا ای بندہ پرور بیفیض و عطا چھوڑ کے در
ہم جائیں کہاں ہم جائیں کدھر سلطان الہند غریب نواز

بیچارہ و خستہ زار ہیں ہم تم دیکھو کو سینہ فگار ہیں ہم
درکار ہے چارہ دردِ جگر سلطان الہند غریب نواز

ملجائیں مرادیں لگی ہیں ورنہ ہی ہیں جینا مرنا
چوکھٹ ہی تمہاری اور یہ سر سلطان الہند غریب نواز

دیگر

المدد اے سید قوم غریباں المدد
المدد اے رونق شہر خموشاں المدد

کیا کہیں تاریکیِ زندانِ غم اندھیر ہے
سوجھتا کچھ بھی نہیں ای ماہ تاباں المدد

وقت ہے یہ ناخدائی کا خدا کے واسطے
اپنی کشتی ہو گئی ہے نذرِ طوفاں المدد

کان اخلاق و مروت معدنِ لطف و کرم
مخزنِ جود و سخا محبوب یزداں المدد

دُسلکٹ ستِ عالغرش ہیں ہے پائے ثبات
المدد اے دستگیر ناتواں المدد

پھول سب کملا گئے ہیں کونپلیں چھا گئیں
خاک اُڑتی ہے چمن میں ابر باراں المدد

عرض حال

اے معینِ دینِ برحق سرِ حق کے رازداں
اولیںِ اولیا و کاملینِ رہبراں

نخلِ باغ شاہ کربل سرو چمنِ فاطمہ
شاخِ نخلِ گلشن پیغمبرِ آخر زماں

رہبرِ راہ طریقت ہادیِ راہِ ھدے
والئے ملکِ سخاوت دستگیرِ طالباں

رہنمائے راہ دیں و چارہ سازِ عاصیاں
مونسِ بے چارگاں مشکل کشائے عاجزاں

جوش پر آتا ہے جب دریائے بخشش آپ کا
گوہرِ مقصود سے بھرتا ہے دامن اک جہاں

لیکے فریاد اک انوکھی آج کئے ہیں غلام
جنکے سینوں میں بھری ہے رنج و غم کی داستاں

آپکے دستِ مبارک سے لگا تھا باغ جو
ان دنوں اُس باغ میں ہے آمدِ فصلِ خزاں

دین پر ہیں حملہ آور غیر قومیں آج کل
ہر شہر اور گاؤں میں سُنا و مُنکے ہیں رواں

خاص کر کے میرواڑے میں ہے اُن کا زور و شور
ہاتھ بھر اتوں پہ کرتے خوب ہیں جا کر رواں

کشتیٔ قوم غریباں ہے تباہی میں پڑی
عاجز و حیراں پریشاں حال ہیں پیر و جواں

ایسی حالت میں سوا تیرے ہی کسکا آسرا
لیجئے جلدی خبر اے دستگیر بیکساں

روز و شب ہیں مبتلائے رنج بربادیٔ قوم
آپ پر روشن ہے شاہا دل کا سب درد نہاں

نام سے تیرے ہی کھولی انجمن بیا درس ایک
اور چھوٹا مدرسہ بھی بہر تعلیم قرآن

ہو ضرورت ہے واعظوں کی واسطے دیہات کے
تنگ درہم امداد ماہانہ کی حاجت ہو وہاں

ہیں غلام خاندانِ چشت گو ہیں رو سیاہ
چھوڑ کر اس آستانہ کو بھلا جائیں کہاں

کیجئے جلدی اشارا وقت ہے امداد کا
آئے ہیں ہم چھوڑ کر بیٹھا ہوا اک کارواں

چارہ سازی کیجئے دلوا دیجئے غم سے نجات
کیجئے اپنے کسی محبوب پر فرماں رواں

دعاخانہ

حضرات! بارش نہیں ہوتی۔ چاروں طرف سے شکایتیں آرہی ہیں۔ روئیے۔ گڑگڑائیے۔ توبہ کیجئے۔ استسقا کی نمازیں پڑھیئے اور دعا فرمائیے۔ ورنہ عالمگیر قحط پڑنے والا ہے۔ خدا محفوظ رکھے۔

ایک صاحب (جو اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے) دعا کے خواستگار ہیں کہ وہ جو ضلعداری کے عہدے کے لئے سعی کر رہے ہیں انہیں کامیابی ہو نیز انکی اہلیہ صاحبہ جو بہت روپے کی قرضدار ہیں اس سے سبکدوش ہو جاتیں۔ ننھو روپیہ پیش کرینگے۔ **سید** اولاد حسین صاحب ہیڈ کلرک اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کی بابت پچھلے مہینہ لکھا گیا تھا کہ وہ اپنی صحتیابی پر ماہ مئی دینگے۔ یہ رقم غلط ہے۔ صرف ۲ عہ چاہئیے تھی۔

ایس۔ ایم رمضان علی صاحب زندہ دل کیواسطے ترقی تنخواہ کی دعا کی جائے۔ ۵ روپیہ کا وعدہ کرتے ہیں۔ **ماسٹر** حمزہ خانصاحب کے مقاصد دلی پورے ہوں عہ روپیہ نذر کرینگے۔ **مولوی** ٹھاکر جاں صاحب ہیڈ ماسٹر دلی آرزوں کے پورا ہونے کی دعا چاہتے ہیں تین روپیہ دینگے۔ **مولانا** شریف اعظم صاحب اپنے کسی عزیز شیخ امیر الدین صاحب مرحوم کی دعائے مغفرت کیواسطے لکھتے ہیں عہ بھیجا ہے۔ **مرزا** محمد اسمعیل بیگ صاحب ہیڈ پوسٹ اپنے دوست عبد الرحمن صاحب کی کشائش رزق کی دعا کیلئے لکھا ہے۔ ضرور دعا کیجائے

محمد قمرالدین صاحب سب اسسٹنٹ سرجن کے بھائی محمد ابراہیم صاحب کے لئے دعائے خیر کیجائے جب مقدمہ م خدمت حلقہ کرینگے۔ **خاص** محمد قمرالدین صاحب کے واسطے بھی دعا کی جائے کہ اللہ انکو فرزند صالح عنایت فرمائے۔

حلقہ کی نسبت

ایڈیٹر اللوا کی زبردست رائے

مصر میں حضرت خواجہ صاحب کا گرمجوشی سے خیر مقدم ہوا۔ عمائدین مشاہیر نے اغراض
حلقہ سے بڑی دلچسپی ظاہر کی۔ اخبارات نے اُنپر لمبے لمبے آرٹیکل لکھے۔ ہم فی الحال
ذیل میں صرف اللوا سے ایک مضمون کا مفہوم شائع کرتے ہیں جو خاص اُسکے فاضل اڈیٹر
کی فکر کا نتیجہ ہے:-

دن بیتے، سال گزرے، زمانہ بدل گیا۔ مگر اہل تصوف اور اُنکے متعلقین کچھ
ایسی تانکر سوئے ہیں کہ کروٹ نہیں لیتے۔ صدائے برخیزد۔ دینی و دنیوی علوم سے
ناواقف۔ بدعات پر تُلے ہوئے۔ اصول مذہب سے بیخبر (اسقدر کہ شرک و توحید میں امتیاز
نہیں کر سکتے) بداخلاق۔ مولود شریف میں جو بات چاہیں بڑھا لیں۔ مُردوں کو خدا کر
دکھائیں۔ اور پیران زیادتیوں کو عین اسلام سمجھیں۔ حالانکہ اسلام ایسی بے اعتدالیوں
سے قطعی پاک اور محفوظ ہے۔ اگر آج اس گروہ کو حقیقت تصوف اور اُسکی غرض اصلی
کا علم ہو جائے تو اُسکو کھلے کہ وہ کسقدر گمراہی اور ضلالت میں پڑا ہوا ہے۔

ابتدائے اسلام میں تصوف کی عجیب و غریب شان تھی۔ مسلمانوں کے
وہ علما جو اصلیت مذہب اور اسکے تمام فروعات سے بخوبی واقف ہوتے تھے صوفی
کہلاتے تھے۔ یہ نام انپر پھبتا تھا۔ لیکن فی زماننا حالت بالکل اسکے برعکس ہے
اب اس فرقہ سے بجائے اسکے کہ اسلام کو کچھ فائدہ حاصل ہو الٹا نقصان پہنچ رہا ہے
پہلے تصوف دیگر علوم کی طرح پڑھایا جاتا تھا۔ لیکن ہم نے بزرگوں کے تمام طریقوں کو
چھوڑ دیا۔ حالانکہ جانتے ہیں کہ ہماری کامیابی ان ہی کے قدم بقدم چلنے پر موقوف ہے

سننے ڈھنگوں سے کچھ ملنے والا نہیں۔ یہ معلوم کرکے ہمیں بہت ہی مسرت اور خوشی حاصل ہوئی کہ مشائخ ہند میں سے ایک صاحب نے صوفیوں کی جہالت۔ کسل غفلت اور دیگر نقائص کی اصلاح کے لئے کمر ہمت باندھی ہے۔ وہ اپنی مراسلت میں (جسکو ہم اپنے اخبار کے کسی گذشتہ نمبر میں چھاپ چکے ہیں) لکھتے ہیں کہ چند عالم فاضل حضرات نے اس معاملہ کی طرف توجہ کی اور ایک انجمن قایم فرماکر اس کا نام حلقہ نظام المشائخ رکھا۔ جسکا مرکز شہر دہلی ہے۔ جہاں بڑے بڑے اہل اللہ اور اکابر صوفیہ گزرے ہیں۔ بہت سے بزرگ مشائخ نے اسمیں شرکت کرلی ہے۔ اور باقی بھی آہستہ آہستہ شامل ہوجائینگے۔ اس حلقہ کے مقاصد میں اہم ترین یہ ہیں۔(۱) علم تصوف کی حفاظت و اشاعت۔ اسکی تکمیل کے لئے ایک کتب خانہ تجویز کیا گیا ہے جس میں اس فن کی نادر اور مفید کتابیں جمع ہونگی۔ نیز جدید تصانیف کے تراجم شائع کئے جائینگے۔ اس سے بڑھکر محفوظ کن یہ امر ہے کہ حلقہ کے تحت میں ماہ بماہ ایک رسالہ شائع ہوتا ہے۔ وہ بھی نظام المشائخ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں تصوف اور اہل تصوف کے متعلق اچھے اچھے مضامین ہوتے ہیں۔ مشائخ اسے نہایت دلچسپی سے دیکھتے ہیں۔ عنقریب حلقہ ایک ہفتہ وار اخبار بھی نکالنے والا ہے جسکا نام درویش ہوگا۔

دوسری غرض یہ ہے کہ خانقاہوں اور اُن مجالس (اعراس) اصلاح کیجائے جو دائرہ شریعت سے باہر ہوگئی ہیں۔ حلقہ نے اس کام کو چند جگہ کامیابی کے ساتھ پورا کیا ہے۔ انشاء اللہ اور خانقاہوں میں بھی وہ درستی کرسکیگا۔

(۳) وقتاً فوقتاً ایسی رائیں دینا جن سے خانقاہوں کی انتظامی حالت ٹھیک ہوجائے۔ ان سب کے اجرا کے لیئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صاحبان طرق ایک قرار داد مقام پر مجتمع ہوکر مذکورہ خرابیوں کی اصلاح کے واسطے مشورے کریں۔

یہ باتیں دیکھکر ایسے مدرسہ کی ضرورت کا بیشک احساس ہونا چاہیئے جس میں تصوف کی تعلیم بقدر حاجت اسیطرح دیجائے جیسے حدیث۔ تفسیر۔ فقہ وغیرہ کی دیجاتی ہے۔ تربیت اطفال کے لیئے ایسے استاد تجویز ہوں جو اہل باطن۔ پرہیزگار روشن دل۔ عابد وزاہد اور صاحب اثر ہوں۔ ایسے سلیقہ کے ساتھ تعلیم پاکر جب لوگ اپنے اسلاف کی گدی پر آئینگے تو وہ اپنے معتقدین کے لیئے نمونہ اور مثال ہوں کے ان کی وجہ سے بڑی بڑی اصلاحیں ہوجائیں گی۔ بدعات کا نام نہ رہے گا۔ ہم ان ارادوں کو بہت پسند کرتے ہیں۔ اور حلقۃ المشائخ کو اُسکے مقاصد جمیلہ پر مبارک باد دیتے ہیں اور تائید کرتے ہیں۔ امید ہے کہ اب تمام ممالک اسلام کے افاضل اور روشن خیال حضرات موجودہ صوفیوں کی اصلاح کے درپے ہوجائینگے کیونکہ مذہبی طبقہ کی قوت ایسی قوت ہے جسکو نظرانداز کرنا خفیف بات نہیں ہے اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ جو ہتیار ہمارے پاس موجود ہیں اُنسے خود مستفید ہوں۔ ورنہ کم از کم یہ تو کریں کہ اغیار اُنہیں ہمارے خلاف نہ اُٹھا سکیں۔ ہمارے خیال میں اس امر کے حصول کا اس مدرسے سے بڑھکر کوئی ذریعہ نہیں جسکا اوپر ذکر ہوا ٭

(ترجمہ) واحدی

سرِ باطن

ہیں عجب نیرنگ منظر شخص و عکس و آئینہ	نقش قدرت کا ہیں منظر شخص و عکس و آئینہ
شش جہت میں ہو رہے ہیں جلوہ ہائے رنگ رنگ	کر رہے ہیں ہمکو ششدر شخص و عکس و آئینہ
انفس و آفاق کا ہوجائیگا جب اتفاق	کشف ہوجائینگے یکسر شخص و عکس و آئینہ
جلوۂ نیرنگ کثرت عین وحدت ہوگیا	بنگئے آئینہ پیکر شخص و عکس و آئینہ
قلب ساقی ماہ کامل نور برزخ سے ہوا	ہیں تجلی خیز منظر شخص و عکس و آئینہ

ساقی دہلوی

مشق انشا پرداز اور بخپتہ کار اخبار نویس ہیں مختلف پرچوں میں کام کرتے کرتے انہوں نے رسوخ اور اثر بھی خوب حاصل کر لیا ہے۔ چنانچہ اس مرتبہ کے رسالہ میں محض انہی کی وجہ سے کئی ایسے حضرات کے مضامین شائع ہوئے ہیں جو ہر جگہ لکھنا اپنا شیوہ نہیں سمجھتے +

علامہ نور الدین خلیفہ مرزا غلام احمد صاحب مرحوم قادیانی چاہتے ہیں کہ جمعہ کے دن دوپہر کے وقت دو گھنٹے کے لیے تمام مدارس دفاتر بند رہا کریں تاکہ ہر مسلمان کو اپنے اس ضروری فرض کی ادائیگی میں آسانی ہو جائے۔ جسکی شان میں آیا ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع۔ الخ اس تجویز کی کامیابی کے واسطے آپنے ایک مفصل چٹھی چھپوا کر کل اسلامی پریس اور انجمنوں کے نام بغرض طلب رائے جاری کی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ شہنشاہ جارج پنجم کے ورود دہلی کے موقع پر اسکے متعلق جملہ مسلمانان ہند کیطرف سے گورنمنٹ کے سامنے ایک متفقہ میموریل پیش کیا جائے۔ ایسی پاک تحریک اور عمدہ تجویز سے کون اختلاف کر سکتا ہے فوراً کارروائی شروع ہو جانی چاہیئے +

جمعہ کی نماز کیواسطے لازمی ہے کہ وہ یکجا اور خطبہ سننے کے بعد پڑہی جائے۔ یہ مسلمانوں کا دینی تہوار ہے۔ اسکو عید المومنین کہتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ جس گورنمنٹ نے ہندوؤں اور عیسائیوں کے معمولی معمولی تہواروں کی بڑی بڑی چھٹیاں مقرر کر رکھی ہیں وہ ہمیں ہفتہ میں دو گھنٹے اپنے مولا کی یاد کے لیے دینے سے دریغ کرے۔ ہمارے حاکم نہایت منصف اور مہربان ہیں وہ یقیناً ہماری التجا کو منظور کرینگے۔ بشرطیکہ التجا پختہ اور باقاعدہ کیجائے +

۲۲۔ جولائی کو حضرت خواجہ صاحب کا خط بیت المقدس سے آیا تہا۔ اسکے غالباً دمشق

سے آے۔ اور اِسکے بعد مدینہ منورہ سے۔ ۲۵ تاریخ کے روزانہ اخبارات میں ریوٹر ایجنسی کی طرف سے ایک برقی خبر شائع ہوئی ہے کہ ۲۰ ماہ حال کو خواجہ حسن نظامی دہلوی (سکرٹری آل انڈیا صوفی کانفرنس) جنکو کمیٹی نے مختص طور پر مسجد حضرت عمرؓ کی بیحرمتی کی تفتیش کے لیئے مقرر کیا تھا بمعیت "متصرف" "شیوخ" و "اعیان شہر" حجرے کے تہ خانے میں اُترے تمام قدیمی یادگاروں کی پڑتال کرنے کے بعد اُنکو یقین ہوگیا کہ کوئی چیز چوری نہیں گئی اس تحقیقات کی کیفیت اُنہوں نے انجمن (حلقہ نظام المشائخ) کو بھیجدی ہے"۔ یہ چوری کا قصہ باخبر حضرات سے مخفی نہیں۔ مزید بیان فضول اور باعث طوالت ہوگا۔ لکھنے کی بات یہ ہے کہ مصر کے عجائبات دیکھنے کے بعد خواجہ صاحب کو بیت المقدس کے ان تبرکات کی زیارت کا بھی موقع ملگیا۔ جن تک اُن سے پہلے کسی ہندوستانی کی رسائی نہ ہوئی تھی اب ناظرین نظام المشائخ فرعون کی نعش کے عبرتناک ذکر کے ساتھ حضرت سلیمانؑ کے تاج کی زیارت کا دلچسپ حال بھی پڑھ سکیں گے ٭

گورنمنٹ پنجاب نے اخبار الحق دہلی سے ایک ہزار روپے کی ضمانت لی ہے۔ کہا نہیں جاسکتا کہ مضامین جنپر یہ عملدرآمد ہوا۔ آریہ اخبارات کے اُن حملوں کے مقابلہ میں جو روزمرہ ہماری نگاہ سے گزرتے رہتے ہیں زیادہ سخت اور آزاردہ تھے یا کم۔ لیکن حکام انہیں موزوں الزام بتاتے ہیں "رموز مملکتِ خویش خسرواں دانند" امید ہے کہ اخبار موصوف آیندہ اور احتیاط سے کام لے گا ٭

خوشی کی بات ہے کہ (برخلاف تمام ایسے اخبارات کے جنسے نفاذ پریس ایکٹ جدید کے بعد ضمانتیں طلب کی گئیں) الحق نے فوراً ایک ہزار روپیہ ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی کی خدمت میں پیش کردیا۔ میر قاسم علی صاحب احمدی مالک اخبار کی ہمت و مستعدی قابل داد

"عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است۔ میاں اچھا آئینہ دکھایا۔ بہت صحیح ہے "ہر کس بخیال خویش خبطے دارد۔ یہ صاحب بھی بہت اچھے ہیں۔ ہم نے ایسی صورتیں بہت دیکھی ہیں۔ ان کا آئینہ اندھا ہو گیا ہے۔ صیقل کی ضرورت ہے" "سنو بھائی۔ ہم صوفی نہیں۔ مستوں کے نام لیوا ہیں۔ اسے کسی خانقاہ" نامی گرامی میں قیل و قال کے لیے بھیج دیجیے۔ کوئی سجادہ نشین پیرزادے اٹھ کھڑے ہونگے۔ ہمیں اس کوچہ سے کیا آشنائی رہی۔ سارا سبق بھول" گئے۔ ہم اپنے آئینہ میں اپنے کو دیکھ رہے ہیں۔ خود شناسی کار باشد" اے فلاں۔ پیارے واحدی! ہماری تحریرات سابقہ نے ان اعتراضات" واہیہ کی قلعی کھول دی ہے۔ تحفہ درویش نمبر ۱-۲-۴ ہی کافی و" وافی تھے۔ گورکھ دھندے جا رہے ہیں۔ ایک ماہ میں واپسی ہوگی۔ آزردہ نہ" ہونا۔ اگر واپسی میں طبیعت پھر بھی مخاطب ہوئی تو پیارے واحدی کو" خیال کے زور سے سامنے لاکر محض اس خیالی تصویر کی خاطر آئینہ میں جلا" دیدی جائے گی۔ والدعا۔" فتح الٰہی

معزز ہمعصر آنریبل حاجی محمد اسمٰعیل خانصاحب نے اپنے رسالہ العزیز میں "مذہبی تعلیم پر نظر" کے عنوان سے ایک نہایت دلچسپ اور مبسوط مضمون لکھا ہے ہمیں آپ کی تقسیم وجہائے تعلیم سے کلی اتفاق ہے۔ مگر انگریزی کے تعلیم یافتہ اصحاب کو کامل دینی تعلیم دینے کی جو حاجی صاحب نے مخالفت کی ہے۔ وہ قابل عمل نہیں۔ ہم نے خود انگریزی پڑھی ہے اور اب بھی اکثر جدید فلسفہ و سائنس کی کتابیں ہمارے زیر مطالعہ رہتی ہیں۔ مگر مذہب پر غائر نظر ڈالنے وقت کبھی ہمارے دل میں خراب وسوسے نہیں پیدا ہوتے۔ بلکہ ہر مسئلے سے ایک نیا لطف ملتا ہے۔ ممکن ہے کہ دوسرے مذاہب کا لجیٹس کے علم و عقل کے سامنے نہ

ٹہیر سکتے ہوں۔ مگر اسلام وہ شئے نہیں جسے کوئی تحقیق ڈھا سکے۔ یہ اسکی روشنی میں اور جگمگاتا ہی۔ فلسفہ و سائنس اور تمام قدیم و جدید تحقیقاتیں گویا کھادہیں جنسے بجائے مضرت کے اس غدا کے لگائے ہوئے شجر میں گوناگوں ثمر پیدا ہوتے ہیں۔ ہماری رائے میں انگریزی خوانوں کو اسلام پر ضرور غور کرنا چاہیئے مگر کسی لائق استاد اور ہوشیار معلم کے سامنے بیٹھکر

مذہبی تعلیم کو حاجی صاحب موصوف تین درجوں پر تقسیم کرانا چاہتے ہیں۔ ایک عام۔ دوسرا خاص۔ اور تیسرا خاص الخاص۔ درجۂ عام میں وہ تعلیم شامل ہو جس سے واقف ہونا ہر مومن اور مومنہ پر فرض ہو یعنی نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کے غیر مختلف فیہ مسائل۔ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت۔ رسالتمآب اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے مختصر حالات۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کا کچھ کچھ تذکرہ۔ خاص درجہ میں ایسے فقیہ معلم۔ اور امام تیار کیئے جائیں جو معمولی روزمرہ کے مسئلوں اور مذہبی تاریخ جانتے ہوں جو درجہ عام کے طلبہ کو پڑھا سکیں۔ ایسے لوگوں کی ہر قریہ اور قصبہ میں ضرورت ہو تمام مکاتب و مساجد انسے آباد ہونی چاہئیں۔ اور خاص الخاص میں انکا شمار ہو جو صاحب فتوےٰ ہوں۔ اور مسلمانوں کو دینی و دنیاوی معاملات میں مشورے دے سکیں۔ درجۂ خاص میں مڈل تک انگریزی ہونی چاہیئے۔ اور خاص الخاص میں اعلےٰ سے اعلےٰ۔ یہ سب تجویزیں قیام مسلم یونیورسٹی کے بعد عمل پذیر ہوسکتی ہیں ؂

الہ آباد کا رسالہ ادیب یوں تو ابتدائے اشاعت سے ہی اچھی شان میں نکل رہا تھا۔ لیکن اسکا جون نمبر جو مسٹر پیارے لال شاکر میرٹھی کی زیر اڈیٹری تیار ہوا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ قابل تعریف ہی۔ ادیب کے سابق اڈیٹر منشی نوبت رائے نظر بوجوہات چند اس سے علیحدہ ہوگئے یا علیحدہ کردیئے گئے۔ اب یہ کام شاکر صاحب کے سپرد ہوا ہے جو ایک کہنہ

اڈیٹوریل

پچھلے پرچہ یعنی جولائی نمبر میں اتفاقیہ سہو سے آخری ۸ صفحوں پر غلط ہندسے پڑگئے تھے۔ ۵۶ کے بعد ۵۷ ہونا چاہیئے۔ ۶۵ کاٹ دیجئے اور خاتمہ سے درست کرتے چلے جایئے۔ یہانتک کہ ۷۲ کے ۶۴ بن جائیں۔ زائد ۱۰ صفحے شروع میں لگے ہوئے ہیں۔ جنمیں "اڈیٹوریل" درج ہے اس حساب سے (۶۴ + ۱۰) یہ رسالہ ۷۴ صفحے کا تھا جن کاپیوں میں غلطی واقع ہوئی۔ وہ "بزم فرید" کی تھیں۔ اس ترجمے کا سلسلہ ملانیکے لیئے مئی کا پرچہ ملاحظہ فرمایئے جس میں اسکے ۸ صفحہ ہیں نواں صفحہ جولائی نمبر سے شروع ہوا۔ مذکورہ بالا ۵۶ اور ۵۷ کو رسالہ سے تعلق ہے۔ بزم فرید کے ہندسے بالکل صحیح ہیں۔ یہ باتیں ذراسی دیکھ بھال سے سمجھ میں آسکتی تہیں لیکن متعدد حضرات نے غور نہ کیا اور شکایت نامے بھیجدیئے۔ میں علیحدہ علیحدہ جواب دینے سے معذور تھا۔ اسلیئے یہ عام تصحیح کیئے دیتا ہوں ؎

ہم نے ارادہ کیا ہے کہ نظام المشائخ میں صوفیانہ اور تصوفانہ مضامین کے ساتھ بزرگان دین اور اہل اللہ کے مقابر اور دیگر مقدس مقامات و تبرکات کی تصویریں بھی شائع کیا کریں اگرچہ موجودہ حالت میں ۲ سالانہ ۷۲ صفحوں کی ہی عمدہ لکھائی، چھپائی اور نفیس کاغذ کیلئے کافی نہیں ہوتے۔ لیکن آجکل کی رفتار ترقی دیکھکر امید بندھتی ہے کہ ناظرین اپنے خدمتگزار رسالہ کو بہت جلد تمام بار اٹھانیکے قابل بنا دینگے ؎

اردو زبان میں درویشی لٹریچر کو عروج دینا حلقۃ المشائخ کا ایک اہم مقصد ہے۔ اسی بنا پر رسالہ نظام المشائخ جاری کیا گیا۔ اور یہی بات بار بار ہفتہ وار اخبار کا خیال پیدا کرتی رہتی ہے۔ مگر ان سب سے بڑھکر ضرورت ہے اس امر کی کہ تصوف اور اہل تصوف کے متعلق کتابیں لکھی جائیں جن کی

اِس زور شور سے اشاعت ہو کہ ملک کا کوئی کونہ اِنسے خالی نہ رہے۔ اِسی ضرورت کو محسوس کرکے ہم نے گزشتہ ماہ میں حضرت شاہ فتح اللّٰہی شمس العلما مولانا شبلی۔ عالیجناب مولوی عزیز مرزا صاحب بی اے۔ اور صاحب فتح الحمید مولوی فتح محمد خاں صاحب جالندہری اِن چار برگزیدہ اور ممتاز مصنفین کو لکھا کہ وہ کار زیر بحث میں ہماری مدد فرمائیں۔ الحمدللہ ہر طرف سے اچھی صدا آئی۔ چاروں بزرگوں نے ہماری درخواست کو قبول کیا +

میں پہلا شکریہ علامہ شبلی۔ کا ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے صرف منظوری ہی نہیں فرمائی بلکہ جواب کے ساتھ کتاب بھی بھیجدی۔ یہ جناب مخدوم کی ایسی تصنیف ہی کہ ہر گروہ اور ہر طبقے میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ یعنی سوانح عمری حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ ہمارے رسالہ کی تقطیع پر دو سو پونے دو سو صفحوں میں ختم ہو گی۔ خیر مقدم کے لیئے تیار رہیئے +

آپکے بعد مولوی عزیز مرزا صاحب بھی کم شکریہ کے مستحق نہیں۔ جن کی قومی مصروفیتیں چار وانگ عالم میں مشہور ہیں۔ مگر وہ اِس تازہ خدمت سے انکار نہیں کرتے۔ آجکل علیل ہیں بعد صحتیابی کام شروع فرمائینگے۔ دعا کیجے کہ حق تعالی ایسے وجود مسعود کو مدت تک سلامت باکرامت رکھے +

لیکن یہ دونوں حضرات ہمارے قدیمی نوازش فرما ہیں۔ اور ہمیں اِنسے ایسی ہی امیدیں تہیں۔ تائید ایزدی یہ ہے کہ مولوی فتح محمد خاں صاحب جنکو ہم نے آجتک دیکھا بھی نہیں معمولی مراسم میں ایسے مہربان ہوئے ہیں کہ غالباً اگلے ہی پرچہ میں اعلان ہوگا۔ کہ آپنے ہمارے پیشکردہ مضمون پر نصف کتاب لکھ لی۔ پھر شاہ صاحب قبلہ کا تو کہنا ہی کیا۔ اُنکے احسانات کا بار تو ہمپر ایسا ہے کہ سبکدوشی ممکن نہیں۔ ہم نے آپ کو ایک کتاب کے جواب کے لیئے لکھا تھا۔ جس میں کسی صاحب نے تصوف کے خلاف بھڑاس نکالی ہے۔ اسکی رسید پر جو گرامی نامہ حضرت موصوف نے خاکسار کے نام ارسال فرمایا ہی۔ وہ بجنسہ درج ذیل ہے۔ اب کی مرتبہ رسالہ میں آپکا کوئی مضمون نہیں ہی صرف انداز تحریر سے ہی مزا لیجئے +

پہلے بھی اجرائے الحق پریس کے وقت اُنہیں پانسو روپے دینے پڑے تھے۔ ایک ہزار اب نذر ہوئے۔ یہ ۱۵سو کی رقم جو میر صاحب نے اپنے مشن کیلئے صرف کی۔ تھوڑی نہیں قوم کو اُنکے پرچہ کی اشاعت وسیع کرنی چاہیئے ٭

مسلم یونیورسٹی فنڈ کے لیئے جسقدر روپیہ ہمارے پاس جمع ہوا تھا وہ اِس مہینے میں حاجی عبدالرزاق صاحب سکرٹری یونیورسٹی فنڈ دہلی کی خدمت میں بھیجدیا گیا رسیدیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ اور تفصیل ذیل میں درج کیجاتی ہے ٭

منشی محمد الدین خوشنویس از مئی تا جولائی ۱۹۱۱ء ۳؍ ٭ قاضی لطیف الدین صاحب پیرزادہ حضرت قطب صاحب ۸؍ ٭ مولوی یوسف علی صاحب پیرزادہ حضرت قطب صاحب ۱؍ ٭ سید محمد عاشق صاحب پیرزادہ حضرت قطب صاحب ۱۲؍ ٭ مسٹر فیاض احمد صاحب انصاری (علیگ) ۱۰؍ ٭ خاکسار محمد الواحدی ۲۱ ٭ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب ۱۸ ٭ سید مشتاق حسین صاحب پیرزادہ حضرت قطب صاحب ۲؍ ٭ ایس۔ ایم رمضان علی صاحب زندہ دل ۵؍ (ان کی رقم گزشتہ نمبر میں درج نہو سکی تھی) ٭ **میزان کل ۹۲؍۱۰** ٭ انکی ادائیگی کے بعد یونیورسٹی فنڈ میں صرف ایکروپیہ وصول ہوا ہے جو بابو غلام سرور صاحب بلیسٹ انسپکٹر کا ہے۔ دیگر حضرات کو بھی توجہ کرنی چاہیئے ٭

حلقہ کا حساب ہے۔ **آمدنی** ۔ ازجناب سید عبدالرحمن صاحب ای ملے سی بابت جولائی ۱۹۱۱ء ۵؍ ازجناب ملک غلام حسن صاحب نظامی امرتسر یکمشت ۱۲؍۵۔ ازجناب منشی محمد اسمعیل صاحب کورٹ سب انسپکٹر پولیس یکمشت ۵؍ ازجناب مولانا شریف اعظم صاحب لکھنیا نوی یکمشت ۸؍ ازجناب حافظ محمد عبدالحلیم صاحب تاجر اعظم کانپور بابت جولائی ۱۹۱۱ء ۲؍ ازجناب بابو غلام سرور صاحب بلیسٹ انسپکٹر یکمشت ۸؍ ازجناب اوڈیٹر صاحب صوفی بابت جولائی ۱۹۱۱ء ۸؍ ٭ **میزان کل ۲۷؍۵**

خرچ ختم الکیسین ۲؍ کرایہ مکان ۵؍ تنخواہ محرر ۵؍ خط و کتابت ۹؍ میزان کل۔ ۲۱؍۹

مصر و بیت المقدس کے چند متفرق حالات

ان کا ذکر حضرت خواجہ صاحب تو خدا جانے کس جگہ اور کہاں پہنچکر لکھیں۔ مگر میں رسالہ کے ناظرین کی خاطر اُنکے ایک پرائیویٹ والانامہ سے اخذ کرکے اسی رسالہ میں درج کیے دیتا ہوں۔ اتنی جلدی جسقدر معلوم ہو جائے۔ لطف سے خالی نہیں۔ یہ باتیں لتفصیل اور پورے مزے کیساتھ غالبًا اکتوبر نمبر میں شائع ہوسکیں گی۔

نظامی تکیہ

مصر میں تمام مشائخ صوفیہ کے سلسلہ وار تکیے بنے ہوئے ہیں جنکے اخراجات اوقاف سے چلتے ہیں۔ ان میں ایک تکیہ نظامیہ بھی ہے مگر افسوس کسی چشتی نظامی کے موجود نہ ہونیکے سبب ضبطی میں آگیا ہے۔ خواجہ صاحب اِسے واگزار کرانے کی سعی فرما رہے ہیں۔ اگر کامیابی ہوئی تو کسی آدمی کو مقرر فرما کر انتظام درست کردینگے۔

ہندی تکیہ

یہ بیت المقدس میں ہے اور حضرت بابا شیخ فریدالدین گنجشکر چشتی کے نام سے منسوب ہے۔ اسمیں حضرت کا چلہ بھی بنا ہوا ہے۔ حکومت کی طرفسے اِسکے مصارف ملتے ہیں۔ بہت صاف ستھری جگہ ہے۔ شیخ عبدالقادر مدراسی اِسکے متولی ہیں۔

مسجد اقصٰے کا خطبہ

۸ جولائی کو خواجہ صاحب نے جمعہ کی نماز مسجد اقصٰے میں پڑھی جسمیں جناب والا فرماتے ہیں کہ علاوہ دیگر عجیب مؤثر نظاروں کے یہ بات ہندوستان میں رواج دینے کے قابل نظر آئی کہ خطیب خطبہ میں حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی رح اور حضرت شیخ سید احمد بدوی رح کا نام بھی لیتے ہیں۔ ہندوستان میں حضرت خواجہ خواجگان سید معین الدین چشتی اجمیری رح کا نام نامی خطبہ میں داخل ہونا چاہیے۔ امید ہے کہ حلقۂ نظام المشائخ و دیگر اسلامی انجمنیں اس ضروری مسئلہ پر غور کریں گی۔

(اڈیٹر)

انساب النبی اس کتاب مین تمام نبیونکی نسب نامی از حضرت آدم تا رسول مقبول صلی اللہ وسلم معہ مختصر حالات عجیب وغریب معہ زایچہ حضرت آدم علیہ السلام زایچہ رسول مقبول صلی اللہ وسلم وحالات حضرت خاتم النبی صلی اللہ وسلم وحالات جنگ بدر و غزوہ خندق وفتح قلعہ خیبر واقعات از ہبوط آدم تا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ وسلم ودیگر حالات بیشمار ہین جسکے گنجایش بیان بہت کم ہے کتاب بہت اچھی ہے قیمت عہ — عہ

تفریح العارفین المسلمین ترجمہ اردو معراج المومنین الارشاد السالکین مصنفہ قاضی محمد بدل صاحب بلخی یہ کتاب حقیقت مین شریعت وطریقت معرفت و حقیقت کا بے نظیر خزانہ ہے۔ — سہ/

ہدیۃ البرکات جسمین خصوصیات شریف کے فضائل درج ہین قیمت — ۱/

عمدۃ الصحایف فی حال اہل الکشف والمعارف تصنیف مولوی محمد عبد الکریم صاحب حنفی قادری یہ کتاب تصوف کے قابل دید ہے۔ — عہ/۲

واردات السالکین۔ مصنفہ جناب مولوی شاہ عبد الہادی صاحب اسلام آبادی — ۲/

مرغوب القلوب ترجمہ اردو جذب القلوب مصنفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی یہ کتاب فضایل مدینہ منورہ مین بڑی مستند وعجیب وغریب ہے — ۱/

سیر الاقطاب اردو یہ کتاب حالات بزرگان خاندان چشتیہ صابریہ مین مستند ہے — ۸/

مجموعہ تصوف مصنفہ حضرت شیخ برہان صاحب جسمین رسالہ وجودیہ و رسالہ مقامات و بارہ ماسہ تصوف وغزلیات تصوف وغیرہ درج ہین — ۳/

صدائے صاحبدلے یعنی واعظ جو افضل الفضلا اکمل الکملا حضرت قبلہ مخدومنا جناب مولانا — ۱/

حکیم حاجی قاری شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواری صاحب نے محمدن ایجوکیشنل کانفرنس لکھنؤ مین فرمایا تھا

سراج المجالس ترجمہ اردو خیر المجالس ملفوظات حضرت مخدوم روشن چراغ دہلی قدس سرہ العزیز جمع کردہ حمید شاعر قلندر رحمۃ اللہ علیہ۔ — سہ/

تحفہ مرسلہ مترجم یہ وہ رسالہ ہے جسکو حضرت غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانی قدس العزیز کے تعلیم کیواسطے آپ کے پیر مرشد نے لکھا تھا — ۳/

دیدار مجتبی اسمین تمام وہ درود شریف درج ہین جنکی باقاعدہ پڑھنے سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرطیہ زیارت ہوجاتی ہے۔ — ۲/

مجموعہ اعمال مجربہ لو ترمیم سورہ یس شریف باموکل معہ طریقہ زکوۃ وغیرہ جسمین ہر کام وہر مقصد کے عمل درج ہین۔ — ۲/

مجموعہ اعمال مجربہ سورہ اخلاص واللہ الصمد شریف وچہل کاف شریف باموکل قیمت ۲/ — ۲/

مجموعہ اعمال مجربہ سورہ مزمل شریف ومعہ سورہ یوسف وسورہ واقعہ شریف باموکل معہ طریقہ زکوۃ وغیرہ قیمت ۴/ — ۴/

مجموعہ اعمال مجربہ آیۃ الکرسی وآیۃ کریمہ وناد علی شریف باموکل وغیرہ۔ — ۲/

شواہد نظامی۔ جسمین عملیات وحالات حضرت نظام الدین اولیا محبوب الہی قدس سرہ العزیز درج مین بڑی عمدہ کتاب۔ — عہ

مفلسی کا مجرب علاج مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی — ۱/

نافع خلایق۔ یہ عملیات مین نہایت عمدہ کتاب ۸۰ صفحہ کی ہے قیمت عہ — عہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۳۱

۷۸۶

نظام المشائخ

ستمبر ۱۹۱۱ع — (۱۵) رمضان ۱۳۲۹ھ

جلد ۵ — نمبر ۳

قسم دوم — قیمت سالانہ ۲؍

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

تمام سلسلوں کے صوفیہ مشائخ کی دینی و دنیاوی اغراض کا حامی اردو زبان کا ماہوار رسالہ

(دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے)

اعلیٰ قدر حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی خواہرزادہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رح نائب مدیر خادم الفقرا سید محمد مرتضیٰ بی کھد

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک قسم خاص [illegible] فی پرچہ [illegible] قسم اول سالانہ [illegible] فی پرچہ [illegible] قسم دوم سالانہ ۲؍ فی پرچہ [illegible]

محمد الواحدی مالک و اڈیٹر نے شرکاء حلقہ نظام المشائخ فیض بازار دہلی سے شائع کیا

منشی فضل حسین کے ہلالی پریس دہلی میں چھپوایا

قیمت فی پرچہ ۳؍

پہلے یہ پڑھ لیجئے

اُن لوگوں کے لیئے جو چکنے کاغذ، ولایتی چھپائی اور نہایت خوشنما ٹائیٹل کو پسند کرتے ہیں۔ مگر قیمت واجبی سے زیادہ نہیں دیسکتے۔ نظام المشائخ کی ایک اور قسم بڑہادی گئی ہی۔ وہ رسالہ جو آجتک قسم اول کے نام سے موسوم تہا۔ اب قسم خاص کہلائیگا۔ اور اسکے بدلے یہ نیا ایڈیشن قسم اول۔ اسکی قیمت قسم دوم کیطرح بالکل مناسب یعنی ۱۲؍ سالانہ ہی۔ جو خریداران قسم دوم سے لینا چاہیں۔ وہ ایک روپیہ نہیں نہیں۔ انکے چندے کے ختم ہونے میں جتنے مہینے باقی ہوں اُتنی دوانیاں بذریعہ منی آرڈر یا بصورت ٹکٹ ڈاک بہیجکر جاری کرالیں۔ اسمیں اور قسم خاص میں کچھ بین فرق نہیں ہی گویا یہ سمجھیے کہ وہی پرچہ جو پہلے پانچ روپیہ سالانہ میں دیا جاتا تہا اب ۱۲؍ میں ملیگا۔ نمونہ ۲؍ میں منگا کر دیکھ سکتے ہیں قسم خاص کو بھی انشاء اللہ دو ایک نمبر کے بعد غیر معمولی شاندار بنا دیا جائیگا یعنی اسکی قیمت صہ روپیہ زیادہ نہیں ہوگی ٭ **ایسی مثال** ہندوستان کا کوئی رسالہ یا اخبار پیش نہیں کر سکتا یہ فخر نظام المشائخ اور صرف نظام المشائخ کو حاصل ہی کہ گزشتہ ماہ اسکے ۱۴۴ پرچہ وی پی گئے تھے جو سوائے پانچ کے سب کے سب وصول ہو گئے۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ ہم اس کامیابی پر محسن حقیقی کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اپنے ناظرین کی توجہ و قدردانی کے ممنون ہیں۔ باقی مہینوں میں بھی واپسی کی تعداد کبھی اتنی نہیں ہوئی جتنی اکثر معاصرین کو شکایت رہتی ہی ٭

توسیع اشاعت۔ کیا آپنے اس معاملے میں اپنے خدمتگزار رسالے کی کچھ مدد کی ہی؟ اگر نہیں کی تو اب خیال فرمایئے اور اپنے دوستوں کو اسکی خریداری کیطرف رغبت دلایئے۔ کم از کم ایک نیا معاون ہر ناظر پرچہ کو دینا چاہیے۔ قابل تحسین ہیں یہ حضرات جنہوں نے ماہ اگست میں نظام المشائخ کو مجموعۃً ۶۵ خریدار دیئے ٭ پنڈت پربہو دیال صاحب عاشق لکھنوی۔ مولوی محمد یوسف صاحب لکھنوی۔ حکیم محمود علی صاحب اکبر آبادی۔ مسٹر غلام محمد صاحب منشی بیرسٹر۔ فقیر جلال الدین صاحب چشتی لاہور۔ حافظ محمود صاحب کلکتہ۔ مرزا احمد علی بیگ صاحب درگ۔ بابو میراں بخش صاحب بکہ ڈالا۔ شیخ قمر الدین صاحب حیدر آباد۔ بابو محمد سید حسین صاحب منگادلی۔ مسٹر نظام الحق صاحب مانگرول ٭

قضیہ بیت المقدس

کے متعلق

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے تین والا نامے

(مرتبہ خاکسار علم غلام نظام الدین دہلوی)

نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا

جب سے رپوٹر ایجنسی نے یہ تار شائع کرایا ہے کہ "۲۰ جولائی کو خواجہ حسن نظامی دہلوی سکرٹری آل انڈیا صوفی کانفرنس، جو مسجد عمر کی بیحرمتی کی تفتیش کے لئے اپنی انجمن کی طرف سے ڈیلیگیٹ مقرر ہوکر بیت المقدس آئے تھے حجرے کے تہخانے میں بموجودگی متصرف، شیوخ و رؤسائے شہر [illegible] انہیں یقین ہو گیا کہ انمیں کوئی چیز چوری نہیں گئی" - اس وقت سے ہندوستان کے مسلمانوں میں حق [illegible] کی نسبت عجیب عجیب خیالات پیدا ہو رہے ہیں۔ انکا محرک اول پنجاب کا ایک [illegible] خصال شخص تھا اور محرک ثانی دنیائے اخبار کا وہ سب سے بڑا بدصورت اور بدسیرت انسان جسکی چالاکیوں کی شہرت اس ملک سے گزر کر مصر و شام تک پہنچ چکی ہے لیکن ہم کسی کا نام بتانا [illegible] نہیں سمجھتے۔ البتہ اپنے دوست وطن اور پیسہ سے ضرور شکایت کرینگے۔ جنہوں نے بھی اس آگ کے بھڑکانے میں مذکورہ بالا حضرتوں سے کم حصہ نہیں لیا۔ وطن متحیر تھا کہ "خواجہ صاحب کو کس کمیٹی نے مامور و مبعوث کیا" جناب واحدی صاحب ایڈیٹر نظام المشائخ نے فتوح کے [illegible] Committee دکھلا کر اسکو ہوش میں لانا چاہا۔ مگر تبدیلی حالت اسکی مرضی کے خلاف تھی، چنانچہ اسکے ناظرین بدستور غلط فہمی اور دھوکے میں پڑے رہے۔ دوسری بات یہ تھی کہ بہت طرار اخبار نے یہ لکھی کہ "خواجہ صاحب کو غالباً الہام کے ذریعہ معلوم ہو گیا تھا کہ سب چیزیں محفوظ ہیں" دوسرے وطن کے موکل نے تو اسکے برعکس الٹا معنی [illegible] اسکا بھی کوئی نہیں جواب بھیجا گیا۔ مگر بے نتیجہ خبریں [illegible] معلوم کس کیفیت میں [illegible] جو پہلے زبان چپٹ گئیں۔ افسوس اور تعجب پیسہ اخبار پر آتا ہے کہ اسنے سب سے پہلے [illegible] اصل منشا ہی سمجھ لیا۔ کسی نامہ نگار نے خواجہ صاحب کی نہیں۔ خواجہ صاحب کے اصل

تحقیقات کی مخالفت کی، آپ نے اسے چھاپا۔ مگر اپنے ایڈیٹوریل نوٹ سے ایسا مسخ کر کے کہ طبیعت خراب ہو گئی۔ مفہوم نوٹ یہ تھا۔ کہ ہم نامہ نگار کی طرح خواجہ صاحب کو ایسا بدنیت تو نہیں تصور کرتے کہ وہ ان باتوں سے گورنمنٹ انگریزی میں ناجائز توقیر حاصل کرنی چاہتے ہیں لیکن وغیرہ وغیرہ۔ گویا انداز مرکٹلی بدنیت بنا دیا۔ اور لطف یہ کہ نامہ نگار کے مضمون میں ایک فقرہ بھی اس قسم کا نہ تھا۔ کسی کو گھلی ہوئی چیز کے اثر سے نظر آگیا ہو تو خدا جانے۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم

خواجہ حسن نظامی! اور کسی کی خوشامد! دو متضاد چیزیں ہیں۔ انصاف کے خلاف اور وہ بھی مسلمانوں کے معاملے میں اُنکی زبان سے ایک لفظ نہیں نکل سکتا۔ اسکا ثبوت ذیل کے یہ تین مضمون ہیں۔ جو ان کے خطوط سے اخذ کر کے درج کئے جاتے ہیں۔

(أ)

از بیت المقدس، ۷۔ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

مسلمانان ہند نے اخبارات سے بیت المقدس کی چوری کا حال معلوم کیا ہو گا میں نے یہاں پہنچکر سب سے پہلا کام اسکی تحقیقات کا کیا اور اپنی آنکھ سے تمام مواقع کو دیکھا۔ اور نے متوسط اور اعلےٰ طبقے والوں سے فرداً فرداً سوالات کر کے حقیقت کا پتہ لگایا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ انگریزوں کی ایک کمپنی نے کوہ قدس (بیت المقدس کا نام) سے حرم کے باہر حضرت سلیمان علیہ السلام کی مسجد کی پشت پر آثار قدیم کی تلاش کا ٹھیکہ لیا۔ اور عرصے تک زمین کھود کر قدیمی اشیاء ڈھونڈتے رہے مگر وہاں انکو سوائے چند معمولی چیزوں کے (جن کو نشانات مقدس سے کچھ تعلق نہ تھا۔ اور جو پرانے تمدن کی اشیاء تھیں) اور کچھ دستیاب نہوا۔ تو انہوں نے اندر ہی اندر سرنگ لگائی اور مسجد سلیمان علیہ السلام میں گھس گئے۔ وہاں بھی ان کو کچھ نہ ملا۔ اب انہوں نے قدس کے شیخ الحرم یعنی سجادہ نشین کو معقول رشوت دیکر خاص قبہ صخرا شریف میں نقب لگانے کا سامان کیا۔ صخرا شریف ایک مشہور و معروف پتھر ہے جو زمین سے معلق متصور کرا گلے زمانے میں بڑی عقیدت کا مرکز تھا۔ اسی پر عبدالملک بن مروان اموی خلیفہ نے ایک عالیشان عمارت بنوائی ہے۔ جس کے نقشے ہندوستان میں بیت المقدس کے نام سے بکتے ہیں حالانکہ بیت المقدس [illegible] مسجد اقصےٰ دوسری جگہ ہے اور اس قبے کے دوسرے پہلو میں واقع ہے۔ اس کمپنی کو [illegible] اسکے قریب ایک محفوظ مقام میں اگلے انبیاء کے تبرکات ہیں مثلاً سلیمان علیہ السلام [illegible] آسمان سے نازل ہوئی تھیں نیز تابوت سکینہ و دیگر اشیاء [illegible] شیخ الحرم کو ملاکر صخرے کے پاس سے نقب لگائی اور صخرے کے اندر گھس گئے۔

یہ رات کے بارہ بجے کا وقت تھا۔ اب یہاں مختلف روایتیں ہیں بعض کہتے ہیں۔ کہ اونہوں نے تبرکات لے لئے اور بھاگ گئے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ خبر ہو جانے اور لوگوں کی دوڑ سے گھبرا کر وہ خالی ہاتھ بھاگ گئے۔ کچھ لے نہ سکے۔ بعض کہتے ہیں کہ صرف ایک کتبہ لے گئے۔ جو حضرت سلیمان کے وقت کا تھا۔ اور معتبر بیان یہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اونکو صرف دو گھنٹے کا وقت ملا۔ اسمیں نقب لگائی اور سب اشیا لیجانی آسان نہ تھیں۔ کتبہ اوپر تھا۔ اسکو لے لیا۔ اور باقی چیزیں دور آجانے کے سبب نہ لے سکے کیونکہ اثنائے چوری میں مسلمانان قدس کو خبر ہو گئی اور وہ حرم کی طرف دوڑ پڑے۔

کہا جاتا ہے۔ کہ جب یہ چور قدس سے بھاگے۔ تو متعدد صندوق ان کے ہمراہ تھے۔ اس کی نسبت واقفکار لوگ کہتے ہیں کہ ان صندوقوں میں وہ آثار تھے۔ جو اس کمپنی نے حرم کی باہر کی کھدائی میں سے نکالے تھے۔ حرم کے تبرکات نہ تھے۔ صخرا کے پاس اب تک نقب کا نشان کھدا پڑا ہے۔ حکومت نے اسکو تا اختتام تحقیقات اصل حالات برقرار رکھنے کی تاکید کی ہے۔ فوجی پہرا متعین ہے۔ شیخ الحرم اور اکثر خدام حرم حراست میں قید ہیں۔ گورنر معزول کیا گیا۔ اور اسکی جگہ دوسرا مقرر ہوا۔ جو عنقریب آنے والا ہے میں اس جدید گورنر کے انتظار میں ٹھیرا ہوا ہوں۔ وہ آجائے۔ تو اسکی معیت میں نقب کے اندر جا کر دیکھونگا جب اصل حال معلوم ہوگا۔ کہ چوری کن کن چیزوں کی ہوئی ہے اور کیا کیا اشیا باقی ہیں۔ اس ذریعہ سے ان آثار کی زیارت بھی میسر آجائے گی۔ جو آج تک کسی ہندی کو نصیب نہیں ہوئی۔ مسلمانان قدس کو اس واقعہ سے بڑا جوش ہے وہ کہتے ہیں کہ ترکوں کو ان بیش قیمت آثار کی قدر نہیں یہ ایسی چیزیں ہیں۔ کہ ان کے لئے تہلکہ مچا دیا جاتا۔ اور انگریزی حکومت پر سخت دباؤ ڈالا جاتا۔ مگر اونہوں نے صرف گورنر کے معزول کرنے اور شیخ الحرم کے محبوس کرنے پر معاملہ کو ختم کر دیا۔ یہ وہ تبرکات ہیں جن کے لئے اگلے وقت میں بڑی بڑی خونریزیاں ہوئی ہیں جس قوم کے پاس یہ چلے گئے وہ ہی سب پر فتحیاب ہوئی"

حسن نظامی

یہ تحریر خواجہ صاحب نے واقعات بیت المقدس کے عنوان سے کئی اخباروں میں چھپوا دی تھی۔ اسکے بعد دوسرے ہفتہ کو دوسرا خط آیا وہ بھی خلاصہ کر کے پیسہ، زمیندار اور وقت کو بھیجا گیا۔ مؤخر الذکر دونو پرچے تو غالباً اسے چھاپیں گے مگر پیسہ سے امید نہیں کیونکہ پھر ایڈیٹر صاحب کے اس خیال کی تردید ہو جائیگی کہ خواجہ صاحب گورنمنٹ انگریزی سے ناجائز توقیر حاصل کرنی چاہتے ہیں۔ ہمیں خواجہ صاحب نے انگریزوں کے قصور انکو صاف صاف لکھا ہے البتہ کوئی الزام اپنے دل سے گھڑ کر نہیں لگایا۔ شاید جرم لیجانا ثابت کر دیتے تو لوگوں کی طبیعت خوش ہو جاتی۔ یہ عزت افزا بیان کہ انگریز تبرکات چرانے کے لئے مدت سے ان کی فکر میں لگے رہے۔ قریب تک پہنچے بھی۔ مگر خدا نے انکو کامیاب نہونے دیا اہل شہر کو خبر ہو گئی اور چوٹوں کو بے نیل مرام بھاگنا پڑا۔ خواجہ صاحب کو انعام کا مستحق بناتا ہے۔

خلاصہ خط ملاحظہ فرمائیے

(نوٹ یہ خلاصے اخبارات میں خواجہ صاحب کے حسب منشاء بھیجے جاتے تھے)

حادثہ بیت المقدس کی چشم دید حقیقت

از بیت المقدس، ۱۴- جولائی ۱۹۱۱ء

گزشتہ ہفتہ حادثہ بیت المقدس کے متعلق تخیلات عوام معلوم کرکے لکھے گئے تھے۔ اس ہفتہ مسلسل کوشش کرنے سے چند ایسے ذمہ دار اور حقیقت آگاہ اصحاب سے ملاقاتیں ہوگئیں جنکو اس حادثہ کی شرکت کا قابل ملامت فخر حاصل ہے۔ ان لوگوں نے نام ظاہر کرنے میں اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ مسلمان پبلک کی نظروں میں حقیر ہوجائیں گے اور ممکن ہے کہ ان کی جان و مال کو بھی نقصان پہنچے۔ تو میں ضرور ایسے بزرگواروں کے اسمائے گرامی اپنے اہل وطن کو بتاتا اور وہ دیکھتے کہ بلاد اسلامیہ پر حکومت کرنے والے کیسی دیانت کے لوگ ہیں۔ نیز طبقۂ محترم و مقدس کے آداب کسقدر سیاہ ہوگئے ہیں۔
یہ وہ حقیقت ہے جسکو ترکی وزیر اعظم سے لیکر انگریزی فارن آفس تک کوئی رد نہیں کرسکتا۔ اس بیان میں ذرا برابر کمی بیشی نہیں۔ سنہ کی برادران اسلام کو اس حادثہ کے گول مول حالات سے جسقدر تشویش ہے۔ اُمید کرتا ہوں کہ اب وہ جاتی رہے گی۔

دلچسپ فسانہ

کے شروع کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یورپین اخبارات کی غلط بیانیوں کی تشریح کردی جائے جنہوں نے اس حادثہ کے حالات شائع کرنے میں عموماً یہ لکھا ہے کہ مسجد سیدنا عمر فاروق میں یہ نقب لگائی گئی۔ اور یہ وہ مسجد ہے جہاں آجتک کسی کافر کا قدم نہیں گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔
چنانچہ اس ہفتہ کی ڈاک میں ۲۴- جون کا روزانہ پیسہ اخبار نظر پڑا جس میں قبۃ الصخرا کی تصویر کی نقل کسی انگریزی اخبار سے چھپی ہے۔ اور اس عمارت کا مسجد عمر کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ یہ یورپین اخبار کی غلطی ہے کہ قبۃ الصخرا کو مسجد عمر لکھتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ یہاں کسی غیر مسلم کا قدم نہیں آیا۔
صحیح حقیقت یہ ہے کہ جس عمارت کی تصویر شائع ہوئی ہے اُسکا نام قبۃ الصخرا ہے۔ جسکے اندر حضرت سلیمان کے زمانہ کا عالیشان پتھر رکھا ہوا ہے۔ یہ عمارت عبد الملک بن مروان کی بنائی ہوئی ہے نقب اسی کے اندر لگائی گئی تھی مگر یہ مسجد سیدنا عمر سے بہت دُور ہے۔ سیدنا عمر کی مسجد میں کوئی نقب نہیں لگی۔ اور یہ راست بیان ہے کہ آجتک کوئی غیر مسلم اسکے اندر نہیں گیا۔ اہل یورپ قبۃ الصخرا مسجد اقصےٰ۔ مسجد عمر۔ وغیرہ تمام مقامات میں جاکر سیر کرسکتے ہیں اور کرتے ہیں۔

آغاز داستان

راوی سیاہ قلب نقب زنی بیت المقدس کے قصہ کو اس تمہید سے شروع کرتا ہے۔
لندن میں ایک مقتدر و ممتاز خاتون کے سسرالی رشتہ دار لفٹننٹ ڈف نامی ایک صاحب رہتے ہیں
ان سے آٹوون برگ نام ایک منجم نے کہا کہ بیت المقدس کے اندر ایک خزانہ ہے جسکی تعداد ایک کروڑ اشرفی
ہے اگر تم اسے کھود و تو میں از روئے حساب نجوم پتہ بتا سکتا ہوں۔ اِس اثناء میں کپتان پارکر لارڈ
ڈارسلے و وزیر ہند نہیں دوسرے لارڈ بارلے، میجر ولسن۔ مسٹر فولے۔ مسٹر لی نے بھی اس
قصہ کو سنا اور سب خزینہ دریافت کرنے پر تیار ہوگئے۔ ابھی وہ پورے طور سے تیار نہیں ہوئے
تھے کہ مسٹر یو۔ ویلوئز تشریف لے آئے۔ یہ روحوں سے باتیں کرا دینے اور غیبی امور کے جاننے
میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ پارٹی نے انکو بھی ساتھ لیا اور سب سیدھے استنبول پہنچے۔ یہ زمانہ
کامل پاشا کی وزارت کا تھا۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ چند روز سے ترکوں میں وزارت کی عمر بہت
کم ہوگئی ہے۔ اسلیئے موجودہ وزیر اعظم کامل پاشا کے بعد تیسری پشت میں ہیں۔ مگر زمانہ کچھ
زیادہ نہیں گزرا۔

پارٹی نے کامل پاشا سے ملاقات کی اور سنہری زبان میں بیت المقدس کے اندر نقب لگانے کی اجازت
مانگی کامل پاشا کا دل اگرچہ فولادی تھا۔ لیکن انگریز پردیسیوں کی حالت زار پر اسکو رحم آگیا اور
سونے کے گول گول سکے قبول کرکے حسب ذیل مخفی ترکیب بتائی۔

میں تمکو نقب لگانے اور خزانہ لینے کی اجازت دیتا ہوں۔ لیکن اسمیں نصف لی و نصف لکم
کا معاملہ رہیگا۔ تمہارے ساتھ یہاں کے دو (معتمد) لئے جاتے ہیں جنکے ہاتھ گورنر بیت المقدس
کو ہدایت نامہ بھیجدیا جائے گا۔ تاکہ وہ تمہاری اعانت و حفاظت کرے۔ امید ہے کہ تم اسکو بھی
خوش کردو گے۔

ہاں یہ خیال رہے کہ اگر تمام لوگوں کو خبر ہو جائے تو یہ نہ ظاہر کرنا کہ خزانہ نکالنا مقصود ہے بلکہ یوں
کہنا کہ حضرت داؤد و حضرت سلیمان کے مزارات کی تحقیق مد نظر ہے۔

جماعت یہ حکم لیکر ان دونوں معتمدوں کے ہمراہ بیت المقدس میں داخل ہوئی۔ اور گورنر سے زریں
مصافحہ کرکے پولس کے جوان حفاظت کے واسطے حاصل کیئے اور کھلم کھلا کھدائی کا کام شروع
کر دیا۔ یہ کھدائی حضرت سلیمان کی مسجد کے متصل مغربی رخ باہر کی جانب شروع کی گئی حضرت سلیمان کی
مسجد کے برابر ہی حضرت عمر کی مسجد ہے جو بالکل سادی بنی ہوئی ہے۔ اور مسجد عمر کے دائیں پہلو میں
وہ عالیشان مسجد ہے جسکو آجکل مسجد اقصےٰ کہتے ہیں اور جہاں جمعہ ہوتا ہے۔

الغرض جب متواتر کھدائی کے بعد کچھ دستیاب نہوا تو منجم صاحب نے قبۃ الصخرا میں کھودنے کے
لئے کہا۔ قبۃ الصخرا داخل حرم ہے اور بغیر خدام حرم کی سازش کے کام چلنا مشکل تھا۔ اس لئے شیخ خلیل

نامی خادم کو ۸۰ اشرفیاں دیکر رضامند کیا گیا۔
چونکہ اخبارات میں شیخ خلیل کو شیخ الحرم لکھا گیا ہے۔ اسلیئے یہ بتانا ضروری ہے کہ بیت المقدس میں کوئی مخصوص شیخ الحرم نہیں ہے۔ پانچ شیوخ کا انتظام ہے جنکی نوبت ایک ہفتہ تک رہتی ہے۔ اِن پانچ شیوخ میں شیخ حسن۔ شیخ عبد القادر وغیرہ چار حقیقی بھائی ہیں۔ اور شیخ خلیل پانچوں ان چاروں کا قرابت دار ہے اِن شیوخ کو حکومت سے بھی مختصر سا وظیفہ ملتا ہے۔ اور نزوار کی آمدنی بھی معقول ہے۔ لیکن شیخ خلیل عیالدار آدمی ہے۔ سات لڑکیاں دو لڑکے اور دو بیبیاں رکھتا ہے۔ لڑکوں کے بچوں کو شمار کیا جائے تو سب ملکر اٹھارہ آدمی ہو جاتے ہیں اسپر طرہ یہ کہ جناب الشیخ جام نوشی کے بھی عادی ہیں آمدنی کم خرچ زیادہ ناچار ۵۰ اشرفی میں قومی تبرکات لٹوانے پر تیار ہو گئے۔
قصہ مختصر جب پارٹی نے قبۃ الصخرا میں نقب لگانی چاہی تو نوبت شیخ خلیل کی تھی۔ پولس کے پہرا اور شیخ خلیل اور اُسکے لڑکوں کی موجودگی میں صخرا کے پاس نقب لگائی گئی اور تین رات کام جاری رہا دن کو گڑھا مخفی کر دیا جاتا۔ اور رات میں کام ہوتا۔ تیسری رات سامنے ایک دیوار نکل آئی جس کے توڑنے کا سامان ہو رہا تھا کہ شیخ شہادنامی ایک خادم حرم نے شیخ خلیل کی عداوت کے سبب مسلمانان شہر کو خبر کر دی۔ اور وہ لوگ دوڑ پڑے پارٹی کو قبل از وقت خبر ہو گئی اور وہ مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے یافہ کو بھاگ گئے لیکن قدس کے مسلمانوں نے یافہ کے مسلمانوں کو تار دیا۔ اور پارٹی کا لگ کے دفتر میں محاصرہ کر لیا گیا۔ اور تلاشی کی درخواست کی گئی۔ اور کہا گیا کہ تلاشی نہ دی تو جانوں کی خیر نہیں۔ ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں گے۔ پارٹی نے اپنا تمام اسباب دکھا دیا جسمیں کچھ دستیاب نہوا۔ جب مسلمانوں کو تلاشی سے اطمینان ہو گیا تو کشتی پر سوار ہونے اور جہاز پر جانے کی اجازت دی شہر میں اس خبر نے قیامت برپا کر دی تھی گورنر سے پوچھا گیا تو اُس نے لاعلمی ظاہر کی اور شرکت سے انکار کیا۔ وزیر اعظم کو تار دیا گیا اُسنے تسلی تشفی کا جواب دیا۔ اور گورنر کی معزولی کا حکم بھیجدیا۔ شیخ خلیل مع دونوں لڑکوں کے مقید کرکے بیروت روانہ کیا گیا۔
لیکن اس کارروائی سے رعایا کی تسکین نہیں ہوئی وہ روتی تھی کہ پیغمبروں کی متبرک نشانیاں کافر لوٹ کر لیگئے اور گورنمنٹ خاموش بیٹھی ہے گورنر کے معزول اور شیخ کے مقید کرنے سے کیا حاصل انگریزی حکومت سے باز پرس کرنی چاہیئے۔ مگر وہ بیچاری نہیں جانتی تھی کہ باز پرس کون کرے باز پرس کرنے والے تو خود چوری میں شریک تھے۔

انگریزوں کا کچھ قصور نہیں

نھوں نے جو کچھ کیا ضابطہ اور قاعدہ کے موافق۔ ان کے پاس وزیر اعظم کی سند اور گورنمنٹ کی اجازت موجود تھا۔ انہوں نے بے شمار روپیہ اس کام کے لئے خرچ کیا تھا۔ قصور اس قوم کا ہے جو خادم مقامات مقدسہ ہونے کا دعویٰ کرکے نیابت رسول اور خلافت راشدہ کا حق جتاتی ہے۔ جسکے گے دنیا کے مسلمان عقیدت سے سر جھکاتے ہیں۔

کوں کی نادانی اور مذہبی بے پروائی میں کچھ شبہ نہیں انہوں نے حرم قدس کی بےحرمتی کرکے مسلمانوں کے دل توڑ ڈالے۔ گو انگریزوں کا سارا کام باضابطہ تھا تاہم اُن کی دانشمندی سے ی یہ حرکت از بس بعید تھی۔ ان کو مسلمانان عالم کے خطرناک احساس کا لحاظ رکھنا ضروری تھا۔ رحال خدا کا شکر ہے کہ اُسنے اپنی مسجد کے قدیمی تبرکات کو بربادی سے بچایا اور

کوئی چیز تلف نہیں ہوئی

لیکن اگر ترکوں کی یہی بے پروائی رہی تو ایک دن ایسا آئیگا کہ یہ بابرکت دولت دوسری میں لیجائیں گی۔ چنانچہ یہودیوں نے قدس کے جنوب میں کھدائی کرنے کی اجازت مانگی ہے لمن ہے کہ انکو روپیہ کے زور کے سبب حکم مل جائے اور اندیشہ پورا ہو۔

مسلمانان ہند کو مطمئن رہنا چاہیئے کہ بیت المقدس کی چوری کا فسانہ محض افواہی ہے۔ ب زنی بیشک ہوئی مگر کوئی چیز ضائع نہیں ہوئی والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ باقی کامل تحقیقات کا حال اگلے ہفتے لکھونگا *

حسن نظامی

تیسرے ہفتے کوئی گرامی نامہ نہیں آیا یہ وہی دن تھے جبکہ پیسہ اخبار نے مذکورہ نوٹ ائع کیا تھا۔ واحدی صاحب نے فوراً اسکے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ

جناب ایڈیٹر صاحب! افسوس کہ کل کے فورن میل میں حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کوئی مراسلہ نہیں آیا ورنہ خاص خاص احباب کے سوا تمام اخبار میں مسلمانان ہند کو اطمینان تسبا تا کہ حضرت موصوف نے بیت المقدس کی چوری کے معاملے میں کیا کارروائی ہے۔ تاہم وہ مضمون بھی (چشم دید حالات سے مراد ہے) جو پانچ دن ہوتے میں ی تھا۔ یونانی کے خطوط اخذ کرکے بھیج چکا ہوں۔ اسوقت کے پہیلے ہوئے خیالات ہلکا کرنے میں کافی ہوگا۔ آپ کے نامہ نگار نے یہ کہاں سے فرض کرلیا کہ اجہ صاحب انگریزی کمپنی کی کوشش قتنہ کے قائل نہیں۔ اور خود جناب کو

کیونکر گمان ہوا کہ خواجہ صاحب ان باتوں سے گورنمنٹ کی نظر میں توقیر حاصل کرنی چاہتے ہیں۔ میری دانست میں ابھی یہ رائے زنیاں مناسب نہیں ہیں۔

اند کے صبر کن انگہ بہ تماشا خرام (واحدی)
تا ببینی کہ نگارت بچہ آئیں آمد

اس عریضے کا بھی وہی حشر کیا گیا جو مضمون بعنوان جدید حالات کا ہوا تھا،،

خیر چوتھی ڈاک ایک لفافہ لیکر آئی جس میں بعنوان "بیت المقدس کی نقب میں سب سے پہلا مسلمان،، ایک مضمون تھا۔ یہ وہی رپورٹ ہے جسکی روانگی کا ذکر ناظرین نے رپورٹ کے پہلے خط میں پڑھا ہوگا۔ اُس کی نقلیں بھی میں نے دیگر اخبارات میں ارسال کر دی گئیں۔ لیکن ابھی کہیں شائع نہیں ہوئی ہیں۔

معائنہ قبۃ الصخرا کی رپورٹ
بیت المقدس کی نقب میں سب سے پہلا مسلمان

گزشتہ دو ہفتوں سے مسلسل حادثہ بیت المقدس کی کیفیت لکھی جا رہی ہے۔ کل شام کو تحقیقات کی تکمیل ہوگئی۔ میں نے گورنر قدس اور تمام شرفاء و مشائخ حرم کی موجودگی میں ۲۰ جولائی یوم پنجشنبہ بعد نماز عصر نقب میں داخل ہوکر تمام کیفیت مشاہدہ کی یہ نقب قبۃ الصخرا میں لگائی گئی تھی۔ قبۃ الصخرا وہ مقام ہے جسکو اہل یورپ مسجد عمر لکھتے رہے ہیں۔ یہاں حضرت سلیمان کے زمانہ میں اس پتھر کے سامنے قربانیاں ہوتی تھیں۔ بخت نصر شاہ بابل نے اس جگہ کو ڈھا کر ویران کر دیا۔ مگر بعد میں عیسائیوں نے یہاں اپنا گرجہ بنایا عہد اسلامی میں جب بیت المقدس مسلمانوں نے لے لیا تو عبدالملک بن مروان نے صخرا کے اوپر نہایت خوبصورت اور شاندار قبہ بنوایا جو آجتک موجود ہے۔

اگرچہ اس مقام پر اوپری عمارات کا تغیر و تبدل ہوتا رہا۔ لیکن کسی نے بنیادوں کو ہاتھ نہیں لگایا اسلیے صخرا کے نیچے کا مقام جوں کا توں محفوظ رہا۔ اہل یورپ پرانی تاریخوں اور مذہبی نوشتوں کے حوالہ سے گمان کرتے تھے کہ صخرہ کے نیچے ضرور قدیمی آثار اور خزائن ہیں۔ مگر انکو ان کے دیکھنے اور نکالنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ آخر انگریزوں کی ایک جماعت تیار ہوئی اور اس نے ان ترکیبوں سے جنکا ذکر پہلے خط میں ہو چکا ہے صخرہ کے نیچے نقب لگائی۔ گویا حضرت سلیمان کے عہد کے بعد پہلے جس انسان نے اس محفوظ مقام میں قدم رکھا۔ وہ انگریز تھے خبر کھل جانے کے سبب اور مسلمانوں کے جوش سے خائف ہوکر

یہ خط ۲۔ جولائی کا چلا ہوا ہے۔ اسلیے حساب سے ۵۔ اگست کو وصول ہونا چاہیے تھا لیکن نامعلوم کس وجہ سے ایک ہفتہ لیٹ پہنچا +

انگریز بھاگ گئے اور ترکی حکومت نے نقب کے دہانے پر کچا پارہ چنوا دیا۔ مگر نقب کے اندر جاکر کسی نے نہ دیکھا کہ کہاں تک نقب زنی ہوئی ہے۔ اور اندرونی حالت کیسی ہے۔ بس گورنر کی معزولی اور شیخ الحرم کی قید پر اکتفا کی گئی۔ اس کے بعد لیکر آجتک یہ نقب اسی کچے پارہ سے بند تھی۔ اور باہر جنگلی پہرہ لگا ہوا تھا۔ کوئی شخص قریب نہ جا سکتا تھا۔

میں جب بیت المقدس آیا تو تحقیقات کے خیال سے نقب کے اندر داخل ہونے کی خواہش کی مگر کہا گیا کہ جب تک نیا گورنر نہ آئے کوئی شخص اندر داخل نہیں ہو سکتا مجبوراً مجھکو ۳ ہفتہ انتظار کرنا پڑا۔ اور جب نیا گورنر آگیا تو میں نے اس سے یہ درخواست کی ملاقات تو اسکو پولیٹکل اندیشوں سے اجازت دینے میں تامل تھا۔ لیکن آخر کوشش کرنے سے اجازت مل گئی اور ۲۰۔ جولائی کا دن مقرر ہوا۔ چنانچہ کل شام کو گورنر خود مع تمام شرفا و مشائخ و علمائے قدس کے حرم میں آیا۔ اور صخرہ کے قبہ میں داخل ہو کر نقب کے دہانہ کو کھلوایا۔ اور مجھکو اندر جانے کی اجازت دی۔ اس مقام پر جہاں مجھ سے پہلے کسی مسلمان کا قدم نہیں گیا میرے ہندی اہل وطن کو اور مجھکو اس امتیاز پر فخر ہونا چاہیے کہ عہد سلیمان علیہ السلام کے محفوظ و متبرک مقام میں سب سے پہلے جو شخص داخل ہوا۔ وہ ہندی مسلمان تھا۔

موم کی شمع میرے ہاتھ میں تھی۔ نقب میں بیٹھ کر گھسنا پڑا کیونکہ جگہ بہت تنگ ہے۔ ایک گز اندر جاکر سنگ مرمر کا ٹوٹا ہوا پتھر نظر آیا۔ غالباً یہ سنگین دیوار تھی۔ جسکو توڑ ڈالا گیا۔ ایک گز اور آگے بڑھا تو ایک پتھر اڑ دار کے طور پر وسط نقب میں لگا دیکھا۔ جو نقب زنوں نے حفظ نقب کے خیال سے لگایا ہوگا۔ چونکہ یہ پتھر بیچ میں حائل تھا۔ میں بڑی مشکل سے پھنس کر آگے بڑھا۔ دیکھا کہ نقب تھوڑی دور جاکر ختم ہو گئی ہے وہاں سے لیکر آخر تک جسکا طول ۲۲ فٹ ۶ انچ ہے۔ ایک لمبی نقب لگائی گئی ہے۔ اسکے وسط میں بائیں جانب کے پہلو میں ایک اور نقب لگائی ہے۔ جسکا طول ۳ فٹ ۹ انچ اور عرض ۲ فٹ ۱۰ انچ ہے۔ اور چھت سے زمین تک قطر ۲ فٹ ۶ انچ ہے۔

لمبی نقب کا عرض ایک گز کے قریب ہے اور قطر چھت سے فرش تک ۲ فٹ۔ اس نقب کی نسبت تو کسی صورت گمان نہیں ہو سکتا کہ یہاں کوئی چیز ہوگی۔ کیونکہ یہ ایک موری سی ہے۔ البتہ پہلو میں جو ڈیڑھ گز لمبی چوڑی جگہ کھودی گئی ہے۔ اس پر شک ہو سکتا کہ یہاں کوئی شے رکھی ہو لیکن چونکہ زمین میں گہراؤ کا کچھ نشان نہیں ہے لہذا یہ شک بھی باقی نہیں رہتا۔

اور یقین کرنا پڑتا ہے۔ کہ چوری کسی چیز کی نہیں ہوئی ممکن ہے کہ چور اس نقب کی

نقب کھود سکے تو کچھ دستیاب ہو جاتا۔ مگر شورش برپا ہو جانے سے انکا منصوبہ دھورا رہگیا۔

خوب غور سے نقب کی سیر کر کے اور فیتہ سے عرض و طول باطمینان ناپکے باہر نکل آیا۔ اور گورنر دستام اکابر قدس کو دہانہ پر کھڑا پایا۔ جب میں پہلو کی نقب کو ناپ رہا تہا۔ تو خیال آیا۔ کہ اس مقدس مقام میں داخل ہونا۔ آسان بات نہیں ہے۔ یہاں کی کچھ یادگار لینی چاہیئے۔ اسلیئے رومال میں کنکر اور تھوڑی سی مٹی باندھ لی۔ جب باہر آیا تو گورنر کو رومال دکھاکر اجازت مانگی کہ میں یہ مٹی ہندوستان لیجانی چاہتا ہوں گورنر نے اول تو کچھ سوچا اس کے بعد حکم دیا کہ تمام حاضرین کو رومال کھول کر دکھا دو کہ اسمیں مٹی کے سوا کچھ اور چیز تو نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے سب کو مشاہدہ کراکے مٹی لے لی۔ گورنر کی اس عاقلانہ احتیاط پر سب نے آفرین کہی ؞

حاصل مقصد یہ ہے کہ مجھے نقب میں کوئی نشان چوری کا معلوم نہیں ہوا۔ اور نقب کا قرینہ ثابت کرتا ہے کہ وہ ناکمل رہ جانے والی چیز ہے ؞

میں نے جودت بے آفندی گورنر قدس سے درخواست کی ہے کہ جو ہونا تہا وہ تو ہو چکا۔ اور خدا تعالےٰ نے دشمنوں کو محروم رکہا۔ اب چاہیئے کہ حکومت خود تحقیقات کرے۔ اور مشتبہ مقامات کو کھود کر دیکھے تاکہ اگر یہاں تبرکات وخزائن ہیں تو مامون و محفوظ ہو جائیں۔ اور پھر کسی کو چوری کرنے کا حوصلہ نہو۔

گورنر نے اس درخواست کو منظور کیا ہے۔ اور کوشش شروع کردی ہے۔ استنبول سے حکم آنے پر کام جاری ہو جائیگا۔ اس نقب کی سیر تو ہو گئی۔ اب کل مسجد حضرت سلیمان والی نقب کو دیکہیں گے۔ آج وقت کم تہا۔ ایک ہی نقب کے دیکھنے میں شام ہو گئی۔

نیز گورنر صاحب کا منشا ہے کہ نقب صخرا کے دہانہ پر کھڑا کر کے بطور یادگار میرا فوٹو لیا جائے۔ جو غالباً کل عمل پذیر ہوگا۔

یہ گورنر بہت نیک اور مدبر ہے۔ ہندی مسلمانوں سے اسکو بہت محبت ہے۔

راقم حسن نظامی دہلوی۔ از بیت المقدس۔ ۲۲۔ جولائی ۱۹۱۱ء۔ جمعہ۔

اب بتلایئے اس میں خطاب پانے کے لائق کونسی کارگزاری ہے جس لوگوں کے خرمن امید میں شعلے لگے جاتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ان خطوط کو پڑھکر ناظرین اصل حالات سے واقف اور مطمئن ہو گئے ہوں گے۔ باقی ان چند چار پانچ گریجوایٹوں کی عقل کا کچھ علاج نہیں جو آل انڈیا صوفی کانفرنس کا مطلب پوچھتے ہیں ختم اللہ علی قلوبہم وعلیٰ سمعہم وعلیٰ ابصارہم غشاوۃ ۔ احقر العباد

غلام نظام الدین

ایم اے

رسالہ نظام المشائخ دہلی

اُردو زبان میں علم تصوف کا بیمثل ماہوار پرچہ ہے جو ہر انگریزی مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں پابندی کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔ لکھائی چھپائی اور مضامین کی خوبی کے لحاظ سے برگزیدہ اور ممتاز رسایل میں اسکا شمار ہے۔ ہندوستان کے مشہور سحر نگار و محب قوم حضرت مولانا **خواجہ حسن نظامی** خواہرزادہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ محبوب الٰہی اسکے سرپرست اور مدیر اعلیٰ ہیں اور بڑے بڑے فاضل اور مستند مشائخ اور دور جدید کے نامور اور جدت طراز اہل قلم حضرات اسکے قلمی معاون ہیں۔ ابتک ۷۲ پرچے شائع ہو چکے ہیں جنمیں بڑے بڑے شہرہ آفاق اولیاء اللہ کی زندگی کے مدلل اور محقق حالات۔ مسائل تصوف پر معرکہ کی بحثیں۔ دلکش نثر۔ دلنشین نظمیں درج ہیں۔ اُردو زبان میں آج تک اس قسم کے روحانی مضامین ناپید تھے۔ **نظام المشائخ** کے ذریعے عربی فارسی انگریزی اور سنسکرت کا وہ صوفیانہ خزانہ ترجمہ ہوکر اُردو میں آرہا ہے جسکے بغیر یہ ہندوستانی زبان مفلس تھی اب مریدوں نے پیروں کو نقد نذرانے کے بدلے **نظام المشائخ** پیش کرنا شروع کیا ہے۔ جدید تعلیمیافتہ لوگ دوستوں کو سب ہدایا سے زیادہ **نظام المشائخ** کا بابرکت تحفہ تقسیم کرتے ہیں حجم کم از کم ۷۲ صفحے ہوتا ہے اور بوقت ضرورت سو اور ڈیڑھ سو صفحے تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ اتنی ضخامت اور ایسے مضامین پر قیمت نہایت واجبی یعنی سالانہ صرف عہ مع محصول ڈاک۔ پھر یہ نہیں کہ کاغذ معمولی لگتا ہو وہ بھی اسقدر عمدہ اور بڑھیا ہوتا ہے کہ اس قیمت میں سوائے نظام المشائخ کے کسی ہندوستانی رسالہ میں نہیں استعمال ہوتا۔ تمام خوبیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ ایک کے ٹکٹ بھیجکر ایک پرچہ منگائیے۔ اور دیکھئے۔ ناممکن ہے کہ پھر آپ اسپر فریفتہ نہ ہوجائیں عہ سالانہ میں رسالہ مفت کے برابر ہے۔

المشتہر

محمد الواحدی ۔ ایڈیٹر نظام المشائخ دہلی (فیض بازار)

لیجئے

ان تمام خوبیوں اور خصوصیتوں کے علاوہ

جنئے

نظام المشائخ

کا کوئی نمبر خالی نہیں ہوتا۔ آجکل اسمیں ایک اور جدید دلچسپیاں پیدا ہو گئی ہیں جسکے سبب کہا جا سکتا ہے کہ

اگر اب کسی نے اسے نہ دیکھا تو وہ بدنصیب ہے

کیا آپکو معلوم نہیں، مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب، خواہر زادہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز، حجاز و مصر و شام کی زیارت کیلئے گئے ہوئے ہیں اور اپنا روزنامہ سفر نظام المشائخ میں لکھ رہے ہیں۔

منگائیے! منگائیے!! نمونہ ضرور منگائیے!!!

چار آنے (۴) کی کوئی ہستی نہیں، یہ تو نظام المشائخ کی منہ دکھائی ہے۔ ورنہ ان انمول موتیوں کی قیمت کون ادا کر سکتا ہے۔ جو ہر مہینے نظام المشائخ کے ۲۰ صفحوں پر بکھیرے جاتے ہیں۔ پھر خواجہ صاحب کے الفاظ انکا موتی بھی مقابلہ نہیں کر سکتے پڑھکر تڑپ جائیگا۔ آپ کیا حضرت موصوف کے قلم میں وہ تاثیر ہے۔

جو بیجان و بیحس کاغذ کو تڑپا دیتی ہے

راستے کے مختلف نظارے، قاہرہ کے کونے کونے کی سیر، فرعون کی نعش کا معائنہ۔ تبرکات بیت المقدس کی دید، کہیں شاہ سوڈان سے گفتگو ہو رہی ہے۔ کہیں مشائخ شام سے سرگرم ملاقات ہیں کبھی دفن سر مبارک سیدنا امام حسینؓ یا محراب حضرت ذکریاؑ کو دیکھکر خدا ہی سے مخاطب ہو گئے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یوسف علیہم السلام کے مزارات پر بھی جو دعائیں لکھی ہیں دیکھنے کے قابل ہیں۔ غرضکہ عجب چیز ہے ایسا کیفیت دار سفرنامہ نظر سے نہ گذرا ہوگا، اب تک جون، جولائی، اگست، تین مہینے کے پرچوں میں اس کے قریباً ۵۴ صفحے چھپ چکے ہیں۔ جن میں ہنوز حالات مصر ختم نہیں ہوئے ان کا بقیہ اور بیت المقدس تک پہنچنا غالباً ۷۰-۸۰ صفحے اور لیگا۔ اسکے بعد وہاں کا قیام۔ پھر ... ازدستام، بڑا مسالہ ہے۔ ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ہر پرچے میں اس کے ... کم ۳۰ صفحے دیا کریں ۔

۲ ! ...

مہتمم

منیجر الواحدی ایڈیٹر نظام المشائخ دہلی

نظام المشائخ

کے قلمی معاونین کی فہرست اسماء

حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواروی حضرت مولانا شاہ فتح الٰہی۔ مولانا حسن میاں۔ مولوی علی وجدی۔ شمس العلماء علامہ شبلی۔ خان بہادر مولوی اکبر حسین جج۔ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ مولانا شفق عماد پوری۔ نواب نور الحسن خان۔ مولوی میر نصر علی تعلقدار حیدر آباد۔ مولوی سعید احمد مارہروی۔ مولانا ابو الکلام آزاد۔ مولوی حبیب الرحمٰن خان شروانی۔ خواجہ عبد الرؤف عشرت لکھنوی۔ ابو الفخر سیماب اکبر آبادی۔ شہزادہ محمد اشرف گورگان بی۔ اے۔ مولوی محمد حسن وحشی۔ منشی نذر محمد انسپکٹر مدارس مولوی محمد حنیف مفتی نکودری۔ سدیو رینڈسی۔ ایف ایڈیٹلیز ایم۔ اے۔ خان بہادر مرزا سلطان احمد بی۔ اے۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ مولوی حکیم محمد عمر فصیح دہلوی حضرت حسن الوری۔ مولانا آزاد سبحانی۔ پروفیسر سلطان محمد کابلی۔ منشی ضیاء الدین احمد برنی۔ حکیم فرید احمد سیکپوری۔ پنڈت جواہر ناتھ ساقی۔ منشی محمد الدین فوق۔ مولانا اسمٰعیل میرٹھی۔ پنڈت پربھو دیال عاشق لکھنوی۔ منشی پیارے لال رونق۔ مولوی امداد علی جمالی۔ مسٹر صفیہ علی ایم۔ اے مولوی محمد یعقوب اسرائیلی۔ مولوی حسن الدین خاموش۔ پروفیسر نواب علی نیوتنوی ایم۔ اے۔ منشی احمد خان تاباں۔ مولوی مقصود علی خان رشدی۔ منشی فضل احمد شیدا۔ خلیفہ غلام حیدر چشتی۔ منشی محمد اسمٰعیل کوکب۔ مولوی عطا محمد امرتسری۔ مولوی حفظ الکریم۔ مولوی مقبول احمد نظامی۔ منشی وجاہت حسین جھنجھانوی۔ قاری سرفراز حسین عزمی۔ حکیم ناصر نذیر فراق۔ حکیم محمود علی ماہر۔ اسرین مسلم طباطبائی۔ عرفان الحق بی۔ اے۔

حدیقۂ آخرت

حضرات! نظام المشائخ کے نمبروں میں حضرت شفق عماد پوری کی فصیح و دلکش موثر نظمیں اکثر آپ کے ملاحظے میں آئی ہونگی۔ فی الحال آپنے اپنے کلام نعتیہ کو فصیح و بلیغ نثر کے پہلو بہ پہلو رسالۂ میلاد کے پیرائے میں مرتب فرماکر چھپوایا ہے۔

عاشقانہ۔ صوفیانہ۔ عالمانہ۔ محققانہ بہ مذاق کے مشتاقان نعت یکساں بہرہ یاب ہوسکتے ہیں

(فہرست عنوان مضامین حسب ذیل ہے)

مسدس تمہیدیہ۔ حمد و نعت۔ فضائل ذکر خیر۔ فضائل درود شریف۔ فضائل محبت نبوی۔ سبب ظہور خیر البشری بقالب عنصری۔ ذکر تخلیق نور و ظہور کامل السرور۔ سلام بوقت قیام عربی و فارسی۔ طائف اور مکے کا چاند یعنی مسدس رضاعت۔ بیان نزول وحی و آغاز نبوت۔ جمال پیغمبر مسدس حلیۂ شریف بیان معجزات مسدس مسمے بہ معراج حضور۔ بیان اخلاق مسدس مسمے بہ تجبر وفات۔ فضائل مدینۂ طیبہ و اشتیاق زیارت روضۂ منورہ مع مسدس و غزلیات۔ دو مناجاتیں۔

ہر نثر کے ساتھہ موقع بموقع کثرت کے ساتھہ دلکش و دلچسپ نظمیں ہیں اور اکثر ایسی ہیں جو کسی پرچے میں نہیں دی گئیں۔ صرف دو تین نظمیں نظام المشائخ میں چھپی ہیں۔ ایسے تحفۂ گرانبہا کا ہدیہ صرف چھہ آنے (۶؍) علاوہ محصول ڈاک۔ مطبوعہ مفید عام آگرہ۔ کاغذ ولایتی مصنف ممدوح یا مشتہر سے ویلو طلب فرمایئے ؎

المشتہر

محمد اسمٰعیل ذبیح رفیع گنج ضلع گیا۔

یہ سب کتابیں دوکان غلام نظام الدین کتب فروش تصوف دہلی

متصل فوارہ چاندنی چوک سے طلب کیجئے

انساب النبی اس کتاب میں تمام بزرگوں کی نسب نامی از حضرت آدم تا رسول مقبول اللہ وسلم مع مختصر حالات عجیب وغریب مع زائچہ حضرت آدم علیہ السلام در زائچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم و حالات حضرت خاتم النبیین صلی اللہ وسلم و حالات جنگ بدر و غزوہ خندق و فتح قلعہ خیبر و واقعات از مبدأ آدم تا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر حالات بیشمار ہیں جسکے گنجائش بیان بہت کم ہے کتاب بہت اچھی ہے۔ عہ

نصایح العارفین المسلمین ترجمہ اردو معراج المومنین ۱عہ

الارشاد السالکین مصنفہ قاضی محمد بدل صاحب بمبئی یہ کتاب حقیقت میں شریعت و طریقت معرفت و حقیقت کا بے نظیر خزانہ ہے۔

ہدیۃ البرکات جسمیں شب برات شریف کے فضائل درج ہیں قیمت ۱ر

عمدۃ الصحایف فی حال اہل الکشف والمعارف تصنیف مولوی محمد عبد الکریم صاحب حنفی قادری یہ کتاب تصوف کے قابل دید ہے۔ ۱عہ

واردات السالکین مصنفہ جناب مولوی شاہ عبد الہادی صاحب اسلام آبادی۔ ۱ہ

مرغوب القلوب ترجمہ اردو جذب القلوب مصنفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی یہ کتاب فضائل مدینہ منورہ میں بڑی مستند و عجیب وغریب ہے۔ ۹ر

سیر الاقطاب اردو یہ کتاب حالات بزرگان خاندان چشتیہ صابریہ میں مستند ہے۔ ۸ر

مجموعہ تصوف مصنفہ حضرت شیخ برہان صاحب جسمیں رسالہ وجودیہ و رسالہ مقامات و بارہ ماسہ تصوف و غزلیات تصوف وغیرہ درج ہیں۔ ۳ر

صدائے صاحبدلے یعنی واعظ جو فضل الفضلاء اکمل الکملاء حضرت قبلہ مخدوم مناجات مولانا حکیم حاجی قاری شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواری صاحب نے محمدن ایجوکیشنل کانفرنس لکھنؤ میں فرمایا تھا۔ قیمت ۱ر

سراج المجالس ترجمہ اردو خیر المجالس ملفوظات حضرت مخدوم روشن چراغ دہلی قدس سرہ العزیز جمع کردہ حمید شاعر قلندر رحمۃ اللہ علیہ۔ ۱عہ

تحفہ سلیمانیہ ترجمہ رسالہ جسکو حضرت غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانی قدس العزیز کے تعلیم کے واسطے آپکے پیر مرشد نے لکھا ہے۔ ۳ر

دیدار مجتبیٰ اسمیں تمام وہ درود شریف درج ہیں جن کے باقاعدہ پڑھنے سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرطیہ زیارت ہوجاتی ہے۔ ۲ر

مجموعہ اعمال مجربہ نور ترسم سورہ یٰسین شریف باموکل مع طریقہ زکوٰۃ وغیرہ جسمیں ہر کام و ہر مقصد کے عمل درج ہیں۔ ۲ر

مجموعہ اعمال مجربہ سورہ اخلاص و اللہ الصمد شریف و چہل کاف شریف باموکل قیمت ۲ر

مجموعہ اعمال مجربہ سورہ مزمل شریف و سورہ یوسف و سورہ واقعہ شریف باموکل مع طریقہ زکوٰۃ وغیرہ قیمت ۱ہ ۴ر

مجموعہ اعمال مجربہ آیۃ الکرسی و آیۃ کریمہ و نادعلی شریف باموکل وغیرہ قیمت ۲ر

شواہد نظامی جسمیں عملیات و حالات حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز درج ہیں بڑی عمدہ کتاب ہے۔ ۱عہ

مفلسی کا مجرب علاج مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی ۱ر

نافع خلایق یہ عملیات میں نہایت عمدہ کتاب ۵۸۰ صفحے کی ہے قیمت ۱عہ

ماسوائے انکے ہر قسم کی کتابیں دوکان غلام نظام الدین کتب فروش دہلی متصل فوارہ چاندنی چوک سے طلب کیجئے

تعداد اشاعت ۱۰۰۰

مطبوعہ مطبع حقانی دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

نظام المشائخ

ترانۂ معرفت

(حال و قال کی مجلسوں میں پڑھنے کے قابل)

کسی کے لطف سے محبت کا دل میں ایسا سرور ہوتا
نہ جام کوثر کی حرص ہوتی نہ شوق جام طہور ہوتا

ہماری اس چشم سیر بیں میں اگر نہ کوئی قصور ہوتا
تو تو ہی ہوتا نظر میں ہم سے قریب ہوتا کہ دور ہوتا

شراب وحدت کا دور ہوتا نشہ میں بزم میں حضور ہوتا
نگاہ جام و سبو پہ ہوتی زباں پہ رب غفور ہوتا

جو اپنی قسمت کی تیرگی میں کسی کے جلوے کا نور ہوتا
خود آنکھیں ارنی پکار اٹھتیں دل حزیں رشک طور ہوتا

تمہارے دیدار کی تمنا اگر اٹھاتی دوئی کا پردہ
تو ہم کو ہر شعلہ فروزاں فروغ میں برق طور ہوتا

اسی کی ہر نور میں جھلک ہے اسیکی ہر پھول میں مہک ہے
اسی کا ہر شے میں حسن پاتا اگر آدمی کو شعور ہوتا

دل و جگر میں وہ آگ لگتی بجھائے سے بھی جو بجھ نہ سکتی
تڑپ تڑپ کر یہ جان جاتی نصیب تیرا حضور ہوتا

جو نحن اقرب کو یاد رکھتے بھروسہ پہ ہم اعتقاد رکھتے
جہاں بھی رہتے وہاں میسر ہمیں تمہارا حضور ہوتا

تھے جیسے مشت غبار پہلے یونہی جو رہتے تو ہم بھلے تھے
نہ عہد روز الست ہوتا نہ خوف یوم النشور ہوتا

شراب کیطرح جام بھر کے یہ زہر قاتل کبھی نہ پیتے
جو زندگی میں ہمیں تمہارا نصیب قرب حضور ہوتا

وہ راز مخفی کھلے میں ہمیں ملک بھی حیراں ہیں جسکو سنکر
نہ وہ ہمیں رازداں بناتے نہ ہم کو اتنا غرور ہوتا

جو قرب اسکا نصیب ہوتا تو حال اپنا عجیب ہوتا
نہ آرزوئے بہشت ہوتی نہ شوق حور و قصور ہوتا

نہ ہم ہی ٹلتے در پہ تیرے نہ ہم کسی آن پہ مرتے ۔ نہ آپ ایسا حجاب کرتے نہ ہم سے ایسا قصور ہوتا
نہیں ہیں انکے ازل سے شیدا ہمیں ہے دیدار کا ہی وعدہ ۔ اگر نہ ہوتا غرور ہمکو تو کس کو کبر و غرور ہوتا
نہ ہم سر کوہ طور جاتے نہ لفظ ارنی زباں پہ لاتے ۔ نہ سُنتے ہم ایسی لن ترانی جو ہم میں تیرا ظہور ہوتا
جو رستہ ترک ماسوے کا نہ تو پیرِ مغاں بتاتا ۔ قسم ہے جام و سبو کی خالص مرید تیرا ضرور ہوتا

محمد سلیمان خاں خالص از بھوپال

۱۶

غزل تازه

(خاص برائے نظام المشائخ)

به هر ادائے تو از بسکه مبتلا گردم ۔ همان به بند تو باشم اگر رها گردم
به زیر خرقه اگر باده میتوان خوردن ۔ بر آن سرم که دگر باره پارسا گردم
تو کیستی؟ ز کجائی؟ چگونه؟ ای سبز ۔ بباش تا قدرے با تو آشنا گردم
ز من وداع بگوئید دوستداران را ۔ من آن نیم که به بند آیم و رها گردم

ز بمبئی چو به هندوستاں رسم شبلی
ز باده بگذرم و باز پارسا گردم

شبلی
از لکھنو

۲۴- جولائی ۱۱ء

التوسّل

فی زماننا جہاں بدقسمتی سے مسلمانوں میں بعض مسائل (جو فی الحقیقت درست اور جائز ہیں اور جن کا ثبوت کافی موجود ہے) کی غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ اُن میں سے ایک مسئلہ توسل کا ہے جسکا انکار آجکل کے بعض مدعیان علم و دانش سے سُنا جاتا ہے۔ اور اُس کے قائل پر فتوے کفر و شرک جاری کرتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ خود حقیقت توسل سے بیخبر ہیں ہم اسکا ثبوت قرآن پاک۔ احادیث صحیحہ۔ تعامل صحابہ کرام و اولیائے عظام و علمائے اُمت سے پیش کرتے ہیں۔ اگر حقیقت توسل کو تعمق نظر سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ حقیقت اور مجاز کی حقیقت سمجھنے پر منحصر ہے۔

اگر ہم کسی فعل کو کسی کیطرف نسبت کریں تو اُس نسبت کا اطلاق شخص منسوب کی طرف یا حقیقۃً ہوگا یا مجازاً۔ اس لحاظ سے اسناد کی دو قسمیں ہوئیں حقیقی عقلی مجازی عقلی مثلاً جب اغثنی یا اللہ کہا تو یہ اسناد حقیقی عقلی ہوگی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اسلیئے اللہ تعالیٰ کیطرف استغاثہ کی اسناد خلق اور ایجاد اور قدرت تامہ کے لحاظ سے حقیقی عقلی ہوگی۔ اور جب اغثنی یا رسول اللہ کہا تو یہ اسناد مجازی عقلی ہوگی کیونکہ آنحضرت سرور کائنات علیہ التحیۃ والثناء کی طرف جو استغاثہ کی نسبت کی گئی ہے باعتبار توسط و توسل و تسبب شفاعت کے ہے نہ کسی اور جہت سے۔

اور یہ امر مسلم ہے کہ اگر ایک کلمہ یا کلام کا حمل باعتبار حقیقت کے درست نہیں ہے اور بلحاظ مجاز کے وہ کلمہ یا کلام صحیح المعنی ہوسکتے ہیں تو ہم اُس کلمہ یا کلام کے قائل پر کفر یا شرک کا فتوے لگا کر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرسکتے۔ کیونکہ وہ کلام یا کلمہ گو ان مدعیان کے نزدیک باعتبار حقیقت کے درست نہیں ہے مگر بلحاظ مجاز کے تو درست ہے۔

مجاز عقلی کا وجود نہ صرف قرآن پاک میں پایا جاتا ہے بلکہ ہر ایک زبان میں ہر ایک کلام میں موجود ہے۔ مگر بباعث خوف طوالت صرف قرآن پاک پر اکتفا کرتے ہیں +

(۱) وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا (سورہ انفال پارہ ۹) اور جب آیات الٰہی اُن کو پڑھکر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیات اُنکے ایمان کو اور بھی زیادہ کر دیتی ہیں۔

اسند الزیادۃ وھی فعل اللہ تعالیٰ الی الآیات لکونھا سببًا +

یہاں زیادتی ایمان کی نسبت آیات کیطرف گئی حالانکہ زیادتی ایمان کا فعل صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف نسبت کیا جا سکتا ہو۔ دیکھو یہی آیات ابوجہل۔ ابولہب وغیرہما کفار کو پڑھکر نہ صرف ایک دفعہ بلکہ کئی ایک مرتبہ سنائی گئیں۔ زیادتی ایمان تو درکنار سرے سے ایمان ہی نہ لائے اگر حقیقۃً آیات ہی موجب زیادتی ایمان ہوتیں تو ابوجہل وغیرہ مومن ہوتے صرف آیات کی طرف نسبت باعتبار سبب کے کی گئی +

(۲) يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ (سورہ قصص پارہ ۲۰) ذبح کرتا فرعون اُن کے بیٹوں کو اور زندہ رکھتا ان کی عورتوں کو +

نسب التذبیح الذی ھو فعل الجیش الی فرعون لانہ سبب امر +

ذبح کرنا فرعون کے غلاموں کا کام تہا نہ فرعون کا۔ مگر یہاں اللہ تعالیٰ نے بطور مجاز عقلی کے فرعون کی طرف ذبح کو نسبت کیا۔ کیونکہ فرعون کے حکم سے ذبح کا فعل واقع ہوا +

(۳) يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا (الاعراف پارہ ۸) کہ لگا ابلیس اُن کا بہشتی لباس اتروانے۔

نسب نزع اللباس عن آدم وحوا وھو فعل اللہ تعالیٰ الی ابلیس لانہ سببہ

الاکل من الشجرۃ وسبب الاکل وسوسۃ
ایاھما بانہ لھما من الناصحین ۔

یہاں بھی بطور مجاز عقلی کے لباس اتروانے کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے حالانکہ یہ فعل اللہ تعالیٰ کا تھا۔ ابلیس کا آدم و حوا کے دل میں وسوسہ ڈالنا اور دانہ کھانے کیلئے اُبھارنا اور آخران کا دانہ کھانا اور بہشتی لباس کا اترنا ان تمام امور کا باعث ابلیس ہی تھا۔ اسی لیئے اس فعل کو ابلیس کی طرف مجازاً نسبت کیا گیا۔ کیونکہ ابلیس ہی سبب تھا ۔

(۴) یَوۡمَ یَجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِیۡبًا ۝ وہ دن (روز قیامت) بچوں کو بوڑھا کردے گا ۔
سورہ پارہ

نسب الفعل الی الزمان وھو فعل
اللہ تعالیٰ حقیقۃ ۔

بچوں کو جوان۔ جوانوں کو بڑھاپے تک پہنچانا حقیقۃً اللہ تعالیٰ کا فعل ہے مگر یہاں بطور مجاز عقلی کے اس فعل کو دن کی طرف نسبت کیا گیا۔ یعنی وہ ایسا لمبا اور ہولناک اور رنج دہ دن ہوگا کہ بچوں کو بوڑھا کردے گا۔ قیامت کے دن کا ایسے اوصاف سے موصوف ہونا سبب بوڑھے کرنے کا تھا۔ لہذا مجازاً اسکی طرف نسبت کیا گیا ۔

(۵) وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا ۝ اور نکال ڈالے زمین اپنے بوجھوں (خزانوں یا مردوں) کو ۔
(پارہ ۳۰ سورۃ انفال)

نسب الاخراج الی مکانہ وھو فعل
اللہ تعالیٰ ۔

زمین سے خزانوں یا مُردوں کا نکالنا حقیقۃً اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ مگر بطور مجاز عقلی کے اخراج کی نسبت زمین کی طرف کی گئی ۔

(۶) وَقَالَ فِرۡعَوۡنُ یٰهَامٰنُ ابۡنِ اور فرعون نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ اے ہامان

لِیْ صَرْحًا ہ (پارہ ۲۴ سورہ مومن) ہمارے لیے ایک محل بنا۔

فان البناء فعل العملۃ وھامان

سبب امر +

عمارت یا محل کا بنانا معماروں یا غلاموں کا فعل تھا۔ اور نسبت اس فعل کی مجازاً ہامان کی طرف کی گئی۔ کیونکہ وہ امر کا سبب تھا۔

(۷) وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ اور کہا اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اور نہ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا ود کو چھوڑنا۔ اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور یَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ہ وَقَدْ اَضَلُّوْا یعوق اور نسر کو۔ اور یہ بت بہتیروں کو گمراہ كَثِيْرًا ہ (پارہ ۲۹ سورہ نوح) کر چکے ہیں +

فاسناد الاضلال الی الاصنام مجاز

عقلی لانہا سبب فی حصول الاضلال

یہاں اضلال کی نسبت بطور مجاز عقلی کے بتوں کی طرف کی گئی۔ حالانکہ حقیقۃً یہ فعل اللہ تعالیٰ کا ہے۔ چونکہ بت حصول اضلال کا سبب تھے۔ اسلیے اضلال کی نسبت مجازاً اُن کی طرف کی گئی +

اسی طرح اگر کوئی کسی کامل مکمل فرد سے ہدایت یا قرب ذات الٰہی طلب کرے تو بلا شک شبہ درست ہو گا۔ کیونکہ وہ کامل مکمل فرد قرب یا ہدایت کا سبب ہے اس لیے اسکی طرف یہ نسبت جائز ہو گی حقیقۃً نہ سہی مجازاً ہی سہی۔ پھر ایسے کلام پر یا حقائق آگاہ حضرت پیر مہر علیشاہ گولڑوی کے اشعار آبدار پر اعتراض کرنا خود اپنی ناواقفیت کا جتانا ہے۔ اشعار حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب ؎

شیئاً للہ شاہ جیلاں اعظمی | یا معین الدین چشتی آتشی
ہر زماں مے خواند از عشق فرید | یا فرید یا فرید یا فرید

رحم فرما اے سلیمان زماں ۔ المدد اے تو نشان بے نشاں
المدد یا شمس دیں غوث جہاں ۔ فضل کن یا افضل دیں کہف الاماں

عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریرا	عثمان بن حنیف جو اصحابی ہیں روایت کرتے
اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال	ہیں۔ ایک اندھا آدمی حضرت سرورکائنات
ادع اللہ ان یعافنی فقال ان شئت	کی خدمت میں آیا اور کہا کہ دعا کیجئے کہ خدا مجھے
دعوت وان شئت صبرت وھو خیر	شفا بخشے۔ آپ نے فرمایا اگر تو کہے تو دعا کروں
قال فادع بھذا الدعاء اللھم انی	اگر تکلیف مرض پر صبر کرے تو بہتر ہے پھر
اسئلک واتوجہ نبیک محمد	اس نے دعا کے لیے کہا۔ آپ نے فرمایا اچھی طرح
نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ	وضو کرو اور ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگو۔ اے
بک الی ربی فی حاجتی لتقضی	اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ
اللھم شفعہ فی فعاد وقد ابصر	ہوتا ہوں تیرے نبی محمدؐ کے ذریعہ سے۔ اے
قال ابن حنیف واللہ ما تفرقنا	محمدؐ۔ میں حضور انور کے ذریعہ سے اپنے رب
وطال بنا الحدیث حتی دخل	کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اپنی حاجت میں تاکہ
علینا الرجل کان لم یکن بہ	تو پوری کرے۔ اے میرے اللہ تو اسکی
ضر قط رواہ الترمذی والنسائی	شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔ عثمان
والبیھقی والطبرانی والبخاری	ابن حنیف کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ابھی ہم جدا
فی تاریخہ وابن ماجہ والحاکم	نہیں ہوئے تھے کہ وہ شخص آیا۔ گویا وہ کبھی
وذکرہ الجلال الدین السیوطی	مریض ہوا ہی نہ تھا۔ روایت کیا اسکو ترمذی
فی الجامع الکبیر والصغیر +	نسائی وغیرہ نے +

ابن جزری حصن حصین میں فرماتے ہیں من کانت لہ ضرورۃ۔ الی اخرہ یعنی جس کسیکو ضرورت آپڑے یہ نماز حاجت اور دعا پڑھے ابراہیم حلبی شرح کبیر منیہ میں لکھتے ہیں

یہ نماز اور دعا جو ابن حنیف کی روایت میں ہے۔ حسن اور صحیح اور مجرب ہے؀

اس حدیث میں توسل اور ندا دونوں ہی ثابت ہوتے ہیں۔ حضرت سرور کائنات فخر موجودات کے بعد اصحاب اور تابعین کا اسپر عمل رہا۔ جیساکہ طبرانی اور بیہقی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان رضؓ کے زمانۂ خلافت میں اُنکی خدمت میں کسی غرض کے لیئے حاضر ہوا۔ مگر آپنے اُسکی طرف توجہ نہ کی تو اُس نے عثمان بن حنیف راوی حدیث مذکور سے شکایت کی۔ اُس نے کہا وضو کرو اور مسجد میں جاؤ اور یہ دعا پڑھو۔ اور دعا وہی تھی جو حدیث مذکور میں لکھی جا چکی ہے۔ اس عمل کے بعد پھر وہ شخص حضرت عثمان رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنی غرض بیان کی۔ آپنے اُسکے مقصد کو پورا کیا۔ پھر اُس شخص نے عثمان بن حنیف کا شکریہ ادا کیا۔ اور اُنھوں نے سارا قصہ حدیث اُس کو سُنایا؀

عن عمر بن الخطاب رضؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لما اقترف ادم الخطیئة قال یارب اسألك بحق محمد الا ما غفرت لی فقال الله تعالی یا ادم کیف عرفت محمد اولم اخلقه قال یارب لما خلقتنی رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انك لم تضیف الی اسمك الا احب الخلق الیك فقال الله تعالی صدقت یا ادم انه لاحب الخلق الیّ واذا

حضرت عمر رضؓ کہتے ہیں کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمؑ سے لغزش ہوئی تو انہوں نے کہا اے اللہ میں تجھسے حضرت محمدؐ کے ذریعہ سے سوال کرتا ہوں کہ میرا قصور معاف فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ابھی تو میں نے محمدؐ کو پیدا ہی نہیں کیا تو نے کیسے پہچانا۔ آدمؑ نے کہا اے اللہ جب تو نے مجھے پیدا کیا میں نے اپنے سر کو اوپر اُٹھایا تو عرش کے پایہ پر لا اله الا الله محمد رسول الله لکھا ہوا دیکھا اُس سے میں نے سمجھا کہ جس کا نام مبارک تیرے نام کے ساتھ ملا ہوا ہی بلاشبہ وہ تجھے ساری مخلوق سے محبوب ہوگا اللہ تعالےٰ نے

سألتني بحقه فقد غفرت لك ولولا ۔ جو تونے اسکے ذریعہ سے سوال کیا تو تیرا قصور
محمد ما خلقتك ۔ رواه الحاكم وصححه ۔ معاف ہوا۔ اے آدم! اگر محمدؐ نہ ہوتے تو تجھے
الطبرانی ورواه البیهقی فی دلائل النبوة ۔ میں پیدا نہ کرتا ۔ روایت کیا اسکو طبرانی اور بیہقی نے

دیکھئے حضرت سرورِ عالم فخرِ آدم کی پیدائش سے پہلے ہی حضرت آدمؑ آپکے ہی وسیلہ سے نجات پائی۔ **شعر**

به قد اجاب الله آدم اذ دعا ۔ ونجی فی بطن السفینة نوح

قاضی عیاض شفا میں اور امام سبکی شفاء الاسقام میں اور سید سمہودی خلاصۃ الوفا میں لکھتے ہیں کہ خلیفہ منصور جب بقصد زیارت روضہ سرورِ کائنات مدینہ شریف پہنچکر مسجد نبوی میں گئے۔ اتفاق سے امام مالک رحؒ بھی وہاں موجود تھے۔ خلیفہ منصور نے امام مالک رحؒ سے پوچھا کہ میں قبلہ کیطرف منہ کروں اور دعا مانگوں۔ یا حضرت سرورِ عالم کی قبر مبارک کیطرف منہ کروں۔ امام مالک رحؒ نے فرمایا۔ حضرت سرورِ عالمؐ کے روضہ کیطرف متوجہ رہو۔ اور اسیطرف اپنا منہ رکھو۔ کیونکہ وہ تمہارا وسیلہ ہیں۔ اور تمہارے باپ آدمؑ کے وسیلہ ہیں۔

بخاری شریف میں انسؓ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب قحط پڑتا مینہ نہ برستا تو آپ حضرت عباسؓ کو ساتھ لیجا کر کہتے کہ اے ارحم و اکرم! ہم حضرت سرورِ عالمؐ کی حیات مبارک میں جب کبھی بارش نہ ہوتی تو آنحضرتؐ کا وسیلہ پکڑ کر بارش کی دعا کرتے۔ اور تو بباعث وسیلۂ آنحضرتؐ مینہ برسا دیتا۔ اب ہم عباسؓ کو جو تیرے حبیب کے چچا ہیں۔ انکو اپنا وسیلہ ٹھیرا کر عرض کرتے ہیں کہ تو رحم فرما۔ اور بارانِ رحمت نازل کر اور قحط دور فرما۔ راوی حدیث کہتے ہیں کہ بارش ہوجاتی۔ حضرت عمرؓ کا بعد وفات آنحضرتؐ کے حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنانا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سوائے آنحضرتؐ کے کسی اور کو بھی وسیلہ بنانا درست ہے اور جائز ہے۔

عن انس بن مالك قال لما ماتت فاطمة بنت اسد بن هاشم ام علي بن ابي طالب وكانت ربت النبي صلعم دخل عليها رسول الله عند راسها وقال رحمك الله يا امي بعد امي وذكر ثناءه عليها وتكفينها ببردة وامره بحفر قبرها قال فلما بلغوا اللحد حفره صلى الله عليه وسلم بيده واخرج ترابه بيده فلما فرغ دخل صلى الله عليه وسلم فاضطجع فيه ثم قال الله الذي يحيي ويميت وهو حي لا يموت اغفر لامي فاطمة بنت اسد ووسع عليها مدخلها بحق نبيك والانبياء الذين من قبلي فانك ارحم الراحمين +

رواه الطبراني في الكبير وابن حبان والحاكم +

انس بن مالک کہتے ہیں جب حضرت علی کی والدہ فاطمہ کا جنہوں نے آنحضرت ص کو پالا تھا انتقال ہوا تو آنحضرت ص اُنکے سرہانے آ بیٹھے اور فرمایا اے ماں اللہ تعالی تم پر رحم کرے اور کفن کیلئے اپنی چادر عنایت فرمائی اور قبر کے لیے حکم فرمایا جب قبر کھودی گئی تو لحد کو خود آنحضرت ص نے اپنی دست مبارک سے کھودا اور خود ہی مٹی نکالی۔ پھر لحد میں لیٹ کر فرمایا۔ اللہ ہی زندہ کرتا ہے اللہ ہی موت دیتا ہے۔ اور وہ زندہ ہے نہیں مرتا اے اللہ میری ماں فاطمہ کو بخش دے اور اس پر اسکی جگہ فراخ کردے۔ اپنے نبی کی طفیل اور جو میرے سے پہلے نبی گزر چکے ہیں۔ کیونکہ تو بہت ہی رحم والا ہے ،

روایت کیا اسکو طبرانی اور ابن حبان اور حاکم نے ۔

حضرت علیؓ کی والدہ کیلئے سرور کائنات نے اپنے اور دیگر انبیاءؑ کے ذریعے دعائے مغفرت مانگی۔ علاوہ بریں بطور تبرک اپنی خاص ملبوس چادر کفن کے لیئے بھی عنایت فرمائی +

قاضی عیاض کتاب شفا میں لزوم محبت کے باب میں لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا پاؤں سو گیا۔ یعنی سنسنانے لگا کسی نے کہا ایسے آدمی کو یاد کرو جو تمہیں

سب سے محبوب ہو۔ انہوں نے کہا یا محمداہ اُسیوقت اُن کا پاؤں درست ہو گیا۔ اور اسمیں حس پیدا ہو گئی۔ فتوح الشام میں ہے۔ حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح قنسرین سے کعب بن حمزہ کو بارادہ حلب ایک ہزار سوار دیکر یوقنا سے لڑنے کیلئے روانہ کیا اور یوقنا کی پانچ ہزار سپاہ سے عین مقابلہ کے وقت پانچہزار اور سپاہ دوسری طرف سے مسلمانوں پر آپڑی۔ کعب حالت بیقراری میں زور سے پکارتے یا محمدؐ۔ یا محمدؐ۔ یا نصر اللہ انزل۔

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اگر کوئی جنگل میں رستہ بھول جائے یا اسکی سواری وغیرہ گم ہوجائے تو یہ دعا پڑھے۔ یا عباد اللہ اعینونی۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ علامہ ابن حجر خیرات الحسان میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام شافعیؒ رفع حاجات کیلئے جب دعا مانگتے تو حضرت امام الائمہ سراج الامۃ ابوحنیفہ رح کے وسیلہ سے مانگتے۔ حضرت امام احمدؒ امام شافعی رض کو وسیلہ ٹھیراکر دعا مانگتے۔ اسپر عبداللہ ابن امام احمد رض نے امام صاحب سے سوال کیا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ امام شافعی رض کی ذات ایسی بابرکت ہے جیسے سورج۔ کیا میں اس سے فائدہ نہ اُٹھاؤں +

حضرت امام ابوالحسن شاذلی لکھتے ہیں کہ اگر کسیکو کوئی حاجت اور ضرورت پیش آئے تو اُسکو چاہیے کہ حضرت امام غزالی رح کے ذریعہ سے خداوند کریم کی درگاہ میں دعا کرے اللہ تعالیٰ اُسکی حاجت کو پورا کردے گا +

علامہ ابن حجر الصواعق المحرقہ لاخوان الضلال والزندقہ میں حضرت امام شافعیؓ کے یہ اشعار لکھتے ہیں ؎

آل النبی ذریعتی — وھم الیہ وسیلتی
ارجو بھم اعطی غداً — بیدی الیمین صحیفتی

نبیؐ کی آل میرا ذریعہ ہے۔ وہی خدا کی درگاہ میں میرا وسیلہ ہیں۔ میں اُنکے ذریعہ سے امیدوار رکھتا ہوں کہ خدا میرا نامہ اعمال قیامت میں میرے داہنے ہاتھ میں دے گا +

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ + اے مومنو! ڈرو اللہ سے اور اُسکی طرف وسیلہ ڈہونڈو +

باوجود مومنوں کو اتقا کا حکم دینے کے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے صریح طور سے فرمایا۔ کہ تم کسیکو میرے اور اپنے درمیان وسیلہ بناؤ۔ نرا اتقا ہی کافی نہیں۔ اگر متقی بننا ہی کافی ہوتا تو اللہ تعالیٰ وابتغوا الیہ الوسیلۃ نہ فرماتا +

الغرض کسی کی ذات کو کسی کام میں وسیلہ ٹھیرانا درست ہے اور تمام بزرگان اُمت کا اسی پر عمل رہا اور ہے۔ بیشک موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے +

بخاری شریف میں حدیث قدسی میں آیا ہے کہ میرا بندہ بباعث کثرت ادائے نوافل میرے قرب تک پہنچ جاتا ہے کہ میرا محبوب بن جاتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ اِس درجہ تک قرب حاصل کرتا ہے کہ میں اُسکی قوت سماعت ہو جاتا ہوں مجھسے ہی سنتا ہے۔ میں اُسکی آنکھ بن جاتا ہوں مجھ سے ہی دیکھتا ہے۔ میں اُسکے ہاتھ بن جاتا ہوں مجھ سے ہی پکڑتا ہے۔ مجھ سے ہی چلتا ہے۔ جب مجھ سے سوال کرتا ہے تو اُس کے سوال کو سنتا ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے۔ رب اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لابرہ۔ ایسی حالت میں ایسے شخص کا وجود اپنا وجود نہیں رہتا نہ اُسکی ہستی اپنی ہستی رہتی ہے۔ اُسکا بولنا اپنا بولنا نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسی زبان سے وہ بولتا ہے اور جو وہ لکھتا ہے اسیطرح مشیت الٰہی کو منظور ہوتا ہے ۵

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

اور بہت سی احادیث ہیں۔ جنکو میں بباعث خوف طوالت نہیں لکھتا۔ اگر اِس مضمون پر مفصل لکھا جائے تو ایک مستقل کتاب بن جاتی ہے +

فقیر سید محمد حنیف چشتی صابری
مفتی۔ نکودر

۴۸۶

رباعیاتِ شاکر

خلوت میں نہ پھر کوئی درانداز ہوا — گم کرکے خودی کو ترا ہمراز ہوا
پردے میں تو بے نیازیوں کے نہ رہا — دل میرا۔ تری جلوہ گہِ ناز ہوا

ظاہر کہیں پایا کہیں پنہاں پایا — جلوہ ترا ہر شئے میں نمایاں پایا
ڈھونڈا دیر و حرم میں ہر چند تجھے — پایا تو حریم دل میں مہماں پایا

اِن آنکھوں سے واللہ خدائی دیکھی — ہر شئے میں تری جلوہ نمائی دیکھی
ہر رنگ میں ہر نقش میں ہر پیکر میں — تصویر تری او ہمہ جائی! دیکھی

خلوت میں بھی اک انجمن آرائی ہے — خلقت ترے جلوہ کی تماشائی ہے
کثرت ہے تری مرقعِ بزمِ خیال — وحدت تری نقشِ نازِ یکتائی ہے

پردے میں تو نمود کی ہے تصویر — اور غیب میں اک شہود کی ہے تصویر
ہوتا نہ اگر تو، تو نہ ہوتی دنیا — ہستی ترے وجود کی ہے تصویر

ہر شئے میں ہے نور جلوہ گستر تیرا — ادراک میں آتا نہیں جوہر تیرا
ڈالا ہے تحیر میں کرشموں نے ترے — دیدار ہو کیونکر کیا میسر تیرا

کثرت سے عیاں ہے شانِ وحدت تیری — یعنی ہے یہ بزمِ دہر خلوت تیری
پردہ ہے دوئی کا سخت حائل۔ ورنہ — ہر شئے میں ہے بے نقاب صورت تیری

ہر قطرہ کو گوہرِ لطافت سمجھو — ہر ذرّے کو آفتابِ حکمت سمجھو
حُسنِ ازلی ہے بے نقاب اے شاکر — واچشم کرو، رمزِ حقیقت سمجھو

شاکر (میرٹھی)، از الہ آباد

۴۸۶

خاندان نقشبندیہ رح کے حالات

نمبر ۲

خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ

آپ خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح کے چہارم خلیفہ ہیں۔ آپ ظاہر و باطن کے بڑے عالم تھے۔ زہد و تقوے ریاضت عبادت متابعت سنت میں ید طولی رکھتے تھے خواجہ عبدالخالق رح کی آخر عمر تک انکی خدمت میں رہے۔ اور فیوض باطنی سے مستفید ہوئے آخر خواجہ موصوف نے خرقہ خلافت اپنے دست مبارک سے آپ کو پہنایا۔ خواجہ موصوف کے بعد آپ نے اس سلسلہ کی خوب اشاعت ہوئی۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ آپکے ہی ذریعہ سے خواجہ عبدالخالق تک پہنچتا ہے۔ ریوگر ایک گاؤں ہے۔ بخارا سے چھ کوس کے فاصلے پر۔ غجدوان وہاں سے ایک کوس ہے مزار شریف آپ کا ریوگر میں ہے۔ آپ کا وصال ۶۱۵ھ میں ہوا۔ آپکی تاریخ یہ ہے۔

مادۂ آں عارف ولی خدا — متصل شد بوصل سبحانی
خواجہ اہل دیں بجو سالش — نیز عارف امین ربانی
نیز درویش صادق آمد است — رحلت آں ولی یزدانی

حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی قدس سرہٗ

آپ حضرت خواجہ عارف ریوگری رح کے اجلہ خلفا میں سے ہیں۔ سب اصحاب میں ممتاز تھے۔ خلوت و جلوت میں یکساں تھے۔ مولد آپ کا قصبۃ الخیر فغنی ہے متعلقہ شہر بخارا

جو وہاں سے تین کوس کے فاصلے پر ہے۔ آپ کی رغبت ذکر جہر کی طرف بہت تھی چنانچہ ایک بار آپ ذکر جہر کر رہے تھے۔ ایک بڑے عالم خواجہ حافظ الدین علمائے بخارا میں سے موجود تھے۔ انہوں نے شیخ سے دریافت کیا۔ کہ آپکے طریقہ میں تو ذکر خفی ہے آپ کیوں ذکر جہر کرتے ہیں۔ فرمایا تاکہ غافلوں کو ہوشیار اور سونے والوں کو بیدار کروں۔ خواجہ محمودؒ فرماتے ہیں کہ ذکر جہر اُس شخص کو لائق ہے کہ دل اُسکا ریا سے اور زبان جھوٹ و غیبت سے اور حلق لقمۂ حرام سے اور آنکھ نظر بد سے اور توجہ بغیر حق سے پاک ہو۔ خواجہ حافظ الدین نے عرض کیا کہ بیشک آپ جیسے شخص کو حلال ہے کیونکہ آپ کی نیت درست ہے۔

حضرت خواجہ عارف ریوگری جب مرض الموت میں مبتلا تھے۔ آپنے فرمایا کہ مجکو اشارہ ہوا ہے کہ ایک وقت ہوگا کہ میرے سلسلہ کے لوگ مصلحت وقت سے ذکر جہر کرینگے۔ اسی بنا پر بعد وصال کے شیخ مذکور نے بوجود چند ذکر جہر جاری کیا۔

حضرت خواجہ محمود رح کے زمانہ میں ایک شخص نے جو درویش تھے حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کو دیکھا۔ آپسے دریافت کیا کہ اس زمانہ کے مشائخ میں سے کون شخص ہے کہ جس سے بیعت کیجائے۔ خواجہ صاحبنے فرمایا کہ خواجہ محمود الخیر فغنوی وہ بزرگ خواجہ علی رح تھے۔ ایک بار حضرت خواجہ علی رامیتنی بعد وصال خواجہ محمودؒ کے بیٹھے ہوئے ذکر و مراقبہ کر رہے تھے۔ ناگاہ ایک مرغ سفید بزرگ اُترتا ہوا آیا۔ اور سر پر اُنکے قائم ہو کر زبانِ فصیح سے فرمایا۔ اے علی مردانہ باش۔ ان الفاظ کے سُننے سے تمام یارانِ طریقہ پر ایک عجیب کیفیت آئی۔ کہ بیہوش ہوگئے۔ جب ہوش میں آئے تو دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا تھا۔ خواجہ علی رامیتنی رحنے فرمایا کہ یہ شیخ خواجہ محمود تھے کہ خدا نے انکو یہ کرامت عنایت فرمائی ہے۔

اس وقت خواجہ دہقان قلتی کہ خلیفہ خواجہ اولیائے کبیر خواجہ عبدالخالق کے

خلیفہ ہیں۔ اُنکی وفات قریب تھی۔ اور اُنہوں نے دعا کی تھی کہ میری موت کیوقت کسی خاص بندے کو میرے پاس بھیجنا تاکہ میں ایمان سے دنیا سے جاوٴں۔ چنانچہ آپ کی روح مبارک کے جانیسے وہ باطمینان دار البقا کو چلے گئے۔ وفات آپ کی ۷۱۵ھ میں ہوئی۔ تاریخ یہ ہے ؎

چوں مکاں در جنت محمود یافت حامد و محمود شیخ الاصفیا
شاہ عرفانی ست سال وصل او ہم بخواں محمود تاج الاصفیا

خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ محمود رحمۃ اللہ علیہ کے اجلہ خلفا میں سے ہیں۔ آپ کا لقب حضرت عزیزاں ہے حضرت خواجہ محمود نے وصال کیوقت اور خلافت آپکے حوالے کیا۔ اور اپنے یاران طریقت کو آپکے سپرد فرمایا۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ آپکے ہی واسطہ سے خواجہ عبد الخالق غجدوانی تک پہنچتا ہے۔ آپسے بہت کرامات کا اظہار ہوا ہے۔ صنعت بافندگی آپ کا پیشہ تھا۔ اسی سے کسب حلال کرتے تھے۔

پیدائش آپ کی موضع رامیتن میں ہوئی جو بخارا سے دو کوس کے فاصلہ پر ہے قبر مبارک آپ کی خوارزم میں ہے۔ شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی آپکے معاصر تھے شیخ مذکور نے ایک درویش کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اور تین مسئلے دریافت کئے

(۱) میں نے سنا ہو آپ آنے جانے والوں کی خدمت کرتے ہیں۔ مگر آپ کا دسترخوان پُر تکلف ہوتا ہے۔ جسکی وجہ سے لوگ تمہارا گلہ کرتے ہیں۔ اسکا کیا سبب ہے؟ حضرت عزیزاں نے جواب دیا۔ خدمت کنندگان منت نہندہ بسیار اند۔ و خدمت کنندگان منت دارندہ کم۔ جہد کنید کہ از خدمت کنندگان منت دارندہ باشید تاکسے از شما در گلہ نباشد (۲) ہم نے سنا ہو کہ آپ کی تربیت حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے

کی ہے۔ یہ کیونکر؟ آپنے جواب دیا۔ بندگان حق سبحانہ عاشق آنند کہ خضر عاشق اوست (۳)
ہم نے سنا ہے کہ آپ ذکر جہر کرتے ہیں۔ یہ کیوں؟ آپنے جواب دیا۔ ما نیز میشنویم کہ شما ذکر خفیہ
میگوئید۔ پس ذکر شما نیز جہر باشد۔ سبحان اللہ۔ اولیائے اللہ کی کیا مزے کی باتیں ہوتی
ہیں۔ تا یار کرا خواہد۔ میلش بہ کہ باشد۔ مولانا سیف الدین نے کہ اُس زمانہ کے بڑے
عالم تھے۔ حضرت عزیزاں سے سوال کیا کہ آپ ذکر علانیہ کس نیت سے کرتے ہیں۔ آپنے فرمایا
کہ تمام علما کا اجماع ہے کہ آخر وقت ذکر آواز سے کرنا چاہیئے۔ بحکم حدیث لقنوا موتاکم
بشہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ۔ یعنی جو لوگ قریب المرگ ہوں اُنکے سامنے کلمہ شہادۃ باآواز
پڑھنا چاہیئے۔ اور جو فقیر ہوتا ہے اُسکا ہر سانس آخری ہوتا ہے۔ ایک بار شیخ بدرالدین
رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عزیزاں سے دریافت کیا کہ ذکر کثیر جس کی بابت کلام پاک میں ذکر ہے
کہ واذکروا اللہ ذکرا کثیرا۔ اس سے ذکر لسانی مراد ہے یا ذکر قلبی۔ آپنے فرمایا۔ کہ
مبتدی کو ذکر لسانی چاہیئے اور منتہی کو ذکر دل۔ کیونکہ مبتدی ہمیشہ اپنی طبیعت پر جبر کرکے
ذکر کرتا ہے اور منتہی کے ذکر قلبی کا اثر تمام اعضا میں سرایت کر جاتا ہے۔ اور سب اعضا
ذاکر ہو جاتے ہیں۔ اسکی حالت یہ ہوتی ہے کہ ایک روز کی عبادت اوروں کی سال بھر کی
عبادت کے برابر ہوتی ہے۔ راقم کہتا ہے کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت شاہ بہارالدین
صاحب علوی امروہی سے ایک بار مجلس سماع کے بارے میں میں نے دریافت کیا کہ
اِسکا کیا اثر ہوتا ہے۔ فرمایا کہ جو اِسکے سننے کے اہل ہیں اُنکو ایک آن واحد میں اتنا
سلوک طے ہو جاتا ہے کہ دوسروں کو سالہا سال کی محنت سے نہیں ہوتا۔ گویا قلبی
کیفیت اِسقدر ہو جاتی ہے کہ تمام بدن میں ذکر سرایت کر جاتا ہے۔ اور سلطان الاذکار کا
مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو چاہیئے کہ دو وقت میں اپنے
آپ کی حفاظت کرے (۱) بات چیت کرنے میں (۲) کھانے پینے میں۔ ایک بار آپنے
فرمایا کہ حضرت خواجہ خضرؑ حضرت خواجہ عبدالخالق کے پاس آئے۔ آپنے خواجہ خضرؑ سے

عرض کیا کہ کھانا کھائیے۔ کیونکہ یہ کھانا حلال کا ہے۔ خواجہ موصوف نے فرمایا کہ بیشک مگر پکانیوالے کو وضو نہیں تہا۔ اللہ اکبر۔ یہ لوگ تھے کہ اپنی نسبت کی کسطرح حفاظت کرتے تھے آپنے فرمایا کہ جو لوگ خلق خدا کو خدا کی طرف بُلانیوالے ہیں اُنکو چاہیئے کہ مثل جانور پالنے والوں کے ہوں کہ مرغ کے لیئے علیحدہ دانہ ہوتا ہے۔ اور گائے بکری کے لیئے علیحدہ گویا۔ ہر جانور کے لیئے علیحدہ علیحدہ پرورش کا طریقہ ہوتا ہے اسیطرح مخلوق میں انسانوں کی حالت ہے کہ ہر شخص کی قابلیت علیحدہ ہے ویسی ہی اسکے واسطے ذکر وغیرہ کی تعلیم ہونی چاہیئے ایک بار آپنے فرمایا۔ کہ اگر خواجہ عبدالخالق عجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں سے کوئی شخص بھی ہوتا تو حسین بن منصور کو سولی نہ ملتی۔ اور اُنکو اُس مقام سے ترقی کرا دیتا۔ آپنے فرمایا کہ اولیا کی ایسی خدمت کرو کہ جو اُنکے دل میں تمہاری جگہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہوگیا تو بہت جلد تم کو قرب خداوندی حاصل ہو جائیگا۔ حضرت عزیزاں کے اشعار یہ ہیں:

با ہر کہ نشستی و نشد جمع دلت	وز تو نہ رمید زحمت آب و گلت
از صحبت وے اگر تبرا نکنی	ہرگز نکند روح عزیزاں بحلت
بیچارہ دلم کہ عاشق روئے تو بود	تا وقت صبوح دوش در کوئے تو بود
چوگان سر زلف تو از حال بحال	می بردش ہمچناں یک گوئے تو بود
چوں ذکر بدل رسد دلت در وکند	آں ذکر بود کہ مرد را فرد کند
ہر چند کہ خاصیت آتش دارد	لیکن دو جہاں بر دل تو سرد کند

حضرت عزیزاں کی خوارق عادت

سید اتا اکثر حضرت عزیزاں کیخدمت میں آیا کرتے تھے۔ ایک بار سید اتا سے ایسی بات ہوگئی جو خلاف ادب تھی اُسی دن سید اتا کے صاحبزادے کو کچھ ترکی لوگ پکڑکے لیگئے اور قید کر دیا۔ سید اتا کو فوراً تنبیہ ہوئی کہ یہ اُس بے ادبی کا نتیجہ ہے۔ اُسیوقت حضرت عزیزاں کی خدمت میں دوڑے گئے اور معافی مانگی۔ اور دعوت کی۔ حضرت عزیزاں نے قبول

قبول فرمائی اور سید اتا کے مکان پر تشریف لائے۔ دستر خوان بچھایا گیا۔ تمام علما اور مشاہیر وقت موجود تھے۔ جب خادم نے نمکدان پیش کیا۔ حضرت عزیزاں نے فرمایا کہ علی جب تک نہ نمک چکھیگا اور نہ کھانا کھائیگا کہ سید اتا کا فرزند نہ آجائیگا۔ یہ فرمایا اور سکوت کیا۔ یکایک سید اتا کے فرزند تشریف لے آئے۔ اُنکے آتے ہی ایک شور برپا ہوگیا۔ اور سب آپکے قدموں پر گر پڑے اور اسقدر اُسوقت کیفیت کا غلبہ ہوا کہ سب بیہوش ہوگئے۔ جب ہوش ہوا تو صاحبزادے سے دریافت کیا کہ آپ کیسے آگئے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ میں زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا وہ لوگ مجھے لیئے جاتے تھے۔ اب میں یہاں آگیا۔ مجھے نہیں معلوم ہوا کہ کس طرح میں یہاں آیا۔ سب لوگوں کو یقین ہوا کہ یہ شیخ کا تصرف ہے + حکیم فرید احمد عباسی مجددی

قطرہ

اپنی حالت پر نظر کر قطرہ ناچیز تو — ہو کے دریا میں فنا۔ ہاں ! بنگیا اک چیز تو
جام وحدت پی کے تو اب ہر طرح دلشاد ہے — ایک میں ہی روح جس کی یاد میں ناشاد ہے
دیکھ ! وہ چشمہ مری حالت پہ ہے گریہ کناں — سر پٹکتا چلتا ہے۔ تیزی۔ روانی ابکہاں
بادِ صرصر بین کرتی پھرتی ہے چاروں طرف — بلبل شیدا ہے اک جانب تو شمع اک طرف
صبح کا دامن مری غفلت پہ اک اک تار ہے — شاہ چیں میری حالت پر بہت خونبار ہے
ہر طرف قدرت مرے اس حال پر گریہ کناں — اُسکے چہرے پر وہ شادابی وہ غازہ ابکہاں
پر ابھی تک بادۂ غفلت سے میں مدہوش ہوں — دیکھتا ہوں ہر طرف لیکن بہت بیہوش ہوں
روح اس بندش سے بالکل ہوگئی زار و نزار — ذات باری میں فنا ہونیکو ہے وہ بیقرار
روح کو جامِ فنا پی کر جو ملتی ہے بقا — وہ پکار اُٹھتی ہے اُسدم یا انا الحق کی صدا
ہر طرح بہتر ہے مجھ سے قطرۂ بیتاب تو — پہلے گوہر تھا بنا اب گوہر نایاب تو

بندہ محمد بدر الدین۔ بی۔ اے (علیگ) سیوہاری

۱۹۰۸ء

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہٗ

(سلسلہ کے لیے جولائی سنہ ۱۹۱۱ء کا پرچہ دیکھیے)

شہزادہ بلند اختر نے فوراً آنکھ کھولدی۔ اور بالکل تندرست ہوگیا۔ ماں بازو پکڑ کے خوشی خوشی محل میں لائی۔ ہزاروں صدقے سیلے اُترنے لگے۔ حضرت نے فرمایا۔ سواری منگواؤ ہم ابھی جائینگے۔ صاحب عالم نے عرض کیا۔ صرف ایک روز اور تشریف رکھیئے۔ آپکا قیام فقیر خانہ پر تین روز ہوتا تھا۔ حضرت نے فرمایا۔ یار زندہ صحبت باقی۔ سواری جلد منگواؤ پالکی حاضر ہوئی۔ صاحب عالم ساحل دریا تک ہمراہ آئے اور بہت اصرار کیا۔ ایک روز اَور سرفراز فرمایئے۔ قبول نہ فرمایا۔ کشتی میں سوار ہوئے۔ پردے کشتی کے کھولدیے گئے فیروزپور پہنچکر سات روز بند کوٹھری میں بے آب و دانہ رہے۔ تمام بدن میں آبلے پڑگئے تھے۔ جب مریدان خاص نے بہت واویلا مچائی۔ دروازہ کھولکر مریدوں کو دیدار سے مشرف فرمایا۔ بعدہ غسل صحت فرمایا۔ آپ کی داد و دہش اور مہمانداری کی شہرت تمام ہندوستان میں تھی۔ ترک و تاتار۔ عربستان سے قسم قسم کے لوگ آتے تھے۔ اور آپ کی فیاضی سے مستفیض ہوکر پھر جانے کا نام نہ لیتے تھے۔

نو ہزار روپیہ ماہوار کا سیدھا تقسیم ہوتا تھا۔ پانچہزار ماہوار کا کپڑا بنتا تھا۔ بعضوں کے سال میں چار جوڑے۔ بعضوں کے دو جوڑے مقرر تھے۔ دو سو ماہوار کے جفت پاپوش خرید ہوتے تھے۔ چار سو روپیہ مرمت مکان میں ہر سال صرف ہوتا تھا۔ سوائے اسکے شادی و غمی کا خرچ موافق مراتب کے ملتا تھا۔ کئی ہزار آدمی جمع رہتا اگر ایک سوئی بھی درکار ہوتی تو پیشکار سے منگوائی جاتی۔

مروی ہے۔ حضرت شیخ نظام الدین ولی قدس سرہ نبیرہ شاہ نور قطب عالم قدس سرہٗ

صاحب سجادہ کے کوئی قرابتدار میر محمد قادری اکبر نگر میں رہتے تھے۔ قضا الٰہی سے حضرت نظام الدینؒ نے وصال پایا۔ میر محمد قادری نے شیخ شرف الدین خلف شیخ نظام الدینؒ کو (اسوقت انکی عمر چودہ برس کی تھی) دستار بند ہوا دی اور سجادہ نشین کیا۔ شیخ شرف الدین بہت کم سن تھے۔ ابھی تربیت بھی کامل نہ ہوئی تھی شرارت سے بندگان خدا کو ستانے لگے یہ شکایت حضرت تک پہنچی۔ شیخ کبیر (شیخ شرف الدین کے نسبتی چچا) سے حضرتؒ نے فرمایا کہ ابھی اس بچے کی تربیت کرو۔ اور تم سجادہ نشین ہو۔ شیخ نے عرض کیا۔ سید محمد قادری نے سر بند سجادگی کا انہیں بندھوایا ہے۔ فرمایا ہم نے تم کو سجادہ نشین کیا۔ شیخ کبیر نے شرف الدین کو اُتار دیا اور آپ سجادہ نشین ہوئے۔ یہ خبر سید محمد قادری کو ملی۔ فرمایا ہم صاحب ولایت ہیں۔ شاہ نعمت اللہ کو کیا اختیار ہے کہ تغیر سجادہ قطب کیا۔

کسی نے یہ خبر شاہ صاحب کو دی۔ آپنے مسکرا کر فرمایا کہ صاحب ولایت وہ ہے جسکا حکم جاری ہو۔ شیخ شرف الدین حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تربیت پائی۔

اسی زمانہ میں سید محمد قادری کے وصال کا وقت قریب آیا۔ ایک پہر رات باقی تھی۔ حالت دگرگوں ہونے لگی۔ مریدان خاص کو خیال ہوا۔ انکے چار فرزند ہیں ان میں سے کسکو سجادہ نشین فرمائینگے۔ ایک چیلے نے عرض کی۔ حضور نماز جنازے کا کس صاحبزادے کو حکم فرماتے ہیں۔ میر صاحبنے آنکھ کھولکر فرمایا حضرت شاہ نعمت اللہ ولی نماز پڑھائینگے آپس میں لوگوں نے صلاح کی کہ تین چلہ روز لگاتار پانی برس رہا ہے اور شاہ صاحب فیروز پور میں ہیں وہ کہاں آسکتے ہیں۔ پھر عرض کیا نماز جنازے کا کس کے لئے حکم ہوتا ہے فرمایا۔ ایک مرتبہ تو کہدیا کہ شاہ نعمت اللہ ولی۔ ابھی چار گھڑی رات باقی تھی کہ آپ نے انتقال فرمایا۔ مریدوں نے باتفاق رائے تجویز کی کہ قبر و جنازہ تیار کرکے دو پہر شاہ صاحب کا انتظار کرو۔ اطلاع دینا تو غیر ممکن ہے۔ اگر اس مدت میں شاہ صاحب آگئے تو بہتر ہے ورنہ صاحبزادے کلاں نماز پڑھائیں۔

یہاں حضرت صاحب نے نماز فجر ادا کرکے اللہ داد خاں سے فرمایا۔ بجرہ سواری کا فوراً تیار کراؤ۔ چاشت کی نماز پڑھ کے حضرت کشتی پر سوار ہوئے۔ دوپہر دن چڑھے کشتی اکبر نگر کے گھاٹ پر پہنچی (حالانکہ تیز رو کشتی ایک دن میں پہنچ سکتی ہے) حضرت نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور دفن کرتے وقت کہا انکا منہ کھولدو۔ اور آپ سامنے کھڑے ہوئے۔ میر صاحب نے آنکھیں کھولدیں۔ کچھ منہ سے کہنا چاہتے تھے کہ آپنے انگشت شہادت سے اشارتاً منع کیا اور خود ہٹ آئے۔ اور کہا قبر بند کردو۔ اسکے بعد فرزند کلاں کو سجادہ نشیں کرکے اسی روز فیروزپور واپس آئے +

بغداد میں میر سید ابراہیم نبیرہ حضرت غوث الثقلین نے استخارا کیا کہ ولی اس زمانہ کا کون ہے۔ حضرت غوث الثقلین نے بشارت دی کہ شاہ نعمت اللہ ولی بنگالے میں ہے وہاں جاکر ملو۔ میر سید ابراہیم یہاں آئے اور حضرت سے ملے اور احوال استخارے کا بیان کیا۔ اور فرمایا۔ میں بھیجا ہوا آیا ہوں۔ حضرت بہت مہربانی فرماتے تھے۔ اپنے ساتھ شکار میں لے جاتے تھے۔ رخصت کے وقت بارہ ہزار روپیہ نذر کیا۔ میر سید ابراہیم بہت عالی مرتبت تھے۔ عالمگیر سے زمانہ شاہزادگی میں عہد و پیمان تھا۔ کہ میں سلطنت کے زمانہ آپ کی فرمانبرداری سے باہر نہونگا + (حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کا تو انتقال ہوچکا تھا) عالمگیر تخت نشیں ہوا تو میر سید ابراہیم تشریف لائے۔ عالمگیر سے ملے۔ کسی امر کیواسطے کہا۔ عالمگیر نے پہلو تہی کی۔ آپنے فرمایا۔ عالمگیر! ہم تو جاتے ہیں۔ جب تک تمہاری سلطنت ہے ہندوستان میں نہ آئینگے۔ اور پھر نہ آئے +

شیخ فرید طفل بھروچ سے حضرت کی زیارت کو آئے۔ خواجہ کلاں بھروچی کے گھر میں ٹھیرے۔ جلال الدین محمود نبیرہ راجو خاں ترکمان اور راجو بہٹ کو بلاکر کہا کہ میں اتنی مسافت طے کرکے آیا ہوں۔ شاہ صاحب سے کہنا مجھسے اگر ملاقات کرنا منظور ہے تو چند قدم کی تکلیف خود ہی گوارا کریں۔ نہیں تو میں اور انتظار کرکے چلا جاؤنگا۔ حضرت نے یہ پیغام

سُن کے تبسم فرمایا۔ اور کہا کچھ مضائقہ نہ تھا۔ لیکن یہ طرز درویشی کے خلاف ہے میں اس قید کو پسند نہیں کرتا اب میں نہیں جا سکتا۔ دو روز گزر گئے تو آدھی رات کو شیخ فرید نے کہا۔ خدا جانے شاہ صاحب اسوقت کیا کرتے ہونگے۔ ذرا خبر لاؤ۔ موقع ہو تو میں ملاقات کرلوں۔ راجو بھٹ نے کہا تم نے تو کہا تھا۔ میں نہ جاؤنگا۔ تین روز تو انتظار کرلو پھر آپ نے کہا بدبخت تو درویشوں کے رازوں کو کیا جانے۔ جلد خبر لا۔ راجو بھٹ نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر کہا۔ شیخ فرید نے اجازت طلب کی ہے اور کہا ہے اگر اسوقت ملاقات نصیب ہو سکے تو حاضر ہوں۔ آپنے فرمایا۔ کہدینا۔ تمہارا وقت یہ وقت کیا۔ جب چاہو چلے آؤ۔ شیخ یہ خبر سنتے ہی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپنے اندر طلب فرمایا۔ شیخ نے قدم کیطرف ہاتھ بڑھایا تھا۔ کہ حضرت نے ہاتھ پکڑ لیا۔ اور بغلگیر ہوئے۔ اپنے پاس بٹھایا تھوڑی دیر گفتگو کرکے کہا۔ اب استراحت کرو۔ صبح کو اچھی طرح ملاقات ہوگی۔ بہ اصرار بہت دنوں تک مہمان رکھا۔ رخصت کیوقت دو ہزار روپیہ نذر دیا۔ اور کہا قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ فرید وطن تک زندہ نہ پہنچے گا۔ راستے میں انتقال ہو جائیگا۔ وہی ہوا کہ بہر وطن ابھی تین منزل باقی تھا۔ شیخ نے وصال فرمایا +

ایک فقیر ملنگ شاہ خانقاہ میں آیا۔ اللہ داد خاں نے سیدھا اور طعام ہر چند پیش کیا۔ قبول نہ کیا۔ کہ جب تک شاہ صاحب خود میرے پاس آکر ملاقات نہ کریں گے کھانا نہ کھاؤنگا۔ یہ اطلاع حضرت کو ہوئی۔ آپنے فرمایا ایک دفعہ پھر جاؤ اور کہنا کہ تم ہمارے مہمان ہو پہلے کھانا کھالو۔ پھر ہم تم سے ملیں گے۔ اور خواہ مخواہ ملاقات کے طالب ہو تو یہ نہ ہوگا +

فقیر نے پیغام سنکے اُور کلام سخت منہ سے نکالے اور کھانا قبول نہ کیا۔ اس فقیر نے آدہی رات کو دو بھوت اپنی طرف سے بھیجے کہ شاہ صاحب کو ایسا دق کرو کہ وہ ہم سے ملنے آئیں۔ اُسوقت آپ دالان میں ایک دوپٹہ اوڑھے ہوئے استراحت

فرمارہے تھے۔ دونوں آدمی صحن میں آکرکھڑے ہوئے۔ حضرت نے منہ کھولکر کہا تم کون لوگ ہو۔ کہاں سے آئے ہو۔ انہوں نے کہا ہمکو ملنگ شاہ نے بھیجا ہے کہ شاہصاحب کو ایسا ستاؤ کہ ہم سے ملنے آئیں۔ آپنے کہا پھر کیوں نہیں آتے ہو۔ انہوں نے کہا آگے قدم نہیں اُٹھتا۔ پوچھا واپس جا سکتے ہو۔ اُنہوں نے تعمیل کی اور واپس آکر فقیر کو بہت مارا۔ رات بھر توبہ توبہ کرتا رہا۔ حضرت رات رہے سے شکار کو جاتے تھے ہاتھی اور گھوڑے اور پالکی اور سوار مستعد تھے۔ حضرت برآمد ہوئے فقیر حاضر ہوا کہ مجکو ہمزاد مارے ڈالتے ہیں کچھ پانی دم کردیجئے۔ حضرت نے کہا ٹھیرو۔ میں شکار سے واپس آکر تم کو دیکھونگا۔ جب حضرت تشریف لیگئے فقیر بہت پریشان ہوا۔ اللہ داد سے کہا میرا بُرا حال ہے۔ ایک ڈولی منگوادو کہیں چلا جاؤں۔ یہاں تو میری جان نہ بچیگی سوار ہوکے گنگا کنارے پہنچا تھا کہ انتقال ہوگیا۔

ایک روز دولت خانہ میں مردانہ تھا۔ مشائخ اور فقرا مجرے کو حاضر تھے۔ با برہنگ فقیر لباس قلندری رکھتا تھا۔ اور ہمیشہ سر برہنہ رہتا تھا۔ کہنے لگا۔ گروہ ملنگان ظاہر چیرا سر پر رکھتے ہیں اور غسل کم کرتے ہیں۔ ان میں کوئی صاحب سلوک بھی ہوتا ہے یا یوں ہی نفس پروری کو فقیر بنے ہیں۔ حضرت نے فرمایا ان لوگوں میں جو اہل کسب ہیں وہ طریق صوفیہ رکھتے ہیں۔ چیرا اور بھبوت کے پابند نہیں ہیں۔ اور جو بھبوت ملتے ہیں وہ خالی دو ایک بھوت اپنے قبضہ میں کرلیتے ہیں۔ جسکو اتنی قوت ہو صاحب خانقاہ بن جاتا ہے۔

ایک روز فقیر زمانہ سیاحت میں ایک قصبہ میں پہنچا۔ دیکھا شاہ محمد بدنکہا متصل قصبہ کے اپنے مریدوں کی جماعت سے فروکش ہیں۔ (باقی آیندہ)

محمد عبدالرؤف عشرت لکھنوی

خوشبو

اے بوئے خوش۔ آہاہا! تو ہی عجیب نعمت
دل کا سرور تو ہے۔ تو روح کی ہے راحت
تیرے ہی دم قدم سے گل کی بنا ہی ہوا ہے

ہر جاندار کو ہے نہایتی تری محبت
پاتی دماغ نے بھی تیرے سبب سے قوت
جو تو نہیں تو خالی نکہت میں کیا دھرا ہے؟

باد صبا کا دامن پھولوں سے ہے بسایا
ہر پھول اور پھل میں سما رہی ہے تیری مایا
چمپا۔ گلاب۔ جوہی۔ بیلے میں بٹ رہی ہے

کلیوں کو مسکرایا۔ غنچوں کو بھی ہنسایا
نیرنگیوں میں تو نے کیا رنگ ہے دکھایا
کس کس ادا سے پیاری کایا پلٹ رہی ہے

تیرے سبب سے شہرت ہے چین کو ختن کو
ممکن نہیں کہ پائے کوئی تری پھبن کو
بلبل کی گل پہ کب یہ نغمہ سرائیاں ہیں

جلوہ دکھا کے تو نے مجنوں کیا ہرن کو
سر پہ اٹھا لیا ہے بھونرے نے بھی چمن کو
سب تیری شورشیں ہیں۔ تیری ہی ہائیاں ہیں

تو نے ہی عطر بن کر دل کو کیا مسخر
ایمان کی تو یہ ہے تو لے گئی ہے عنبر
دلدادگان الفت لاکھوں کیے ہیں پیدا

کھنچ کھنچ کے عرق میں بھی تو ہی ہوئی مقطر
یورپ سے بن کے آئی جب خوشنما لونڈر
مغرب ہے تجھ پہ عاشق۔ مشرق ہے تیرا شیدا

ہر وادی خموشاں میں تیری رہروی ہے
گو حسیات ظاہر سے یاں ہر اک بری ہے
پھیلی ہے مرقدوں پر بو خوشگوار تیری

مردہ تنوں میں تجھ سے اک جان پڑ گئی ہے
فرط خوشی سے لیکن روحوں کو بیخودی ہے
ہے حجلۂ عروسی میں بھی بہار تیری

معشوق تجھ پہ عاشق۔ اُس دلربا کے صدقے
ہر رنگ میں ہے شامل۔ حسن ادا کے صدقے
گھر میں ہے سر بصحرا۔ پردہ میں جلوہ نما ہے

دیکھا نہیں کسی نے۔ تیری حیا کے صدقے
قربان اس جفا کے۔ ایسی وفا کے صدقے
بلکہ الگ تھلگ ہے آغوش میں جدا ہے

رستہ دکھا رہی ہے تو ہی فنا بقا کا
شادی ہو کیا جزا کی۔ اندیشہ کیا سزا کا
دنیا و آخرت میں بس ہست و بود وہ ہے

کہتی ہے لغو سب ہے جھگڑا یہ ماسوا کا
اپنی نفی جو کر لی اثبات ہے خدا کا
تاباں جو تجھ سے پوچھو اصل شہود وہ ہے

خادم حلقہ احمد خاں تاباں

روزنامہ

سفر حجاز و روم و شام

اس ہفتہ میں مصر کی کل تاریخی چیزیں دیکھیں۔ جن میں اہرام بسبب قدامت نام
حق ہیں کہ انہیں کا پہلے ذکر کیا جاے ۔

قاہرہ سے اہرام تک ٹرام جاری ہوئی ہے۔ جو دن میں [illegible] گھنٹے کے بعد جاتی ہے
قرش یعنی ۵ [illegible] ایک طرف کا کرایہ ہے ۔

اہرام ایک بلندی پر واقع ہیں۔ قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید پہاڑ پر یہ عمارت بنائی
گئی ہے ۔

ٹرام نے بالکل قریب لیجاکر اتار دیا۔ یہاں سے اہرام سامنے نظر آتے ہیں۔ یہاں کئی
ہوٹل اور قہوہ خانے نظر آئے جو مسافروں کی راحت کے لیے بنے ہوئے ہیں نرخ بہت
[illegible] میں نے بھی ایک ہوٹل میں چاء پی [illegible] آرام لیے ۔

ٹرام سے اترتے ہی ترجمان لڑکوں نے گھیر لیا یہ یورپ کی سب زبانیں جانتے ہیں
[illegible] شرارتوں کا حال سُن چکا تھا۔ سب کو دھتکار دیا۔ مگر کم بختوں نے پیچھا نہ چھوڑا [illegible] کردی
[illegible] جاتے تھے کہ ہم سب جگہ کی سیر کرا دینگے۔ ہوٹل والے سے دریافت کیا کہ عربی
[illegible] یہاں کی کوئی گائڈ بک ہے۔ اُس نے نفی میں جواب دیا۔ مجبوراً ایک ترجمان کو لینا پڑا
[illegible] اردو کوئی نہیں جانتا عربی کے سہارے بات چیت ہوتی تھی

ہوٹل سے اہرام تک [illegible] منٹ میں سب بلندی طے ہو گئی۔ راستہ ریتیلا ہے جس پر
[illegible] اور اونٹ خوب چل سکتے ہیں۔ اسلیئے یہاں ہر وقت اونٹ و گدھے کرایہ کے
[illegible] کھڑے رہتے ہیں۔ لیکن مجکو گدھے و اونٹ پر سوار ہونے سے پیدل چلنا لاکھ درجہ

بہتر نظر آیا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر سواری کی ضرورت ہو تو ٹرام سے اُترتے ہی پولس والے سے کہو۔ وہ کفایت سے معاملہ کرا دے گا۔ ورنہ ترجمان دس گُنے داموں پر لٹوا دیگا اور مسافت کچھ ایسی لمبی چوڑی نہیں ہے جسکے لیے سواری کی ضرورت ہو۔ ریت کے سبب ذرا قدم مشکل سے اُٹھتے ہیں۔ میں نے آدھ گھنٹہ میں سب عجائبات کی سیر کر لی تھی +

اول سب سے بڑا مینار آتا ہے۔ جسکو دنیا کے سات عجائبات میں شمار کرتے ہیں۔ حیرت ہے کہ پتھروں کے اِس انبار کو عجائبات میں کیوں داخل کیا گیا ہے۔ مانا کہ اصولِ ہندسہ کے تحت اِسکے رچیں بہت سی خوبیاں ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ اگلے زمانہ کے مصری بھی فن جر ثقیل کے ماہر تھے لیکن یہ کوئی عجیب بات نہیں پُرانی عمارتیں اکثر ہندسی اصول پر بنائی جاتی تھیں۔ میں نے ایسی سیکڑوں عمارتیں دیکھی ہیں جن میں جر ثقیل کی اعلیٰ صناعی موجود ہے +

اصل میں زمانہ اِن گورے رنگ والے آدمیوں کا مقلد ہے۔ اِن کی زبان سے جو کلمہ نکل جائے نقش کالحجر ہو جاتا ہے۔ چونکہ اہل یورپ اسکو عجیب کہتے ہیں سارا جہان عجیب عجیب کی صدا لگا رہا ہے +

بڑے مینار کی برابر ایک اور مینار ہے۔ جو اِس سے کچھ ہی چھوٹا ہے۔ اِسکی استرکاری ابھی کہیں کہیں سے باقی ہے۔ اِن میناروں کو دیکھکر ایک عرب نے کہا۔ آج میں ہزاروں برس کی پُرانی چیز دیکھ رہا ہوں۔ واہ میری قسمت۔ عرب کے بھولپن پر ہنسی آگئی۔ اور جانا کہ بیچارا سفید رنگ کے آدمیوں کا مقلد ہے۔ آگے بڑھکر ٹوٹی پھوٹی زبان میں کہا۔ بھائی جان! کیا تم کو ایسی چیز بتاؤں جو اہرام سے ہزاروں برس پہلے کی ہو اور جسکو تم روزانہ اپنے گھر میں دیکھ سکو۔ عرب نے کہا۔ بیشک ضرور بتاؤ۔ کہا زمین جس پر تم رہتے ہو اہرام سے بہت پہلے کی ہے۔ عرب کو اِس کلام سے ہنسی آگئی۔ دوبارہ کہا۔ اگر تم اسپر ہنستے ہو اور ایک مصنوعی چیز کی قدامت کو دیکھنا تمہارا مقصد ہے تو خود اپنے جسم کو دیکھو پُرانی خاک کا بنا ہوا ہے

غرض اہرام دیکھنے کے بعد ابو الہول کو دیکھا۔ یہ مصریوں کا معبود ہے جسکا چہرہ انسان کا اور دھڑ شیر کا ہے۔ نہایت شاندار بُت تھا۔ وہ ہاتھی کے برابر ہے۔ مسلمانوں نے اس بیکس خداوند کا چہرہ ناک کے پاس سے بگاڑ دیا ہے۔ نہ ہوئے مصر کے قدیم بادشاہ۔ اپنے معبود کا مسلمانوں سے بدلہ لیتے۔ جس طرح ہندوستان کے ہندو لینا چاہتے ہیں +

ترجمان نے وہ جگہ بتائی۔ جہاں سے تہ خانہ میں جاتے ہیں۔ مگر میں تہ خانہ میں نہیں گیا۔ وہاں صرف مصری صناعی کے مکان ہیں جن میں لاشیں رکھی تھیں۔ چونکہ لاشیں سب کی سب عجائب خانہ میں دیکھ چکا تھا۔ خالی مکانوں کا دیکھنا فضول معلوم ہوا +

عمارتی نگاہ سے یہ سب چیزیں دیکھ لیں تو اپنے نہ دیکھے ہوے خدائے حکم کے موافق نظر عبرت سے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر ان موجودات قدیم پر نگاہ دوڑائی تاکہ نفس جاہ پرست اگلے مٹنے والوں کے انجام سے نصیحت حاصل کرے +

جنگل بیابان۔ ریت کے ٹیلے۔ جنکو ٹھہری ہوا چین نہیں لینے دیتی۔ ذراتِ خاک ہوا کے جھونکوں سے سکندر سکندر میں نشیب و فراز کے تماشے دیکھ رہے ہیں +

یہ دور تک سنسان وحشت خیز میدان ایک زمانہ میں اسیطرح آباد تھا جس طرح قاہرہ لندن۔ پیرس وغیرہ میں رونق دیکھتے ہو۔ یہاں بھی شوکت والے ہیبت والے۔ تابوت مِنیاوی عیش کے متوالے خوش وقتیاں منایا کرتے تھے۔ مگر آج انہیں سے ایک کا بھی نشان باقی نہیں۔ نہ وہ تمدن ہے نہ وہ فلسفہ ہے۔ نہ وہ تخت و تاج ہے۔ ہُو حق خدا کی ذات +

آبادی کے زمانہ میں اگر کوئی شخص کہتا کہ ایک دن یہ شہر مٹی کے ٹیلوں کے نیچے دب کر ویران ہو جائیگا تو اُسپر اسیطرح قانونی گرفت ہوتی جس طرح آج لنڈن و پیرس کی نسبت پیشین گوئی کرنے والا مشکوک ہو جاتا ہے +

ترجمان صاحب نے یہاں بھی شرارت کی اور بغیر پولیس کی دخل اندازی کے رضامند نہ ہوئے +

مصر کی مسجدیں لاجواب ہیں ۔ میں نے سب مشہور مساجد کی زیارت کی۔ انہیں باعتبار تقدس و قدامت سب سے برگزیدہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ صحابی فاتح مصر کی مسجد ہے۔ شکل و صورت میں بھدی مگر بحیثیت معانی دل کے اندر شعلہ اسلام بھڑکانے والی ۔ مگر کس کے دل میں ؟ ہم پردیسیوں کے دلمیں ! کیونکہ مصری مسلمانوں کے دل یورپ کی زیارت سے حرارت میں آتے ہیں۔ انکو ایسی چیزوں سے کچھ سروکار نہیں ۔ اسیواسطے اُنہوں نے اِس مسجد کو بالکل برباد کر رکھا ہے ۔ لوگ جوتیاں پہنے ہوئے اُس مقام پر پھرتے ہیں ۔ جہاں سلطان کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے فتح کی خوشی کا دوگانہ ادا کیا ۔ یہ وہی مقام ہے جہاں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے تلوار خون آشام ہاتھ میں لیکر خطبہ پڑھا ۔

منبر کے پاس چند ٹوٹے ہوئے بوریئے پڑے ہیں لوگ نماز کو آتے ہیں تو جوتیاں اِن بوریوں کے پاس اُتار دیتے ہیں ۔ بائیں پہلو میں ایک مزار ہے جو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے فرزند کا بیان کیا جاتا ہے ۔

کاش میں اِس مسجد کو اُٹھا کر ہندوستان لیجا سکتا ۔ ہندوستانی اسمیں آنکھوں کا اور دل و جگر کے ٹکڑوں کا فرش بچھا سکتے ہیں ۔ ہاں میں فخریہ کہونگا ۔ کہ حُبِ رسول اور حُبِ آثار رسول میں ہم لوگ مصریوں سے بہت آگے ہیں ۔ وللہ الحمد ۔

سلطان حسن کی مسجد باعتبار وسعت محراب روے زمین کی مساجد میں غالباً بے مثل ہے ۔ اِسکی بڑی محراب جہاں منبر ہے طول میں ۸۰ قدم اور عرض میں ۲۹ قدم ہے ۔ تابوتی ساخت ہے ۔ اور اسقدر بلند ہے کہ پگڑی تھام کر دیکھنی پڑتی ہے ۔ اِسکے مقابلے میں چاروں پہلوؤں پر محرابیں بنی ہوئی ہیں ۔ آجکل یہ مسجد زیر مرمت ہے ۔ اِسکے گرد میں بڑے بڑے عالیشان مکانات بنے ہوئے ہیں جو طلبہ کے دارالاقامہ ہیں ۔ ایک وقت میں یہاں بھی ازہر کی طرح مدرسہ تھا ۔

سلطان حسن کی مسجد قلعہ پر ہے جہاں اِسکے ساتھ دو مسجدیں اور ہیں جنکو ایک دوسری پر فوقیت

دینی دشوار ہے۔ ہر ایک اپنی اپنی وضع میں نرالی ہے۔ البتہ اسکا افسوس ہو کہ ایسی پاس پاس مسجدیں بناکر خواہ مخواہ لاکھوں روپیہ برباد کیا گیا۔ ایک مسجد کافی تھی ۔

سلطان حسن کی مسجد کے سامنے موجودہ خدیو کی پردادی کی طرف سے ایک شاندار مسجد تیار ہوئی ہے۔ اصل میں یہ مرحومہ نے اپنے پیرومرشد حضرت سید علی ابو شہاب ابن اخت حضرت سید رفاعی رح کا مقبرہ بنوایا تھا۔ مصر کے قاعدے کے موافق قریب میں مسجد بھی بنوادی۔ اسی مقبرہ کے ایک گوشہ میں یہ بیچاری بھی پڑی سوتی ہے۔ یہ مقبرہ اور مسجد ہنوز زیر تعمیر ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ ایسی حسین عمارت مصر میں اور کوئی نہ ہوگی۔ داروغہ تعمیر نے بتایا کہ اب تک سات لاکھ اشرفیاں خرچ ہو چکی ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ سات لاکھ اشرفیاں اسکی موجودہ خوشنمائی پر قربان ہیں ۔

اس مسجد سے آگے بڑھکر قلعہ پر محمد علی پاشا کی مسجد و مقبرہ ہے یہ بھی آراستہ و مکلف اور دُلہن بنی ہوئی ہے۔ یہاں آکر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان حکومت کرتے ہیں۔ دہلی کی جامع مسجد! آہ تجھے اب کون دُلہن بنائے۔ تاکہ غیر ملکوں کی مسجدوں کو دیکھکر تیرے رندیاپے کا صدمہ نہ اُٹھانا پڑے ۔

مصر کی مساجد میں ہزاروں روپے کے سیکڑوں برقی جھاڑ لٹکے ہوئے ہیں دہلی کی جامع مسجد میں ایک برقی چراغ بھی نصیب نہیں۔ حالانکہ دہلی کے گھروں میں بیسیوں ایسے ہیں جہاں بجلی جگمگایا کرتی ہے ۔

محمد علی پاشا کی مسجد سے سارا قاہرہ نیچے نظر آتا ہے جس سے دل پر عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے ۔

خاندان نبوت کی تین شہزادیاں مصر کی خاک پر آرام فرما رہی ہیں۔ الحمدللہ میں نے تینوں کی زیارت کی۔ اول حضرت سیدہ زینب بنت سیدۃ النساء عالم فاطمۃ الزہرا رض آپکے نام کی مصر میں بڑی شہرت ہی۔ ڈاک خانہ آپکے نام پر۔ محلہ آپکے نام پر۔ بڑا موے

پر آپ کا نام لکھا ہوا۔ "سیدہ زینب"۔ اپنے ہوٹل کے دریچہ میں بیٹھا ہوا روزانہ کم از کم سَو دفعہ ٹرام پر یہ پاکیزہ نام نظر سے گزرتا ہے۔ مزار پر انوار کا مینہ برستا ہی سیکڑوں مرادمند جالی پکڑے کھڑے رویا کرتے ہیں۔

جانتے بھی ہو یہ کون زینب ہیں! علی شیرِ خدا کی صاحبزادی۔ حسین شہیدِ کربلا کی وہ بہادر بہن جو بنی فاطمہؓ کی قربانیوں کے بعد لاوارث گھر کی متولی بنی۔ وہ جس نے دمشق میں مزاحیرت کے یار غار یزید علیہ اللعن کے دربار میں بیکسوں کی وکالت میں دلوں کو ہلا دینے والی تقریر کی۔

سیدہ نفیسہؓ اور سیدہ عائشہؓ بھی جو سلسلۂ اہل بیت میں تھیں۔ اسی قرب و جوار میں ہیں جہاں بڑی بڑی درگاہیں بنی ہوئی ہیں۔

اتفاق سے ان دنوں حضرت سیدہ نفیسہؓ کا عرس تھا۔ میں نے حاضری دی اور خوب دعائیں مانگیں۔ یہ مزار اجابتِ دعا کے لیے دور دور مشہور ہے۔

حضرت امام شافعی رحہ کے مزار مبارک کی زیارت نے نہال کر دیا۔ فیض و انوار کا مخزن ہے۔ روضۂ پاک کے اندر اور کئی قبریں ہیں جن میں ایک ملکہ شمسہ کی بیان کی جاتی ہے۔ حضرت امام کے مزار پر پیچی جنگلہ لگا ہوا ہے۔ اور بائیں پہلو میں جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے۔ جہاں سیکڑوں کاغذ کے پرزے پڑے ہوئے تھے۔ یہ دعا کی عرضیاں ہیں۔ میں نے اس پہلو کے قریب بیٹھکر مراقبہ کیا۔ اگرچہ حنفی ہوں لیکن برکاتِ شافعی نے محروم نہ رکھا۔ مزار کے سرہانے ایک مرمری مینار پر تاریخ کندہ ہے۔

یہاں اکثر مزارات پر قدیمی عربی وضع کے بڑے بڑے عمامے باندھ کے نصب کر دیتے ہیں۔ حضرت امامؒ کے سرہانے بھی سبز رنگ کا عمامہ لگا ہوا ہے جس سے قدیمی طرز ہویدا ہوتی ہے۔ یہاں کے خدام مزارات اہل بیت کے خدام سے زیادہ حریص اور زائر کو پریشان کرنے والے ہیں۔ اہل بیت کے مزاروں پر کوئی شخص جبر یہ نہیں مانگتا۔

مزار حضرت امام کے ایک گوشہ میں خاندان شیخ البکری شیخ المشائخ مصر کے بزرگ دفن ہیں اور باہر نکلکر تھوڑی سی دور پر حضرت فقیہہ ابو اللیث سمرقندیؒ کی درگاہ ہے +

مصر کا عجائب خانہ روئے زمین کی عجیب چیزوں سے فائق ہے۔ یہاں منجملہ ہزارہا اشیاء کے صرف ایک چیز ایسی ہے جسکے دیکھنے کے لیئے اگر دس برس کی مسافت طے کی جائے تو زیبا ہے اور وہ چیز

فرعونِ موسیٰ کی لاش

ہے۔ اہل یورپ کے دل مذہبی روایات سے ناآشنا ہیں وہ کیا جانیں کہ ایک مسلمان قرآن شریف میں روزانہ فرعون کا قصہ جگہ جگہ پڑھتا ہے۔ اور اُسکے دل پر فرعون کی حالت نقش ہوجاتی ہے اُسکی خود ستائی۔ اُسکا تکبر۔ اُسکی عظمت و جبروت۔ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ دلچسپ مناظرے ایسے نہیں کہ مسلمان بار بار پڑھکر ادہر متوجہ نہو۔ پھر جب وہ سُنتا ہے کہ مصر میں بعینہٖ فرعون کی لاش موجود ہے تو اُسکے شوق میں جسقدر ہیجان ہو کم ہے +

میں عجائب خانہ مصر کو محض فرعون کی لاش کے سبب بار بار دیکھنے گیا۔ اور ہر دفعہ دل پر ایک نیا اثر لیکر آیا +

یوں تو عجائب خانہ میں اہل مصر کے سب زمانوں کی اشیاء رکھی ہیں۔ جن جن قوموں کے دور حکومت یہاں رہے ہیں۔ اُن سب کے بُت اکثر کی لاشیں۔ اور تمدن و معاشرت کے اسباب دکھائے گئے ہیں۔ مگر قدیم مصریوں کے آثار بہت عبرت خیز ہیں۔ کم ازکم چالیس روز قاہرہ میں رہے۔ اور یہ سارا چلہ محض عجائب خانہ کی دید میں صرف کیا جائے۔ تب کہیں ہر چیز کی حقیقت معلوم ہو۔ اتنی فرصت کہاں کہ عجائب خانہ کی سب موجودات پر کچھ لکھوں صرف چند لاشوں کی کیفیت عرض کی جاتی ہے +

مصر کے قدیم باشندے ہندوؤں سے مشابہ تھے۔ انکے پرانے بُت مہاتما بدھ اور جین مت کی مورتیوں کے ہم شکل ہیں۔ اور ویسی ہی مراقبوں کی صورتیں ہیں بعض کے

سروں پر ہندو جوگیوں کے سے چوٹے۔ تالو کے بیچ اوپر کو بندھے ہوئے ہیں تصویروں کے لباس و اسباب معاشرت سے بھی ہندوپنا ظاہر ہوتا ہے۔ ایک محقق جب اس حالت کو دیکھتا ہے تو بے اختیار اُسکی زبان سے نکلتا ہے کہ برہمن مصر کے باشندے تھے۔ یہاں سے جاکر ہندوستان میں آباد ہوئے۔ اور اُنکے جانے کا زمانہ وہی ہے جبکہ فرعون غرقِ دریا ہوکر مرگیا۔ اور بنی اسرائیل کے ہاتھ سے برہمنوں کو اذیت پہنچنے کا اندیشہ ہوا۔ آپ دیکھ لیجئے کہ ہندوستان میں برہمنوں کو آجتک

مصری

کہتے ہیں جو علامت ہے اِس امر کی کہ وہ اہل مصر ہیں۔

قدیم مصری ایک مسالہ جانتے تھے جسکے مل دینے سے لاش خراب نہیں ہوتی اور ہزاروں برس جوں کی توں موجود رہتی تھی۔ وہ اول لاش کے شکم سے اندرونی آلائش نکال ڈالتے تھے (مگر نہیں معلوم کہاں سے نکالتے تھے میں نے متعدد لاشوں کے پیٹ دیکھے اُن میں زخم کا نشان نہ تھا) اسکے بعد مسالہ ملکر ریشمی دہجیوں سے لاش کو خوب کسکر باندھ دیتے تھے۔ اُسکے اوپر ریشمی کفن پہناتے اور لاش کو مع حیثیت طلائی نقش و نگار کے چوبی صندوق میں رکھتے جسپر مرنیوالے کی شکل ہوبہو بڑی صفائی سے بناتے تھے۔ وہ شکل جو زندگی میں تھی تاکہ دیکھنے والا مردے کی صورت اور اصلی صورت کو سامنے رکھکر عبرت سے تغیر حالات کو دیکھے۔ پھر ایک چوبی صندوق کو ایک بڑے سنگین بکس میں بند کرکے اُس عظیم الشان تہخانے میں رکھدیا جاتا تھا جو اہرام کے نیچے واقع ہے۔

اہلِ مصر کی رسم تحریر ساری دنیا سے نرالی تھی۔ وہ جانوروں کی شکل کے حروف بناتے تھے۔ مثلاً لکھنے والے نے طوطا۔ مینا۔ ہاتھی۔ گھوڑا بنایا۔ اور پڑھنے والے نے انکو ملاکر مطلب نکال لیا۔ یہ حروف لاش کے کفن چوبی صندوق سنگین بکس پر تہ

لکھے جاتے تھے ۔

ایک نیا انکشاف

گو ساری دنیا مان رہی ہے کہ یہ لاشیں کسی مسالہ کے سبب آجتک محفوظ رہیں لیکن میری رائے اسکے خلاف ہی۔ اور میں ایک دوسرے زبردست علمی پہلو سے دعوے کرتا ہوں کہ یہ لاشیں ایک

طلسمی عمل

کے سبب محفوظ ہیں۔ میرا یہ عوے بلا دلیل نہیں ہے چونکہ یہ بات تمام دنیا کے مسلمہ مسئلہ کے خلاف ہی۔ اسلیئے میں اسپر وضاحت سے بحث کرنی چاہتا ہوں ۔

اول یہ غور کرنا چاہیئے کہ اہل یورپ کو مسالہ کا خیال کیوں پیدا ہوا اسکا جواب یہ ہے کہ لاشوں پر کوئی چیز ملی ہوئی معلوم ہوتی ہے ۔ مگر مصری عجائب خانہ میں متعدد لاشیں ایسی دیکھی گئیں جو بالکل صاف ہیں ۔ یہ معلوم ہوتا ہی کہ ابھی موم سے بنائی ہیں۔ ان میں ایک ساحرہ کی لاش ہی جسکا حال آگے آئیگا ۔ اسکا جسم بالکل دُھلا ہوا معلوم ہوتا ہے ۔ ایک بادشاہ سیتی دوم کی لاش ہے جسپر مسالہ کا مطلق اثر نہیں پایا جاتا ۔

دوم اگر مسالہ ہوتا تو اہل یورپ صدہا لاشوں کو اپنے ممالک میں لے گئے ہیں ۔ اور مُردوں کے اوپر کے کپڑے اتار کر اُن کا کیمیائی طریق سے امتحان کیا ہی ۔ ناممکن تھا کہ کیمیائی تحلیل کے بعد مسالہ کے اجزا معلوم نہوتے ۔ اور وہ بھی آج اپنے مُردے محفوظ کرنے شروع نہ کر دیتے ۔ اگر مُردے محفوظ نہ کرتے تو اُنکی تجارتی اشیاء ایسی ہزاروں ہیں جنکے مدت تک سلامت رکھنے سے انکو فائدہ کی امید تھی ۔ لیکن برف اور اسپرٹ کے سوائے کوئی چیز انکو ایسی معلوم نہیں ہوئی جو مدت مدید تک کسی شئ کو اصلی حالت پر باقی رکھ سکے ۔

لہذا ثابت ہوتا ہی کہ مصری لاشیں کسی مسالہ کے سبب سالم نہیں ہیں ۔ ان کے

بقا کا راز خود لنکے چوبی صندوقوں پر کندہ ہیں۔ مصری باشندے تسخیرِ کواکب کے عامل تھے۔ اور تاثیرات کواکب پر انکو پوری دسترس حاصل تھی۔ جسکا ذکر تاریخوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور خود چوبی صندوقوں پر بھی کندہ ہے +

مجکو اس خط سے واقفیت نہیں ہی۔ لیکن ان نقوش میں اکثر نقش ہمارے مروجہ تعویذات طلسمی وکوکبی سے مشابہ ہیں۔ اس لیئے ہمکو یقین ہوتا ہو کہ یہ لاشیں عمل کواکب کے دائرے میں محفوظ کی گئی ہیں۔ اس امر کی گواہی قرآن شریف سے بھی ملتی ہو کہ فرعون کے زمانہ میں اہل مصر ساحری میں کمال رکھتے تھے۔ اسی واسطے حضرت موسیٰؑ کو جو معجزے دیئے گئے وہ ساحرانہ قسم کے تھے جنسے جادوگر عاجز ہوگئے +

ان لاشوں میں بکثرت ساحروں کی لاشیں ہیں جنپر کتبے لگے ہوگئے ہیں۔ یہ بھی دلیل ہے اس امر کی کہ

اعمال سحر

کو اس معاملہ میں بڑا دخل ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان کے وہ حضرات جن کو فنِ اعمال سے دلچسپی ہو مصر آئیں تو اس ضروری معاملہ پر ضرور غور کریں۔ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا +

ان لاشوں میں بعض سیاہ ہوگئی ہیں۔ بعض بہت سوکھ گئی ہیں۔ فرعونِ موسیٰ کے باپ رمسیس ثانی کا سنگین بُت دیکھکر معلوم ہوا تھا کہ وہ بڑی شان و شوکت اور کلّے جبڑے والا بادشاہ ہوگا۔ لاش دیکھی تو جی بھر آیا۔ بیچارہ مشت استخوان۔ پتلی پتلی کلائیاں۔ بالشت بھر کا چوڑا سینہ۔ لمبی سوکھی گردن۔ چہرہ اسقدر خوفناک کہ الٰہی تیری پناہ۔ سیتی اول کا چہرہ بالکل سیاہ ہوگیا ہو۔ حبشی معلوم ہوتا ہے۔ مگر بشرہ پر خوف نہیں ہے یہ معلوم ہوتا ہو کہ کوئی شخص پڑا سوتا ہو۔ بال اور ناخن باقی ہیں۔ ان سب لاشوں کے ناخنوں کو غور کرکے دیکھا۔ اکثر کے ناخن بڑھے ہوئے پائے۔ معلوم نہیں یہ لوگ مرتے وقت بیماری

کے سبب ناخن نہ ترشے۔ اسکے یا انکے ہاں اسکا قاعدہ ہی نہ تھا۔ سینے ہم کا سارا جسم اُجلا اور پاک صاف معلوم ہوتا ہے۔

ایک ساحرہ کا بدن اسقدر شفاف اور چمکدار ہے کہ حیرت ہوتی ہے گویا کہ وہ شیشہ کی مورت ہے۔ پر آہ اس کے چہرے کو نہ دیکھئے۔ بڑا ہیبتناک ہے۔ مرتے وقت سکرات کی تکلیف میں منہ کھل گیا ہے اور حد سے زیادہ کھل گیا ہے۔ جس سے مرنے والی کی شکل ڈراونی ہو گئی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکو سخت کرب اور بے چینی ہے۔ جسکے سبب منہ پھاڑ کر چیخ رہی ہے۔ کیسا ہی سنگدل ہو۔ اسکا چہرہ دیکھکر خوف خدا سے پانی پانی ہوجائیگا اس ساحرہ کے صندوق کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ ناگہاں چند نقوش آشنا نظر آئے خیال دوڑا کے دیکھا تو بعض نقوش ہلاکی دشمن کا منتر تھا۔

ہندوستان کے ایک جوگی نے اثنائے سفر تیرتھ جاترا میں مجھکو ایسے نقوش کا ایک تعویذ بتایا تھا مگر وہ کہتا تھا کہ اسمیں بعض نقوش کم ہیں جو مجکو معلوم نہیں۔ ساحرہ کے تابوت پر کل نقش مل گئے۔ جن کو میں نے تمام و کمال نقل تو کر لیا۔ مگر جب ایسے عمل کرنے والوں کے انجام کو دیکھتا ہوں جسکی مجسم مثال ساحرہ کی لاش ہے تو دل کانپ جاتا ہے۔ خدا ان تمام خرافات خبیثہ سے ہر انسان خصوصاً ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔

خدا اور نافرمان

فرعون کو دیکھئے۔ آنکھیں بند کئے پاؤں پھیلائے بیخبر پڑا ہے۔ چہرے کا خرانٹ پنا جوں کا توں موجود ہے۔

ان سب لاشوں کے قد آجکل کی مانند ہیں۔ اور اس مشہور خیال کو غلط ثابت کرتے ہیں کہ اگلے زمانہ میں ستر گز لمبے قد کے آدمی ہوتے تھے۔ فرعون بھی معمولی قد و قامت کا تھا۔ البتہ جسم کے اعتبار سے پورا ایل شل مچکادری تھا۔ اور کیوں نہوتا۔ خدا کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑا ہونے والا معمولی انسان نہیں ہوسکتا۔

آج دیکھئے بیکسی اور بے بسی کے عالم میں پچھڑے ہوئے پہلوان کیطرح چار شانے چت پڑا ہے۔ ڈاڑہی مونچھ تو ان تمام لاشوں میں کسی کی بہی نہیں ہے۔ غالبًا سب کرزن فیشن کے تھے۔ لیکن فرعون کی ڈاڑہی کیجگہ ہڈی بہی تہوڑی سی ٹوٹ گئی ہے اور آنکھوں کے پاس بہی چوٹ کا نشان ہے۔ برخلاف اور لاشوں کے فرعون کی لاش موٹی تازی اسلیئے ہے کہ وہ بھلا چنگا ہٹا کٹا دریا میں ڈوب مرا۔ اور بادشاہ چونکہ بیماریوں میں گھل گھل کر مرے اسلیئے ناتواں ہوگئے ہیں +

فرعون کے ہونٹوں کو بار بار دیکھتا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ یہی حضرت موسیٰؑ کے سامنے بولنے کے لیئے حرکت کرتے تھے۔ انہی سے وزیر ہامان کو حکم دیا گیا تھا کہ ایک اونچا سا مینار بنا تاکہ موسیٰؑ کے خدا کو جھانکوں کہ وہ کیسا اور کتنا بڑا ہے۔ او سرکش آدم زاد

افسوس نہ ہوا تو اس زمانہ میں۔ ورنہ یورپ امریکہ کے سائنس داں تیرا ساتھ خوب دیتے بشرطیکہ تو شخصی حکومت سے دست بردار ہوکر پارلیمنٹ دیدیتا +

جی اُٹھ فرعون۔ آ چل۔ ہوٹل میں چلکر وسکی کا ایک ایک جام پئیں اور دیکھیں کہ اِس مصر میں کتنے کوٹ پتلون والے تجھ سے زیادہ سرکشی کے جذبات میں سرشار جوتیاں کھٹکھٹاتے پھر رہے ہیں +

کیا فرعون تو یہ خیال کرتا ہے کہ موسیٰؑ کے خدا نے دریا میں ڈبوکے تیرا نام و نشان مٹا دیا۔ نہیں نہیں۔ اُسنے قیامت تک تیرے نام کو زندگی بخشی۔ لوگ اُن کتابوں کو آنکھوں سے لگاتے اور سر پر رکھتے ہیں جنمیں تیرا ذکر ہے۔ تو کہتا ہوگا کہ موسیٰؑ کا خدا تیرا دشمن تہا۔ نہیں۔ اُسکو۔ خبر نہیں تجھسے کیا محبت ہو کہ قرآن شریف میں جہاں دیکھو تیرا ذکر۔ عربی مثل ہو۔ من احب شیئا اکثر ذکرہ۔ جو جس چیز سے محبت رکھتا ہو اُسکا ذکر بار بار کرتا ہے۔ سو یہی کیفیت موسیٰؑ کے خدا کی ہو۔ جہاں دس پانچ باتیں بیان کیں کہ فرعون موسیٰؑ کا قصہ شروع ہوگیا۔ کوئی مقام ایسا نہیں جہاں تیرا ذکر نہ آیا ہو

آجکل کے فرقہ اہل قرآن کو تیرا زمانہ ملتا اور وہ جان سکتا کہ خدا کی دشمنی کے نتیجہ میں
قرآن کے اندر ناموری حاصل ہوتی ہے تو وہ تجھ سے زیادہ سرکشی کرتا ۔

یورپ والے ہر تحقیق کا سہرا اپنے سر پر باندھ لینا چاہتے ہیں۔ اسلئے مشہور
کیا جاتا ہے کہ ان مصری لاشوں کو اہل یورپ نے دریافت کیا اور باہر نکالا۔ ورنہ پہلے کوئی
قوم جانتی بھی نہ تھی کہ ہزاروں برس کی لاش سلامت و محفوظ رہ سکتی ہے ۔

انہیں کیا خبر کہ مسلمانوں سے قرآن شریف نے تیرہ سو برس پہلے اسکی خبر دیدی
تھی۔ اور سمجھنے والے سمجھ گئے تھے۔ مگر ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ جب وقت آتا ہے
تو قدرت اپنا راز کھول دیتی ہے۔ فرعون کی لاش کی نسبت صاف لفظوں میں خبر دیگئی
ہے کہ اسکا بدن محفوظ رکھا گیا ہے تاکہ آنے والی نسلوں کے لئے عبرت ہو۔ چنانچہ قرآن
شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً
پس آج ہم تجکو تیرے بدن کے ساتھ محفوظ کئے دیتے ہیں تاکہ تو ان لوگوں کے لئے
جو تیرے بعد دنیا میں آئینگے عبرت کی نشانی ہو ۔

یہاں ایک باریک نکتہ ہے۔ ہزاروں برس تک فرعون کی لاش کا مخفی رہنا اور ہمارے
زمانہ میں ظاہر ہونا علامت ہے اس امر کی کہ ہم سے پہلے زمانہ والوں کو عبرت کی اسقدر
حاجت نہ تھی۔ جتنی ہمکو ہے۔ اس واسطے اس زمانہ میں اسکا انکشاف ہوا۔ تاکہ وہ قومیں
جو آجکل تمام دنیا پر قبضہ کرنے کی ہوس میں ہیں اور فرعون کی طرح خدا کی ذات کا انکار
کرتی ہیں فرعون کی لاش سے نصیحت اور عبرت حاصل کریں ۔

بیشک یہ سچ ہے۔ مگر اے خداوند! یورپ کے ہزاروں آدمی ہر سال قاہرہ میں
آن کر اس لاش کو دیکھتے ہیں اور مطلق اثر پذیر نہیں ہوتے۔ ویسے ہی سرکش و حریص
ستم جو بنے رہتے ہیں۔ مہربان پروردگار! کسی موسیٰ کے آئے بغیر یہ بیشمار فرعون
قابو میں نہیں آئینگے ۔

قدرتِ خدا کا تماشہ

چونکہ خدا تعالی کو فرعون کی لاش کا بجنسہ موجود رکھنا منظور تھا۔ اس واسطے اُسنے عجیب و غریب طریقوں سے اسکی حفاظت کی۔ عجائب خانہ مصر کی گائڈبک کے صفحہ ۴۹ میں لکھا ہے کہ پہلے یہ لاشیں جنگل میں ایک مکان بناکر رکھی گئی تھیں ایک رات قریب کے گاؤں والوں کو خیال ہوا کہ ان لاشوں میں سونا اور جواہرات کثرت سے ملیگا اس لیئے چوری کے ارادہ سے رات کو مکان میں گھس آئے اور جب سونا اور جواہرات نہ پایا تو اوپری چیزوں کو نوچ کھسوٹ کر چلدیئے۔ سب لاشوں کے وسط میں فرعون کی لاش بھی تھی۔ اسکو مطلق ضرر نہ پہنچا۔ صبح جب لوگوں نے دیکھا تو تعجب ہوا۔ مگر فرعون کی لاش کو قریب سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اسمیں ایک قسم کی رطوبت ہے جس سے شدت کی حرارت آرہی ہو۔ چور غالبًا اِسی حرارت کی وجہ سے ڈر گئے +

اسکا ثبوت کہ یہی فرعون کی لاش ہے

ابتدا میں فرعون کی لاش کا صحیح حال معلوم نہ ہوسکا تھا۔ مسٹر بورہ نے حروف تابوت کو پڑھکر قیاس لگایا تھا کہ مرنے والا خونیا تنو بادشاہ ہے۔ مگر مسٹر جروف کو اس بیان میں شک تھا۔ آخر پانچ چھ یورپین فاضلوں کی موجودگی میں یہ تابوت کھولا گیا تو کفن کی عبارت سے ثابت ہوا کہ وہ منفتاح ابن رمسیس ثانی بادشاہ کی لاش ہے جو موسٰے اور اُسکی قوم کے خروج کے ایام میں بحر قلزم کے اندر ڈوب کر مرگیا +

سکندر کے زمانہ کی تاریخوں سے منفتاح ابن رمسیس ثانی کا پورا حال معلوم ہوتا ہے کہ یہی وہ فرعون تھا جسکو حضرت موسٰیؑ سے مقابلہ پیش آیا +

زُبیر پاشا سابق بادشاہ سوڈان

مصر کے قریب گھنٹہ بھر کے رستہ پر ایک جگہ حلوان ہے ہر گھنٹہ ریل جاتی ہو۔ یہاں اکثر امرائے مصر رہتے ہیں سُنا کہ زبیر پاشا سابق بادشاہ سوڈان بھی حلوان میں ہیں

چونکہ مجکو درویشان سوڈان کے حالات معلوم کرنے تھے۔ اس لیئے پاشا کی ملاقات کیے حلوان گیا۔ ایک مراکشی مسلمان محمد ادریس البنانی میرے رہبر تھے۔ ہماری بگھی پاشا کے محل کے دروازے پر کھڑی ہوئی تو ایک حبشی دوڑا ہوا آیا اور سلام کرکے کارڈ لے گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پاشا نے علماء کی ایک جماعت استقبال کو بھیجی۔ جنہوں نے اپنے ملک کے دستور کے موافق میرے بازوؤں کو پکڑ کر کھینچنا شروع کیا۔ میں نے چونکہ مراکشی اور سوڈانی آداب کا ذکر بعض کتابوں میں پڑھا تھا۔ اسلیئے اس وحشت خیز استقبال سے نہ گھبرایا۔ ورنہ کوئی اجنبی آدمی ہوتا تو پریشان ہوجاتا کیونکہ اسکو یہ کھینچا تانی عجیب معلوم ہوتی۔ یہ لوگ جس نکتہ خیال سے ان حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں وہ بڑا دلچسپ ہے چونکہ یہ سب عرب ہیں۔ اسلیئے مہمان کو ہاتھوں ہاتھ زبردستی کھینچکر گھر میں لے جانا فخر سمجھتے ہیں +

جب یہ کالی چیونٹیاں میرے وجود کے دانہ گندمی کو کشاں کشاں قصر کے دروازے پر لے گئیں تو کالے کالے حبشی چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے جو میرے ہاتھوں اور دامنوں کو بوسے دیتے تھے۔ مکان اندر سے خوب آراستہ ہے۔ پاشا کے صاحبزادے سعید بے اٹھارہ سالہ ہیں اور حربی کالج میں تعلیم پاتے ہیں۔ چونکہ پاشا ابھی اندر کے قصر میں تھے۔ اسلیئے سعد بے نے مدارات کے تمام لوازمات پورے کیئے اور ہندوستانی مسلمانوں کے حالات بڑے شوق سے دریافت کرتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد غلام نے خبر دی کہ پاشا ملاقات کے لیئے تیار ہیں۔ اب سعد بے نے اور ایک دوسرے عالم نے میرے بازوؤں کو پکڑا۔ اور پاشا کے پاس لے گئے۔ پاشا اسی سالہ بوڑھے ہیں۔ دراز قد۔ گندمی رنگ۔ ڈاڑھی خشخاشی۔ سر پر چوگوشیا مخملی ٹوپی۔ سفید عربی لباس۔ کبرسنی کے سبب ہاتھ پاؤں میں رعشہ ہے۔ میرے محل میں داخل ہوتے ہی سرو قد کھڑے ہوکر تعظیم دی۔ اور بازو پکڑ کے اپنے پاس کوچ پر بٹھایا۔ اسکے

بہ حکم دیا کھانا لاؤ۔ فوراً میز پر کھانے چُنے گئے۔ میں نے کہا یہ تو کھانے کا وقت نہیں۔ بولے۔ عرب کے گھر سے مہمان بغیر کھانا کھائے نہیں جا سکتا۔ پاشا بھی شریک طعام ہوئے۔ اور اسطرح لپنے پنجۂ شیر افگن کو گوشت کی بوٹیوں پر مارنا شروع کیا کہ افغانی منظر سامنے آگیا +

حبشی غلام شیشے کے گلاس ہاتھ میں لیئے کھڑے تھے۔ میں نے پانی مانگا تو پاشا نے اشارے سے اپنا پیالہ طلب کیا۔ یہ لکڑی کا بنا ہوا گول برتن تھا جس میں آلو بخارے بھیگے ہوئے تھے۔ پاشا نے کہا شیشے کے گلاس بھی حاضر ہیں مگر میں ہمیشہ اِسی کاٹ کے برتن میں پانی پیتا ہوں۔ اور اپنی گزشتہ تیرہ سو برس پہلے کی بدویت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ میں عباسی ہوں۔ اور ایک عباسی کا فرض ہے کہ وہ اپنے قدیمی اوضاع و اطوار کو باقی رکھے۔ یہ آلو بخارے گرمی کو دفع کرتے ہیں اگر آپ منظور کریں تو اِس پیالے میں پئیں ورنہ گلاس موجود ہے۔ میں نے کہا جس طرح ایک عباسی اپنے قدیمی اطوار کا حامی ہے۔ ایک حسینی ہاشمی بھی اسیطرح ان مراسم پر فدا ہے۔ لا اے عرب کے بادشاہ۔ میں کاٹ کے پیالے کو ان کانچ کے برتنوں پر ترجیح دیتا ہوں +

پاشا نے جب یہ سنا کہ میں حسینی ہوں تو زور سے اپنی کھرکھرائی ہوئی بوڑھی آواز کو کھینچا۔ اور گوشت کی بوٹی رکابی سے اُٹھا کر مجکو دی کہ لو اے میرے ابنِ عم یہ کھاؤ۔ زبیر پاشا کے چہرے پر اسوقت خوشی کا رنگ تھا۔ میں نے بوٹی لے لی اور کھا کر کاٹ کے پیالے کا آدھا پانی پی گیا۔ باقی پانی کو زبیر پاشا کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اُٹھا کر غٹ غٹ چڑھا گئے +

اب بات بات میں وہ مجکو ابن عم کہتے تھے۔ یعنی چچا کے بیٹے۔ اور میں انکو ملک العرب۔ بادشاہ عرب کے خطاب سے مخاطب کرتا تھا۔ مہدی سوڈانی کی لغاوت

سے پہلے یہ تمام سوڈان کے بادشاہ تھے۔ خدیو مصر سابق نے انکو دھوکے سے مصر بلاکر قید کرلیا۔ بعد میں مہدی نے بغاوت کی اور سوڈان پر قابض ہوگیا لیکن مصر نے انگریزوں کی اعانت سے مہدی کی حکومت کو اُنکے خلیفہ عبداللہ تعائشی سے چھین کر اپنے علاقہ میں شامل کرلیا۔ اب زبیر پاشا کو چار ہزار روپے ماہوار خرچ کے لیئے ملتے ہیں۔ اِن کا بیٹا سعد بے بڑا ذہین اور ہونہار معلوم ہوتا ہے۔ آجکل حربی کالج میں زیر تعلیم ہے ۔

زبیر پاشا انگریزی طرز حکومت کے بڑے مداح ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ عرب نہ خوشامد کرتے ہیں نہ حق فراموش ہوتے ہیں۔ اِس واسطے میں آزادی سے کہتا ہوں کہ انگریزی حکومت اگلے زمانہ کے طریق حکومت سے بہت اچھی ہے ۔

اس کے بعد اُنھوں نے دریافت کیا کہ کیا ہندکے مسلمان سوڈان و مصر کے مسلمین خصوصاً میرے نام سے واقف ہیں؟ میں نے کہا اے ملک العرب اُنکے پاس کتابیں ہیں۔ اور وہ مصر و سوڈان کے ہر جزو کل حال سے آگاہ ہیں۔ زبیر پاشا نے کہا تو میرا سب چھوٹے بڑے امیر غریب مسلمانان ہند کو سلام کہدینا ۔

لہٰذا میں اِس نامہ کے ذریعہ سے اپنے ملکی برادران دین کو اِس نیک و پرجوش عباسی پاشا کا سلام پہنچاتا ہوں ۔

اختتام سے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ زبیر پاشا کے خصائل میں مَیں نے بالکل وہ کیفیت پائی جو اگلے زمانہ کے تاجدار عربوں کے حالات میں لکھی ہوئی دیکھتے ہیں۔ رخصت کے وقت باوجود سخت دھوپ کے اپنے قصر سے باہر نکلکر سڑک تک آنا اور بار بار معذرت کرنا کہ اے ابن عم مجھسے تمہاری کچھ مدارات نہ ہوسکی۔ ایسا نظارہ تھا جس کی نظیر موجودہ تمدن و تہذیب کے ایام میں بالکل ناپید ہے ۔

۲۲- جون ۱۱۹۱۱ء

گزشتہ ہفتہ زبیر پاشا کی ملاقات کے حالات میں ادریس البنانی مراکشی کا ذکر آیا ہے
اسکی کیفیت ذرا وضاحت سے سُننی چاہیئے۔ تاکہ مسافرین مصر اس قسم کے بدمعاشوں
سے احتیاط رکھیں ٭

میں جب یہاں آیا۔ اور مروجہ عربی زبان کے سمجھنے اور بولنے میں دقت ہوئی تو
جامع ازہر کے دہلوی طالب علم مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو ساتھ رہنے کی تکلیف دی
اور اُنھوں نے مہربانی کرکے ترجمانی وغیرہ ضروریات میں بہت سا وقت مجکو دیا۔ تاہم
بعض اوقات تنہا بھی پھرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ ایک رات مَیں رستہ بھول گیا۔ اور ڈاکٹر
نصوحی کی دکان پر گیا۔ تاکہ وہ کوئی آدمی رہبری کے لیئے ساتھ کردیں۔ وہاں اُنھوں
نے ایک مراکشی بزرگ سے ملاقات کرائی جو مراکو کے برگزیدہ شیخ ہونے کے علاوہ
متمول تاجر بھی ہیں۔ یہ صاحب بہت بوڑھے ہیں۔ میں اِتنے باتیں کررہا تھا کہ ایک
نوجوان ۲۴ سالہ گاڑی لیکر آیا۔ اور شیخ کو بٹھاکر لیچلا۔ چلتے وقت نصوحی سے اِس نے
میرا حال دریافت کیا۔ اور یہ معلوم کرکے کہ میں رستہ بھُول گیا ہوں نہایت اخلاق سے
گاڑی میں بٹھالیا۔ اور بولا کہ ان بزرگ کو ہوٹل میں پہنچاکر آپ کو منزل مقصود تک لیجاؤنگا ٭
رستہ میں کبھی وہ عربی بولتا۔ کبھی انگریزی۔ اور بیتابانہ اظہار عقیدت کرکے
میرے کُرتے کے دامنوں کو چومتا اور کہتا ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہندی شیخ کی
زیارت میسر آئی۔ اور یہ سُنکر کہ میں مصر کے مشائخ اور نامور عمائد سے ملنا چاہتا ہوں
سیکڑوں نام لینے شروع کیئے کہ یہ سب میرے دوست ہیں۔ میں اِن سے ملاقاتیں
کراؤں گا ٭

اگرچہ وہ گفتگو نہایت مؤثر اور متین پیرایہ سے کرتا تھا تاہم اس فوری میل جول
سے مجکو شک ہوگیا۔ اور جلدی پیچھا چھوڑانے کی فکر کرنے لگا۔ قصہ مختصر شیخ کی قیامگاہ
پر پہنچکر اُس نے تمام حاضرین سے میری بزرگی کی فضول تعریفیں شروع کیں اور سب کو

میری دست بوسی پر مجبور کیا۔ ظالم کی باتوں میں عجیب اثر تھا۔ سارا بازار دست بوسی کے لیئے ٹوٹ پڑا۔ اِسکے بعد نہایت مکلف خوان میں چاء لائی گئی۔ میں حیران تھا کہ یہ آدمی کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔

چاء سے فارغ ہوکر وہ میرے ساتھ ہولیا اور باتیں کرنی شروع کیں۔ مصری پالیٹکس پر ایسی برجستہ تقریر کی کہ واہ۔ کہنے لگا۔ آپ کہیں تو گاڑی کرلیں۔ ورنہ رات کا وقت ہے میں ایک ایسے رستہ سے لیچلوں گا کہ آپ بہت جلد ہوٹل پہنچ جائینگے مگر یہ رستہ گلیوں کا ہے بگھی وہاں نہ جائے گی۔ میں نے پیدل جانا قبول کیا +

گیارہ بج چکے تھے اور میں ہوٹل جلدی پہنچنا چاہتا تھا۔ مگر نبیانی خبر نہیں کن تاریک گلیوں میں لیئے ہوئے گھسا جارہا تھا۔ جہاں آدمی کا نشان نہ تھا۔ اس خوفناک رستہ کو دیکھکر میں نے چلنے سے انکار کیا۔ اور واپس ہونا چاہا۔ مگر نبیانی نے یقین دلایا کہ اب بازار بہت ہی قریب ہے۔ تھوڑی دور چلکر اُس نے ایک عالیشان پھاٹک میں دستک دی۔ دروازہ کھلا اور ایک موٹا ہٹا کٹا عرب سامنے آیا۔ نبیانی نے مجھ سے کہا۔ آیئے یہ ایک بہت بڑے شیخ کا مکان ہے۔ انسے ملاقات کرلیجئے میں نے انکار کیا۔ اور وقت کی تنگی کا عذر کرکے چلنا چاہا۔ مگر نبیانی نے نہایت اصرار اور خوشامد سے کام لیا مجبوراً اندر گئے۔ دیکھا کہ ایک برقی لمپ روشن ہے۔ اور کمرہ خوب آراستہ ہے لیکن کوئی شخص موجود نہیں۔ ہم کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں پھاٹک بند کردیا گیا۔ اس سنسان جگہ کو دیکھکر مجھے سخت وحشت و دہشت ہوئی۔ لیکن نبیانی پر اپنے خوف کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ نبیانی نے عرب سے دریافت کیا۔ شیخ کہاں ہیں۔ عرب نے جواب دینے سے پہلے مجھکو گھور گھور کر دیکھنا شروع کیا۔ اور بے پروائی سے جواب دیا۔ وہ اسکندریہ گئے ہوئے ہیں۔ اسکے بعد نبیانی نے مجھ سے کہا۔ یہاں ایک مراکشی عرب رہتا ہے جو تعریفہ (پانچ پیسہ کا مصری سکہ) کو چٹکی میں ملکر اشرفی بنادیتا ہے۔ میں نے کہا

یا بنیانی - میں خود یہ ہنر جانتا ہوں ـ مجھے کسی سے ملنے کی ضرورت نہیں میں اپنے
ہوٹل پر جاؤنگا - مجھسے یہ فضول باتیں نہ کرو - اور فوراً اٹھ کھڑا ہوا - مجبوراً بنیانی بھی
اُٹھا - اور عرب سے سرگوشی کرنے لگا - یہ نقشہ دیکھکر میں نے قدم بڑھایا اور پھاٹک کا کٹھکا کھولکر
چھنکنے کی آواز آئی - مڑکر دیکھا کہ بنیانی عرب کو کچھ دے رہا ہی - بنیانی اُسکو دے کر
قریب آیا اور بولا کہ یہ شخص شیخ کا مہمان ہے اور غریب ہے - لهذا اسکی کچھ خدمت
کرو مجھی - میں نے اس تقریر کا کچھ جواب نہ دیا - اور تیزی سے چلنا شروع کیا - کوئی ہزار
قدم کے بعد بازار کی روشنی منودار ہوئی - اور دیکھا کہ فاحشہ عورتوں کا بازار ہے - بہزار پریشانی
اس دوزخ سے نکلکر بڑے بازار میں آئے - گھڑی دیکھی تو ۱۲ بج چکے تھے - مصر میں یہی
وقت اوباشوں کی تفریح کا ہے - تمام بازار میں گھما گھمی تھی - ہوٹل پر آکر کپڑے اتارے
اور کھانا کھانیکے لیئے دوسرے ہوٹل میں گیا - بنیانی ساتھ تھے - ہرچند ٹالا مگر وہ کب
ٹلتے تھے - کھانے میں شریک ہوئے اور پورے یہ کا لقمہ کھا کر اُٹھے - اور رخصت
ہوئے - صبح کو میں تلاوت کلام مجید سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ پھر تشریف لے آگئی - آج مجھے
حلوان میں زبیر پاشا سابق بادشاہ سوڈان کے پاس جانا تھا - چاہا کہ بنیانی کو جدا
کروں مگر ناممکن تھا - یہ بلا ساتھ ہوئی - ناظرین سمجھیے کہ ایک آدمی کا علیحدہ کرنا بھی کچھ مشکل ہی
لیکن جب اُنکو ایک کوٹ پتلون وار مذہب صورت شخص سے واسطہ پڑے جو عالمانہ
گفتگو کرتا ہو اور بے غرض خدمت کا مدعی ہو - جسکے بتاؤں میں تنانت کوٹ کوٹ کر بھری
ہوئی ہو - اُسکو ناشائستگی سے دھتکارنا آسان نہیں ۔

زبیر پاشا کی ملاقات کے بعد بنیانی نے تین چار اور بڑے بڑے نامی آدمیوں سے
ملایا - اور اُنکے گھر میں جاکر میری اس طرح تعظیم کی - گویا وہ میرا غلام ہے - ریل کا ٹکٹ
خریدنے اور بگھی کا کرایہ دینے کے بعد جو کچھ باقی بچتا وہ جناب بنیانی اس طرح اپنی جیب
میں ڈال لیتے گویا انہیں کا پیسہ ہے - دو چار مرتبہ یہ حرکت کرکے اپنے نصیبہ کا جو کچھ تھا

[illegible]

اُنہوں نے مجھسے ٹھگ لیا۔ سہ پہر کو میں نے اُنسے یہ کہکر پیچھا چھوڑایا کہ کل میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ آپ تکلیف نہ کریں۔ چنانچہ دوسرے دن وہ غائب رہے۔ اور میں مولوی عبدالرحمٰن دہلوی کے ہمراہ سیر کرتا رہا۔ لیکن بدقسمتی۔ جب شام کو مولوی عبدالرحمٰن رخصت ہوئے اور میں ٹرام میں سوار ہوکر ہوٹل کو چلا تو حضرت البنانی مسکراتے ہوئے پھر تشریف لے آئے اور ٹرام میں بیٹھ گئے۔ ٹرام ہوٹل کے پاس پہنچی اور میں نے اُترنا چاہا تو بنیانی نے مجکو پکڑ لیا اور کہاکہ تھوڑی سی دور اور چلیئے۔ ٹرام کے مجمع میں جبرًا ہاتھ چھوڑانا اور درشت مشت کرنا شائستگی سے بعید تھا۔ مجبورًا ساتھ ہولیا ریل کے اسٹیشن پر اُترے اور اندر جانا چاہا۔ میں نے انکار کیا۔ بگڑکر بولا۔ خلوتیہ طریق کے ایک بزرگ نے آپ کا ذکر اخباروں میں دیکھکر مجکو بھیجا ہے اور آپ کو دعوت دی ہے وہاں اور بھی بہت سے عمائد اور اکابر مشائخ جمع ہیں۔ میں نے کہا یہ کونی طریقہ دعوت کا نہیں کہ تمکو بھیجدیا۔ اُنکو پہلے ملاقات کرنی چاہئے تھی۔ میں ہرگز اس دعوت میں نہیں جاؤنگا بنیانی نے آنکھیں نکالیں۔ اور بازار کے انبوہ سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ کیونکہ وہ جانتا تھاکہ میں بازار میں اسسے جھگڑا نہیں کر سکوں گا۔ لیکن اُسکا گمان غلط نکلا۔ اور میں نے نہایت درشتی سے کلام شروع کردیا۔ یہ حالت دیکھکر خلقت کے ٹھٹ لگ گئے۔ بنیانی کہتا تھاکہ تم کو چلنا پڑے گا۔ اور میں جواب دیتا تھا۔ دور ہولئے بدمعاش۔ میں تجکو نہیں جانتاکہ تو کون بلا ہے۔ جب لوگوں نے اس قصہ میں دخل دینا چاہا۔ تو بنیانی چپ ہوکر میرے ساتھ ہولیا۔ اور ہوٹل تک خاموش چلا آیا۔ ہوٹل کے اندر آکر خوشامد کرنے لگا۔ کہ اچھا اپنا کارڈ دیدو۔ میں شیخ صاحب کو دیکر آپ کی طرف سے عذر کردونگا میں نے کہا۔ تم نہیں جاؤگے تو میں پولس کو بلالوں گا۔ یہ سنکر جلدی سے چل دیا۔ اسکے جانے کے بعد میں نے مالک ہوٹل سے ذکر کیا۔ اُسنے کہا تم نے پہلے سے نہ کہا۔ ہم اسکی خبر لیتے۔ اب آئیگا تو مرمت کردیجائیگی۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کو ہمارے چلے

جانے کے بعد پہر آیا۔ اور دربان نے جونہی اُسکی صورت دیکھی پکڑ کے مالک کے سامنے پیش کیا۔ جس نے اس جنٹلمین کے دو چار تھپڑ لگوائے اور باہر نکلوا دیا +

اس طولانی سمع خراشی سے غرض یہ ہے کہ مسافر کو ان ممالک میں بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ یہاں بڑے چکنے چپڑے شائستہ ٹھگ ہوتے ہیں۔ جو آدمی کو مختلف ذرائع سے لوٹتے ہیں +

جشن تاجپوشی لنڈن کی خوشی میں آج مصر میں بھی بڑی دھوم کا جلسہ ہے۔ گورنمنٹ کی جانب سے مجکو بھی دعوتی کارڈ بھیجا گیا تھا۔ لیکن بسبب چند ضروری مصروفیتوں کے نہ جا سکا۔ اور تحریری مبارکباد بھیجدی +

قاہرہ و اسکندریہ کے تمام مشہور روزانہ اخباروں میں میرا ایک گشتی مراسلہ شائع ہوا ہے۔ جسمیں حلقہ نظام المشائخ کے مقاصد سے اہل مصر کو آگاہ کیا گیا ہے۔ اور مشائخ مصر سے ملنے کی آرزو کا اظہار ہے۔ نیز اُنسے اس مسئلہ میں رائے طلب کی گئی ہے اس لیے روزانہ اہل الرائے اصحاب کے خطوط ہوٹل میں آرہے ہیں۔ مگر افسوس کہ مشائخ کے کم ہیں۔ بعض مشائخ نے رائیں لکھکر بھیجی ہیں۔ بعض نے رسالے ارسال کیے ہیں ان سب کا خلاصہ آئندہ پیش کیا جائے گا۔ کل شام کو ایک صاحب کا دعوت نامہ آیا تھا کہ تمہارا مطلب میرے پاس ہے۔ فلاں جگہ مجھسے ملو۔ چنانچہ سید جیلان شاہ کو لیکر اُنسے ملنے گیا۔ بڑی پاکیزہ صورت کے شیخ تھے۔ اپنی چند تصنیفات دیں باتوں سے معلوم ہوا کہ جناب اقدس خارجی سلسلہ کے شیخ ہیں۔ تضیع اوقات کا افسوس ہوا تاہم خوارج کے عقیدے کی کئی کتابیں ہاتھ آگئیں۔ یہ لوگ دنیا میں اپنی لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ جو اِنکے ہم خیال ہوں۔ ورنہ سب کافر +

آج عبدالکریم صاحب ہندی نے مدعو کیا تھا۔ رات کو خوب دلچسپ صحبت رہی +

۲۳ جون ۱۹۱۱ء

اوڈیٹر صاحب اللواء سے اگرچہ پہلے بھی ملاقات ہوچکی تھی۔ مگر آج پھر دوبارہ ملنے گئے۔ اس نوجوان کو صوفیوں کی اصلاح سے بہت دلچسپی ہے۔ کل کے اخبار میں میرے مراسلہ پر ایک بسیط نوٹ شائع کیا ہے جس میں فلسفۂ تصوف کی بڑی تعریف کی مصر جیسے شہر میں یہ شخص غنیمت نظر آیا۔ جہاں سوائے پالیٹکس کے دوسری بات کرنی کفر ہے۔ دیر تک صحبت رہی۔ مسائل تصوف و مسائل ہند پر مکالمے رہے تیسرے پہر مصری وطن پرستوں کے مقتدائے اعظم

عبدالعزیز شاویش

سے ملاقات ہوئی۔ بڑا تیز طرار۔ ہوشیار اور گہرا شخص ہے۔ مشائخ مصر کے مسئلہ پر دو گھنٹے گفتگو رہی۔ مصر کا مشہور روزانہ اخبار العلم انہی کی نگرانی میں شائع ہوتا ہے۔ وعدہ کرتے ہیں کہ العلم میں مسائل تصوف پر اپنے خیالات ظاہر کرینگے۔ اور اہل مصر کا حلقۃ المشائخ ہند سے تعارف کرائینگے۔

عبدالعزیز نوجوان۔ تنومند اور بشاش چہرہ کا آدمی ہے۔ آنکھوں میں ایک قسم کی شوخی ہے۔ مصری قاعدہ کے موافق ڈاڑھی صاف ہے۔

(باقی آئندہ)

حسن نظامی

از قاہرہ مصر

نوٹ۔ جن جن حضرات نے میری معرفت حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب کے پاس مدینہ منورہ میں روپے بھجوائے تھے۔ انہیں آخر ستمبر ۱۹۱۱ء تک جناب موصوف کی دستخطی رسیدیں پہنچ جانی چاہئیں ورنہ ' درصورت دیگر' وہ مجھے مطلع فرمائیں۔ میں دوبارہ بھجواؤنگا۔

محمد الواحدی

نگاہِ اوّلیں

(مرشد کی یاد میں)

اس گرمی میں جبکہ بے چارہ سیماب کی ڈگری پریشان ہے۔ طبیعت نے خون جگر پی کر کچھ اگلا ہے۔ وہ ہی حاضر خدمت کرتا ہوں۔ "نظام المشائخ" میری جان کے ساتھ ہے۔ اور اُسکی یاد میرے دل کے ساتھ۔ غرضکہ جان و دل دونوں نظام المشائخ کے لیئے وقف ہیں۔ ہائے گزشتہ نمبر کس ادائے خاص کے ساتھ نکلا۔ روزنامچۂ ایک ایسا متبرک سلسلہ ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ خدا کرے خواجہ نظامی ہر سال جانب کعبہ سفر کیا کریں تاکہ کوئے حبیب کے اخبار مشتاق دلوں کو ہر بارہ مہینے کے بعد تازہ کر سکیں۔ بزم فرید بھی ایک سلسلہ سعید ہے۔ خدا کرے آپ تا دیر سلامت رہیں کہ آپکی ذات سے سودائیانِ سلسلۂ حقیقت کو ہزاروں امیدیں وابستہ ہیں۔ شکوہ! واہ کیا پیارا عنوان تھا۔ جسکو سحر طراز اقبال کی معجز بیانی کا زندہ جاوید کہنا بجا ہوگا۔ خدا کی قسم روز دیکھتا ہوں اور طبیعت سیر نہیں ہوتی۔ غرضکہ ؎

اے کہ مجموعۂ خوبی بکدامت گویم ۔ دعا ہے کہ نظام المشائخ دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرے۔

([illegible] ۱۹۱۰ء)

اے وداع ہوش رفتہ۔ اے نگاہِ اولیں! ۔۔۔ تو ہوئی غارت گر دل پہلی بسم اللہ میں

تھی تری بیباکیوں میں بھی ادائے شرمگیں ۔۔۔ صبر رخصت ہو گیا اک جلوۂ ناگاہ میں

تیری خود کیفی ہوئی وجہ پیام بے خودی

یاد آیا میکہ میں سرخوش نہ تھا مغموم تھا ۔۔۔ کیا خبر تھی تیرے ساغر میں شرابِ عشق ہے

ایک دن وہ تھا کہ دل اِس لطف سے محروم تھا ۔۔۔ اب یہی دل ہے کہ جو خانہ خرابِ عشق ہے

اِس سے پہلے یہ تھا آگاہ نامِ بے خودی

پیکرِ فانی کو چھوڑا عالمِ ہبہوت میں — روح نے حاصل کیا تجھ سے کمالِ آفتاب
تیرے پرتو سے فضائے عالمِ لاہوت میں — ذرۂ تاریک رخشاں تھا مثالِ آفتاب
تھا خودی سے منزلوں اونچا مقامِ بیخودی

بعد مدت لذتِ دردِ جگر مجھکو ملی — تیرے ملتے ہی اثر دستِ دعا سے ملگیا
پردۂ اسرارِ قدرت کی خبر مجھکو ملی — تو ملی مجھسے تو میں اپنے خدا سے ملگیا
ہوگئی حاصل مجھے معراجِ بامِ بے خودی

تیری مستانہ ادائیں تھیں آہ کیا کیا کیف ریز — بیہشی نے کردیا تھا مجکو ہم پہلوئے شیخ
تھا مرا گرنا سنبھلنے سے زیادہ رشک خیز — لغزشِ پا تھی قریبِ بوسۂ زانوئے شیخ
جھکر کرتا تھا ساقی کو سلامِ بیخودی

آہ! پھر مجکو ہے تجھسے التماسِ بازدید — پھر دلِ صد چاک مشتاقِ نگاہِ ناز ہے
ہوچکا ہوں میں تری جادو نگاہی کا شہید — دیکھ! ان آنکھوں کا صدقہ جنسے تو ممتاز ہے
حسرتِ دیدار ہے لب تشنہ کامِ بیخودی

پھر نہ آئے ہوش اب کے اس طرح سرشار کر — دیکھکر تجکو نہ آنکھوں میں سمائے ماسوا
چشمِ کثرت دوست کو وحدت سے پُر انوار کر — تا مجھے سب کچھ نظر آئے سوائے ماسوا
ہے ہمیشہ حسرتِ شربِ مدامِ بے خودی

کر فنا فی الشیخ پہلے پھر فنا فی اللہ کر — بے نشاں کر دے مٹا دے ہستئ برباد کو
جلوۂ عین الیقیں کو جلد چشم آگاہ کر — تو مری آنکھوں میں رہ - دلمیں جگہ دے یاد کو
حاصل صد ہوش ہو رنگِ دوامِ بے خودی

ہوں میں اک مدت سے ناکامِ تمنائے نگاہ! — حسرتِ نظارہ ہے - گو دل میں پوشیدہ سہی
صورتِ آئینہ ہوں حیرانیوں کا دادخواہ — ہاں نظر بھر کر نہیں ممکن تو دزدیدہ سہی!
طالبِ سعت ہے جذبِ ناتمامِ بیخودی

سیماب اکبرآبادی

۷۸۶

نالۂ شیدا

(مسلمانان عالم کی مذہبی حالت پر ایک اجمالی نظر)

مسلمانوں کی مذہبی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ مذہب بیچارے کی جیسی بُری گت اس زمانہ میں بنی ہے۔ شاید اس سے پہلے کبھی نہ بنی ہوگی۔ نصف کروڑ روپیہ صرف ہونے پر مادی ترقی تو ذرا ظہور ہوئی بھی۔ لیکن اس کے مقابلہ میں مذہبی حالت بالکل تباہ ہوگئی۔ ہر کس و ناکس مجتہد ہر شخص مولوی۔ امامت گھر کی۔ اجتہاد گھر کا۔ نہ نماز نہ روزہ۔ نہ شرع نہ تورہ۔ جو نماز کا فلسفہ جانیں۔ روزہ کی حقیقت پہچانیں۔ وہ حور و غلمان جنت و دوزخ جیسی تشبیہوں پیچیزوں پر بھلا کب یقین لا سکتے ہیں۔ کس کٹ مُلا کی طاقت ہے کہ انہیں دام میں پھنسائے پھر یہ دلیری کہ نماز پر اسلام کا مدار نہ روزہ پر مسلمانی کا حصر۔ بس مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ انکے لیئے کافی ہے۔ ہم اپنے مخاطب حضرات کی تمام براہین جنکو وہ بزعم خود قاطع سمجھے ہوئے ہیں۔ ماننے کے لیئے تیار ہیں۔ مگر ہمکو یہ تو بتایا جائے کہ قوم کی قومیت قائم رکھنے کے لیئے ہمارے پاس کونسے ہتھیار ہیں۔ اور ان باتوں کو ترک کر دینے کے بعد اور کونسی بات مسلمانی کی ہم میں باقی رہ جاتی ہے۔ صفحہ ہستی پر بڑی بڑی جلیل القدر قومیں ہو گزری ہیں جنہوں نے اپنے اپنے وقت پر کارہائے نمایاں کیئے تاریخ کے اوراق اُن کے ناموں اور کاموں کے شاہد ہیں۔ لیکن آج وہ مُردہ ہیں۔ اور کوئی اُن کا نام لیوا اور پانی دیوا نہیں۔ قوموں کی موت زندگی افرادی موت زندگی کی طرح نہیں ہوتی۔ اور نہ یہ ممکن ہے کہ ایک دم اُنکے تمام افراد مرجائیں۔ اور کوئی متنفس بھی نہ بچے۔ بلکہ جو قومیں اپنے قومی خصوصیات کو کھو بیٹھتی ہیں وہ ایک خاص وقت گزرنے پر اپنی زندگی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔ اور جس قوم کے ساتھ گھُل مِل کر

انہوں نے اپنی خصوصیات کو ضائع کر دیا ہے۔ اُسی کے نام سے پکارے جانے لگی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل مغرب ہماری بہت سی باتوں کو اچھا سمجھنے اُن کی خوبیوں کا اعتراف کرنے پر بھی اُنکو کبھی اختیار نہیں کرتے۔ بس ارکان مذہب کی پیروی ضروری اور نہایت ضروری ہے۔ یورپ میں باوجودیکہ مذہب کو زوال ہے۔ وہاں پانچ فیصدی مذہبی آدمی مشکل سے ملیں گے تاہم مذہب اور حاملان مذہب کی ظاہرداری یا دنیا دکھاوے کو عزت ضرور ہے۔ مذہب کی حکومت کا دور ختم ہو گیا پوپ گردی کا زمانہ گزر چکا لیکن پادریوں اور مذہبی پیشواؤں کی اس علم و دولت کے زمانہ میں بھی اتنی قدر و منزلت ہے۔ جسکا عشر عشیر اس کم علمی اور کم مائگی پر ہمارے ہاں نہیں ہے عموماً بادشاہ چرچ کے ہیڈ ہیں۔ اور اُن سے مذہب کی حمایت کا حلف لیا جاتا ہے حضور جارج پنجم قیصر ہند کی تاجپوشی کے حالات اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تاجپوشی کے مراسم میں بیشتر حصہ مذہبی رسومات کا تھا ان تمام جلسوں میں مذہبی پیشوا دخیل، معزز و ممتاز نظر آتے ہیں۔ ہم مسلمان کہنے کو تو یہ کہتے ہیں کہ جدید سائنس اور فلسفہ کا اگر کوئی مذہب مقابلہ کر سکتا ہے تو وہ اسلام ہے۔ دیگر مذاہب نے اس روشنی کے زمانہ میں دانت نکوس دیئے۔ اور یہ اگر کوئی متمدن اور شائستہ قوم مذہب کی ضرورت کو محسوس کرکے سچے مذہب کی تلاش و جستجو کرے تو وہ اسلام اور صرف اسلام ہی کو دنیا میں سچا مذہب پائے گی وغیرہ وغیرہ لیکن یہ دعوے صرف زبانی ہی ہیں۔ چراغ تلے اندھیرا ہی دکھائی دیتا ہے۔ ہم مبتدی محض ہیں۔ مبتدی میں نے اس لیئے کہا کہ یورپ میں یہی علوم و فنون خدائی کرشمے دکھا رہے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں اور تو اور یہ بیچارے پی۔ ایچ۔ ڈی اور ڈی۔ ایس۔ سی۔ آج تک کچھ نہ بنا سکے اور نہ ان سے آیندہ امید۔ ہاں تو اس ابجد خوانی پر ہمارا یہ حال ہے کہ آثار مذہب سے بیگانہ ہو گئے ہیں۔ اب رہا مذہب کی

صداقت کا یقین۔ یہ بھی مثل پہلے ہی دعوے کے ہے۔ ہم اگر مذہب کو دل سے سچا جانتے تو اُسکی ہر ایک بات پر کاربند ہوتے اور شعار اسلام کو ہرگز ہاتھ سے نہ دیتے مساجد میں جاؤ۔ اور دیکھو کہ وہاں کتنے ڈاڑھی مُنڈے پتلون نما پاجامہ پہنے ٹرکش کوٹ زیب تن کیئے خدائے وحدہ لاشریک لہٗ کی جناب میں سرنگوں ہیں۔ دلی تمنا حسرت و یاس سے بدل جائے گی۔ جب بڑی دیکھ بھال کے ہزاروں میں کوئی اکا دُکا صورت اس وضع قطع کی نظر آئے گی۔ باوجودیکہ اب ہر بڑے شہر میں اس فیشن کے لوگ کثرت کے ساتھ دیکھے جاتے ہیں۔ نماز کی حالت روزہ کی ضرورت کو اول تو ہندوستان جیسے گرم ملک میں اب لوگ تسلیم نہیں کرتے اور جو کرتے ہیں۔ اُن کا اسپر عمل نہیں۔ حج کی یہ صورت کہ بیسیوں پھیرے یورپ و امریکہ کے کر ڈالے۔ ہندوستان و انگلستان میکہ سُسرال بن گیا۔ مگر کبھی یہ توفیق نہ ہوئی کہ لاؤ حرم رسول ؐ کو بھی دیکھتے چلیں۔ زکوٰۃ اسکے لیئے ضرورت ہے نصاب کی یہاں وہ مثل کہ باسی بچے نہ کتا کھائے۔ ہزار کی آمدنی۔ بارہ سو کا خرچ۔ جو کمایا وہ ہی اُڑایا۔ زکوٰۃ واجب ہو تو کیونکر۔ جہاں ارکان مذہب کا اس بیدردی سے خون بہایا جا رہا ہو۔ وہاں فروعات کو کون خاطر میں لاتا ہے۔ کہاں کا اسلام اور کیسی مسلمانی۔ تعیش۔ غفلت۔ دیوانگی کا عالم طاری ہے۔ اور مذہب سے ہزاروں کوس دور جا پڑے ہیں۔ سر سید کی سرکردگی میں جو ڈیپوٹیشن پنجاب گیا تھا۔ اُس کے ایک رکن مولانا حافظ نذیر احمد صاحب بھی تھے۔ آپنے ڈیپوٹیشن کی جانب سے بمقام لاہور ایک منظوم لکچر دیا تھا۔ جسکے دو شعر اسوقت یاد ہیں ؎

مسلماں کلکٹر مسلماں کمشنر — مسلمان ہر ایک صیغے میں افسر
بھی چیف جسٹس بھی سول جج ہوں — تو کس قوم سے ہلکے تکّے میں ہم ہوں

جن عہدوں کے حصول کی آرزو مندرجۂ بالا اشعار میں معزز لکچرار نے ظاہر کی تھی۔ الحمدللہ کہ وہ

آرزو بیش پوری ہوئی۔ یعنی مسلمان کلکٹر بھی بنے۔ سول جج بھی ہوئے۔ ہائی کورٹ کی ججی بھی ملی۔ مگر حیف صد حیف کہ تمکے کے ججوں کی دھوم دھام محض خیالی ہی خیالی رہی سچ تو یوں ہے کہ یہ جو کچھ دینداری کے چرچے ہیں۔ انہیں پرانی صورتوں سے ہیں نئتر وہ محلے جہاں اِس نئی جماعت کا اثر ہوگیا ہے۔ وہاں کی مسجدیں ویران و غیر آباد پڑی ہوتی ہیں۔ بوریئے ہیں نہ بدھنے۔ امام ہے نہ مقتدی۔ اے قوم کے نونہالو! قوم ضرور تمہاری قصوروار ہے۔ تم "پورٹی از نٹ کرائم" (مفلسی جرم ہے) کے ماننے والے۔ یہ بدنصیب مفلس و نادار۔ اِسمیں اتنی گنجائش کہاں کہ تمہاری جدت طرازیوں پر تم کو مبارکباد دے۔ یا ہر معاملہ میں تمہارا ہاتھ بٹائے۔ البتہ جو موجود ہے اُس سے دریغ نہیں۔ وہ ان تمام موروثی املاک کو جو اسے نسلاً بعد نسلٍ ورثہ میں پا گئے تھے تم کو تمہاری ضرورت پر نظر کرکے اور تم کو اسکا جائز وارث جانکر دیتی رہی۔ اور اب وہ پوشیدہ خزائن بھی بتائے دیتی ہے۔ جس لیئے تم متردد ہو۔ دیکھو جن چیزوں کی تمہیں ضرورت ہے وہ تمہارے گھروں میں ہی موجود ہیں۔ مگر افسوس کہ تم اُن سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ تم قومی مرکزوں۔ مجلسوں اور انجمنوں کی ضرورتوں کو محسوس کرتے ہو۔ اور جب قوم تمہاری خواہش پوری نہیں کرتی تو تم قوم کی شکایت کرتے ہو۔

تم اِن عمارتوں سے کیوں نہیں فائدہ اُٹھاتے۔ جن کو تمہارے اجداد اور اسلاف نے کروڑوں کے صرف سے تمہارے لیئے تیار کیا تھا تم نئے مرکز کیوں بناتے ہو تمہارے بزرگ جو مرکز مقرر کرگئے ہیں اُنسے کیوں نہیں فائدہ اُٹھاتے۔ سوچو کہ اِن بے شمار معابد۔ مساجد۔ مقابر اور مزارات سے کوئی مفید کام نکل سکتا ہے یا نہیں۔ ہر محلہ میں تقریبًا ایک مسجد ہے جو اہل محلہ کا مرکز بن سکتی ہے۔ ہر شہر میں ایک جامع مسجد ہے جو شہر بھر کے مسلمانوں کے سنٹر کا کام دے سکتی ہے۔ پھر بزرگان دین کے مزارات ہیں۔ جن میں بہت سے تو ایسے ہیں کہ مقامی خلقت کا مرجع بنے ہوئے ہیں۔ پاکپٹن

شریف اور پیران کلیر شریف میں پنجاب کے ہر گوشہ و کونہ کے لوگ جمع ہوتے ہیں تو اجمیر شریف میں ہندوستان کے ہر حصہ کے مردوزن کا مجمع ہوتا ہے۔ دنیا کے بھر مسلمانوں کا قومی سنٹر جو بقتن اعظم ہادی برحق۔ روحی فداہ نے مقرر کیا ہے۔ اسکو بھی تم جانتے ہو۔ یہ تمہاری عقلوں کا پھیر ہے کہ تم ان موقعوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے جس سے دونوں جہان کی سرخروئی حاصل ہو۔ تم کس پس و پیش میں پڑے ہو۔ آخر انہیں سیدھی سادی مسجدوں میں بیٹھکر تمہارے بزرگوں نے قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج دیئے اقصائے عالم میں اسلامی پھریرے اڑائے۔ دین حق کے ڈنکے بجائے۔ تم ترقی ترقی پکارتے ہو۔ مگر ان کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکوگے۔ زمانہ ترقی کر گیا ہے۔ پر تمہاری طبیعتوں میں انکی سی سادگی نہیں۔ تم اپنا سفید اندا اسی مسجدوں میں تو آؤ۔ اور خدائے واحد کے سامنے بے ریا ہو کر خلوص دل کے ساتھ سر جھکاؤ۔ یقیناً تم کامیاب ہوگے۔ اور تمہارے مطالب اور مرادیں پوری ہونگی۔ اے فانی ہستی پر گھمنڈ کرنے والو! اے مادی ترقی پر مٹنے والو! اے فانی اشیاء کے شیدائیو! اور دنیائے ناپائدار کے دام میں پھنسنے والو! تجسس کی آنکھیں کھولو۔ اور دنیا کی نیرنگیوں پر نظر ڈالو۔ زمانہ اڑا چلا جا رہا ہے۔ وقت کی قینچی عمروں کو قطع کر رہی ہے۔ اور کشتی عمر تیزی کے ساتھ کنارے کی طرف جا رہی ہے۔ جو کرنا ہے وہ کرلو۔ وقت فرصت بساغنیمت ہے۔ پھر ایسی مہلت کہاں۔ حیات مستعار ہے۔ مانگی چیز کا کیا اعتبار۔ کچھ خبر نہیں کہ کب چلی ہو۔ قضا تاک میں ہے اور چل چلاؤ کا بازار گرم ہے۔ نہ معلوم کس وقت موت کا زبردست ہاتھ ان آرام چوکیوں سے اٹھا کر فرش خاک پر لٹا دے۔ بس کچھ یہاں کے واسطے ہو کچھ وہاں کے واسطے۔ اٹھو میرے بھائیو اٹھو! کمر ہمت باندھکر ان دونوں میدانوں کو طے کرنا شروع کرو۔ اور دنیاوی ترقیوں کے ساتھ ساتھ مذہبی اور روحانی ترقیوں کو محفوظ خاطر رکھو۔ ورنہ دین ہوگا نہ دنیا۔

شیدا دہلوی

۴۸۶

تمنائے مدینہ

یارب رہے ہر دل میں تمنائے مدینہ
ہر آنکھ ہو مشتاق تماشائے مدینہ

ہو داغ جگر لالہ صحرائے مدینہ
آنکھوں میں بسے نرگس شہلائے مدینہ

گہ دل میں بسائے جو تمنائے مدینہ
اے صل علےٰ کعبے میں بس جائے مدینہ

آنکھیں ہیں وہی آنکھیں جو ہوں طالب دیدار
سر ہے وہی سر جسمیں ہو سودائے مدینہ

شاہا! جو اشارہ ہو تری چشم کرم کا
پل بھر میں ہو طے وسعت صحرائے مدینہ

جب خواب میں دیکھوں تو ترے روضہ کو دیکھوں
جب بند ہوں آنکھیں تو نظر آئے مدینہ

پلکوں سے کبھی روضے کے کانٹوں کو اٹھا لوں
بس جائیں کبھی آنکھوں میں گلہائے مدینہ

سرمے کی طرح دیدۂ مشتاق میں بھر لوں
ہر بار غبار رہ والائے مدینہ

بھولے سے بھی لے نام نہ فردوس بریں کا
دکھلا دوں جو رضواں کو تماشائے مدینہ

موسیٰ ارنی کہتے ہوئے قبر سے نکلیں
چمکے جو کہیں برق تجلائے مدینہ

عیسیٰ بھی اتر آئیں ابھی چرخ بریں سے
اک قم کی صدا دے جو مسیحائے مدینہ

مشعل لیے ظلمات سے کیوں خضر نہ آئیں
آئے جو نظر گنبد خضرائے مدینہ

الیاس بجھانے کو چلیں پیاس یہ کہتے
اک جام ادھر اور بھی سقائے مدینہ

عاشق کے لیئے رستہ سیدھا تو یہی ہے[1]
کعبے سے بھی پہلے جو پہنچ جائے مدینہ

کیوں حج پہ مقدم نہ رہے اسکی زیارت
مکے کا تو سردار ہے مولائے مدینہ

کچھ دور نہیں اڑکے پہنچ جائے جو لاشہ
ہو دفن اگر ہند میں شیدائے مدینہ

باقی نہ رہے دل میں شفق کوئی تمنا
پوری ہو اگر ایک تمنائے مدینہ

[1] اس شعر میں حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے مکے سے پہلے مدینہ تشریف لے جانے اور مسلک عاشقانہ کی طرف کنایہ ہے اور دوسرے شعر میں اسکی توجیہ ہے

شفق رضوی مجیبی

ہوگئی۔ اور اسکا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا گیا۔ اسکے بعد ارشاد ہوا کہ ایک
دفعہ میں نے بغداد کا سفر کیا۔ جب شہر میں پہنچا تو میں نے ہر شخص سے بزرگوں اور
اُنکے ٹھکانوں کا پتہ پوچھنا شروع کیا۔ آخر ایک درویش کا پتہ لگا کہ وہ دجلہ کے کنارے
رہتے ہیں۔ میں اُنکی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ اُس وقت نماز پڑرہے تھے ٹھیر گیا
اور اُنکی فراغت کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو میں نے آداب عرض کیا
اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گیا۔ ایسا باہیبت و باعظمت چہرہ تھا کہ کبھی دیکھنے میں
نہیں آیا۔ چودھویں رات کے چاند کی طرح تاباں۔ دریافت فرمایا۔ کہاں سے آتے
ہو۔ عرض کیا۔ اجودہن سے۔ فرمایا جو درویشوں کے پاس ارادت سے آئیگا وہ کبھی
نہ کبھی بزرگ ہوگا۔ یہ جملہ سنکر میں نے سر جھکا لیا۔ فرمانے لگے۔ مولانا فرید! میں
پچاس سال سے اس غار میں مقیم ہوں۔ خار و خاشاک غذا ہے۔ اور بندہ خواجہ جنید
بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز کی اولاد ہے۔ کل ماہ رجب کی ۲۷ تاریخ تھی۔ میں
رات بھر جاگتا رہا۔ اگر سنو تو اس شب کی کیفیت بیان کروں۔ میں نے نہایت ادب
سے عرض کیا فرمائیے۔ کہا کہ تیس سال گزر گئے۔ میں نہیں جانتا کہ رات کہاں آتی ہے
میرا پہلو زمین پر نہیں ٹکا۔ لیکن کل شب مصلے پر لیٹ کر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ
۷۰ ہزار مقرب فرشتے زمین پر آئے اور میری روح کو اوپر لے گئے۔ جب آسمان اول
پر پہنچا تو دیکھا کہ فرشتے کھڑے ہیں۔ اور ایک طرف نگاہ جمائے یہ پڑھ رہے ہیں سبحان
ذی الملک والملکوت۔ ندا آئی کہ جس دن سے یہ پیدا ہوئے ان کی یہی تسبیح ہے۔
بعد ازاں میری روح آگے بڑھائی گئی۔ اور آسمان دوم میں پہنچی۔ پھر تیسرے پر چوتھے پر
پانچویں پر وغیرہ۔ جہاں گیا۔ خدائے تعالی عزوجل کی قدرت کے عجیب عجیب تماشے
دیکھے کہ تعریف نہیں ہوسکتی۔ جب عرش سامنے آیا تو حکم ہوا "بس ٹھیر جاؤ"۔ جملہ
انبیا و اولیا حاضر تھے۔ اپنے جد امجد حضرت جنیدؒ کو دیکھا کہ سر جھکائے بالکل خاموش

کھڑے ہیں۔ آواز آئی "اے فلاں" میں نے کہا "لبیک اے بار خدایا"۔ فرمایا "شاباش تونے عبادت کا حق خوب ادا کیا۔ اب تیری محنت کا صلہ یہ ہے کہ تجھے علیین میں جگہ دیجاتی ہے۔ میں بے حد خوش ہوا۔ اور سجدے میں گر پڑا۔ ارشاد ہوا "سر اٹھاؤ"۔ میں نے سر اٹھایا اور عرض کیا۔ "کچھ آگے بڑھ سکتا ہوں؟" جواب ملا۔ بس ابھی تمہاری معراج یہیں تک تھی۔ اگر اپنے کام میں اور ترقی کروگے تو یہاں بھی تمہارا درجہ بڑھ جائے گا تم سے جو کامل تر ہیں۔ انکی حجاب عظمت تک رسائی ہے"۔ یہ سنکر میں نے خواجہ جنیدؒ کی طرف رخ کیا۔ اور اپنے سر کو انکے قدموں پر رکھدیا۔ دیکھتا کیا ہوں وہ خود سربسجود ہیں۔ میں نے پوچھا کہ "اے جنید من! یہ کیا ماجرا ہے"۔ کہا "جب تیری یہاں بلاؤ ہوئی۔ تو میں اس فکر میں پڑ گیا کہ کہیں کچھ میرے خلاف تو عمل میں نہیں آنے والا۔ مجھے گمان تھا کہ تجھ سے کوئی تقصیر ہوئی ہے۔ اور میں اسکے سبب شرمندہ کیا جاؤنگا کہ تنبیہ جنید نے ایسا کیا"۔ اسکے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ پس اے فرید! جو شخص خدا کا کام کرتا ہے خدا اسکے کام بنا دیتا ہے۔ اسلئے چاہیے کہ انسان اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہمت سے بڑھکر منہمک ہو۔ اور فرمایا جو شخص شب زندہ دار رہے اُسے یہ سعادت حاصل ہوسکتی ہے۔ یہ دعاگو کچھ دن تک ان بزرگ کی ملازمت میں رہا وہ نماز عشا کے بعد نوافل پڑہنے لگتے تھے۔ اور ایسے پاؤں باندہکر کھڑے ہوتے کہ صبح ہوجاتی۔ اسکے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اس شب میں سو رکعتیں آئی ہیں۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ اخلاص ۵ بار اور ختم نماز پر سو دفعہ درود شریف۔ اب جو دعا مانگی جائے گی۔ قبول ہوگی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔ پھر ارشاد ہوا کہ میں نے شیخ معین الدین سنجریؒ سے سنا ہو کہتے تھے کہ یہ شب شب رحمت ہو۔ جو اسمیں جاگتا ہے نعمتہائے خداوندی سے محروم نہیں رہتا۔ بعد ازاں کہا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اس رات ستر ہزار فرشتے نور سے بھرے ہوئے طباق لیکر آسمان سے زمین پر آتے

ہیں اور ہر ہر گھر میں گھسکر جو بیدار ہوتا ہے اُسپر اُنہیں ڈالدیتے ہیں۔ شیخ الاسلام
یہ بات کہکر چشم پُرآب ہوگئے اور فرمانے لگے کہ نہ معلوم لوگ کیوں ان نعمتوں کو
حاصل نہیں کرتے۔ اور خدا کی عبادت سے غافل رہتے ہیں۔ یہی گفتگو جاری تھی کہ
شیخ بدرالدین غزنوی چند درویشوں کو ساتھ لیئے ہوئے آئے اور اظہار آداب کرنے
لگے۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ سماع پر بحث چھڑ گئی۔ سب چُپ تھے
شیخ جمال الدین ہانسوی رح نے فرمایا کہ سماع دلوں کے لیئے موجب راحت ہے۔ اس
سے اہل محبت کو جو دریائے آشنائی میں تیرتے رہتے ہیں جنبش و حرکت ہوتی ہے
شیخ الاسلام نے جواب دیا۔ بیشک عاشقوں کی رسم یہی ہے کہ جب محبوب کا
نام سنتے ہیں مزہ لیتے ہیں۔ اسپر شیخ بدرالدین غزنوی نے عرض کیا کہ حضرت!
سماع والوں پر بیہوشی کیوں طاری ہو جاتی ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا۔ جب ان سے
وہ ندائے الست بربکم سنکر بیہوش ہوئے ہیں۔ سرور و بیہوشی اُنکے خمیر میں ڈالدی
گئی ہے۔ اسلیئے آج بھی جب اُنکے کان میں کوئی اچھی آواز آتی ہے وہ مست ہوجاتے
ہیں۔ شمس دبیر نے سجدہ تعظیم بجالاکر پوچھا کہ حضور ندائے الست بربکم کے وقت
تمام روحیں ایک جگہ تھیں یا علیحدہ علیحدہ؟ فرمایا سب ایک۔ سوال ہوا۔ پھر یہ ہندو
یہودی۔ آتش پرست وغیرہ کیسے بن گئے۔ شیخ الاسلام نے ارشاد کیا۔ امام غزالی
لکھتے ہیں کہ جب حضرت حق سے ندائے الست بربکم بلند کی تمام ارواحیں برابر
برابر تھیں۔ لیکن اسکے سنتے ہی چار صفیں ہوگئیں۔ پہلی صف نے دل و زبان دونوں
سے کہا بلیٰ۔ یعنی بے شک تو ہمارا پروردگار ہے اور فوراً سجدہ میں گر پڑی۔ اسمیں
انبیاء اولیاء۔ صدیقین اور صالحین تھے۔ دوسری صف کے دل نے تسلیم کیا مگر زبان
سے نہ نکلا۔ لیکن سجدہ اُسنے بھی کیا۔ یہ وہ ہیں جنکی پیدائش کفار میں ہوئی مگر خاتمہ
ایمان و اسلام کے ساتھ۔ تیسرے گروہ نے زبان سے کہدیا مگر اُنکے دلکو قبول نہ ہوا

سجدہ کرکے مگر پھر پچتائے کہ یہ کیا بحالت کی۔ یہ مسلمان پیدا ہوئے اور کافر مرے
عیاذاً باللہ منہا۔ چوتھی صف نے نہ دل سے کہا نہ زبان سے۔ اور سجدے میں بھی نہیں
شریک ہوئے یہ اول و آخر شرف اقرار سے محروم ہے۔ جب شیخ الاسلام یہاں تک
بیان کرچکے تو پھر بیہوشی شروع ہوئی فرمایا کہ سماع میں جو لوگ بیہوش ہوجایا کرتے ہیں وہ یہی
ہیں جو ندائے الست بربکم سنکر بیہوش ہوگئے تھے۔ وہی حیرانی میں اب تک موجود
ہے جب دوست کا نام سنتے ہیں تو حیرت و ذوق بیہوشی کا ظہور ہونے لگتا ہے
اور یہ سب معرفت کی باتیں ہیں۔ یعنی جب تک دوست کی شناخت نہو جائے خواہ
ہزار سال عبادت کرتا ہے اسمیں لطف نہیں آئے گا۔ کیونکہ اُسے معلوم ہی نہیں کہ میں طاعت
کس کی کررہا ہوں۔ اور طاعت کا مقصود یہی ہے کہ جو اہل سلوک و اہل عشق کہہ گئے
ہیں۔ کلام مجید میں ہے۔ ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ اسکے معنی
امام زاہد لکھتے ہیں کہ نہیں پیدا کیا جن و انس کو مگر اسواسطے کہ وہ بندگی کریں۔ اہل
سلوک کا قول ہے کہ لیعبدون ای لیعرفون یعنی عبادت کرنیکے لیئے یا معرفت
کے لیئے کیونکہ جب تک معرفت نہوگی لطف عبادت کیا ملیگا۔ عشق مجازی ہی میں دیکھ
لو۔ جب تک کوئی کسیکو دیکھتا نہیں عاشق نہیں ہوتا۔ اور عاشق ہونے کے بعد محبوب
کے متعلقین کی مدد کے بغیر محبوب تک رسائی نہیں ہوتی۔ اسی طرح حقیقت و طریقت
کا حال ہے کہ جب تک خدائے عزوجل کو نہیں پہچانتا اور اُسکے اولیا سے دوستی
نہیں کرتا۔ یعنی اپنے تئیں انکے پلے سے نہیں باندھ دیتا۔ طاعت و عبادت میں
کیفیت نہیں پاتا۔" اسکے بعد شیخ الاسلام ذکرہ اللہ بالخیر نے فرمایا۔ ندائے الست بربکم
سے مراد یہی شناخت دوست ہے۔ یکایک محمد شاہ نامی حضرت اوحد کرمانی رح
کے سامنے گانیوالا ایک قوال بھی اپنی ٹولی کے ساتھ آگیا۔ شیخ جمال الدین ہانسوی
اور شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہما حاضر تھے۔ حضرت نے قوالوں سے فرمایا

کچھ سناؤ۔ اُنہوں نے گانا شروع کیا۔ شیخ الاسلام کھڑے ہوگئے اور رقص کرنے لگے۔ ایک دن رات یہی حالت طاری رہی۔ نماز کے وقت نماز پڑھ لیتے اور پھر سماع میں آجاتے۔ غزل یہ تھی ؎

ملامت کردن اندر عاشقی رہ است ۔۔۔ ملامت سے نکند آنکس کہ بنیاست

نہ ہر تر دامنے را عشق زیبد ۔۔۔ نشان عاشقی از دور پیدا است

نظامی تا توانی پارسا باش ۔۔۔ کہ نور پارسائی شمع دلہاست

ہوشیار ہوئے تو سلوک پر گفتگو چھڑ گئی۔ فرمایا۔ اہل سماع وہ لوگ ہیں جنپر حالت تحیر و استغراق میں اگر سو ہزار تلواریں چلائی جائیں تو بھی انہیں مطلق خبر نہ ہو جس وقت انسان دوست کی محبت میں محو ہوتا ہے اُسے دنیا و مافیہا کی سوجھ نہیں رہتی۔ کوئی آئے کوئی جائے وہ نہیں جانتا کہ کیا ہوا۔ اسکے بعد چند درویشوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم مسافر ہیں۔ جانا چاہتے ہیں۔ مگر خرچ نہیں شیخ الاسلام کے سامنے کچھ خستہ کھجوریں رکھی تھیں وہی اُٹھا کر درویشوں کو دیدیں۔ اور کہا جاؤ۔ جب درویش باہر آئے۔ اُنہوں نے آپس میں کہنا شروع کیا کہ ان خستہ کھجوروں کا کیا بنائیں۔ لاؤ یہیں پھینک چلیں۔ نظر جو پڑی تو اشرفیاں تھیں۔ مان گئے۔ اور پھر حاضر ہوئے۔ موذن نے اذان دی۔ خواجہ نماز میں مشغول ہوئے۔ خلق اور دعاگو بھی چل دیئے ؞

۲۹ شعبان سنہ ۶۵۵ھ روز پنجشنبہ

دولت قدمبوسی حاصل ہوئی۔ شیخ جمال الدین ہانسوی حاضر خدمت تھے۔ اور بال کترنے پر بحث ہو رہی تھی۔ ارشاد ہوا ایمن نسیم العارفین میں پڑھا ہے کہ جب کوئی مسلمان چاہے کہ کسی پیر کا مرید ہو تو اول غسل کرے اور اگر بن سکے تو رات بھر جاگے۔ اور اپنی بھلائی کے لیئے حضرت حق میں ملتجی رہے۔ اگر یہ ممکن نہو تو خیر جمعرات کے دن

چاشت کے وقت یا دوشنبہ کو سب دوستوں اور عزیزوں کو جمع کرکے پیر کے
پاس جائے۔ پھر پیر قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور دو رکعت استخارہ پڑھے۔ اسکے بعد مرید کو
سامنے بٹھا کر آیات متبرکہ پڑھے او اسپر پھونکے۔ اور مرید سے استغفار کرلے۔ اور
مستقبل قبلہ بٹھا کر قینچی ہاتھ میں لے۔ اور تین مرتبہ باآواز تکبیر کہے۔ قینچی چلانیکے متعلق
مشائخ میں اختلاف ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ تکبیر پڑھتے وقت نفس امارہ کی طرف متوجہ ہو
اور سمجھے کہ آج اس سے جنگ کرنی ہے۔ بالکل وہی حالت ہو جیسی ایک غازی لشکر
اسلام کی لڑائی کے وقت ہونی چاہیئے۔ تکبیر بالجہر مدد کے لیئے فرشتے اُتر آتے ہیں)
یہ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھے اور کوئی وسوسہ نہ آنے دے۔ تیسری
تکبیر سے فارغ ہو کر ایک بار کلمۂ توحید اور تین دفعہ صلوات اور ایک دفعہ استغفار کہے
جب سب کچھ ہو چکے تو ایک بال مرید کی پیشانی سے لیلے۔ اور کہے بادشاہوں کے
بادشاہ! تیری درگاہ سے بھاگا ہوا غلام پھر تیرے حضور میں آیا ہے۔ اور چاہتا ہے
کہ تیری عبادت کرے۔ اور جو کچھ ماسواتے اس سے بیگانہ ہو جائے۔ اسکے بعد
ایک بال پیشانی کی داہنی طرف سے اور ایک بائیں طرف سے کترے"۔
دوسرا گروہ کہتا ہے کہ صرف ایک بال پیشانی سے لیلے۔ زیادہ کی ضرورت نہیں۔
حسن بصری رح امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک ہی بال
لینا بہتر ہے۔ حضرت علی رض اہل صفہ کے خلیفہ ہیں اور یہ حدیث انکی شان میں آئی ہے
انا مدینۃ العلم وعلی بابہا۔ اسکے بعد دعاگو نے عرض کیا کہ حضور یہ قینچی چلانے کی رسم
کہاں سے پیدا ہوئی۔ فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے۔ صلوات اللہ علیہ وعلی نبینا
اور انسے تلقین کیا تھا جبرئیل علیہ السلام نے۔ پھر اسی کے متعلق ارشاد فرمایا ایکدن
حبیب عجمی اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما دونوں بیٹھے ہوئے تھے کوئی شخص آیا۔
اور بولا۔ میں فلاں فلاں کا مرید ہوں۔ آپنے پوچھا "تمہارے پیر نے تمہیں کیا تعلیم دی ہے

اُس نے کہا میرے پیر نے بال تو کترے تھے۔ مگر کچھ تعلیم وغیرہ تو دی نہیں۔ دونوں بزرگوں نے چلا کر کہا "ہو مُضِلّ ضَالّ"۔ یعنی وہ خود بھی گمراہ ہے اور اوروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ پیر کو چاہیئے کہ مرید کرنے سے پہلے مرید کو جانچ لے"

اسکے بعد شیخ الاسلام نے تمام حاضرین سے خطاب کیا کہ شیخ کو ایسا ہونا چاہیئے کہ جب کوئی اُسکے پاس بہ نیت ارادت آئے تو نظر نور معرفت سے ارادتمند کے سینے کو صیقل دیدے تاکہ اسمیں کسی قسم کی کدورت باقی نہ رہے اور مانند آئینہ کے روشن ہوجائے اگر یہ قوت نہیں ہے تو مرید نہ کرے۔ کیونکہ اس سے بیچارے گمراہ کو کیا حاصل ہوگا ارشاد ہوا۔ جب کسی پیر یا صاحبِ ولایت کی مریدی کی خواہش کرے تو چاہیئے کہ پہلے اُسکے نفوس ثلثہ کی حرکات و سکنات پر غور کرے اور دیکھے کہ کہیں وہ پوشیدہ طور پر نفس امارہ کے قبضے میں تو نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دما ابرئ نفسے ان النفس لامارۃ بالسوء الخ پھر نفس لوامہ پر توجہ کرے کہ کہیں اسمیں تو مبتلا نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلا اقسم بالنفس اللوامۃ اسکے بعد نفس مطمئنہ پر نظر ڈالے قال اللہ تعالیٰ۔ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ اخیر میں قلب کو دیکھے کہ وہ بھی سلیم ہے یا نہیں۔ اِن سب مرحلوں سے فارغ ہوکر اپنے ضمیر کو روشن کرے اور ہاتھ دیدے۔ اگر کوئی شخص سنتِ اہل سلوک کے مطابق مقراض رانی اور مقراض گیری نہیں جانتا۔ وہ گمراہ ہے اور اس غریب کو بھی ضلالت میں ڈالتا ہے جو اسکا مرید ہوتا ہے۔ یہ جملہ کہکر شیخ الاسلام چشم پرآب ہوگئے اور فرمانے لگے۔ جس دن بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کی تھی۔ اس روز کا قصہ ہے کہ آپ پشیمان ہوتے ہوئے خواجہ جنید بغدادی کی خدمت میں آئے اور اُنکے ہاتھ پر تائب ہوئے۔ حضرت نے رسم مقراض اور خرقہ آپ کو تعلیم کی۔ اسکے بعد بشر حافی چلے آئے۔ اور جتنے زمانہ تک جیے برہنہ پا رہے۔ پوچھنے والے نے پوچھا۔ خواجہ جوتی کیوں نہیں پہنتے۔ فرمایا میری

مجال نہیں کہ بادشاہوں کے فرش پر جوتی پہنکر پھروں۔ ایک تو سبب یہ ہے دوسرا بھی سن لیجیے۔ جس دن خدائے عزوجل سے معاملہ کیا ہے اُس روز ننگے پیر تھا۔ اسلیئے اب جوتی پہنتے ہوئے شرم آتی ہے۔" اسکے بعد ارشاد ہوا کہ اہل سلوک کا قول ہے کہ جو شیخ مریدوں کو قانون مذہب وسنت وجماعت پر نہیں چلاتا۔ اور اپنی حالت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے موافق نہیں رکھتا وہ راہزن ہے۔ دھوئیں سے آگ کا پتہ چلتا ہے۔ اور مرید سے پیر کا۔ یہ جو بیسیوں آدمی گمراہی میں پڑے دکھائی دیتے ہیں پس اسکی وجہ کیا ہے۔ کہ اُن کو پیر کامل نہیں ملے۔ مقراض کا معاملہ ایک الٰہی رمز ہے۔ جسکا انکشاف کسی پر نہ ہوا۔ اگرچہ بعضوں نے مطلب برآری کی ہے کہ اس قینچی سے بندہ اور مولے کے درمیان جو پردے ہوتے ہیں وہ کٹ جاتے ہیں پھر فرمایا۔ مومن کے دل کی درگاہ خداوندی میں بڑی قدر و منزلت ہے۔ لیکن لوگ اس کی اصلاح نہیں کرتے۔ لاجرم وہ ضلالت اور گمراہی میں ہیں۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قلب المؤمن عرش اللہ تعالےٰ۔ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہوتا ہے۔ بعدازاں ارشاد کیا کہ جس درویش کے آگے ابھی حجاب کے ستر پردے پڑے ہوئے ہوں۔ جس تک ذرا سی روشنی نہ پہنچی ہو۔ جو مقراض اور خرقہ کا علم نہ رکھتا ہو وہ اگر چاہے کہ لوگ اُسکے مرید ہوں تو سمجھ لو گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرتا ہے درویش کو عالم اور صاحب قوت ہونا چاہیئے۔ تاکہ مقراض چلانے۔ اور خرقہ دینے میں اس سے کوئی فعل خلاف سنت و جماعت نہ سرزد ہو جائے۔ اسکے بعد فرمایا کہ خواجہ شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ دلیل الثانی میں لکھتے ہیں۔ جو فقیر خلق سے علیحدہ نہ رہتا ہو۔ جان لو کہ وہ خدا سے دور ہے۔ کیونکہ عوام کی صحبت فقیر کے لیئے خالی از مضرت نہیں۔ اس سے سالک مولیٰ کے رستہ میں پیچھے رہجاتا ہے۔ چنانچہ میں نے مسالک سلوک مصنفہ خواجہ بایزید بسطامی رح میں پڑھا ہے کہ سالک راہ طریقت کو چاہیئے کہ بے ضرورت

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۱۰

جلد ۵ — نمبر ۴ — ۳۰ ستمبر ۱۹۱۱ء — شوال ۱۳۲۹ھ

نظام المشائخ

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

تمام سلسلوں کے صوفیہ مشائخ کی دینی و دنیوی اغراض کا حامی اردو زبان کا ماہوار رسالہ

(دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے)

اعلیٰ ایڈیٹر حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی خواہرزادہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی — نائب ایڈیٹر الفقیر سید محمد ارتضیٰ علی احمد

فہرست مضامین

قیمت قسم سالانہ مع محصول ڈاک قسم خاص پانچ روپیہ فی پرچہ ۸ آنہ — قسم اول سالانہ تین روپیہ فی پرچہ ۴ آنہ
قسم سوم ۲ روپیہ فی پرچہ ۳ آنہ

محمد الواحدی مالک و ایڈیٹر نے منزلگاہ حلقۂ نظام المشائخ فیض بازار دہلی سے شائع کیا

منشی فضل حسین کے ہلالی پریس دہلی میں چھپوایا

رسول نما نمبر

نظام المشائخ کا وہ پرچہ جو بتقریب **عید میلاد** ماہ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ میں شائع ہوا تھا۔ بجم ایک سو باون صفحے عام قیمت مع محصول ڈاک قسم اول ۱۴ قسم دوم بارہ آنے خریداران رسالہ سے معمولی ۱۲ اور ۸ آنے۔ کیونکہ یہ فروری اور مارچ ۱۹۱۱ء کے دو نمبروں کا مجموعہ ہے۔ اور خاص شان سے چھپا ہے۔ اور مضامین کے لحاظ سے بے نظیر کہہ دینا کافی ہے

رسولنما نمبر میں سیدی خواجہ حسن نظامی۔ مولوی سید احمد مارہروی مؤلف حیات خسرو وغیرہ۔ حضرت شاہ نذیر الحسن فتح اللہی۔ بابو عطا محمد امرت سری۔ خان بہادر مرزا سلطان احمد بی اے ایم۔ آر ایل ایس ونیسال بہاولپور۔ مولوی مقبول احمد نظامی۔ خان بہادر مولوی اکبر حسین جج الہ آباد ضیاء الدین احمد برنی۔ پروفیسر صغیر علی ایم اے۔ حکیم فرید احمد مجددی۔ حاذق الملک علامہ حکیم حافظ محمد اجمل خان۔ مولانا سیماب اکبر آبادی۔ مولوی حکیم محمد عمر فصیح۔ مولانا آزاد۔ مولوی حفظ الکریم شاہ۔ شفق عماد پوری۔ مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی جیسے مشہور مسلمان جادو نگاروں کی قلمی امداد کے علاوہ ریورینڈ سی۔ ایف اینڈریوز۔ ایم اے۔ جنابہ مس اینی بسینٹ صاحبہ پریسیڈنٹ تھیو سوفیکل سوسائٹی۔ اور ہز ایکسیلنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد کے۔ سی۔ آئی۔ ای وزیر اعظم مملکت دکن۔ لالہ لاجپت رائے بی اے۔ پنڈت برہبودیال عاشق۔ پنڈت جواہر ناتھ ساقی نے بھی حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں مضامین لکھے ہیں۔ تحفہ میں دینے کے لائق چیز ہے۔

المعلن

محمد۔ الواحدی۔ اڈیٹر نظام المشائخ دہلی

ایڈیٹوریل

دیباچہ

اس نمبر کی فہرست مضامین میں سب سے پہلا عنوان فغان درویش نظر آئیگا۔ یہ کلام شباب مخزن کے زمانہ میں کبھی اُسکو زینت دیچکا ہے۔ دوسرا مضمون اہل تصوف کی عید۔ خواجہ عبدالروف عشرت کی توجہ کا نتیجہ ہے۔ آپ کی معلومات سے ناظرین نظام المشائخ کون سے مہینے مستفیض نہیں ہوتے۔ تیسرے غزل در منقبت خواجہ غریب نواز رحمہ از یادگار حضرت میر درد رحمہ یعنی مولوی حکیم سید ناصر نذیر فراق اس غزل کو ہمارے مکرم نے خاص بارگاہ اجمیر شریف میں عرس کے موقع پر پڑہا تہا لیکن پہر اپنی اہلخانہ کی زیادتی علالت کیوجہ سے ہمیں جلد نہ بہیج سکے۔ افسوس کہ مرضیہ کا ۲۸ اگست کو انتقال ہوگیا۔ احباب دعاے مغفرت کریں۔ بڑی نیک اور قابل بی بی تہیں۔ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت حفاظت یہ مضمون نہایت غور اور فکر سے دیکہنے کے لائق ہے۔ اس کے راقم مولوی سعید احمد مارہروی کی تحقیق تدقیق اور تاریخ دانی سے ہمارے مخاطبین ناواقف نہوں گے۔ آیندہ رسالہ میں ہم اس پر تفصیلی بحث کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انشاءاللہ تعالی۔ قطعہ عید کے آگے مولانا سید اکبر حسین کے نام و اسم گرامی کا لکھا ہونا ہی کافی شرح ہی۔ غریبوں کا روزہ امیروں کی عید۔ حضرت شفق کی انشا کی طرح یہ بہی خوب موثر ہے کاش اسکا اثر پڑہنے کے بعد بہی قائم رہے۔ مجبور کی عید نہایت کیفیت دار فسانہ ہی۔ شکریہ کے مستحق تو خواجہ عشرت۔ حضرت اکبر مولانا شفق۔ اور سب ہی حضرات ہیں جنہوں نے ہماری درخواستوں کو منظور فرماکر ہمیں سرافراز کیا۔ لیکن مولانا نسیم پر حیرت ہوتی ہی کہ ہفتہ کو انہیں موضوع بہیجا گیا۔ اور پیر کو جواب باصواب آپہنچا۔ ایسی آمد کی جسقدر تعریف کی جاے کم ہی۔ روزنامہ سفر حجاز وغیرہ۔ آپ چار پانچ پرچوں سے دیکہ رہے ہیں الحمدللہ کہ ہمارے مخدوم کی یہ کوشش غیر معمولی طور پر مقبول ہوئی۔ تحفہ رمضان۔ یہ رباعیاں اور قطعے بہی مناسبت موسم کے سبب دلچسپی سے پڑہے جانیکے مستحق ہیں۔ مولوی محمد مرتضی تسبیر

اور بھی قلمی امداد دینے کا وعدہ کیا ہے۔ تحفے کے بعد ایک غزل ہے۔ اور پھر مولانا حسن اور پروفیسر جمالی کی نعتیں ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔ آخر میں نیمچ کے ایک جلسے کے حالات درج ہیں جو حضرات نیمچ کی طرف سے بطور ضمیمہ شائع کیے گئے ہیں۔ اس میں بہت سے مسلمانوں کو ہمت کرنیوالوں کے لیے کئی دلخوش کن مثالیں ملیں گی۔ منشی تیجا حسین صاحب جنکا ضمیمے کے صفحہ ۱۱ پر ذکر ہے۔ لکھنؤ کے ایک ممتاز زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور خود بڑے شریف۔ قابل۔ اور ہونہار شخص ہیں۔

حیدرآباد کا قیامت خیز سانحہ

یہ خبر مسلمانوں کے ہر طبقہ کے لیے یکساں باعث رنج و محن ہے کہ دکن کے مشہور معدلت گستر اور رعایا پرور بادشاہ ہز ہائینس نواب سر میر محبوب علیخاں بہادر کا ۳ رمضان سنہ ۱۳۲۹ ہجری مطابق ۲۹۔ اگست ۱۹۱۱ء روز شنبہ کو انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بیشک ہر چیز اللہ ہی کی ہے اور اللہ ہی کے پاس جانیوالی ہے۔ کوئی زبردست سے زبردست طاقت قضائے الٰہی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ امیر غریب۔ فقیر درویش۔ مسلم غیر مسلم غرض سب کو احکم الحاکمین کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ حضور نظام (خدا انکی قبر کو نور سے بھر دے) دوسرے روز تک بالکل تندرست و صحیح سالم تھے۔ تیسری تاریخ کو دن کے وقت یکایک فالج گرا۔ اور رات کے ایک بجے تک قصہ تمام۔ اس واقعے سے خاص حیدرآبادیوں کا جو حال ہوا ہوگا۔ اسکا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ میر محبوب علی (خلد آشیاں) کو اپنی رعایا میں جو ہر دلعزیزی حاصل تھی وہ مشکل سے کسی والی ملک کو نصیب ہو سکتی ہے لیکن عام ہندوستان نے بھی غم نظام میں کم حصہ نہیں لیا۔ پنجاب۔ اور یوپی کے ہزاروں گھروں پر الم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اور ایسا تو شاید کوئی نہیں جسنے یہ اطلاع وحشت اثر پاکر ٹھنڈا سانس نہ لیا ہو۔ اور دو چار گل اشک سے مرحوم کی تواضع نہ کی ہو۔ محبوب علی کی سیر چشمی دریا دلی۔ اور فیاضیوں کا اسے آج بدلہ مل رہا ہے۔ وہ شاہان مغلیہ کی طرز حکومت کا آخری تبع تھا۔ کوئی اس سے مستفید ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ لیکن اسکی محبت کا سکہ ہر دلپر ہے۔ آئندہ دربار دہلی میں سب کی خواہش تھی کہ میر محبوب علی کو بڑی سے بڑی عزت ملے۔ ہندو مسلمان۔ عیسائی یہودی کسی کو اس سے اختلاف

نہ تھا۔ مگر آہ! مادرچہ خیالیم و فلک درچہ خیال۔ عرفت ربی بفسخ العزائم ۔ شہنشاہ معظم جارج پنجم مدظلہ کے نائب ہند ہز ایکسلینسی لارڈ ہارڈنگ اور تمام عمائدین عالم نے جن الفاظ میں اس وفات پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ وہ بھی نظام مرحوم کے اثر پردال ہیں وہ گزر گیا۔ لیکن اسکی یاد دلوں میں باقی ہے۔ اور جب تک سلطنت حیدرآباد سلامت ہے باقی رہیگی۔ خدا کرے نئے شاہ دکن ہز ہائنس نواب میر عثمان علیخاں بہادر اپنے باپ کے سپوت ثابت ہوں۔ اور تمام باتوں میں اُنسے بھی وہ قدم آگے ہی رہیں۔ اُن سے مفید اصلاحات کی بہت کچھ امید ہے لیکن بڑی خوشی ہو جو آپ نہایت سادہ اور بغیر عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنیکے ساتھ سخاوت و فیاضی میں بھی مرحوم باپ کی تقلید کریں۔ جدید نظام نہایت ذیعلم صاحب فراست اور طریق ملکداری میں پورے ماہر ہیں۔ اگر انہوں نے اپنے اسم عثمانؓ کی بھی لاج رکھ لی تو یقیناً قبولیت پائینگے۔ ناظرین نظام المشائخ۔ خصوصاً صوفیائے کرام دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ مرحوم نواب کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور اُسکی خدمات کو نوازے اور اعلیحضرت میر عثمان علیخاں نظام ہفتم کو جاہ واقبال اور عمر طبعی عنایت کرے۔ نانقاہوں اور درگاہوں پر ریاست حیدرآباد کے بڑے احسان ہیں ۔

جاپان میں اسلام

مولوی برکت اللہ ایم اے (بھوپالی) جو کچھ عرصہ سے جاپان میں مقیم ہیں۔ اور ٹوکیو کالج کی پروفیسری کے ساتھ ایک انگریزی اخبار اسلامک فریٹرنٹی کے ذریعہ دین خدا کی بڑی بہت خدمت کررہے ہیں۔ اپنے جریدہ مذکور میں رقمطراز ہیں کہ ۲۰۔ مئی ۱۹۱۱ء کو ہمارے ایک جاپانی دوست مسٹر جی بسیکاہ۔ ای نے ہمکو ضیافت کیلئے مدعو کیا۔ اور مسٹر ایچ ناگوجی ساکن اوموائی سے ہماری ملاقات کرائی موخر الذکر ایک مشہور اہل قلم اور مقرر ہیں۔ آپنے حال ہی میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانحعمری جاپانی زبان میں تحریر فرمائی ہے۔ جاپانی زبان میں اسلام پر یہ پہلی تصنیف ہے جو ایک جاپانی کے قلم سے نکلی ہے۔ اور آج کل مطبع میں ہے تصنیف

کتابت ہم سے درخواست کی کہ صفحہ ماذیل عبارتیں عربی حروف میں تین سطریں کرکے علیحدہ علیحدہ
کتاب کے ٹائیٹل پیج پر لکھدیں (۱) بسم اللہ (۲) لا الٰہ الا اللہ (۳) محمد
رسول اللہ ۔ مسٹر سیکورانی نے ہمیں ایک اور نہایت دلچسپ بات سنائی۔ کہنے لگے
جب میں ادموانی میں مسٹر ناگوجی کے مکان پر گیا تو مسٹر موصوف کے بچوں نے متفقہ آواز سے
لا الٰہ الا اللہ پڑھکر مجھے سلام کیا۔ اور جب میں نے اُنسے ان نئے کلمات کی وجہ دریافت
کی تو جواب ملا کہ "یہ دین اسلام کا کلمہ ہے" اسی لیئے میں نے آپ کو اور مسٹر ناگوجی کو باہم متعارف
کرایا ہے۔ جب سوال کیا گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانحمری لکھنے کی آپکو کس طرح
تحریک ہوئی تو انھوں نے کہا۔ "میں ایک دن اپنے مطالعہ کے کمرے میں بیٹھا ہوا آنکھیں بند
کیئے اور قلم ہاتھ میں لیئے ہوئے سوچ رہا تھا کہ اسوقت کیا لکھوں۔ اور کس مضمون پر خامہ فرسائی
کروں۔ ناگہاں مجھپر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ اور میرے ہاتھ نے بے اختیار محمد
(صلے اللہ علیہ وسلم) کا مقدس نام لکھدیا۔ یہ دیکھکر میں نے فیصلہ کرلیا کہ پیغمبر خدا (صلے
اللہ علیہ وسلم) کی سوانحمری میرے لیے بہترین شغل ہوگا۔" اسکے علاوہ جاپان کا ایک مشہور
اخبار گریٹ ایسٹ اشاعت اسلام پر ایک طویل بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے "جاپان کے
کانوں میں اسلام کی جو کچھ بھی صدا پہنچی ہے وہ تنگدل عیسائیوں کی بدولت پہنچی ہے
جنھوں نے اسلام کو بُری صورت میں پیش کیا ہے۔ جاپان جیسے سپاہی ملک کو اسلام جیسے
بہادر مذہب کی ضرورت ہے۔ جاپانیوں کے بہت سے عادات و اطوار مسلمانوں سے ملتے جلتے
ہیں۔ اسلام جاپان میں ایسطورسے اشاعت پائے گا۔ اور ہر دلعزیز ہوگا جس طرح کبھی
بدھ مذہب ہوا تھا۔"

نظام المشائخ فنڈ

ہم نے بہت عرصہ تک نادار اور مستحق مشائخ کی خدمت میں اپنی طرف سے متعدد پرچے مفت
جاری رکھے۔ لیکن اب دوسرے ذی استطاعت حضرات کو بھی خیال کرنا چاہیئے۔ واحد شخص کب تک

یہ بار اُٹھاتے۔ یہ باتیں تھیں جو آخر شعبان اور ابتدائے رمضان میں کئی دفعہ ہمارے دماغ میں آئیں اور ہم نے ارادہ کیا کہ اب کے پرچے میں تجویز پیش کرینگے کہ ایک مد امداد کھولی جائے جس سے وہ لوگ فائدہ اُٹھائیں جنہیں نظام المشائخ پڑہنے کا شوق ہے۔ مگر غربت اور عدم استطاعت اُسے پورا نہیں ہونے دیتی۔ خدا کی کارسازی دیکھئے اور تعجب کیجئے کہ اُسنے ہماری تحریک سے پہلے لوگوں کو حرکت دیدی۔ تھوڑے سے دنوں میں حسب ذیل آمدنی اس مد میں ہو چکی ہے۔

نامعلوم الاسم صہ — مسٹر غلام محمد منشی راجکوٹ سے — مولوی محمد نصیر الدین نظامی فریدی مدراس صہ

محب الفقرا مولٰنا حبیب الرحمٰن خاں شروانی رئیس بھیکم پور للعہ — کل للعہ

نامعلوم الاسم صاحبؒ طلبائے علیگڈھ کی قید لگائی ہے۔ پس مدرسۃ العلوم کے چار طالب علم سوا سوا روپے اپنے پاس سے بہیجکر نظام المشائخ سال بہر لے سکتے ہیں باقی سوا سوا روپیہ معطی کے پانچ روپیوں میں سے پورا کر لیا جائے گا۔ حکم تو بالکل بے قیمت دینے کا ہے لیکن ہم کالج کے طالب علموں کو متوکل محض بنانا نہیں چاہتے۔ حضرت شروانی کے روپیوں سے پانچ مشائخ کے نام پرچے جاری کر دیئے گئے۔ راجکوٹی اور مدراسی رقمیں مصرف کی منتظر ہیں۔ درخواست میں کافی استحقاق ثابت کرنا چاہیئے۔ طالب العلموں کے لیئے ضروری ہے کہ اُن کی درخواست پر نظام المشائخ کے کسی خریدار یا شہر کے کسی معزز و ممتاز شخص کے دستخط ثبت ہوں۔

مسلم پریس ایسوسی ایشن

اس نام سے جناب مولوی ظفر علیخاں بی اے اڈیٹر اخبار زمیندار نے اپنے مقام لاہور میں ایک انجمن قائم کی ہے جسکے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہیں۔ (۱) مسلمانوں کی دینی و دنیوی بہتری کی کوشش کرنا (۲) اعلیحضرت شاہ انگلستان و شہنشاہ ہندوستان خلد اللہ ملکہم کے تاج و تخت کے ساتھ مسلمانوں کی موجودہ عقیدتمندانہ خیالات کو مزید ترقی و استحکام

دینا۔ اور مسلمانان ہند کے دلوں میں حکومت عالیہ کیطرف سے جان نثارانہ جذبات پیدا کرنا۔ (۳) مسلمان اخباروں میں یک جہتی و اتفاق پیدا کرنے کیلئے ایسے ذرائع سوچنا اور تدابیر اختیار کرنا جنسے انکے باہمی اختلافات مٹ جائیں (۴) حکومت عالیہ اور اسلامی پریس کے درمیان ایک ایسا واسطہ پیدا کرنا جو ہمیں ترجمان کا کام دے سکے۔ (۵) اسلامی پریس کی ترقی کی تدابیر سوچنا اور انپر عمل کرنا۔ (۶) اردو لٹریچر کو ترقی دینا۔ اور ملک میں صحیح علمی مذاق پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔ (۷) نامسلمان خصوصاً ہندو پریس کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کرنیکے لیے موجود رنجش کو گھٹانے اور مزید رنجش کے اسباب رفع کرنے کی کوشش کرنا۔

خوشی کی بات ہے کہ چاروں طرف کے اسلامی اخبارات اس میں شوق سے شریک ہو رہے ہیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ انجمن کو مفید مطالب کامیابی بخشے۔

دُعاخانہ

مسٹر محمد اسحاق صاحبزادہ جناب محمد داؤد صاحب امتحان میں کامیاب ہوگئے۔ آجکل سنٹرل جیل میں انسپکٹر ہیں موعودہ فتوح روپے عنقریب بھیجیں گے۔ منشی محمد سعید صاحب (جالندھر) کے پانچروپیہ آگئے۔ خدا نے انکی اہلیہ کو صحت دیدی۔ محمد آقا نواب ساکن رامپور کیلئے دعا کیجئے کہ اللہ انہیں فراغت معاش عنایت فرمائے۔ اور اہل عیال کے فرائض سے سبکدوش کرے۔ خدمت حلقہ کرینگے۔ بابو غلام محمود صاحب بلیسٹ انسپکٹر بھی دعا کے خواستگار ہیں۔ دلی مراد حاصل ہونے پر کچھ نذر دینگے۔ حافظ محمود صاحب کلکتے سے اپنے دوست مولا بخش صاحب کی بابت لکھتے ہیں کہ وہ علیل ہیں۔ دعا کیجائے۔ حسب حیثیت کچھ پیش کرینگے۔ مولوی محمد احمد صاحب مینائی کی ہمشیرہ زادی کی تندرستی کیواسطے دعا کی جائے۔ پانچروپیہ نذر حلقہ کرینگے۔ شیخ محمد ابراہیم صاحب ساکن موضع سنجر پور کے روزگار کے لیئے دعا فرمایئے پانچروپیہ نذر دینگے۔ بسم اللہ خاں دفعدار کے چھوٹے بھائی کسی سخت مرض میں مبتلا ہیں دعا کیجئے کہ بان کی سلامتی سے اس سے نجات پائیں نذر دینگے۔ مفتی محمد حامد اللہ افسر میرٹھی کے

حصولِ مقصد کیلئے دعا فرمائیے۔ [illegible] روپیہ نذر دینگے + منشی محمد بخش انگٹ پوری قرض کی ادائگی اور اپنی اہلیہ صاحبہ کی صحت کی دعا چاہتے ہیں حسبِ مقدرت خدمت حلقہ کرینگے + ڈاکٹر محمد قمر الدین سب اسسٹنٹ سرجن کی ترقی تنخواہ و مدارج کے واسطے دعا فرمایئے۔ رسالہ نظام المشائخ کے بڑے معاون ہیں۔ اور آیندہ بھی خدمت کرتے رہیں گے + منشی محمد حبیب اللہ حیدرآبادی کی رفع پریشانی کے لیئے دعا کیجئے + منشی فضل الدین پٹواری کے لیئے فرزند نرینہ کی دعا فرمایئے +

حلقہ کا حساب کتاب

آمد از خلیل الرحمن صاحب بابت ادائے منت [illegible] + از منشی محمد اسمٰعیل صاحب گوکسیا بابت ادائے منت [illegible] از حافظ محمد حلیم صاحب ملک التجار کانپور بابت اگست و ستمبر [illegible] + از منشی عبد الرحمن صاحب ای اے سی بابت اگست [illegible] از منشی محمد سعید صاحب جیا نوالی بابت ادائے منت [illegible] + از او ڈیٹر صاحب صوفی بابت اگست ستمبر [illegible] از میر نیرنگ صاحب بی اے وکیل انبالہ [illegible] + از منشی کریم الدین صاحب راجپوت قصور [illegible]

میزان [illegible]

بقایا سابقہ [illegible]

میزانکل [illegible]

خرچ بابت اگیسویں شعبان و رمضان [illegible] + الماری برائے کتب حلقہ [illegible] + کرایہ مکان [illegible] + تنخواہ محرر دفتر [illegible] خط و کتابت و متفرق [illegible] میزان [illegible]

باقی موجودہ [illegible]

شذرات

اُن تمام دقتوں کا خاتمہ کرنیکے خیال سے جو ہر دفعہ انگریزی و اسلامی مہینوں کی مطابقت میں پیش آیا کرتی تھیں ہمنے گزشتہ رسالہ پر تاریخ ڈالدی تھی۔ آیندہ بھی یہی طریقہ جاری رہیگا۔

اں اتنا خیال رکھیں کہ اب عیسوی سنہ و سال کی پیشقدمی کی ضرورت نہیں۔ دائیں طرف ماہ ہلالی ۱۳۳۱ھ ہوگا۔ اور بائیں طرف جو عیسوی تاریخ اُس سے میل کھائے۔ ہمیشہ کسی پرچہ کا ذکر کرتے وقت اُسکی چاند کی تاریخ ضرور لکھیئے۔

افسوس کہ بعض لوگ رسالوں اور اخباروں کو خریدتے ہیں۔ مگر غور سے نہیں پڑھتے۔ اگست نمبر کے ایڈیٹوریل میں جولائی کے صفحات بزم فرید کی غلطی کا ذکر مفصل کر دیا گیا تھا۔ لیکن اب بھی ایک نہ ایک خط اُسکی شکایت کا روز آجاتا ہے۔ پچھلے پرچہ میں کم ستمبر کے سامنے ۲۔ رمضان درج ہوا ہے۔ بیسیوں اصحاب نے بجائے اسکے کہ کچھہ فکر کرتے۔ اسی مضمون کے خط لکھنے شروع کر دیئے کہ شعبان کا پرچہ نہیں پہنچا۔ حالانکہ پہلے ایک موقع پر اعلان ہو چکا تھا کہ ماہ ہلالی تبرکاً لکھا جاتا ہے حساب انگریزی سے رکھیئے۔ اسکا خیال جاتا رہا تھا تو یہ سوچتے کہ ستمبر نمبر (یا رمضان نمبر)۔ اگست نمبر (یا رجب نمبر) کی اشاعت کے پورے مہینہ بھر بعد نکلا ہے اس عرصہ میں ایک ہی پرچہ آنا چاہیئے۔ ہم دوسرے پرچے کا کیوں دعوے کرتے ہیں۔ اگست کے آگے رجب لکھکر ستمبر نمبر میں شعبان کو اڑا جانے کی یہ وجہ تھی کہ شعبان کا ایک دن بھی ستمبر کے مطابق نہ تھا۔ پھر زبردستی شعبان کو ستمبر کے ساتھ کیوں لگا دیا جاتا۔

شکریہ

ذیل میں نہایت شکرگزاری کے ساتھ ان اصحاب کے نام درج کیئے جاتے ہیں جنہوں نے اس مہینے نظام المشائخ کی توسیع اشاعت فرما کر خاکسار اڈیٹر کو ممنون کیا۔

پنڈت پربھودیال صاحب مصر عاشق لکھنوی۔ مولانا مفتی سید محمد حنیف صاحب چشتی نکودری ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب سب اسسٹنٹ سرجن حیدرآباد۔ منشی محمد اکبر صاحب کوٹلہ مغلاں۔ منشی جمال الدین صاحب بریلوی۔ منشی منظور حسین صاحب جہان آبادی۔ منشی سلامت اللہ صاحب بجنوری منشی فقیر احمد صاحب اکبرآبادی۔ مولوی فضل شاہ صاحب اورنگ آبادی۔ منشی ضیاء الحق صاحب بمبئی بھائی کرم سنگھ صاحب امرتسر۔ مسٹر محمود خانصاحب پٹیالہ۔ مولوی لطیف الدین صاحب میرٹھی مولوی سید شریف صاحب گوالیار۔ منشی نعمت علی صاحب دہلوی۔ مولوی محمد تسلیم صاحب پانی پت

جلد ۵ نمبر ۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

نظام المشائخ

فغانِ درویش

(بحضور سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہٗ)

آنکھ کھل جاتی ہے آتے ہی تری درگاہ میں ۔۔۔ تھی یہی جاں پروری نارِ کلیم اللہ میں

برق موسیٰ گرچہ چمکی تھی فرازِ طور پر ۔۔۔ بھر گئی آکر مگر تیرے دلِ آگاہ میں

تجکو محبوب الٰہی کا نہ کیوں ملتا خطاب ۔۔۔ شانِ محبوبی کے جلوے ہیں تری درگاہ میں

آکے باغِ چشت میں دیکھا جو نخلِ لا الٰہ ۔۔۔ کھل گئے وہ راز جو مخفی تھے الا اللہ میں

نغمۂ توحیدِ حق کیسا پُر پروانہ تھا ۔۔۔ اُڑ گئیں روحیں سب ایوانِ فنا فی اللہ میں

اُس رسولِ ہاشمی کا ہے یہ احسانِ کمال ۔۔۔ دولتیں دیں جسنے رکھکر نقش الا اللہ میں

ہے خدا کی معرفت انعام ہر ذی ہوش کا ۔۔۔ جس کی کانیں ہیں نہاں صدق و صفا کی راہ میں

چشم بینا ہو تو ہر ذرہ جہاں کا نور ہے ۔۔۔ کوہ کے منظر نہاں ہیں لیک برگ کاہ میں

میں بھی ہوں اک کشتۂ تیغِ ادائے نازِ دوست ۔۔۔ دیکھتا رہتا ہوں کچھ ہر جلوۂ ناگاہ میں

سُن کے آوازِ فغانِ دل کی تڑپ جاتا ہوں میں ۔۔۔ شورِ موسیقار دیکھا کرتے ہیں اسکی آہ میں

جلوۂ دولت سرائے تو ہم عشق انگیز شد
آتش پنہاں دل از آب اشکم تیز شد

دل کو ملتی ہے یہ دولت عشق کی سرکار سے — راحتیں پاتے ہیں عاشق لذتِ آزار سے
عاشقانِ تفتہ دل کی ایک آہِ درد خیز — بیگماں بہتر ہے کورے وردِ استغفار سے
زاہدا اگر دل میں پیدا صدق ہو بہرِ وصلِ یار — ہے یہ بہتر فکر تجری تحتہا الانہار سے
پڑھ ذرا دانش سے کچھ پیرِ مغاں کی داستاں — پوچھ اسرارِ حقیقت کو کسی ہشیار سے
دیکھ ان بیٹے ہوئے مستانِ عالم خیز کو — کام تو پوں کے لیئے توحید کی تلوار سے
جا کہیں سے سیکھ تو بھی شیوہ آدابِ عشق — کچھ نہیں ہونیکا اس دستار چکری دار سے
تہام دستِ ہوش سے دامانِ دل اس بزم میں — بیغرض ہوکر تو دل ہر مفلس زردار سے
تہا یہی رندوں کا مشرب اور یہی انکا تہا کیش — جا بجا پہیلے جو اُٹھکر یار کے دربار سے

ایک آیا یہاں تو پہنچا دوسرا اجمیر میں
پہنس رہا ہے تو مگر اک ریوڑی کے پہیر میں

اے نظام الدین بگڑا دینِ حق ہی کا نظام — ہوگئیں دنیا و دیں کی برکتیں ہم پر حرام
زاہدوں نے کردیا اب ہمکو دنیا سے جدا — اور کیا ایجاد واعظ نے نیا علمِ کلام
یعنی بے محنت ملیں بیٹھے بٹھائے روٹیاں — اور دروازوں پہ اُنکے ہو ہجوم خاص و عام
غسلِ میت یا خطاب کفر کی دھن کے سوا — عمر بہر اُنکو نہ کچھ کرنا پڑے یہاں اور کام
آہ خود کامی نے سکھلائیں ہزاروں بدعتیں — شیخ نے اپنی پرستش کا بچھا رکھا ہے دام
سیکڑوں ایسے ہیں ہم میں جنکو آجاتا ہے جد — جب کہیں کوئی مشقت کا انہیں کہلاؤ کام
یہ طریقہ ... پن یہ زہد تھا ہر یہ خیال — ہر جگہ رندانِ دیں پرور نے سمجھا تہا حرام
ان کو محنت اور مشقت سے نہ کوئی عار تہی — کرگئے ہیں نام دنیا میں وہ پاکارِ انام
کررہے ہیں آہ درویشی کو اب ناداں خراب — یاد کرلی ہیں انہوں نے چند باتیں خشک و خام

ورنہ ہی اسلام درویشی تو درویشی ہے دین
ہی مگر اب اور کچھ زاہد کا موضوع کلام

اب تصوف رہگیا ہے نام اس مقصود کا
یعنی صوفی کے لیے لازم ہی بیکاری مدام

آہ ہو جس قوم میں عُجُب جہالت کا یہ حال
کسطرح دنیا و دیں کے دھن سے ہوگی شاد کام

ایک ذرہ بھی نہیں فارغ یہاں پر کام سے
خالق علام نے قائم کیا ہے یہ نظام

عالم اجسام میں آکر ہر اک انسان کو
کرنا پڑتا ہے وہی جو کر گئیں قومیں تمام

یعنی پڑھکر علم وہ پائے خدا کی دولتیں
اور جیسے آفاق میں وہ با اصول و انتظام

پھینکدے تیغ خرد سے بحر و بر کو چیر کر
تاکہ ہو شانِ خلافت کی وہ اک حجت تمام

آسمانوں اور زمینوں میں ہیں جتنی نعمتیں
ہوشمندوں کے لیے پیدا ہوئیں بالاہتمام

ہی خدا کی معرفت ہی نام علم و ہوش کا
پا گئے یہ راز پاکر عارف اپنا احترام

دیکھیے لیکن اب اپنے نام لیواؤں کا حال
ہی گدائی پر انہیں اب خواہش ناموس نام

ہی نحوست کچھ عجب اس قوم پر چھائی ہوئی
شامتِ اعمال سے آفت ہی اک آئی ہوئی

اے شناسائے حقیقت اے چراغ بزم راز
چیر کر دل کسکو دکھلاؤں میں یہ سوز و گداز

ہوگئی ہیں مدتیں دل کے غم جاں سوز میں
فی الحقیقت میں نہیں ہوں قائل عشق مجاز

ایک ہی برق تجلی پر رہی میری نظر
دلکو جس نے خود سکھائے ہیں یہ سارے سوز و ساز

ہی روانِ پاک کا کعبہ زیارت گاہ دل
پڑھتا رہتا ہوں کسی کے ذوق سے اُسمیں نماز

کھینچکر لایا ہے جذب دل یہاں تک بھی مجھے
خوش ہوا ہوں دیکھکر اس گھر کو اے مسکین نواز

رنج ہے لیکن یہی یاروں کی حالت او رہی
ہائے مجلس میں ہماری نفس بد ہے فتنہ باز

ناز ہے واعظ کو اپنی شہرت بے سود پر
آہ دکھلائے کوئی آکر اسے راہِ نیاز

سو طرح سے اس نے ڈالے دینداروں میں فتور
خود پرستی نے کرائے اس سے سارے ساز باز

کیوں نہیں آتی سمجھ میں اب وہ تعلیم رسول
یعنی خیر اندیشی عالم میں ہے راحت کا راز

خود غرض بن کر کوئی آرام پا سکتا نہیں — گرچہ پڑھتا ہو وہ شب کو اٹھکے سو رکعت نماز
ہے صفا و صدق میں آسائش روح و رواں — دوستو! محمود بن کر دیکھنا شکل ایاز
جی بھر آتا ہے نظر پڑتی ہے جب اس قوم پر — لیگیا ہے چھین کر کون اس سے ہمدردی کا راز
خود ستائی کے نشہ میں دل ہزاروں چور ہیں — جس جگہ تھی مہر و الفت اب وہاں ہے حرص و آز
داستان غم ہماری غفلتوں سے بڑھ گئی — ورنہ یہ قصہ حقیقت میں نہ تھا اتنا دراز
ہائے وہ باتیں جو نا جائز ہیں ہر اک طور سے — ڈھونڈھتے پھرتے ہیں مفتی انکی تدبیر جواز
رہنماؤں میں کئی بندے بنے ہیں راہ زن — سوئے تبت ہمکو دکھلاتے ہیں وہ راہ حجاز
جہل اور افلاس نے سکھلائیں یہ گمراہیاں — چھا گیا ہے ہمپہ گویا خود سری کا خواب ناز
بات جو سچی کہے۔ کہتے ہیں یہ اُس کو برا — اصل میں ہے نفس بد بیں کی بیاری ترکتاز

آہ۔ دل خوں ہو گیا یاروں کے ظلم و جور سے
دوستو سمجھو کتاب پاک کو کچھ غور سے

اے رسول ہاشمی کے خادم ایواں نشیں — دینداروں سے کوئی کاوش مرے دلکو نہیں
یاد ہے مجکو بھی کچھ رندان پیرو رکا حال — جسطرح سے وہ جسے کوئی بجے ایسا کہیں
بیغرض ہو کر انہوں نے حق پہ باندہی تھی کمر — ایک جوش صدق سے پہنچے عرب تا بہ چیں
جب ہلے وہ کچھ تو بس سارا زمانہ ہل گیا — جس جگہ بیٹھے تو کر دی بات اپنی دلنشیں
سب کا مقصد ایک تھا سب کی تمنائیں تھیں ایک — یعنی ہو ظاہر جلال رب عالم آفریں
وہ نہ مرتے تھے کہیں اپنی فضیلت کیلئے — انکے دلمیں دلنشیں تھی شان رب العلمیں
کانپ اٹھتے تھے وہ جب سنتے تھے اپنی خوبیاں — صاف کہدیتے تھے بس بھائی۔ کہ ہم ایسے نہیں
انکو تھا معلوم۔ ہے بیٹھا ہوا اپنے ہی ساتھ — اک حریف دشمن جان و رواں با صد کمیں
ہے بزرگی ہر بشر کی دانش و اخلاق میں — بوالہوس ہے وہ جو ڈھونڈھے اپنی عزت ہر کہیں
آسمان معرفت کا رنگ لیکن اب ہے اور — اور بنالی ہے نئی ہر شیخ نے اپنی زمیں

حضرت اقدس کے منہ سے جو نکلجائے کہیں ق ہو یہی شانِ حضور مرشدی کہ سب کرلیں یقیں
خشک ہو یا تر ہو یا پختہ ہو یا ہو خام وہ شک کی گنجائش مگر اس میں کہیں مطلق نہیں
کردیا اُن قوتوں کو سست اس تعلیم نے جو دماغوں میں برائے دانش و تحقیق تھیں
مر گئے موجد مسلمانوں میں سب اس وہم سے یعنی وہ جز حکم مرشد کچھ بھی کر سکتے نہیں
فرض ہے یہ ہر طرح سے جھکنے ہر خادم پہ آج گر کرے دعوت تو ہوں عاپل نہایت ہی ہمیں
جو کی روٹی جو کہ کھائی تھی رسول اللہ نے معرفت کے نور میں وہ شیخ کو بھاتی نہیں
یہ بھی ہے لازم کہ نیچے سے نہ نذرانہ ہو کم ورنہ اُس نادان کو عرفاں نہ ہوگا دل نشیں
یہ طریقت اب جو ہے پیران تن پرور کے پاس اسکو دین پاک سے دنیا میں کچھ نسبت نہیں
کیا سناؤں درد دل میں اے شہ صدق و سلوک سن کے حق اس شیخ بھی ہوتا ہے کچھ چیں بر جبیں

نام اپنا کیا بتاؤں میں کہ اک بدنام ہوں
ہاں مگر اس بزم میں ہیچوار درد آشام ہوں

ہوں اُسی پیر مغاں کا خادم حلقہ بگوش جسنے اک ساغر میں بھر کر دیئے سب گنج ہوش
شمع دانش ہر جگہ پر سست اور بے نور تھی جل اٹھی وہ جب اٹھا وہ تاجدار سادہ پوش
ہائے اُسکا یہ سخن ہر رند کو تڑپا گیا "در جہاں بہر عطا با ہمت مردانہ کوش"
شور سا ڈالے ہوئے تھے راہب و احبار سب اُٹھ کے للکارا صداقت نے کہا سب کو خموش
ہاں لو توحید مطلق دولتیں پاجاؤ گے بیگماں اچھے نہیں ہیں شرک کے بیکار جوش
نعمتیں اللہ کی ہیں حق پرستوں کے لئے گر کروگے غور کچھ تم سب کو آجائیگا ہوش
سنکے اسکو چونک اُٹھے جو کچھ بیدار بخت ہوگئے کشور کشا جو لوگ تھے خانہ بدوش
آ لگیں قدموں سے اُنکے دولتیں دارین کی ہائے کیسی مے پلاتا تھا وہ پیر مے فروش
پاگئے مفلس خزانے۔ پائے توحید خدا رکھدیئے پیر مغاں نے اک جگہ پنہا و نوش

اے رسول پاک تیرے مست سب سرشار تھے

دل میں تھا مصرف اُن کا ہاتھ بھی باکار تھے

تیری باتوں کے سوا باتیں کہاں تھیں دلپسند — پر ستم یہ ہے کہ اُن پر ہم نہیں اب کاربند
دُھن ہے واعظ کو کہ ہر جا نام ہو میرا بلند — شیخ کو سودا ہے یہ سمجھیں مجھے سب ہوشمند
اِک طرف نعرہ ہیں لگاتا ہے کوئی شب زندہ دار — ق — کر رہا ہے ہاؤ ہو اُٹھ کر بآوازِ بلند
جسکا مطلب ہے فقط یہ لوگ سُن لیں یہ صدا — اور اُسکے بھی پجاری ہو رہیں زردار چند
کچھ نہیں سمجھا ہے لیکن اِسنے رازِ دین کو — ورنہ خاموشی سے کرتا کام سب یہ ارجمند
سر گھٹائے پھر رہا ہے بیسوا اِک چار سو — لے رہا ہے وہ بھی اپنے روپیے کا رکند
ڈھونڈتے ہیں بزمِ دعوت لوٹتے پھرتے ہیں مال — رہ گئے ہیں آج یہ دینِ ہُدیٰ کے حق پسند
بوالہوس ہیں یہ سبھی صیدِ نگاہِ حرص و آز — اِنکی باتوں پر کوئی عاقل ہو کیسے کاربند
خودستائی بند ہے ان کی ہر اک آواز میں — خود فروشی کا ذِل ہوتا ہے اِن کا وعظ و پند
پھیر دیں جھاڑو یہ اُسکے گھر میں اپنے فضل سے — سامنے اِنکے کوئی بیٹھے جو بن کر مستمند
شیخ کہتا ہے در دِل کے جوش میں اک رند نے — "چوں بخلوت میروند ایں کار دیگر میکنند"
آہ. درویشی سکھاتی ہے کہاں یہ نخوتیں — جن کی دلدل میں پھنسے بیٹھے ہیں یہ سب ارجمند
کچھ نہیں آتا سمجھ میں یہ مقدس لوگ سب — اِک جگہ پر کیوں ملا کر رکھ رہے ہیں زہر و قند
اے علم بردارِ دانش آہ یہ خواہانِ مال — زنگئے بدخواہ را کافور نامے مینہند
بات کچھ لمبی ہوئی جاتی ہے اے عرفاں شناس — ورنہ لکھتا اور بھی اِس نظم کے دو چار بند
ایک دِن اک شیخ کو میں نے سنایا تھا یہ حال — ہو گیا چپ وہ دکھا کر اک ادائے زہر خند

لیکن آمد ایں ندا سوئے من از قسامِ ہوش
گوش نامحرم نباشد. بہر آوازِ سروش

حمید الدین حمید (صوفی)

اہل تصوف کی عید

سلطان الاولیا غوث صمدانی قطب ربانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے اپنے ملفوظات موسوم بہ کتاب غنیۃ الطالبین میں انبیاء اولیاء علماء مشائخین کبار صحابہ راشدین کے اقوال سے سند پیش کرکے اہل تصوف کے لیے ایک بہترین ذخیرہ جمع کیا ہے ٭

اس کتاب میں عید کی خوشی کے متعلق جو خیال اکابرین اسلام اور اہل حق کے ہیں اُن کی تشریح بہت واضح طریق سے کی ہے جسکے بعض مطالب ہم اہل اللہ کے حظ نفس کے لیے پیش کرتے ہیں ٭

عید کا نام عید اس سبب سے رکھا گیا کہ خدائے عزوجل اپنے بندوں کو اس روز از سر نو خوشی اور سرور عنایت کرتا ہے جسکا لطف طالبان حق کا دل اُٹھاتا ہے۔ جو اہل باطن ہیں اُنکو اس روز خوشی اور خورمی کا رونا آتا ہے۔ اور خداوند تعالیٰ اُنپر بخشش اور عطا فرماتا ہے لوگ اپنے قدیم کاروبار اور خورونوش کیطرف رجوع ہوتے ہیں۔ اور خدا کی طرف سے احسان کا فائدہ پہنچتا ہے ٭

بندے اپنے خدا کے فرائض سے فارغ ہوکر رسول کی طاعت اور فرمانبرداری کیطرف متوجہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ رمضان شریف کے روزوں کے بعد شوال کے روزوں کی باری آتی ہے ٭

عید کے روز مسلمانوں کو بشارت ہوتی ہے کہ اپنے گھروں کو واپس جاؤ خوش خوش۔ تم بخشے گئے۔ اور بار گناہ تمہارے سر سے اُتار لیا گیا۔ خدا کی آمرزش کا دن ہے۔ اسی لیے اس روز انعام۔ اکرام اور لونڈی غلام کی آزادی بہتر ہے۔ اور توبہ اور بازگشت مفید ہے ٭

بہشت کو خدا نے عید الفطر کے روز پیدا کیا ہے۔
طوبےٰ کا درخت عید کے دن جنت میں لگایا گیا۔
جبرئیلؑ عید کے دن وحی لیکر آئے۔
فرعون کے ساحروں نے عید کے دن ہدایت کی راہ پائی۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جب عید کا دن آتا ہے۔ اور لوگ عیدگاہ کی طرف نماز پڑھنے جاتے ہیں۔ تو حکم الٰہی ہوتا ہے کہ اے بندو! تم نے میرے واسطے روزے رکھے اور میرے لیے نماز پڑھی۔ اب خلعتِ آمرزش لیکر رخصت ہو۔

حدیث شریف میں ہے اللہ جل شانہٗ شب عید الفطر کو روزہ داروں کو نعمتیں اور اجر مرحمت فرماتا ہے عید کے دن خدا کے فرشتے زمین پر اترتے ہیں۔ شاہراہ اور عام مجمع میں منادی کرتے ہیں (جسکو سوائے جن و انس کے سب سنتے ہیں) کہ اے امتیان محمدؐ اپنے پروردگار کی عبادت کو نکلو کہ بارگاہ اقدس و اعلےٰ سے رحمت کے خلعت بٹ رہے ہیں اور جب لوگ نماز کے واسطے گھر سے باہر نکلتے ہیں اور نماز پڑھ کے دعا مانگتے ہیں تو وہ مقبول ہوتی ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں +

اور اہل تصوف کی اصطلاح میں شب فطر کا نام شب جائزہ ہے۔ اچھے اچھے کپڑے پہننے اور عمدہ عمدہ کھانے کھانے اور حسینوں سے نظر لڑانے اور دنیاوی ہوا و ہوس نکالنے کا نام عید نہیں ہے +

اہل دل کی عید یہ ہے کہ قبولیت کے آثار معلوم ہوں اور گناہوں کا کفارہ کیا جائے اور برائیاں نیکیوں سے مبتدل ہوں۔ اور سینہ نور ایمان سے روشن ہو۔ علوم کے دریا زبان پر موجزن ہوں +

عید کے دن کوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے ملنے گیا۔ اس نے دیکھا کہ آپ خشک روٹی کھا رہے ہیں۔ کہنے لگا حضرت عید کے دن سوکھے ٹکڑے؟ آپ نے فرمایا عید تو اُسی

کی ہے۔ جبکے روزے مقبول ہوئے اور گناہ بخشے گئے۔ آج ہی ہماری عید ہے اور قیامت میں بھی ہماری عید ہے۔ اور جس دن ہم گناہ نہ کریں اُس دن ہماری عید ہے +

مومن کی عید رضائے خدا تعالیٰ ہے۔ اور گمراہ کی عید رضائے شیطان۔ مومن تو اپنی عیدگاہ کی طرف جاتا ہے۔ اِسکے سر پر ہدایت کا تاج ہے۔ اسکی آنکھوں میں عبرت اور فکر کی علامت ہے۔ اور کانوں میں حق کی آواز ہے۔ زبان پر شہادت کا کلمہ ہے۔ دل میں نور معرفت۔ اور جائے پناہ جامع مسجد عجز و انکسار اسکا شیوہ ہے +

ہماری عید سے پہلے تین قوموں میں عید کا رواج تھا ابراہیم علیہ السلام سے جب اُن کی بت پرست قوم نے کہا آج عید ہے تم بھی چلو تو اُنہوں نے عذر کیا کہ میں بیمار ہوں۔ جب یہ سب چلے گئے تو آپنے بت خانہ کے تمام بت توڑ ڈالے اور تبر ایک بڑے بُت کے کندھے پر رکھدیا +

لیکن جب لوگ عیدگاہ سے واپس آئے اور اُنسے پوچھا کہ ہمارے بتوں کو کس نے توڑا تو اُنھوں نے صاف کہدیا اور بڑی غیرت دلائی کہ تم ایسے لاچار خداؤں کو پوجتے ہو +

خدا نے آپکو اپنی دوستی سے سرفراز کیا۔ اور مردہ جانور اُن کے ہاتھ سے زندہ ہونے لگے۔ دوسری عید موسیٰؑ کی قوم کی عید ہے۔ جب فرعون نے موسیٰ کے قتل کا ارادہ کیا۔ فرعون کے ساتھ بہتر جادوگر تھے۔ سات سو رسیاں اور لاٹھیاں جنپر پارہ ملا تھا۔ بہت بڑا اژدہام تھا۔ اور تمام خلقت دھوپ میں کھڑی تھی۔ جب دھوپ تیز ہوئی تو وہ لاٹھیاں رسیوں میں لپٹی ہوئی دوڑنے لگیں۔ لوگوں کو شک ہوا یہ سانپ دوڑے آتے ہیں۔ حضرت موسیٰ نے اپنے ہراس کو کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ اور اللہ کا ذکر کیا جو لوگ اِن ڈھکوسلوں سے ڈرتے ہیں اُن کے ایمان پختہ نہیں ہیں وہ خدا پر بھروسہ نہیں رکھتے ہیں +

خدا کو اِن کا استقلال پسند آیا۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے خدا کے حکم سے عصا کو پھینکدیا

وہ ایک اژدہا بن گیا۔ اور سب رسیاں اور لاٹھیاں نوش جان کرگیا۔ اسپر بھی اُسکا پیٹ نہ بھرا۔ جادوگر اس کے خوف سے دم دبا کر بھاگے۔ جب انہیں بھی پناہ نہ دیکھی تو نہایت عاجزی اور انکساری سے خدا کے سجدے میں گرے اور کہنے لگے۔ ہم موسیٰ کے خدا پر ایمان لائے۔ ۵۰ ہزار آدمی اس بھاڑ میں کھل گئے۔

تیسری عید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اُنکے حواریوں نے کہا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ خدا کھانے کے خوان آسمان سے اُتارا کرے۔ حضرت عیسیٰ نے کہا۔ تم اس درخواست سے اپنے لیے بلا نہ مول لو۔ اگر خوان آسمان سے آئے اور تم نے اسکو جھوٹ جانا۔ تو عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

حواری عبرانی زبان میں دھوبیوں کو کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کی پیغمبری کی تصدیق سب سے پہلے ان لوگوں نے بغیر عذر کے کی۔ اور صدق دل سے ایمان لائے یہ لوگ بیت المقدس میں رہتے تھے۔ کپڑے دھوکر اوقات بسر کرتے تھے جب حضرت عیسیٰ کو قوم نے بہت ستایا۔ آپنے ان لوگوں سے مدد طلب کی تو انہوں نے اپنا کاربار چھوڑ دیا اور انکے ساتھ ہو لیے۔ ہر جگہ انکے ساتھ سیر کرتے پھرتے تھے اور معجزات نبوت دیکھتے تھے۔ لیکن ان معجزات کی دل سے ان کو تصدیق نہ ہوتی تھی جب وہ بھوکے ہوتے تو حضرت عیسیٰ اپنے ہاتھ سے زمین سے دو دو روٹیاں انکو اٹھاکر دے دیا کرتے تھے۔ آپ بھی اسیقدر کھایا کرتے تھے۔

شہروں شہروں خدا کی توحید بیان کرتے پھرتے تھے۔ ایک روز پانچہزار آدمی نے مجمع سے آکر حواریوں نے یہ سوال کیا۔ حضرت عیسیٰ نے انکے اصرار سے خدا سے دعا کی کہ الٰہی آسمان سے ایک نعمت کا خوان عنایت فرما کہ ہمارے واسطے اور نیز ان لوگوں کے لیے جو ہمارے بعد آئینگے عید کا باعث ہو۔ یہ لوگ ایک معجزہ طلب کرتے ہیں حکم الٰہی ہوا۔ ہم عنقریب مائدہ بھیجتے ہیں۔ لیکن ان میں سے اگر کسی نے کفران

نعمت کیا تو ایسا عذاب نازل ہوگا کہ دنیا میں کسی نے نہ دیکھا ہوگا +

اتوار کے روز بھنی ہوئی مچھلیاں اور چپاتیاں۔ اور خرمے کا خوان آسمان سے اُترا حضرت عیسیٰ ایک باغ میں رونق افروز تھے پہلے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر اپنے حواریوں سے کہا۔ تم سب لوگ حلقہ باندھکر اللہ کا نام لیکر کھانا شروع کرو۔ لیکن روٹی ہاتھ میں نہ اُٹھانا۔ اسطرح پانچہزار آدمی اس قلیل کھانے میں سیر ہوگئے۔ اور کھانا اُسی طرح باقی رہا۔ پھر وہ دسترخوان آسمان پر اُٹھا لیا گیا۔ اس کھانے کی برکت سے ہر ایک فقیر مسکین جو دسترخوان پر تھا غنی اور مالدار ہو گیا۔ اور پھر کبھی محتاج نہوا۔ بیمار تندرست ہوگئے۔ بعض لوگوں نے چوبیس زنبیلوں میں چھپا کر کھانا بھر لیا۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ نے منع کیا تھا + سبنے حضرت عیسیٰ کی رسالت کی تصدیق کی +

پھر اپنی قوم یہودیوں سے یہ معجزہ بیان کیا۔ یہودیوں نے اُن کے کلام کی تردید کی۔ اور ایسی تردید کی کہ وہ لوگ بھی اسلام سے پھر گئے +

خدا نے اس ناشکری سے اُنکی صورتیں مسخ کردیں۔ سوتے میں سب سور ہوگئے +

اس حساب سے امت محمدیہ کی عید چوتھی عید ہے۔ انسان کو چاہیے کہ خوف و رجا کے دونوں پلّے برابر رکھے عقلمند کو لازم ہے کہ عید کو ظاہری خوشی تک محدود نہ رکھے بلکہ نظر عبرت اور فکر باطنی عید پر رکھے اور آخرت کی عید کو مقدم جانے۔ جب عید کی رات کو سونے لگے تو غنودگی کے درمیان اپنے خدا کو یاد کرے۔ اور جب لوگ صبح کو لباس نفیس پہنے ہوئے جاتے ہوں تو اُنکی روحانی صفائی پر ظاہری پوشاک کو ترجیح نہ دے +

دنیا کی دولت اور عظمت طلب کرنیوالے رنج میں مبتلا ہیں اور نعمت آخرت سے محروم ہیں عید منانا ہے تو بزرگان دین کی طرح مناؤ۔ جس سے ایمان تازہ ہو اور نور عرفان پیدا ہو۔

محمد عبدالرؤف عشرت لکھنوی

غزل

درمنقبت حضرت خواجہ غریب نوازؒ

سجایا ہے وہ تونے بازار خواجہؒ
خدا بھی ہے جس کا خریدار خواجہؒ

میں ہوں تیرا مدت سے بیمار خواجہؒ
دکھا دے مجھے اپنا دیدار خواجہؒ

عنایت ہو اب تیری درکار خواجہؒ
بہت ہو گیا ہوں میں لاچار خواجہؒ

زمانے کے احوال روشن ہیں تم پر
مصیبت کروں کیا میں اظہار خواجہؒ

لقب آپکے کیا ہی اچھے ہیں چاروں
شہنشاہ. سلطان سرکار خواجہؒ

مسیحا کی مانند مردے جلانے
ذرا بھی نہیں تجکو دشوار خواجہؒ

عرب اور عجم کیوں اکٹھے ہوتے ہیں
نہیں ہے جو دنیا کا غمخوار خواجہؒ

نہ وہ طور پر ہیں نہ عرشِ بریں پر
جو گنبد پہ ہیں تیرے انوار خواجہ

خدا کے تو گھر کے ہیں مالک محمدؐ
محمدؐ کے گھر کا ہے مختار خواجہؒ

تو محبوب ہو اشرفِ انبیا کا
تو ہی سارے عالم کا سردار خواجہؒ

شرابِ محبت چھلکتی ہے ہر دم
مرا دل ہو اک جام سرشار خواجہؒ

خدا کے لیے اپنا جلوہ دکھاؤ
تڑپتا ہے میرا دلِ زار خواجہؒ

بلاتا ہے شاہ و گدا کو جہاں سے
رجب میں تو کرتا ہے دربار خواجہؒ

کلامِ الٰہی کلامِ محمدؐ
تری گفتگو تیری گفتار خواجہؒ

مسلمان ہندو یہودی نصاریٰ
کسی کو نہیں تیرا انکار خواجہؒ

خدا نے دیا ہے یہ اعجاز اُسکو
بنا دے جہنم کو گلزار خواجہؒ

فراق آپ کی مشکلیں حل کرینگے
علیؓ و نبیؐ کے ہیں دلدار خواجہؒ

فقیر ناصر نذیر فراق دہلوی

ہندوستان میں اسلام کی اشاعت اور حفاظت

ہندوستان کے کسی مورخ نے اس ملک میں اشاعت اسلام کی تاریخ نہیں لکھی جہاں تک میرا خیال ہے پروفیسر آرنلڈ کی کتاب دعوت اسلام (پریچنگ آف اسلام) سے پیشتر کوئی تصنیف اس مضمون پر موجود نہیں تھی۔ پروفیسر صاحب کی اس قابل قدر کتاب کا ماخذ زیادہ تر انگریزی کتابیں ہیں۔ اسی وجہ سے ہندوستان کے متعلق اس کتاب میں بہت سی قابل بیان روایتیں رہ گئی ہیں جو ہندوستان کی مختلف تاریخوں اور اولیاء اللہ کے تذکروں اور ملفوظات میں اشاعت اسلام کے متعلق ضمناً بیان کی گئی ہیں ظاہر ہے کہ ان کثیر التعداد کتابوں سے اس مضمون کا انتخاب کرنا کسی ایک شخص کا کام نہیں ہے لہذا جملہ بندگان دین سے جو اس مضمون سے دلچسپی رکھتے ہوں التماس ہے کہ اپنی اپنی تلاش و تحقیق سے اس بیان پر مضمون تحریر فرمائیں۔ تاکہ ایک قابل قدر اور دلچسپ ذخیرہ فراہم ہوجائے جو ان انجمنوں اور واعظین کی خدمت بابرکت میں پیش کیا جاسکے۔ جو اشاعت و حفاظت اسلام کی خدمت میں مصروف ہیں۔ میں اپنی محدود واقفیت کے مطابق اپنے اس خیال کی ابتدا کرتا ہوں۔

مخالفین اسلام کے اس اعتراض کی کہ ہندوستان میں اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ کافی تردید ہوچکی ہے۔ چنانچہ سلطنت اسلامیہ کے قائم ہونے سے پیشتر داعیان ملت اسلامیہ ہندوستان میں پہنچ گئے تھے۔ قصبہ دھار میں جو راجہ بھوج کی راجدھانی تھا۔ عبداللہ شاہ چنگال نامی بزرگ کا مقبرہ اب تک موجود ہے جو مکہ معظمہ سے راجہ مذکور کے زمانہ میں وارد دھار ہوئے تھے۔ راجہ بھوج حضور سرور کائنات صلعم کا ہمعصر اور سمت ۵۱۶ میں مسند نشیں ہوا تھا۔ اس مقبرہ پر جو کتبہ کندہ ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ

عہد ابر شاہ سے قبل کچھ مسلمان وارد بار ہوئے تھے جنہیں ہندوؤں نے شہید کر ڈالا۔ اس کے بعد شاہ صاحب وارد ہوکر اس ملک میں اسلام پھیلایا۔ اور راجہ بھوج کو مسلمان کیا۔ اسکے علاوہ ہندوستان کے اکثر مقامات پر ان داعیان اسلام کے مزارات موجود ہیں جن کا ہندوؤں کے عہد سلطنت میں آنا بیان کیا جاتا ہے کسی تاریخ یا تذکرہ میں اُنکے ناموں کا پتہ نہیں چلتا۔ مگر زبانی روایتیں اب تک مشہور چلی آتی ہیں +

ہندوستان کے اولیاے کبار کے سرتاج حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ نے راجہ پرتھی راج ہی کے زمانہ میں راجپوتانہ میں نور اسلام پھیلایا۔ پنجاب میں اُس زمانہ سے سو سوا سو برس پیشتر حضرت حسین زنجانی رح اور مخدوم علی ہجویری رح کے ارشاد و تلقین سے ہزاروں ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ جنوبی ہندوستان خصوصاً ساحلی مقامات پر عرب تاجروں کے ساتھ واعظ بھی داخل ہوئے۔ اور اُن کی تعلیم و تلقین سے اسلام کی اشاعت ہوئی۔ کشمیر میں سب سے پہلے بابا بلبل شاہ رح اشاعت اسلام کے واسطے تشریف لائے۔ اور راجہ رتن جو والی کشمیر کو مسلمان کیا۔ راجہ کے مسلمان ہوتے ہی رعایا نے بھی کثرت سے اسلام قبول کیا[۱] +

سلطنت اسلامیہ کے قائم ہونیسے اگرچہ مسلمانوں کو ملکی اقتدار حاصل ہوگیا اور دین کی اشاعت میں کسیکو مجال مزاحمت باقی نہ رہی۔ مگر صوفیاے کرام نے ہمیشہ اپنے کام کو سلطنت سے علیحدہ رکھا۔ اور نہایت امن کے طریقہ سے اشاعت اسلام میں مصروف رہے۔ بڑے بڑے شہروں سے لیکر دیہات تک اپنی خانقاہوں یا ٹوٹی پھوٹی جھونپڑیوں میں رہتے۔ دال دلیا اپنی محنت کی کمائی سے کھاتے۔ اپنے مولیٰ کو یاد کرتے۔ اور

---

[۱] دیکھو تزک افغانی مطبوعہ مفید عام آگرہ صفحہ ۱۰۲ - ۱۰۳ + [۲] بابا بلبل شاہ اور اس واقعہ کا مفصل حال تاریخ اعظمی کشمیر مطبوعہ مطبع محمدی لاہور صفحہ ۲۹ لغایت ۳۲ میں دیکھنا چاہیئے +

مخلوق الٰہی کو اسلام کا سچا نمونہ دکھا کر اسلام کا گرویدہ بناتے تھے۔ شمالی ہند اور دکن کے جو فاتحین شاہی خاندانوں کے بانی ہوئے علی العموم اُن کا طرز عمل ایسا تھا کہ غیر مذہب والے اسلام کو اُنکی حالت دیکھکر کبھی اچھا نہ تصور کر سکتے تھے۔ ان میں اکثر کو تبلیغ مذہب کی مہلت ہی نہ ملی۔ اور زیادہ تر یہ بادشاہ خانہ جنگیوں یا ہندوؤں سے لڑنے بھڑنے میں مصروف رہے۔ ایک بادشاہ کے بعد دوسرا بادشاہ اور ایک خاندان کے بعد دوسرا خاندان سریر آرائے سلطنت ہوتا گیا۔ طرح طرح کے کشت و خون۔ فساد۔ دنگے ہوتے رہے۔ مگر یہ پاک نفوس ان سب جھگڑوں سے الگ تھلگ اور توحید الٰہی کے پھیلانے میں مصروف رہے۔ اگرچہ ان میں اکثر بزرگ ایسے گزرے کہ اگر وہ چاہتے تو ادنیٰ اشارے سے سلطنت کی کایا پلٹ دیتے۔ مگر ان روحانی بادشاہوں نے تا وقتیکہ سلطنت کی طرف سے انکے خاص کام میں مزاحمت نہ کی گئی۔ بادشاہت سے کوئی سروکار نہ رکھا ہندوستان کی تاریخ میں اکثر ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جب کسی بادشاہ یا امیر نے دولت و امارت کے نشہ میں سرشار ہو کر کسی بزرگ سے پرخاش کی تو یہ بزرگ کلمۂ حق پر ثابت قدم رہے۔ طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھائیں۔ قید کی مصیبتیں جھیلیں۔ اکثروں نے جان تک قربان کردی۔ مگر اپنے مقصد کو نہ چھوڑا۔ اور راہ راست سے منہ نہ موڑا۔ چنانچہ سلطان محمدؒ تغلق نے جب شیخ شہاب الدین رحؒ کو جو اس عہد کے متاخرین عظام سے تھے۔ اور دہلی کے قریب ایک وسیع غار میں شب و روز عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے اپنے دربار میں طلب کیا تو آپ نے آنے سے انکار کیا۔ اور فرمایا کہ میں اس ظالم بادشاہ کی خدمت ہرگز نہ کرونگا۔ اس پر بادشاہ نے زبردستی آپ کو پکڑ بلایا اور کہا کہ تو مجھے ظالم کہتا ہے آپ نے کہا کہ بیشک تو ظالم ہے۔ اور مخلوق خدا پر فلاں فلاں ظلم تو نے کیے ہیں اسپر بادشاہ نے اپنی تلوار نکالکر قاضی صدر جہاں کے ہاتھ میں دی۔ اور شیخ سے کہا کہ مجھے ظالم ثابت کر۔ اور بصورت اثبات جرم میری گردن اس تلوار سے اڑا دے۔ شیخ نے

ایاکہ جو شخص تجھ پر ظالم ہونے کی شہادت دے گا وہ خود قتل کیا جائے گا۔ لیکن تو خود سنتا ہے کہ تو ظالم ہے اس جواب سے بادشاہ نے مشتعل ہوکر آپ کو قید کردیا۔ ہر چند لوں نے سمجھایا کہ آپ اپنے لفظ واپس لے لیں۔ مگر آپ نے انکار کیا۔ اور جھوٹ پر شہادت ترجیح دی۔ ۱۴ دن تک کچھ نہ کھایا۔ قید و بھوک کی مصیبت پر صبر کیا۔ آخر کو شہید دے مگر اپنی بات سے نہ ہٹے[1]۔ اسی طرح فقیہ عفیف الدین، شیخ شمس الدین، شیخ یدی وغیرہ اس بادشاہ کے عہد میں شہید کیے گئے ✦

سلطان محمد شاہ بہمنی جب تخت نشین ہوا تو شیخ زین الدین اولیاء رحمۃ اللہ نے شراب نوشی اور بعض دیگر مناہی کے ارتکاب کی وجہ سے بیعت نہ کی۔ اور فرمایا کہ بادشاہی کے لائق وہ شخص ہے جو خود شعار ملت محمدی صلعم کی کوشش کرکے سراً اور علانیۃً مناہی کے گرد نہ پھرے۔ چند روز کے بعد ایک واقعہ ایسا پیش آیا کہ بادشاہ حضرت شیخ سے اور زیادہ ناراض ہوگیا ہے۔ اور شیخ کے پاس ایک مصاحب کی معرفت پیغام بھیجا کہ یا تو میرے دربار میں حاضر ہوجیئے یا میری خلافت پر بیعت کرکے اپنے ہاتھ سے خط لکھ بھیجئے یا میری عملداری سے نکل جائیے شیخ نے اسکے جواب میں لکھا کہ مجھے کوئی بات منظور نہیں۔ تجھے اختیار ہے کہ جو چاہے سو کر۔ میں تیرے ظلم کا متحمل ہونگا۔ مگر راستی کو نہ چھوڑوں گا آخر کار بادشاہ نے پشیمان ہوکر اپنے ہاتھ سے یہ مصرع لکھکر شیخ کے پاس بھیجا ع

نہ زرال تو ام تو زان من باش

پھر بادشاہ نے حضرت کے ارشاد کے بموجب شراب پینا چھوڑ دیا۔ اور شراب فروشی کی ممانعت کرکے ترویج شریعت کا ایسا ساعی جمیلہ مبذول رکھی۔ اور چوروں اور ڈاکوؤں کا نام و نشان مٹادیا[2] ✦

---

[1] مفصل حال ترجمہ سفرنامہ ابن بطوطہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ لغایت ۱۰۹ میں دیکھو ۱۲

[2] مفصل حال تاریخ فرشتہ میں دیکھو ۱۲

سلطان محمود خلجی والیئے مانڈو اکل و شرب و پوشاک میں اکل حلال کا پابند تھا جب
اُس نے احمد آباد پر چڑھائی کی اور ایک مدت تک وہاں قیام کیا تو مولانا شمس الدین
حق گو رح کو جو بزرگان احمد آباد سے تھے طلب فرماکر کہا کہ میں ترکاری اور بقولات کیطرف
سے فکر مند ہوں اور تختوں پر اسقدر ترکاری کہ بادرچی خانہ کو کفایت کرے بہم نہیں پہنچتی
اگر کوئی شخص زمین حلال تصرف میں رکھتا ہو اور وہاں ترکاری بوئی جاتی ہو تو مجھے بتلایئے
کہ وجہ حلال سے خرید کرکے تصرف میں لاؤں۔ مولانا نے فوراً جواب دیا کہ اے سلطان!
ایسی بات نہ کہہ کہ موجب ہنسی ہو۔ کس واسطے کہ مسلمانوں کے ملک پر حملہ کرنا اور انکے
مساکن و منازل ویران کرنا اور مال و اسباب لوٹنا جائز اور کھانے پینے اور ترکاری
میں شرع کا مقید ہونا عقل سے دور اور خدا ترسی سے بعید ہے۔ بادشاہ اس آزادانہ
تقریر کو سنکر آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ اور کہا کہ مولانا آپنے جو کچھ فرمایا وہ بہت صحیح ہے
لیکن جہانگیری بغیر اسکے میسر نہیں ہوتی[1]۔

تاریخ میں مشائخین کی اس قسم کی دلیری اور حق گوئی کی سیکڑوں مثالیں موجود
ہیں۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ جو کام بڑے بڑے لشکروں سے انجام نہیں ہو سکا
وہ ایک بزرگ کی ادنے توجہ سے انجام پاگیا۔" فوجوں میں سخت لڑائی چھڑی ہوئی ہے
یا دو بادشاہ ہستی پیکار ہیں کہ یکایک ایک کمبل پوش نے آکر باتوں باتوں میں تصفیہ
کرادیا۔ اور دونوں ہنسی خوشی اپنی اپنی راہ ہو لیئے۔

ایک فاتح بادشاہ نے ہزاروں بے گناہوں کو قید کر رکھا ہے جس میں ہر مذہب و
ملت کے لوگ شامل ہیں۔ ایک بزرگ تشریف لائے اور اس فاتح کو باتوں باتوں
میں ایسا رام کیا کہ سب کی رہائی کا حکم صادر ہو گیا۔ اور سب دعائیں دیتے ہوئے اپنے
اپنے بال بچوں سے جا ملے۔ یہ سب للہیت اور خلوص کی برکتیں تھیں کہ خلق خدا کا
دل اپنی طرف کھینچکر اُن پر حکومت کرتے تھے۔

جس طرح ہندوستان میں اس زمانہ میں عیسائیوں کے مختلف فرقوں کی جا بجا مشنیں جاری ہیں۔ اور سب فرقے اپنے اپنے طریقے کے مطابق متحدہ طور پر اپنے مذہب کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ اسیطرح مشائخین اسلام کے مختلف خانوادے مذہب اسلام کی روشنی پھیلانے میں مصروف تھے۔ فرق صرف اسقدر تھا کہ آج عیسائیوں کا کروڑوں روپیہ اشاعت مذہب پر صرف ہو رہا ہے۔ اور تنخواہ دار واعظ کام کر رہے ہیں وہاں محض خدا کی خوشنودی اور مخلوق خدا کی ہمدردی کے خیال سے بلا کسی اُجرت کے یہ کام فرض مذہبی کے طور سے انجام پاتا تھا۔ پیر اپنے مریدوں (خلفا) کو ہندوستان کے مختلف شہروں اور قصبوں میں ہدایت و تلقین کی غرض سے مستقل طور سے متعین کرتا۔ اور اُنکے متعلق ہر قسم کی خبر گیری رکھتا تھا جو بزرگ اس طرح متعین ہوتے وہ اپنے قرب و جوار کے علاقے میں اپنے مریدوں کو تعلیم و یکر تعینات کرتے تھے۔ پیر کیطرف سے خلیفہ کو باضابطہ سند خلافت۔ خرقہ مصلے وغیرہ عطا ہوتا تھا۔ یہ اس قسم کا وسیع سلسلہ تھا کہ جس کی شاخیں ہندوستان کے چھوٹے سے چھوٹے مقام تک پھیلی ہوئی تھیں۔ مثال کے طور پر ہم سلسلہ چشتیہ نظامیہ کا مختصر حال ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جس سے اس سلسلہ کی وسعت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

بانی سلسلہ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ کے اس قدر مرید اور خلیفہ ہوئے کہ بیان سے باہر ہیں۔ خلفائے گرامی کی تعداد بھی اتنی ہے کہ اُس کی نقل کے واسطے دو صفحوں کی ضرورت ہے۔ یہ خلفا تمام ہندوستان میں پھیلے ہوئے تھے۔ اُن کی ہدایات و تلقین سے لاکھوں مخلوق خدا نے شرف اسلام حاصل کیا۔ دولت آباد دکن سے لیکر بنگالہ تک۔ اور پنجاب و راجپوتانہ میں ہزاروں خانقاہیں اس سلسلہ کی آج تک موجود ہیں۔ صدر مقام دہلی کے علاوہ دولت آباد کے متصل خلد آباد۔ مانڈو۔ احمد آباد دھار۔ اُجین۔ سارنگ پور۔ چندیری۔ بدایوں۔ اودھ۔ ہانسی۔ ملتان۔ گوڑ وغیرہ اس

خانوادہ عالی کے بڑے بڑے مرکز تھے۔ منقول ہے کہ سب سے پہلے حضرت شیخ منتخب الدین چشتی رحمۃ اللہ کو حضرت محبوب الٰہی نے مع ... مریدوں کے ارشاد خلائق کے واسطے دکن کی طرف روانہ کیا۔ حضرت شیخ بمقتضائے بشریت اس کثیر التعداد جماعت کے خرچ کے بارے میں متفکر ہوئے۔ حضرت محبوب الٰہی نے مراقبہ فرماکر ارشاد فرمایا کہ ان سب آدمیوں کا خرچ نماز تہجد کے بعد تمہارے پاس پہنچا کرے گا۔ آپ نے دیوگیر (دولت آباد) پہنچکر چراغ اسلام روشن کیا۔ اور ہزاروں بندگان خدا کو راہ راست پر لائے ۷۹۵ھ میں آپکے انتقال کے بعد آپکے بھائی شیخ برہان الدین غریب رح مع چارسو درویشوں کے دولت آباد روانہ کیئے گئے۔ اور وہاں کے باشندوں کو آپ کی ذات والاصفات سے فیض عظیم پہنچا۔ ان دونوں بزرگوں اور انکے خلفاء اور پیربھائیوں کی خانقاہیں اور مزارات خلد آباد میں جو دولت آباد کے قریب واقع ہیں۔ بنگالہ میں شیخ اخی سراج الدین عثمانی رح تعینات کیئے گئے۔ اور انکی ہدایت سے ہزاروں آدمیوں نے مذہب اسلام اختیار کیا۔ غرضکہ صرف اس سلسلہ عالی کی بدولت لاکھوں مخلوق خدا نے صراط مستقیم پر قدم رکھا۔ اسی پر ہندوستان کے دیگر سلاسل کی کارگزاری کا اندازہ کرنا چاہیئے۔

اشاعت اسلام کے متعلق ان بزرگوں کے علاوہ جن کا ذکر اوپر ہوچکا ہے چند خاص نام اور قابل بیان ہیں۔ گجرات میں ملا علی نے جن کا مذہب امامیہ اور مزار قصبۂ کھمبایت میں واقع ہے۔ ایک کثیر جماعت کو جو بوہرہ کے نام سے مشہور اور نہایت متمول تجارت پیشہ قوم تھی۔ مذہب اسلام میں داخل کیا[1] پیر صدر الدین و پیر امام الدین نے جو فرقہ اسمٰعیلیہ کے داعی تھے۔ ضلاع سندھ و بمبی اور کاٹھیاواڑ و گجرات میں خاص کامیابی حاصل کی۔ واعظین و مشائخین دکن و گجرات میں محمد صادق سرمست حسینی رح سید محمد ہاشم گجراتی بیجاپوری۔ سید محمد حسین گیسودراز رح۔ شیخ بابا رح۔ سید محمد رح

[1] مآثر الامراء جلد اول صفحہ ۲۴۰ و ۲۴۱۔

سید عمرؒ ۔ حضرت شاہ عالم بخاری گجراتیؒ شیخ سراج الدین جنیدیؒ ۔ شاہ رکن الدین گلبرگئیؒ ۔ شاہ قاسم قادری بیجاپوریؒ وغیرہ نے ہزاروں کافروں کو اپنی تعلیم و تلقین سے مسلمان کیا۔ رائے منڈلیک نے جو گجرات کا ایک زبردست راجہ تھا۔ سلطان محمود شاہ گجراتی کے عہد میں شاہ شمس الدین نام ایک بزرگ کے فیض صحبت سے اسلام قبول کیا۔ اور اُسکے مسلمان ہونیسے اُس نواح میں اسلام کی ترقی ہوئی[۱]+

خاص ہندوستان و پنجاب میں حضرت شیخ بدیع الدین مدارؒ کے انفاس متبرک کی برکت سے لاکھوں ہندو مشرف باسلام ہوئے۔ آپنے ہندوؤں کے مشہور تیرتھ گاہوں کوہستان نیپال و بدری ناتھ اور گرنار وغیرہ کی سیر کی۔ اور بڑے بڑے صاحب کمال فقرائے ہنود سے بحث کر کے دائرہ اسلام کو وسیع کیا۔ حضرت بو علی شاہ قلندر پانی پتیؒ نے پنجاب کے کھتریوں کی ایک بڑی تعداد کو شرف اسلام سے مشرف کیا۔ یہ تجارت پیشہ اور متمول لوگ تمام شمالی ہند میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور پنجابی سوداگروں کے نام سے موسوم ہیں۔ حضرت شیخ محمد ترک نارنولیؒ نے راجپوتوں میں شمع اسلام روشن کی۔ شیخ داؤد جہنی والؒ کے حال میں جن کا مزار شیر گڈھ ضلع منٹگمری میں واقع ہے۔ صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں کہ میں تین چار روز تک آپ کی خدمت بابرکت میں فیضیاب رہا۔ اور ایسا دن بہت کم ہوتا تھا کہ سو سو اور پچاس پچاس ہندو مع اپنے گروہ کے حضرت کی ملازمت میں آکر شرف اسلام سے مشرف نہوتے ہوں تمام در و دیوار اور شجر و حجر اُس بستی کے تسبیح اور ذکر کے شور سے بھرے ہوئے تھے شاہ بدر الدینؒ نے جن کا مزار دیپال ڈال (متصل بٹالہ ضلع گورداسپور) میں واقع ہے اپنی کرامات اور خرق عادات سے ہزاروں ہندوؤں کو مسلمان بنایا۔ دیپالی نام ایک ہندو آپ کی خدمت میں خاص عقیدت رکھتا تھا۔ جب اُس کے رشتہ دار گنگا اشنان کے

[۱] طبقات اکبری صفحہ ۱۷۴ مطبوعہ مطبع نولکشور+

واسطے جانے لگے تو اُس نے بھی آپ سے رخصت مانگی۔ آپنے فرمایا۔ جب نہان کا دن آوے اُس دن یاد دلانا۔ چنانچہ جب وہ دن آیا۔ دیپالی نے یاد دلایا۔ آپنے فرمایا کہ آنکھیں بند کر۔ اُس نے آنکھیں بند کرتے ہی اپنے آپ کو گنگا کے کنارے اپنے بھائی بندوں کے پاس پایا۔ اور اُنکے ساتھ غسل کیا۔ پھر جب حضرت کے فرمانیسے آنکھیں کھولیں خود کو اُسی جگہ کھڑا دیکھا۔ یہ کرامت دیکھکر بہت سے ہندو مسلمان ہو گئے عالمگیر کے عہد تک آپ کی درگاہ کے خادم ہندو تھے۔ مسلمانوں نے اُنھیں بیدخل کرنا چاہا مگر کچھ پیش رفت نہ ہوئی۔[۵۱] حضرت شاہ دولہ گجراتی رح اوائل میں کمانیدار سیالکوٹی کے غلام تھے۔ سیدنادر نام ایک بزرگ کی نظر توجہ سے کمال کے درجہ پر پہنچ گئے اور سیالکوٹ سے گجرات (پنجاب) کی سکونت اختیار کی۔ سیکڑوں ہندوؤں نے اُن کی نظر کیمیا اثر سے اسلام قبول کیا۔ اب بھی مسلمانوں سے زیادہ اُن کے مزار سے عقیدت رکھتے ہیں۔ جن لوگوں کے اولاد نہیں ہوتی وہ آپکے مزار پر آکر منت مانتے ہیں کہ پہلا بچہ مزار پر نذر کرینگے۔ یہ عجیب بات ہے کہ منت کے بعد جو بچہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ بہت چھوٹے سر کا اور حواس باختہ ہوتا ہے۔ بزرگان لاہور میں شیخ حسین رح اور اُنکے منظور نظر شیخ مادہو کی کرامات کو دیکھکر بہت سے ہندوؤں نے دائرہ اسلام کو وسیع کیا۔ بزرگان قنوج میں اشاعت اسلام کی خدمت سب سے زیادہ حضرت شیخ بہیکا رح نے انجام دی۔ جس ہندو کی طرف آپنے دیکھا وہ بے اختیار مسلمان ہو گیا آپکے انفاس متبرکہ کی بدولت سیکڑوں مسجدیں بتخانوں کی جگہ تعمیر ہو گئیں۔[۵۲]

سندھ میں عربوں ہی کے زمانہ میں ہزاروں ہندوؤں نے اپنی خوشی اور رضامندی سے اسلام قبول کیا۔[۵۳] اسکے بعد حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رح حضرت شیخ رکن الدین رح

[۵۱] مفصل حال خلاصۃ التواریخ مؤلفہ سجان سنگھ بٹالوی میں دیکھو ۱۲ [۵۲] انہار الاصفیا قلمی ۱۲ [۵۳] ایلیٹ جلد اول صفحہ ۱۸۵ - ۱۸۶ +

حضرت حسن افغان رح، حضرت شمس الدین ملتانی رح، حضرت جلال الدین جہانیاں جہاں گشت رح
حضرت رکن الدین رح وغیرہ مشائخین ملتان کی توجہ خاص سے سندھ اسلامی صوبہ بنگیا
آخر الذکر بزرگ کی نسبت صاحب [illegible] اخبار الاصفیا لکھتے ہیں :-

حضرت شیخ در سال ... ولایت و بزرگی و عبادت و طاعت و خدا طلبی و جہاں نوردی
سپردہ بود، بسیار کافران بہ اسلام عرض ... تا آنکہ ایمان آوردہ مسلمان شوند راہ نجات
نمودہ یافت چنانچہ بسیار کافر سعادت ایمان اندوختند و خلعت اسلام در بر گرفتند
و این تصرف در بیشتر اولاد او نیز متحقق بود +

داعیان کشمیر میں بلبل شاہ رح کے بعد امیر کبیر سید علی ہمدانی رح کو سب سے زیادہ
کامیابی حاصل ہوئی۔ آپ سلطان قطب الدین کشمیری کے عہد سلطنت میں وارد کشمیر
ہوئے اور ... لوگوں کو راہ راست پر لا کر واپس تشریف لیگئے۔ عالمگیر رح کے
عہد سلطنت میں راجہ کشتوار نے سید شاہ فرید الدین نام ایک بزرگ کی کرامات سے
متاثر ہو کر اسلام قبول کیا اور راجہ کے مسلمان ہوتے ہی رعایا بھی کثرت سے مسلمان
ہوئی۔ حضرت شیخ نور الدین رح نے بہت سے ہندوؤں کو مسلمان کیا جن میں سے اکثر
مشائخین کے درجہ پر پہنچے۔ شیخ نجم الدین اور شیخ عبدالرحیم رح نے اشاعت اسلام میں
قابل قدر کوشش کی اور کامیابی حاصل کی +

داعیان اور مبلغین اسلام کو تعداد کے لحاظ سے سب سے زیادہ کامیابی صوبہ بنگال
میں حاصل ہوئی۔ راجہ کنس اگرچہ ظاہر میں مسلمان نہ ہوا مگر اسلام اور اہل اسلام سے
بیحد محبت رکھتا تھا۔ چنانچہ انتقال کے بعد اکثر مسلمانوں نے اس کی لاش کو دفن کرنا
چاہا۔ اسکے بعد اسکا بیٹا جتمل گدی پر بیٹھا اور اس نے راج کے تمام سرداروں اور
اعیان دولت کو جمع کرکے فرمایا کہ حقیقت دین محمدی صلعم مجھپر ظاہر ہوگئی۔ میں راج گدی
کو اسلام کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتا ہوں۔ اگر مسلمان ہونے کی حالت میں تمہیں میری

سلطنت سے انحراف نہو تو میں تخت نشین ہوں۔ ورنہ مجھے معاف رکھو اور میرے چھوٹے بھائی کو گدی پر بٹھاؤ۔ تمام امرا نے متفق ہو کر جواب دیا کہ ہم آپ کے مطیع و فرماں بردار ہیں۔ امور دنیوی میں مذہب کا کچھ کام نہیں ہے۔ اسکے بعد راجہ نے علماء اور مشائخین لکھنوتی کو جمع کرکے کلمۂ شہادت پڑھا۔ اور اپنا نام جلال الدین محمد شاہ رکھا۔ ۱۷ برس سلطنت کرکے ۸۱۲ھ میں اس بادشاہ نے انتقال کیا۔ اس کے زمانہ سلطنت میں بہت کثرت سے ہندوؤں نے اسلام قبول کیا[1]۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ اس ملک بنگال و آسام کے ہندو مسلمان سب شیخ جلال الدین تبریزی کی زیارت کو آتے ہیں۔ اور اس ملک کے اکثر باشندوں نے انہیں کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے۔ سلطان باربک شاہ کے زمانہ ۸۶۶ھ لغایت ۸۷۹ھ میں ایک نیک دل [illegible] جن کا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے اپنی تعلیم و تلقین سے بہت سے ہندوؤں کو مسلمان کیا اور حضرت خانجہاں کی عجیب و غریب کرامات اب تک مشہور ہیں [illegible] موضع باگھر گھاٹ ضلع کھلنا میں واقع ہے زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

بہت سے داعیانِ اسلام نے راجپوتانہ کے راجپوتوں میں اشاعت اسلام کی کوشش کی مگر ان کی بعض صفات سے انکے مقصد میں پوری کامیابی حاصل نہوئی۔ ریاست جے پور میں ایک وسیع علاقہ شیخاواٹی کے نام سے موسوم ہے جس میں کچھواہہ راجپوتوں کی ایک شاخ شیخاوت آباد ہے اور انہیں کی ریاست اس علاقہ میں ہے۔ اس گروہ کے مورث اعلیٰ کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ ایک مسلمان درویش کی دعا سے جو اس کوہستانی علاقہ میں شمع اسلام روشن کرنا چاہتے تھے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس درویش کی مناسبت سے شیخ رکھا گیا اسی کی اولاد شیخاوت کہلاتی ہے۔ اگرچہ یہ کل قوم مسلمان نہ ہوئی۔ مگر بعض اسلامی قواعد ان میں اب تک رائج ہیں۔ چنانچہ برخلاف

---

[1] تاریخ فرشتہ ۱۲

دیگر راجپوتوں کے اُنکی جاگیریں بجائے اولاد اکبر کے سب اولاد پر تقسیم ہوتی ہیں۔ شاہ غلام امام رح (مزار سنگھانا) شیخاواٹی۔ پیر سلطان (مزار روپن گڈھ ریاست کشن گڈھ) قمرالدین شاہ (مزار جھنجھنو صدر مقام شیخاواٹی) اور شیخ حمید الدین صوفی ناگوری رح وغیرہ مشائخین راجپوتانہ میں بانام ونشان ہیں +

صوفیائے کرام نے مرہٹوں پر بھی اپنا خاص اثر جما رکھا تھا۔ سیواجی کے دادا مالوجی بھونسلا کے اولاد نہیں ہوتی تھی ایک درویش کی دعا سے لڑکا پیدا ہوا۔ اور شاہ صاحب کی مناسبت سے شاہ جی اُسکا نام رکھا گیا[1]۔ بانی ریاست گوالیار مہاراجہ مہادجی اور اُنکی رانی اپنو رانا بائی کو حضرت منصور شاہ رح سے جو بیڑہ (دکن) کے قریب موضع رائے منولین میں مقیم تھے۔ خاص عقیدت تھی۔ اور خیال تھا کہ ریاست کے ملنے میں شاہ صاحب کی دعا سے کامیابی حاصل ہوئی۔ چنانچہ ریاست ملنے پر انہوں نے بمقام اُجّین شاہ صاحب کو طلب فرمایا۔ مگر آپنے آنے سے انکار کیا۔ اور اپنے بھائی حبیب شاہ کو بھیجدیا۔ جنہیں مہاراجہ نے بڑی جاگیر عطا کی۔ اُنکی اولاد اب تک اُس جاگیر پر قابض اور ارا کین ریاست میں شمار ہوتی ہے[2]۔

بعض بندگان اسلام نے اشاعت اسلام کی دُھن میں اپنا نام اپنا طرز وطریق اور خورو نوش تک بدل دیا۔ اور جس قوم میں اشاعت کرنے گئے اُسی کا طور وطریق رفتار وگفتار اختیار کرکے اسلام کی بنیاد جمانا شروع کی۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ اپنے سفر میں بہت سے ایسے جوگیوں سے جو بظاہر ہندو اور بباطن مسلمان تھے اور چلے پھر کر اشاعت اسلام اور بندگان خدا کی خدمت میں مصروف تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسے بزرگوں کے تاریخی حالات ملنا مشکل کیا ناممکن ہے۔ مگر انکے مشہور نام صاف پکار رہے ہیں کہ ہم نے اشاعت اسلام اور مخلوق خدا کی بہتری کی خاطر اپنا اصلی نام ونشان تک مٹادیا

[1] تاریخ سنہ ہیہ مطبوعہ مفید عام آگرہ صفحہ ۸ ۔ [2] تاریخ سنہ ہیہ صفحہ ۷۵۔

پیر وہا بیر کھنڈایت۔ بنا پوترا (مزار کبیر ضلع حیدرآباد سندھ) پیر شاہ تریل (پیرو سندھ) ماہنی شاہ (جھنگی ضلع ہوشیار پور) پیر ایک ڈل (قاضی پاڑہ بنگال) شاہ تھمن (قصور) رنگا آیر (کنتا لم ضلع بلاری) میر محمد (سونی پت) پران ناتھ وغیرہ۔ اسی قسم کے بزرگوں میں گزرے ہیں۔ مؤخر الذکر بزرگ کا حال صاحب حدیقۃ الاقالیم نے اسطرح لکھا ہے کہ راقم الحروف کو میر محمد قاسم خاں نے آنولہ سے پرنا (ریاست پنا بندیلکھنڈ) روانہ کیا تھا۔ یہ ایک مختصر شہر ہے جہاں کی اکثر عمارتیں سنگین ہیں۔ اناث و ذکور یہاں کے حسن و ملاحت میں بےنظیر ہیں ... شہر پرنا (پنا) میں ایک خوشنما اور نہایت مکلف اور آراستہ عمارت ہے جو مقطع صحن کے وسط میں چھ کھٹ کی شکل کی بنی ہوئی ہے۔ یہ کل عمارت مُذہب اور مرصع بجواہر ہے فرش زرتار اسمیں بچھا ہوا ہے۔ یہ نشستگاہ پران ناتھ کے نام سے موسوم ہے۔ اسکے اندر ایک طرف کرسی پر قرآن مجید اور دوسری طرف کرسی پر پران رکھا رہتا ہے جو مثل قرآن شریف کے ہندوؤں کی مقدس کتاب ہے۔ قرآن شریف کی طرف علماء اور فضلاء دین محمدی۔ اور پران کی طرف پنڈتان بید خواں بیٹھکر مباحثہ علمی کیا کرتے ہیں۔ جو شخص وہاں جاکر مذہب کے متعلق کچھ دریافت کرتا ہے۔ یہ لوگ اسکا جواب باصواب دیتے ہیں۔ پران ناتھ کا حال یوں بیان کرتے ہیں کہ راجہ چھترسال (بندیلہ)[1] کے عہد میں ایک محقق و عارف مسلمان درویش نے ہندوؤں کے لباس میں مع ایک ہندو فقیر کے وارد ہوکر راجہ چھترسال کو اپنا معتقد بنایا۔ اور معدن الماس کا راجہ کو پتہ دیا۔ راجہ نے اُس درویش کے نام سے شہر پرنا آباد کیا۔ پران ناتھ نے راجہ کو دین محمدی کی طرف مائل کیا۔ اور چاہا کہ جملہ سکنائے اُس دیار کو ضلالت کفر سے بچا وہ اسلام کی طرف پھیر دے لیکن دستِ اجل نے اس بنے بنائے کھیل کو بگاڑ دیا۔ اور پران ناتھ رحمہ کی وفات سے اُن کا مافی الضمیر دل ہی میں رہا۔ جب میں راجہ ہندو پت (برادر راجہ مان سنگھ پسر راجہ سبھا سنگھ پسر راجہ ہردے شاہ پسر راجہ چھترسال)

[1] راجہ چھترسال محمد شاہ بادشاہ کے عہد سلطنت میں بندیلکھنڈ کا زبردست اور سب سے زیادہ طاقتور راجہ تھا۔

کی مجلس میں پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ راجہ کے مسلمان ارکین ریاست ساعت بساعت اثنائے گفتگو میں یا محمد۔ اے رسول اللہ کا ورد کہتے ہیں۔ اور اکثر اوقات راجہ بھی اُنکی موافقت میں ان کلمات کو زبان پر لاتا ہے۔ راقم الحروف نے تعجب سے اِسکی وجہ دریافت کی تو لوگوں نے مندرجہ بالا واقعہ بیان کرکے کہا کہ آنحضرت صلعم کی یاد اس راجہ کی زبان پر گئی ہے۔ کیونکہ ہندوؤں نے راجہ کے مزاج کو منحرف کردیا ہے لیکن ابھی تک بظاہر کوئی بات زبان سے نہیں نکالتا[1]۔ سبحان اللہ! حضرت پران ناتھ علیہ الرحمۃ کی تعلیم کا پانچویں پشت تک یہ اثر موجود تھا۔ راجہ چھترسال نے حضور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت سے کبت اور دوہرے موزوں کیئے تھے جن میں سے ایک کبت کتاب حدیقۃ الاقالیم میں بھی نقل کیا گیا ہے۔

صاحب تذکرۃ العابدین نے مولوی محمد حسن انصاری رامپوری رح کے حالات میں لکھا ہے۔ ایک درویش ہندوانہ لباس میں دلی میں پھرا کرتے تھے۔ اور نماز مولوی صاحب کے پاس آکر پڑھا کرتے تھے۔ جس وقت وہ درویش آپکے پاس تشریف لاتے۔ اُسوقت آپ اور کسیکو اپنے پاس نہیں آنے دیتے تھے۔ مولوی مملوک علی سے ایک دن آپنے فرمایا کہ یہ شخص اپنے وقت کا قطب ہے۔ اپنے آپ کو پوشیدہ کر رکھا ہے[2]۔

یہ داعیان ملت اسلام جس اخلاق و محبت سے غیر مذہب والوں سے ملتے آج اُسکی نظیر ملنا مشکل ہے۔ خواجہ حمید الدین ناگوری رح ناگور کے ایک ہندو کی نسبت ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ خدا کا ولی ہے[3]۔ شیخ زین الدین خلد آبادی رح کی خدمت میں کو بھیدیو نام ایک مرہٹہ سردار جو سلطان محمد شاہ سے باغی ہوگیا تھا۔ حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر آپ کا حکم ہو تو قلعہ میں داخل ہوکر اعلام مدافعہ بلند کردوں۔ آپنے نہایت اخلاق سے جواب دیا کہ میرے نزدیک قلعبند ہونا احتیاط اور دور اندیشی سے بعید ہے۔ مناسب ہے کہ مال و اسباب سے قطع نظر

---

[1] حدیقۃ الاقالیم نولکشوری ص ۶۹۔ [2] تذکرۃ العابدین علیگڈھ ص [illegible]۔ [3] فوائد الفواد اردو ص ۹۵۔

کرو۔ اور توقف کو لازمہ ہلاکت جانکر اپنے بال بچوں کو ساتھ لیکر اسیوقت گجرات کا راستہ لو
اُس نے شیخ کی نصیحت پر عمل کرکے فوراً سفر کی تیاری کی اور رخصت کیوقت شیخ نے اپنا دست
مبارک اُسکی پیٹھ پر پھیر کر دعا دی کہ بتوفیق سبحانہٗ تعالی سلامتی تیرے شامل حال ہوگی شیخ
کی اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ وہ بادشاہ کے پنجہ سے نکلکر صحیح و سالم گجرات پہنچگیا[1]۔ حضرت شاہ رکن الدین
تولہ گلبرگوی رح کی خدمت میں ایک برہمن کا گزر ہوا جو تیرتھ کے واسطے کاشی جی (بنارس) جارہا
تہا۔ آپنے دریافت کیا کہ کاشی یہاں سے کتنی دور ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ دو ماہ کا رستہ
ہے۔ آپنے فرمایا کہ کیوں اسقدر طول طویل اور تکلیف دہ سفر کرتا ہے۔ آ میں تجھے کاشی جی کا
درشن کرادوں۔ یہ فرماکر اُسکا ہاتھ پکڑا اور اپنے پیچھے دیکھنے کو فرمایا۔ جب برہمن نے اُس
طرف دیکھا اُسے کاشی جی کا درشن ہوگیا۔ یہ کرامت دیکھکر وہ قدموں پر گر پڑا اور اسیوقت سلمان
ہوگیا۔ چند روز کے بعد اُسنے حضرت سے عرض کیا کہ مجھے بچپن ہی سے گوشت سے نفرت ہی
اب اگرچہ میں مسلمان ہوچکا ہوں، مگر دل سے گوشت کی کراہیت نہیں جاتی۔ اسواسطے زائرین
کو گوشت کہاکر آنے یا حضرت کی خدمت میں گوشت پکاکر لانے کی ممانعت کردی جا‌ئے آپنے اُسیوقت
ممانعت کردی کہ کوئی شخص گوشت پکاکر نہ لاوے۔ نہ گوشت کہاکر بلا نہائے ہماری خدمت میں
حاضر ہو۔ چنانچہ اب تک کوئی شخص گوشت کہاکر بلا غسل کیے آپکے مزار پر نہیں آتا۔ اس برہمن
کا مزار رانو پیر کے نام سے مشہور اور حضرت کے مزار کے پاس واقع ہے[2]۔ اورنگ زیب کے
زمانہ میں ہرراے نام ایک ہندو بندر سورت کا متصدی تہا۔ اُسے حضرت سید سعد اللہ رح
نواسۂ شیخ پیر محمد سلونی سے خاص اعتقاد تہا۔ اور نہایت ذوق و شوق کے ساتھ آپسے
خط و کتابت رکہتا تہا۔ ایک مرتبہ سید صاحب نے اُس کے خط کے جواب میں جو خط تحریر کیا
اُسکے عنوان پر یہ بیت قلمبند تہی ؎

بنامِ آنکہ او نامے ندارد — بہر نامش کہ خوانی سر برآرد

---

[1] فرشتہ ۱۲ [2] سیر گلبرگہ ۱۲

یہ طریقہ اسی طرح مشتہر ہوگیا اور اکثر علما نے اس پر اعتراض جمایا کہ ایک ہندو کے خط میں یہ شعر لکھنا شریعت کی توہین کرنا ہے۔ آپ نے اسکا شافی جواب دیکر ان لوگوں کا منہ بند کیا۔ تاریخ میں اس قسم کی بہت سی مثالیں موجود ہیں اور اسی خلاق و محبت کا یہ نتیجہ ہے کہ باوجود آریوں کی مخالفانہ کوششوں کے ہندو خصوصاً دیہاتیوں میں ان بزرگوں کے مزاروں اور درگاہوں سے مسلمانوں سے زیادہ عقیدت رکھتے اور عرس کے موقعوں پر نہ صرف جاہل بلکہ بڑے بڑے تعلیم یافتہ اہل ہنود درگاہوں اور مزاروں پر نظر آتے ہیں۔ اور اب تک ہندوستان میں سیکڑوں خاندان ہندوؤں کے ایسے موجود ہیں جن میں مسلمان بزرگوں سے مریدی کا سلسلہ جاری ہے۔ اور اکثر خفیہ اور بعض علانیہ اسلامی رسومات بجالاتے ہیں۔ زمانہ حال کے جن بزرگوں نے سلف صالحین کی پیروی میں اپنے دائرہ اخلاق کو جسقدر وسیع فرمایا ہے۔ اسیقدر غیر مذاہب میں انکے مریدین اور معتقدین کی تعداد پائی جاتی ہے۔ جناب مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی۔ حضرت سید احمد بریلوی۔ مولانا محمد اسمٰعیل شہید۔ مولوی فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی۔ اور حاجی وارث علی شاہ صاحب دیوا ہی سلف صالحین کے بالکمال نمونہ تھے۔

زمانہ سابق اور زمانہ حال کے داعیان اسلام کا جب مقابلہ کیا جاتا ہے تو زمین آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ ابن بطوطہ کے زمانہ تک اسلامی جوش اور الوالعزمی کا یہ حال تھا کہ ایک بھائی ابو عبد اللہ المرشدی جو سکندریہ (مصر) کے ایک حجرہ میں گوشہ نشین مگر اسلامی خدمات میں سرگرم ہیں بڑے بڑے مقتدر اُمرا، وزرا، علما، فضلا حتی کہ خود مصر کا سلطان الملک الناصر اُن کی زیارت کیواسطے حجرے میں حاضر ہوتا ہے نہ کوئی خدمتگار پاس ہے نہ رفیق۔ یکہ و تنہا رہتے ہیں۔ دوسرا بھائی دلشاد جو ہندوستان میں کول (علیگڈھ) جلالی کے جنگلوں میں جہاں ہندو ہی ہندو آباد ہیں۔ کندھے پر جھولی۔ ہاتھ میں لوٹا اور عصا لیے ہوئے مسافروں کی خدمت بجالا رہا ہے۔ اور جب ابن بطوطہ سے چلا نہیں جاتا تو یہ

ضعیف العمر آدمی اُسے زبردستی اپنی گردن پر سوار کرکے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پڑھنے کی ہدایت کرتا ہے اور مسلمانوں کے گاؤں میں چھوڑ کر خود غائب ہو جاتا ہے۔ سبتہ واقع مراکو کا رہنے والا ایک بھائی چین کے شہر قن جو فو میں اور دوسرا بھائی سوڈان کے شہر سجلماسہ میں جنکا باہمی فیصلہ بخط مستقیم نو ہزار میل سے کم نہیں. کام کر رہا ہے ایک بھائی شیخ جلال الدین تبریزی رح ہندوستان کے مختلف شہروں دہلی بدایوں وغیرہ میں پھر پھرا کر بنگالہ اور کامروپ میں اشاعت اسلام میں مصروف ہیں۔ دوسرے بھائی شیخ برہان الدین صاغرجی رح خان بالق دارالخلافہ چین کی ایک خانقاہ میں اسی کام کو کر رہے ہیں غیر ملک غیر جنس لوگوں سے روزانہ سابقہ پڑتا ہے۔ طرح طرح کی تکالیف اُٹھاتے اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں۔ مگر دین حق کی اشاعت کے جوش میں کسی بات کی پروا نہیں کرتے اور برابر بڑھے جاتے ہیں۔ انہیں پاک نفس سلاطین کے صدقے میں تمام دنیا میں مسلمانوں کی صورتیں نظر آتی ہیں۔ برعکس اسکے اس زمانہ میں جبکہ ریل و تار اور دخانی جہازوں نے سفر کے سقر کو ظفر سے بدل دیا ہے۔ ہندوستان کے اکثر بیشتر واعظ اپنے ہی ملک میں جہاں ایک زبان بولی جاتی ہے۔ شہر کے حدود سے باہر نکلنا کسر شان سمجھتے اور دیہات میں جاکر جوار باجرے کی روٹی کو ہضم کرنے سے مجبور ہیں۔ شمالی ہند کا واعظ جنوبی ہند میں اور مشرق کا واعظ مغرب میں قطعی بیکار اور کام کرنے سے معذور ہے شہروں میں نذرانے کا تعین کرکے وعظ کہنا معمولی بات ہو گیا ہے۔ اشاعت و حفاظت اسلام کے بہانہ سے شکم پروری کا سامان کیا جاتا ہے ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

اے مشائخین عظام! برائے خدا کمر ہمت باندھیئے۔ آپکے بزرگوں کی صدیوں کی محنت کے برباد کرنے کی طرح طرح کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ پس و پیش اغیار تاک میں لگے ہیں اور بھولے بھالے ناواقف بھائیوں کو دام تزویر میں پھانس کر راہ راست سے ہٹاتے جاتے

سلہ سفرنامہ ابن بطوطہ صفحہ ۲۴۵ لغایت ۲۴۷ جلد دوم دیکھو ۱۲

ہیں۔ ارتداد کا بازار روز بروز گرم ہوتا جاتا ہے یہ کیا حمیت اسلامی ہے کہ آپکے بھائی آپسے جدا کیے جاتے ہیں۔ اور آپ بیٹھے بیٹھے دیکھتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے۔ یا گھروں میں بیٹھکر چار آنسو بہا لیتے یا بے شرمی سے یہ کہکر کہ مادۂ فاسد اچھا ہوا کہ خارج ہوگیا۔ اپنے دل کو سمجھا لیتے ہیں۔ سلف صالحین کی بدولت ہندوستان میں اب بھی آپ کی طاقت سب سے بڑی ہوئی ہے۔ یہ دوسری بات ہو کہ آپ کو اُس طاقت کا علم نہ ہو یا آپنے اسکا استعمال ترک کر دیا ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدوں پر جہاد کیا تھا۔ اب اُس جہاد کا زمانہ نہیں مگر اخلاقی اور روحانی جہاد سے آپ کو کوئی منع کر سکتا ہے۔ اگر زیادہ نہیں ہو سکتا تو کم از کم اتنا تو کیجیے کہ اپنے زیر اثر حلقہ میں اشاعت نہیں تو حفاظت اسلام ہی کا بندوبست کیجیے۔ اور جو مبارک انجمنیں اس خدمت باسعادت کو انجام دے رہی ہیں اُنکا دامے درمے ہاتھ بٹائیے۔ اور مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواری کی نظیر پر کاربند ہو کر بلا توقف اس کام کو شروع کر دیجیے +

اے علمائے ذی کرام! آپ نائب رسول ہیں حضور انور نے آپ کی شان میں عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل فرمایا ہے برائے خدا و رسول اپنی شان میں بٹہ نہ لگائیے اور غیروں کے مقابلے میں اپنے باہمی اختلافات کو چھوڑ کر امت محمدیہ صلعم کی نگہبانی فرمائیے ایثار نفس کو کام میں لائیے۔ اور بھولے بھٹکے بھائیوں کو اسلام کا سچا نورانی نمونہ دکھا کر صراط مستقیم پر ثابت قدم کیجیے +

اے اڈیٹران ذی شان! آپ قوم کے مصلح ہیں۔ اگر مذہبی نہیں تو قومی حیثیت ہی سے اسطرف توجہ فرما کر قلمی جہاد کیجیے۔ قوم کو آیندہ خطرات سے مطلع کر کے بیدار کیجیے اپنے اپنے اخباروں میں اشاعت و حفاظت اسلام کے فنڈ کھولکر جس انجمن کے کام کو اچھا سمجھیے اُس کی امداد فرمائیے +

اے اُمرائے عالی مقام! آپکے ہادی برحق کا ارشاد ہے خَیْرُ الْمَالِ مَا اُنْفِقَ

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ یعنی مال وہی اچھا ہے جو خدا کی راہ میں صرف کیا جائے۔ پس آپ بھی اس طرف توجہ فرمائیے اور اپنے مال و دولت کا کچھ حصہ اس کار خیر میں لگاکر سعادت دارین حاصل کیجئے۔

اے غربائے ملجائے اسلام! حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ لوگ سب سے زیادہ عزیز تھے۔ اور آنحضرت ہمیشہ یہ دعا فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ۔ یعنے اے اللہ تو زندہ رکھہ مجکو مسکین اور مار مجھکو مسکین۔ اور حشر میرا کر مسکینوں کے ساتھ۔

آپ لوگوں کی تعریف میں بہت سی احادیث منقول ہیں۔ سب سے زیادہ مذہبی خدمات غریبوں ہی نے انجام دی ہیں۔ سب سے زیادہ مذہبی پاسداری۔ مذہبی احکام کی بجاآوری آپ ہی کے طبقہ میں رہی ہے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَّ سَیَعُوْدُ غَرِیْبًا۔ یعنی ظاہر ہوا ہے اسلام غریب اور قریب لوٹیگا غریبوں میں پس آپ ہی لوگ کمر ہمت باندہیئے۔ اگر مال۔ دولت آپکے پاس نہیں تو ہاتھہ پاؤں ہی سے اس خدمت کو انجام دیجئے۔

اے خواجہ حسن نظامی و محمد ارتضیٰ واحدی! آپ صاحبان حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا رح کے نام لیوا اور صوفیائے کرام کے تمام سلسلوں کے خدمتگزاروں کے سالار ہیں۔ آپنے صوفیائے کرام کے دینی و دنیوی اغراض کی حمایت میں رسالہ نظام المشائخ جاری۔ اور حلقۂ مشائخ قائم کر رکھا ہے۔ کیا یہ افسوس کی بات نہیں ہے کہ اسکے مقاصد میں حفاظت و اشاعت اسلام کا پتہ نہیں صوفیوں کا رسالہ اور انہیں اپنی قدیم تیرہ سو برس کی موروثی خدمت گزاری کا جسے موجودہ زمانہ کے واقعات نے خاص اہمیت دیدی ہے کچھہ ذکر نہیں۔ حضرت محبوب الٰہی رح کی درگاہ اس کا خاص مرکز۔ مگر انکے مشن سے یہ غفلت۔ ممکن ہے کہ آپ کھینچ تان کر علم تصوف کی حفاظت و اشاعت کے مقصد میں

اشاعت حفاظت اسلام کو بھی شامل بتلادیں۔ مگر حضرات یہ مقصد تو سب سے اول جلی قلم سے لکھنا اور نہ صرف لکھنا بلکہ اُس پر سب سے زیادہ کوشش کرنا۔ اس زمانہ کے مناسب حال ہے اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ فوراً انجمن ہدایت اسلام یا اسی قسم کی کسی دوسری انجمن کے مقابلہ میں کوئی نئی انجمن بناویں۔ بلکہ اپنے زیر اثر جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں اور مشائخین کو اسطرف متوجہ کرکے کثرت رائے سے جو رائے قرار پائے اُس کے مطابق اس مقصد کی کاربراری میں کوشش فرمائیں ۔

اب میں صدق دل سے بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں۔ اے پاک پروردگار تو مالک الملک اور ہر شئے پر قادر ہے اور ؎

جملہ عالم کا کارساز ہے تو خلق پرور جہاں نواز ہے تو

بجناب سرور کائنات صلعم

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے	اُمت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے	پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے	اُس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے
جس دین نے غیروں کے تھے دل آکے ملائے	اُس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے
جو دین کہ ہمدرد بنی نوع بشر تھا	اب جنگ و جدل چار طرف اُسمیں بپا ہے
گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی	پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے
ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر	مدت سے اِسے دور زماں میٹ رہا ہے
بیڑا جو نہ تھا یاد مخالف سے خبر دار	جو چلتی ہے اب چلتی خلاف اُسکے ہوا ہے
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی	ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم خدا ہے
فریاد ہے اے کشتیٔ امت کے نگہباں	بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
کر حق سے دعا اُمت مرحوم کے حق میں	خطروں میں بہت جس کا جہاز آکے گھرا ہے

کل دیکھیے پیش آئے غلاموں کو ترے کیا
اب تک تو ترے نام پہ ہر ایک فدا ہے

تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے

خود جاہ کے طالب ہیں نہ عزت کے ہیں خواہاں
پر فکر ترے دین کی عزت کی سوا ہے

(آگرہ) بندہ سعید احمد مارہروی

قطعہ عید

خوش پھر رہی ہے خلق خدا صبح عید ہے
ہر سمت زیب و زینت دنیا کی دید ہے

بازار دہر پر ہے متاع سرور سے
با منفعت فروخت ہے دلکش خرید ہے

کُشتہ ہے کوئی طرز مس خوشخرام کا
کوئی نگاہ ناز بتاں کا شہید ہے

صوفی کی انجمن میں بھی شاہی کا ہے سماں
لطف نوائے مطرب نذر مُرید ہے

مست اپنے رنگ میں ہیں نئی روشنی کے دوست
اظہار خوش طبعی بطرز جدید ہے

جنکے سبوئے دل میں ہے کچھ مایہ نشاط
اُس سے شراب طول امل کی کشید ہے

ہے یونیورسٹی بھی الکشن بھی لیگ بھی
ہر سمت ایک خضر طریق اُمید ہے

مجکو خموش دیکھکے پوچھا یہ چرخ نے
تو بھی اس آب و رنگ سے کچھ مستفید ہے

میں نے کہا کہ حالت عشاق ہے کچھ اور
پروا انہو وفا کی یہ ان سے بعید ہے

پیش نظر ہمارے ہے شام شب فراق
اسکی سحر جو ہو تو ہماری بھی عید ہے

(الہ آباد) خادم اکبر

غریبوں کا روزہ امیروں کی عید

مہینہ بھر کے پیاسے ہیں ہمیں جی بھر پلا ساقی — یہ صبح عید ہے جام صبوحی بھر کے لا ساقی
جزاک اللہ خم کی خیر داتا کا بھلا ساقی — رہے یہ میکدہ تیرا سلامت مرحبا ساقی

دعائیں دیں گے مل مل کے تجھکو کیف مستی میں
مزہ ہو ہمکو سوجھے حق پرستی مے پرستی میں

خوشی کا دن نہیں ہے مے پرستو عید ہے زیرکہ — خبر اسکی بھی رکھتے ہو کہ کیا کیا فرض ہیں تم پر
تمہارے بھائی ایسے مفلس و نادار ہیں اکثر — کہ روزے رکھتے ہیں دن بھر تو فاقے کرتے ہیں شب بھر

ملے دو چار دانے یا کیا افطار پانی سے
غریبوں نے گزارے تیس دن کس جانفشانی سے

ہوئے ہیں فرض روزے اس لیے تم پر کہ شرماؤ — ادائے صوم ہی سے قوم کے ہمدرد بن جاؤ
کھلاؤ بھائیوں کو اپنے خود فاقوں کا غم کھاؤ — ریاضت کا لگاؤ باغ پھر جنت کا پھل پاؤ

خدا نے دی ہو روزی کہتے ہو روزہ قیامت ہے
بقول حضرت اکبر مگر افطار جنت ہے

تمہیں دن بھر کا فاقہ ہو گیا روزے میں کیوں دوبھر — کہ اُمت جس کی ہو باندھا تھا اُس نے پیٹ پر پتھر
کبھی رہتا تھا تکیہ ہاتھ کا اور خاک کا بستر — مقام فخر ہے الفقر فخری قول پیغمبر

وہاں نان جویں تھی عمر بھر فاقوں پہ فاقے بھی
یہاں سو نعمتیں دشوار ہیں پھر تیس روزے بھی

غذاؤں سے ہی قائم ہے بشر کا زور جسمانی — مگر گھٹتی چلی جاتی ہے جو قوت ہے روحانی
نیا اسلام ہے اب اور نیا ہے جوش ایمانی — صلوٰۃ و صوم غائب اور دعوائے مسلمانی

پھنسایا نفس نے تن پروری کے ساز و ساماں میں

نہ رکھا فرق باقی ہمنے کچھ انسان و حیواں میں
دکھا کر اک طلسمی شعبدہ دنیا کی ہستی کا بلندی سے گرائے دی رہا ہی خواب پستی کا
بھرا ہے سر میں نشہ بادۂ نخوت پرستی کا سہیں فاقے تو جانیں حال قوم فاقہ مستی کا
اذیت ہی میں راحت کا مزا بھی یاد آتا ہے
مصیبت ہی میں بندے کو خدا بھی یاد آتا ہے
اگر روزے نہ ہوتے عید کو ہم لیکے کیا کرتے ادائے فرض کا شکریہ کس منہ سے ادا کرتے
جو سوتے رات بھر دن بھر یونہیں کھایا پیا کرتے تو پھر کس کام کے بندے تھے کب یاد خدا کرتے
ترانے ہی نہیں سنتے تراویح و تلاوت کے
تو گاتے عید میں کیا خاک ہم نغمے مسرت کے
کریں کیا عید کا سامان ہمنے سر و ساماں کریں کس کی خوشامد کس کی منت کسکا لیں احساں
لٹا سکتے جو محتاجوں کی خاطر نعمت الواں وہ خود اسراف کے ہاتھوں تہی ستی سے ہیں نالاں
سخی داتا جو تھے انکا خزانہ آپ خالی ہے
فقیروں مفلسوں کی عید کا اللہ والی ہے
یتیموں کی نہ پوچھو عید بھی اُن کو محرم ہے پدر کا داغ دل پر مادر غمخوار کا غم ہے
مربی سرپرست انکا نہ مونس ہے نہ ہمدم ہے پھٹے کپڑے ہیں منہ اترا ہوا ہے چشم پرنم ہے
میسر ہیں کہاں رومال اشکوں سے بھگونے کو
کہ دامن تک نہیں ملتا ہے منہ ڈھانک کر غربت میں رونے کو
شفق چپ بھی رہو یہ تم نے کیا دکھڑا نکالا ہے بجائے نغمۂ عیش و طرب کیوں لب پہ نالا ہے
سُناتے ہو کسے تم کون اسکا سننے والا ہے زمانے کا چلن کچھ اور سے عالم نرالا ہے
نہ پرسش ہے یتیموں کی نہ محتاجوں اسیروں کی
نہ وہ روزہ غریبوں کا نہ وہ عید اب امیروں کی

شفق رضوی مجیبی

۹۶

مہجور کی عید

آہ! یہ روزِ مسرت! آہ یہ روزِ سعید!
آہ! یہ گلزار، یہ موسم، اور یہ کالی گھٹا!
رونقِ نوروز ہے، دنیا جسے کہتی ہے عید
اُس پہ ظالم ہر طرف گھنگھور متوالی گھٹا!

عید ہے، گلزار میں ہر جنت کیا کیا گلفروش
بلبلِ سودا زدہ بھی ہے خریدارِ امید
دام ہاتھوں میں لیے بیٹھے ہیں سب بلبل فروش
آہ! کتنا گرم ہے کمبخت بازارِ امید

تیس دن کے بھوکے پیاسے لوگ یعنی روزہ دار
سیر ہیں نعمائے مخفی سے خزانوں کی طرح
اُنکے چہروں سے ہیں آثارِ مسرت آشکار
چھپ کے بیٹھا ہی نہیں عیش جانوں کی طرح

ہے کنارِ جنت الفردوس صحنِ عیدگاہ
جمع ہیں سب اہلِ دل فطرۃ نوازی کیلیے
سر بجیبِ التجا، صد گونہ حسرت در نگاہ
ناز کرتے ہیں کسی کی بے نیازی کیلیے

آہ! یہ خوشیاں، یہ عشرت خیزیاں سب اک طرف
اک طرف میں، گوشۂ پیرائے ہجومِ آرزو!
یہ خوشی، یہ عید، یہ دن، یہ سماں سب اک طرف
اک طرف دل، صرفِ سامانِ سوگِ آرزو!

وہ خلیلِ کعبۂ جاں، ہے نگاہوں سے نہاں
دیدۂ یعقوب ہے ہر چشمِ مہجورِ جمال
آہ! کیسا ضبط مجھ میں صبرِ یعقوبی کہاں
حسرتِ ناکام دل ہے موسیِ طورِ جمال

رحم ہو غیروں پہ اُسکا اور میں محروم رحم — شب وصال یار سے خوش کام میں مہجور ہوں
کیا کروں تو ہی بتا اے حسرت محروم رحم — گو وہ میرے پاس ہے میں اُس سے کوسوں دور ہوں

نحن اقرب کہکے وہ ملتا ہے اک اک سے گلے — اور میں افسوس میں حسرت سے ہم آغوش ہوں
آہ! وہ ساری خدائی سے گلے ملکر چلے — میں ادہر صد نالہ برلب ہوں مگر خاموش ہوں

دے رہا ہے سب کو وہ لاتقنطوا کے ہار پھول — آج کیوں پھیلے سمائیں تشنہ کامان امید
آہ! میری ہی طرف اُسنے نہ پہینکے چار پھول — رشک سے ہے پانی پانی شبنمستان امید

کاش وہ مجھکو گنہگار محبت جانتا — اور ہوتا بارش ابر کرم سے میں نہال
وہ مجھے بیمار آزار محبت جانتا — اسطرح جور تغافل سے نہ کرتا پائمال

یاررا بر من نظر بسیار بودے کاشکے! — میں ہی ہوتا سرخوش صہبائے عشرت اقتبا
مرہم جان و دل افگار بودے کاشکے! — یہ نمک پاشی نہ ہوتی زخم پر اے واحسرتا

سب کو جوش عید ہے سیماب کو خوف وعید — ہو گریباں چاک چاک صبح محشر کیطرح
دلمیں انبوہ تمنا اور لب پر یا حمید — ہیں دل مضطر کے سو ٹکڑے گل تر کیطرح

(آگرہ) **ابوالفخر سیماب صدیقی وارثی**

۴۸۶

روزنامہ

سفر مصر و شام و حجاز

(سلسلہ کے لیئے مئی ۔ جون ۔ جولائی ۔ اگست ۔ ستمبر ۱۹۱۱ء کے پرچے ملاحظہ فرمایئے)

۲۴ ۔ جون ۱۹۱۱ء

مولوی عبدالرحمٰن کی معیت میں ایڈیٹر المنار رشید رضا سے ملنے گئے ۔ یہ شخص باعتبار شکل وصورت و باعتبار عادت و خصلت بالکل دہلی کا مرزا حیرت ہے ۔ صورت تو اسقدر مشابہ ہے کہ حیرت ہوتی ہے ۔ المنار مشہور رسالہ ہے ۔ ہندوستان میں بھی بکثرت پڑھا جاتا ہے اہل ہند دور کے ڈھول کی آواز ہمیشہ شوق و دلچسپی سے سنا کرتے ہیں ۔ اسلیئے المنار کے مضامین بھی پسند کرتے ہیں مصر میں اس شخص کو مغرور متکبر اور خود غرض سمجھا جاتا ہے ۔

ذاتی تجربہ سے میں رشید رضا کی نسبت کوئی رائے قائم نہیں کرسکتا ۔ کیونکہ اسنے میرے ساتھ غیر معمولی اخلاق برتا ۔ لیکن اسکی تحریروں کے دیکھنے سے جو ہمیشہ صوفیہ کرام کے خلاف ہوتی ہیں ۔ اور اہل مصر سے اندرونی حالات سننے کے بعد فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ رشید رضا مصر کا مرزا حیرت ہے ۔

اس سے بھی مشائخ مصر کے متعلق گفتگو ہوئی ۔ رائے زنی میں اسنے علمی استدلال کو موثر طریق سے استعمال کیا ۔ اور یہ تو پہلے ہی خیال تھا کہ وہ صوفیوں کے بارے میں اچھی رائے نہیں دیگا ۔

شام کو محمود بک سالم بیرسٹر سے سہ بارہ ملاقات ہوئی ۔ یہ شخص مصر میں ہمیشہ ہے ۔ تمام قومی

دینی کاموں میں دلی اخلاص سے حصہ لیتا ہے۔ ہر اخبار والے کو معقول امداد خفیہ طور پر دیتا ہے۔ کامیاب بیرسٹر ہے۔ اور اسکے علاوہ ذاتی املاک کی بڑی آمدنی ہے۔ آج دونوں وقت حکیم غلام نقشبند کابلی کے ہاں کھانا تھا۔ یہ قاہرہ میں کئی برس سے آنکھوں کا علاج کرتے ہیں۔ اور خوب کامیاب ہیں۔ جوشیلے دیندار اور صاحب اخلاق ہیں +

۲۵۔ جون ۱۹۱۱ء

آج پھر طبیعت خراب ہے۔ شام تک ہوٹل میں رہے۔ عصر کے بعد مولوی عبدالرحمٰن کے ہمراہ مصر جدید کی سیر کو گئے۔ یہ جگہ پیرس کے نمونہ پر موجودہ مصر سے ۳ میل کے فصل پر آباد کی جارہی ہے۔ ٹرام وہاں تک جاتی ہے۔ اور مصر کی مروجہ ٹرام سے مصر جدید کی ٹرام گاڑیاں زیادہ خوب صورت بنائی گئی ہیں۔ اور ان میں صرف سکنڈ اور فرسٹ کلاس درجے ہیں۔ تھرڈ نہیں +

جب ہم مصر جدید میں پہنچے تو واقعی استقدر پُرفضا اور دلکش سین نظر آیا کہ واہ۔ عمارتیں نہایت خوشنما اور خاص اسلوب کی۔ سڑکیں کشادہ اور صاف۔ جگہ جگہ پھولوں کی کیاریاں۔ لفظوں میں اسکی تصویر کھینچنی دشوار ہے۔ اگر پیرس ایسی ہی ہے تو یقین ہے کہ ہم اسکو بھی پسند کرلیں گے۔ لیکن وہاں باشندے سب گورے شلجمی رنگ کے ہیں۔ ہم کو پھیکا رنگ بُرا معلوم ہوتا ہے۔ مصر جدید اس حیثیت میں پیرس سے بڑھ جائے گا۔ یہاں کے باشندے سب شکیل اور سلونی صورت کے ہیں +

یہاں ایک عجیب غریب چیز دیکھی جسکو لونا پارک کہتے ہیں۔ دو قرش کا ٹکٹ لیکر اندر داخل ہوئے۔ سرخ رنگ کے عالیشان مصنوعی پہاڑ بنے ہوئے ہیں۔ اور ان میں ریل دوڑتی پھرتی ہے۔ پہاڑوں کی بلندی بالکل اصلی کوہستان کی مثل ہے۔ اسپر ریل کا چکر کھاکر چڑھنا اور اُترنا عجیب لطف دیتا ہے۔ اور جب ریل ایکدم نشیب کیطرف آتی ہے تو دیکھنے والے کو سناٹا آنے لگتا ہے +

پہاڑ کے دامن میں مصنوعی جھیل ہے۔ جس میں بذریعہ مشین کے ذریعہ ہر وقت جوش خروش کے ساتھ پانی بہتا رہتا ہے۔ پہاڑ کی ریل چلتے چلتے ایک دفعہ ہی مشین کے پرزوں پر پھسلتی ہوئی جھیل میں آن پڑتی ہے۔ لیکن پانی ریل کے اندر نہیں آتا۔ ریل کشتی کی طرح تیرنے لگتی ہے۔ ایک پل بنایا گیا ہے۔ جسکی سیڑھیاں برقی زور سے حرکت کرتی رہتی ہیں۔ اور ان متحرک زینوں پر جب لوگ چڑھتے اُترتے ہیں تو بڑی ہنسی ہوتی کہ بجلی زینے کو ہر وقت جھٹکے دیتی رہتی ہے۔ اور چڑھنے والا اُچکتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور بڑی دقت سے اوپر جاتا اور نیچے آتا ہے۔ سیکڑوں اسپر چڑھتے ہیں۔ اور سیکڑوں نیچے کھڑے ان کی مشکلات پر ہنستے ہیں۔ اسیطرح ایک اور پل ہے جو بجلی کے زور سے اوپر نیچے ہوتا رہتا ہے۔ اسپر سے گزرنے میں بھی وہی تماشہ ہوتا ہے۔

مصنوعی طور پر پانی کا جھرنا۔ اور چھوٹی چھوٹی نہروں میں کشتیوں کا چلنا بھی ایک عجیب چیز ہے۔ ایک گوشہ میں قد آدم آئینے لگے ہوئے ہیں۔ کسی میں آدمی چھوٹا معلوم ہوتا ہے کسی میں ٹیڑھا کسی میں سر بڑا کسی میں پاؤں بڑے۔ غرض یہ سب آئینے مضحکہ خیز ہیں۔

بجلی کے چراغ ہزار ہا روشن ہیں۔ جن کی بہار بس دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے تمام مصر کے شوقین عورت مرد شام کے وقت اسکی سیر کو آتے ہیں۔ یہ خود اجنبی آدمی کے لیئے ایک تماشہ ہیں۔ میں نے صرف آنکھوں سے اِن چیزوں کو دیکھا۔ مگر اور کسی تفریح میں حصہ نہ لیا۔ یعنی نہ ریل میں سوار ہوا نہ کشتی میں۔ نہ کسی اور چیز میں۔ یہ تفریح ہم مذاق احباب کی معیت میں لطف دیتی ہے جو مجھے میسر نہ تھی۔

اس جگہ ہم اہل مصر کی معاشرت کو اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں کہ ہر شخص اہل یورپ کی طرح عورتوں کو ساتھ لیئے کسطرح آزادی سے سیر کرتا پھرتا ہے۔ کچھ مسلمان فرنچ عورتوں کو بغل میں لیئے پھر رہے تھے۔

۲۶۔ جون ۱۹۱۱ء

آج حلوان میں سید احمد بک حسینی سے ملاقات ہوئی۔ یہ مصر کے مشہور تعلیم امیر ہیں اپنی تصنیفات کے چند نسخے مجکو بھی دیئے۔ جنکے مطالعہ سے راقم کی فاضلانہ جودت ظاہر ہوتی ہے۔ انہوں نے وعدہ لیاہے کہ اب کے مصر آنا ہو تو میرے پاس قیام کیجئے گا۔ ہوٹل میں نہ ٹھیرئے گا۔ بہت خلیق اور ملنسار شخص ہیں +

شام کو قاہرہ کے سندھی ہندو تجار نے اپنی سبھا میں مدعو کیا تاکہ ہندو مذہب کی نسبت کچھ بیان کروں۔ ان لوگوں کی نسلوں کے قریب جماعت مصر میں تجارت کرتی ہے سب لوگ خوشحال ہیں۔ ایک سبھا بنا رکھی ہے جہاں آٹھویں دن جمع ہوتے ہیں۔ اور مذہبی کتھا کے بعد اپنے ذاتی جھگڑوں کو باہم فیصل کرلیتے ہیں۔ حتی الوسع عدالت میں مقدمہ نہیں جانے دیتے۔ اسکے صدر موتی رام ہیں۔ جن کی دکان بہت کامیاب ہے۔ تیس چالیس لاکھ روپیہ کا سامان ہر وقت موجود رہتا ہے۔ جس میں ہندوستانی زیورات کپڑے برتن۔ زیادہ ہیں +

بعد مغرب ہم انکی سبھا میں گئے۔ ان کا ڈپوٹیشن ہوٹل پر لینے آیا تھا۔ شاندار استقبال کیا۔ اول سری بھاگوت کی کتھا ہوئی۔ اسکے بعد گوبند سنگھ جی کی سوانح عمری پڑھی گئی جس میں بار بار مسلمان بادشاہوں کے مظالم کا رونا رویا جاتا تھا۔ میں نے یہ کلام سنکر سوچا کہ یہی اسباب ہیں جنکے طفیل ہندو مسلمانوں میں اتحاد نہیں ہوسکتا۔ مسلمانوں میں ایسا کوئی مذہبی طریقہ نہیں ہے جسکے ذریعہ سے عام خیالات کو دوسری قوم کے خلاف بھڑکایا جاتا ہو۔ مگر ان لوگوں میں یہ باتیں مراسم دین میں شامل ہیں۔ اسواسطے ہندو مسلمانوں سے عداوت کرنے میں ترقی کررہے ہیں +

ان مراسم کے بعد جلسہ نے مجھسے تقریر کی فرمائش کی۔ مگر میں نے وقت کی تنگی کا عذر کیا کیونکہ میں اس قسم کے لوگوں سے بات چیت کرنی پسند نہیں کرتا تھا جو دوسرے مذہب کی دل آزاری جائز رکھتے ہوں۔ میرا مذہب صلح کل ہے۔ سب قوموں سے ملنساری برتنی

چاہتا ہوں۔ لیکن اگر کوئی خواہ مخواہ حملہ کرے تو منصفانہ جواب دینا بھی میرے عقیدے میں ضروری ہے۔ مجمع نے زیادہ اصرار کیا تو کرشن جی کے اقوال پڑھکر حاضرین کو گوبند سنگھ جی کا واقعہ یاد دلا کے بتایا گیا کہ مسلمانوں نے اگر کچھ زیادتی کی تو وہ محض ملکی انتظام کے سبب تھی۔ شریر لوگ بغاوت کرکے امن میں خلل ڈالتے تھے۔ اسلیئے مسلمان مجبوراً سختی سے بغاوت کو روکتے تھے۔ گیتا میں دیکھو۔ جب ارجن نے مہابھارت کے وقت لڑنے سے انکار کیا اور کہا کہ اپنے رشتہ داروں کو مارکر زندہ رہنا بیکار ہے۔ زندگی ان لوگوں کی زندگی سے پرلطف ہے۔ انکے بعد ارینا کیا مزا۔ مگر کرشن جی نے انکو نصیحت کی اور فرمایا کہ یہ سامنے والا لشکر اگرچہ تیرے رشتہ داروں کا ہے مگر یہ سب خدا کی نافرمانی کے سبب ناپاک ہوگئے ہیں۔ تلوار ان کے کپڑوں کو پاک کرے گی۔ اور مرنیکے بعد انکو دوسرے پاکیزہ جسم ملیں گے۔ اس لیئے تو انپر ہتھیار چلا۔ چنانچہ ارجن نے کرشن جی کے ارشاد کے موافق جنگ کی۔ اور خوب کشت وخون ہوا۔ اسپر مسلمانوں کی حالت کو قیاس کرو کہ انہوں نے بھی ناپاک اور پاپی لوگوں کو مارکر پاکیزہ جسم دلوائے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حاضرین فوری اثر کے اعتبار سے اُسوقت تو متاثر ہوئے مگر میں یقین نہیں کرتا کہ مسلمانوں کی دشمنی میں یہ چند الفاظ کچھ کمی پیدا کرسکیں گے۔ تقریر کے بعد بکلف کھانا پیش کیا گیا۔ اور بارہ بجے رات کے رخصت ہوئے۔ قاہرہ سے روانگی کے وقت ان ہندوؤں نے ایک قیمتی تحفہ بھی نذر کیا +

۲۷۔ جون ۱۹۱۱ء

آج عباس آفندی عرف عبدالبہا مقتدائے فرقہ بابی کی ملاقات کے لیئے دوبارہ زیتون گئے۔ زیتون مصر سے آدھ گھنٹہ کی راہ ہے۔ ہر وقت ریل ملتی ہے۔ عباس آفندی بڑے ذی علم شخص ہیں۔ انکی باتوں میں بڑی کیفیت آتی ہے۔ مزاج بالکل سادہ ہے۔ اگرچہ مریدیہ تعظیم وتکریم میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے +

رخصت کیوقت ایک تصوفانہ رسالہ نذر کیا جولنکے والد بابی فرقہ بابی کی تصنیف ہے۔ نیز اپنے ہاتھ سے میری سادہ کتاب پر اسلام کی آیندہ بہتری کی تدبیر لکھی جو عربی زبان میں ہو۔ اور جو عنقریب نظام المشائخ میں مع کو بالا رسالہ کے ساتھ شائع کی جائے گی۔ اخلاق کا یہ عالم کہ اسٹیشن تک پہنچانے آئے اور ایک اشرفی چلتے وقت نذر کی میں نے لینے میں عذر کیا اور کہا کہ مجکو اسکی احتیاج نہیں۔ فرمایا فقرا کو خیرات کر دینا۔ قبول کرلو؂

۲۸۔جون ۱۹۱۱ء

آج بقیہ فقرا و مشائخ مصر سے ملاقاتیں کیں جن کا ذکر علیحدہ حلقہ صوفیائے مصر میں آئے گا؂

۲۹۔جون ۱۹۱۱ء

آج بابی الحلبی مشرق کے مشہور تاجر کتب سے ملاقات ہوئی۔ یہ مصر کے بلکہ اسلامی دنیا کے شہرہ آفاق تاجر ہیں۔ ہر فن کی کتابیں انکے ہاں ملتی ہیں۔ معاملہ ان کا ایسا عمدہ اور صاف ہے کہ ہر شخص اسکی تعریف کرتا ہے۔ ہندوستان کے جو لوگ مصر آئیں۔ پہلے انسے ملیں۔ ہر طرح کے مفید مشورے حاصل ہونگے۔ فن قومیات سے بھی آشنا ہیں اور دل میں مسلمانوں کا درد رکھتے ہیں؂

جب سے اخبارات میں میرا ذکر ہوا ہے بھیک مانگنے والوں نے ناطقہ بند کر دیا۔ روزانہ ہوٹل پر مہذب صورت کے لوگ مانگنے چلے آتے ہیں +

آج رات کو میں ہوٹل کے دروازے پر بیٹھا تھا کہ ایک نوعمر صاحبزادے نہایت مکلف انگریزی سوٹ پہنے ہوئے تشریف لائے۔ اور جھک کر سلام کرکے ہاتھ چومے اور سامنے کرسی پر بیٹھ گئے۔ اور نہایت متانت سے فرمایا کہ میرے والد کلکتہ کے تھے میں یہاں مصر میں پیدا ہوا۔ اسلئے ہندی زبان نہیں جانتا۔ آپکا ذکر اخبار میں پڑھا اسلئے حاضر ہوا ہوں کہ آج مجھے فاقہ ہے۔ جیب میں صرف ایک پیسہ باقی ہے۔ کچھ دیجئے تاکہ روٹی

کھائیں۔ میں نے حیرت سے اس تقریر کو سنا اور جواب دیا کہ آپ جوان ہیں محنت کرکے پیٹ پالیئے۔ مانگنا بُرا ہے۔

چونکہ کل روانگی کا ارادہ ہے۔ اسلیئے جلدی جلدی سب سامان درست کیا۔ جنسے ملنا رہگیا تھا انسے ملاقاتیں کیں۔ افسوس کہ اپنے صوفی مشرب دوست مسٹر حبیب سے (جنکو ہندوستان) ملاقات کا بڑا شوق تھا) نہ مل سکا۔ تاہم مولوی عبدالرحمن کے ذریعہ خطاب مکنونِ مصری اُنکو بھیجدیا۔ کیونکہ وہ ایک خطاب کے مستحق پائے گئے تھے۔ اور نہایت شوق سے خطاب تصوف لینے کے طلبگار تھے۔ ذوالنون مصری کے وزن پر اس فنافی التصوف ہستی کا مکنون مصری لقب موزوں معلوم ہوا۔

رسالہ الہلال کے مشہور اڈیٹر جرجی زیدان سے بھی آج ملاقات ہوئی پچاس سالہ بزرگ ہیں۔ اور بڑے ہنس مکھ اور خلیق۔ اپنی تصویر بھی عنایت کی۔ ان کی تاریخ دانی اسلامی دنیا میں مسلم ہے۔

آج قاہرہ کا قیام ختم ہوتا ہے۔ وہ علمی یادداشت جو مولانا شبلی کے سفرنامہ میں پائی جاتی ہے۔ سردست پیش نہیں ہوسکتی۔ وہ اُسوقت ملاحظہ فرمائیے گا جب یہ روزنامہ کتاب کی صورت میں شائع ہوگا۔

۳۰۔ جون ۱۹۱۱ء یوم جمعہ

اکثر علماء مصر کا اصرار تھا کہ روانگی کے وقت سے مطلع کرنا تاکہ ریل پر وداع کرنے آئیں مگر مجکو یہ رسم پسند نہیں۔ مقتدائے گروہ وطنی عبدالعزیز شاویش۔ ایڈیٹر اللواء محمود بک سالم وغیرہ احباب کا خاص تقاضا تھا کہ ہم ضرور ریل تک چلیں گے۔ آج روانگی ہے۔ ارادہ ہوا کہ خبر دیدوں۔ مگر چند مصلحتوں کے خیال سے خاموش رہنا مناسب سمجھا۔ مالک ہوٹل کے پاس متعدد پیام ٹیلیفون آئے کہ شیخ الہند کسوقت روانہ ہونگے۔ مالک نے مجھسے دریافت کیا۔ میں نے ہدایت کی کہ میرے چلے جانیکے بعد سب کو میرا سلام اور شکریہ بھیجدینا اور

کہنا کہ وہ سوار ہوگئے ۔ بالفعل خاموش ہوجاؤ +

آج صبح ساڑھے چھ بجے قاہرہ سے رخصتی ہوئی۔ امام الدین صاحب خیاط پنجابی اور حافظ عبد القادر نگینوی ہمراہ ہیں۔ یہ بھی زیارات بیت المقدس و شام و حجاز کو جائیں گے ساڑھے سات بجے چپ چاپ ریل پر سوار ہوئے۔ اور گاڑی چل دی +

ڈیڑھ گھنٹہ میں طنطا پہنچے۔ یہاں حضرت سید احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے جسکا رتبہ ان ممالک میں حضرت خواجہ خواجگان اجمیری رح کا سا مانا جاتا ہے۔ تمام مصر، شام، افریقہ کا مرجع ہے۔ شیخ سنوسی مشہور و معروف بزرگ جن کا ذکر یورپ کے اخبارات میں آیا کرتا ہے انہیں کے سلسلہ میں ہیں "

ریل سے اتر کر اسباب ایک لوکندہ میں رکھا اور سیدھے حضرت کے مزار پر حاضر ہوئے۔ بڑی عالیشان عمارت ہے۔ حضرت کی مسجد میں ایک مدرسہ بھی ہے جس میں تین ہزار کے قریب طلبہ دینیات پڑھتے ہیں اس مدرسہ میں حساب جغرافیہ بھی پڑھایا جاتا ہے۔ چنانچہ ہم مسجد میں پھر رہے تھے۔ یکایک منبر پر جو نگاہ پڑی۔ دیکھا کہ انگریزی حروف سے آراستہ ایک سیاہ تختہ منبر پر رکھا ہے۔ ہم حیران ہوگئے کہ انگریزوں نے منبر دین پر کیونکر قبضہ کر لیا دریافت سے معلوم ہوا کہ استاد حساب کا درس دیتے وقت کھریا سے یہ نقش بناتے جاتے ہیں۔ کسی استاد نے یہ تختہ منبر پر رکھدیا +

حضرت کے مزار پر عظیم الشان گنبد بنا ہوا ہے جسکے اندر طلائی کام کی گلکاری ہے۔ مزار کے گرد مصری مزارات کے دستور کے موافق برنجی جھپر کھٹ ہے۔ اور اسپر حضرت کا نسب نامہ کندہ ہے۔ ہم یہاں دو گھنٹے ٹھیرے رہے۔ اور خوب دعائیں مانگیں +

واپسی کے وقت یہاں کے سجادہ نشین کو دریافت کیا۔ ایک صاحب ہمکو اُن کے دولت خانہ پر لے گئے۔ وہاں سیکڑوں آدمی ہماری طرح شیخ کی زیارت کے انتظار میں چشم براہ تھے۔ یہ شیخ مصری مشائخ کی عام حالت کے خلاف پابند شریعت اور صاحب نسبت

بزرگ ہیں۔ پورے ایک گھنٹہ ہم نے راہ دیکھی مگر شیخ باہر تشریف نہ لائے۔ مجبوراً لوگ ندوہ کو چلے گئے۔ اور کچھ دیر آرام کرکے پھر حاضر ہوئے۔ اب بھی خلقت کا ہجوم تھا۔ ہم نے اپنا کارڈ شیخ کو بھجوایا۔ جسکو ملاحظہ کرتے ہی باہر تشریف لے آئے اور ہمکو خلوت خانہ خاص میں لیجاکر بٹھایا۔ جہاں اور کسی کو آنیکی اجازت نہ تھی +

شیخ پچاس ساٹھ کے درمیان سن رکھتے ہیں۔ بڑی نورانی صورت ہے۔ اور باتوں میں ایک کیف معلوم ہوتا ہے۔ دیر تک ہندی مسلمانوں علی الخصوص مشائخ کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجکو بھی سلسلہ احمدیہ اور سلسلہ شاذلیہ کا فیض پہنچا ہے۔ تعجب سے فرمایا۔ کس کے ذریعہ؟ عرض کیا حضرت مولانا شاہ سید بدرالدین پھلواروی کے واسطے سے۔ اور انکو شیخ عبدالرحمن ابو خضیر المصری سے یہ سلسلہ پہنچا ہے شیخ عبدالرحمن ابو خضیر کا نام نامی سنکر شیخ نے ارشاد کیا کہ اہو یہ تو ہمارے بڑے دوست ہیں ہم دونو مدت تک ساتھ رہے ہیں +

اسکے بعد حلقہ کا ذکر آیا۔ حضرت شیخ نے اسکے مقاصد کو بہت پسند فرمایا۔ اور کامیابی کی دعا فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ سب اہل حلقہ اور فلاں فلاں چند احباب کے نام لیکر انکے واسطے بیعت دعا فرمایئے۔ چنانچہ سب کے لیے حضرت نے دعا کی +

تہوہ اور شربت کی تواضع کے بعد ارشاد ہوا کہ تمہارا کچھ حق میرے پاس ہے۔ اسکو لیتے جاؤ۔ میں تمہارے چہرہ پر آثار اجتہاد پاتا ہوں۔ حضرت شیخ کے اس فرمان نے میرے بدن میں سنسنی پیدا کردی۔ آنکھوں میں آنسو آگئے +

قلمدوات اور کاغذ طلب فرماکے چند سطریں تحریر فرمائیں کہ ہم نے حسن نظامی کے چہرہ پر آثار جد و اجتہاد دیکھکر اور یہ معلوم کرکے کہ وہ فقرا کے گروہ کو منتظم کرنے والا ہے اسے سلسلہ قادریہ شاذلیہ احمدیہ وغیرہ جمیع سلاسل کی اجازت دی کہ وہ ان سلاسل میں اہل ہند سے بیعت لے۔ اسکے بعد مجکو چند نصائح تحریر فرمائیں۔ فرمان دستخط و مہر سے

مزین کرکے اِس مسافر کو عطا فرمایا۔ اور ایک خاص کتاب اپنے اوراد و وظائف کی طلب فرماکے عنایت کی اور اُنکے پڑہنے کی اجازت بخشی ؁

ہمکو آج ہی اسکندریہ جانا ہے کیونکہ کل یافہ کا جہاز چھوٹنے والا ہے اس لیے رخصت طلب کی۔ حضرت نے فرمایا۔ جی چاہتا تہا کہ آجکی رات میرے پاس رہتے مگر خیر جاؤ خدا حافظ۔ حالات سے مطلع کرتے رہنا۔ شیخ سے رخصت ہوکر ریل پر آئے اور ساڑھے پانچ بجے سوار ہوکر آٹھ بجے اسکندریہ پہنچے۔ راستہ میں دریائے نیل کی نہر ریل کے ساتھ ساتھ چلتی تہی۔ جسکے سبب جنگل سرسبز اور کیفیت دار ہے

اسکندریہ میں گاڑی کیا پہنچی قیامت آگئی۔ چاروں طرف سے ہوٹلوں کے دلال چمٹ گئے۔ اِن میں بکثرت یورپین تھے اور دو ایک مسلمان۔ ہر شخص اپنا کارڈ سامنے کرتا اور ہوٹل کی تعریف سناکر اپنی طرف کہینچنا چاہتا۔ میں حیران تہا کہ کیا کروں۔ ہر چند اُنسے کہا کہ صبر کرو۔ اطمینان سے کارڈ پڑہنے دو۔ مگر وہ کب ماننے تھے۔ اسباب کے ٹکڑے کرکے باہم تقسیم کرلیا۔ اور غل مچانا شروع کیا۔ مسلمان کہتے کہ یہ حرامی نصرانی ہیں ہمارے ساتھ چلو۔ تم بھی مسلمان ہم بھی مسلمان۔ یورپین گو بکثرت تھے مگر گنتی کے چند مسلمانوں کی یہ گالیاں سُنکر کچھہ نہ کہتے تھے۔ گھبراہٹ میں مجبور ہوکر میں نے ایک ترکی ٹوپی والے دلال کا کارڈ لے لیا۔ کارڈ لیتے ہی غل مچا کہ یہ حرامی بہی نصرانی ہے۔ آخر ہزار دقت پلیٹ فارم سے باہر آئے۔ اور وہاں پولیس کے آگے یہ قصہ پیش ہوا۔ اسلامی ملک بیچارے نصرانیوں کی داد کون دیتا۔ مسلمان پولیس افسر نے نصرانیوں سے اسباب چھنوا کر مسلمان دلال کے سپرد کردیا۔ اور ہم عثمانی لوکنڈے میں آئے جو ایک ترک کا ہے مالک بہت اخلاق سے پیش آیا۔ جگہ بہی خاصی اور ۱۲ روپیہ کے کرایہ کی تہی۔ رات کو کہانا کھاکر لیٹ گئے۔ مگر کھٹملوں نے سونے نہ دیا مسلمانوں کے ہوٹلوں میں یہ بڑی خرابی ہے انکو صفائی کا سلیقہ نہیں۔ اسلیئے لوگ ان میں کم ٹہرتے ہیں ؁

یکم جولائی ۱۹۱۱ء یوم شنبہ

آج صبح تمام اسکندریہ کا گشت لگایا۔ شہر خوبصورت اور شاندار ہے۔ نہ اتنا جتنی تعریف کیجاتی تھی۔ اول حضرت دانیال پیغمبر اور حضرت لقمان حکیم کے مزارات پر گئے نہیں معلوم یہ سچے مزارات ہیں یا مصنوعی۔ بظاہر قدامت مترشح تھی۔ دونوں مزار ایک تہ خانہ میں ہیں۔ یہ زیارت کرکے قصیدہ بردہ کے مصنف امام بوصیری رح کے مزار پر حاضر ہوئے۔ بڑی دلچسپ اور موثر جگہ ہے۔ عمارت بھی خوشنما اور شاندار۔ یہاں ایک مدرسہ دینیات کا ہے جس میں خدام کے بیان کے موافق دو ہزار کے قریب طلبہ تعلیم پاتے ہیں۔ روضہ کے اندر سنہری حروف میں قصیدہ لکھا ہوا ہے۔ بہت دیر بیٹھے رہے۔ اس مزار کی سی کیفیت سارے سفر میں کہیں نہ دیکھی۔ واپسی میں ترجمان سکندر ذوالقرنین کے مزار پر لے گیا جو ایک معمولی بوسیدہ مقبرہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی اور بزرگ کا نام سکندر تھا۔ ان لوگوں نے ذوالقرنین مشہور کردیا۔ مجاور بڑے شریر اور کمینے ہیں۔ جب ہم غار کے اندر گئے تو باہر سے دروازہ بند کردیا۔ اور زبردستی کرکے نذرانہ طلب کرنے لگے۔ میں نے ڈانٹا اور حکومت سے شکایت کی دھمکی دی جب کھولا بڑی تاریک جگہ ہے۔

زندہ مشائخ سے ملنے کی خواہش کیگئی تو ترجمان سید الحبشی نامی ایک بزرگ کے پاس لے گیا سید صاحب صد سالہ معلوم ہوتے ہیں۔ ہوش و حواس سلب ہیں کسی سے بات نہیں کرتے۔ نہ چل پھر سکتے ہیں۔ خدام کرسی پر بٹھا کر گھر سے خانقاہ میں لائے اور مسند پر بٹھا دیا۔ یہ اکثر چیخیں مار کر روتے رہتے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ان پر حالت مجذوبی طاری ہے۔ جو زبان سے نکل جائے پورا ہوتا ہے۔ خدام نے سر جب کان کے پاس منہ لیجاکر پکارا کہ یہ لوگ ہندوستان سے آئے ہیں۔ مگر شیخ ہماری طرف ملتفت نہ ہوئے۔ ایک شخص نے آواز دی کہ حضرت ان کے لیئے دعا کرو۔ اسکا بھی کچھ

کچہ جواب نہ دیا۔ تیسرے نے صدا لگائی کہ جناب انکو انگریزی حکومت سے بڑی تکلیف ہے دعا مانگو کہ یہ تکلیف دور ہو۔ جواب اسکا بہی نہ ملا۔ مگر میں نے خود سبقت کرکے عرض کیا کہ نہیں جناب ہمکو انگریزی حکومت سے کچہ تکلیف نہیں۔ جس امر کی تکلیف ہے وہ دل میں ہے دعا فرمایئے کہ یہ دل کی خلش رفع ہو۔ یہ کہکر میں جہکا اور شیخ کے ہاتہ پر سر رکہدیا۔ اسپر شیخ نے صرف ایوہ فرمایا یعنے ہاں ایسا ہی ہوگا۔ ایوہ کا لفظ شیخ کے منہ سے نکلتے ہی چاروں طرف سے مبارکباد کا غل مچگیا۔ اور لوگ کہنے لگے کہ کام پورا ہوا۔ شیخ کا اتنا لفظ کافی ہے وہ کسی کے لیئے ہاں نہیں کہتے۔ اور کہتے ہیں تو اُسیکے واسطے جسکا کام ہونیوالا ہو۔ اسکے بعد ہم رخصت ہوئے۔ یہ چند ساعتیں بڑے لطف کی تہیں۔ شیخ قادریہ سلسلہ کے بزرگ ہیں +

یہاں سے باہر نکلکر بازار میں آئے۔ ایک قہوہ خانہ قریب تہا۔ وہاں سے ایک عرب اُٹھکر آیا۔ اور پوچہا آپ سید ہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ تم کیا چاہتے ہو۔ بولا فاتحہ خیر پڑہو۔ اور دعا مانگو۔ وہیں کہڑے کہڑے فاتحہ پڑہی اور آگے بڑہا۔ مگر عرب نے بڑہنے نہ دیا۔ اور نہایت وحشیانہ طریق سے ڈاڑہی پکڑکے چوم لی۔ اسکی یہ حرکت دیکہکر سارا قہوہ خانہ پل پڑا۔ اور ڈاڑہی کے بوسے لینے شروع کیئے۔ انکی اس بیدردانہ عقیدت نے میرے اوسان باختہ کردیئے۔ اور جلدی سے بگہی میں سوار ہوکر بہاگنا پڑا +

ہوٹل پر آکر اسباب درست کیا۔ اور جہاز پر آئے۔ ٹکٹ پہلے لیلیئے تہے معمولی طور پر ڈاکٹری معائنہ ہوا۔ اور خدیویہ جہاز میں جو یافہ جاتا ہے سوار ہوگئے۔ ٹکٹ تہرڈ کلاس کا لیا تہا۔ کیونکہ یافہ صرف دو رات کا رستہ ہے۔ جہاز میں آکر ترجمان کے ذریعہ سے ایک کوٹہڑی جہاز کے ملازمین سے چہ روپیہ فی کس زائد دیکر لیلی۔ جس میں نہایت عمدہ سکنڈ کلاس کے سے پلنگ سونے کے لیئے اور صاف فرش موجود ہے

ترجمان صاحب نے عادت کیموافق یہاں بہی جہگڑا کیا۔ ہم نے اسکو ایک ریال یعنی تین روپے دیئے

سے جب وہ راضی نہوا۔ اور بگڑنے لگا۔ آخر پانچ قرش اور دیئے۔ تماشہ دیکھئے کہ باوجود اس جھگڑے کے سارٹیفکٹ کا طالب ہوا۔ میں نے اُسکی کتاب پر لکھدیا کہ یہ ترجمان لوگ خدا کی تقدیر ہیں جنکے لکھے کا کسیکو حال معلوم نہیں۔ اسلیئے انپر کبھی بھروسہ کرو اور اپنی سعی جاری رکھو۔ سارٹیفکٹ لیکر ترجمان خوشی خوشی چلدیا۔

دریا میں تلاطم زیادہ ہے۔ چار بجے لنگر اٹھتے ہی ساتھی نوکروں سے صاحب فراش ہوگئے۔ مگر میں مزے سے کتاب پڑھتا رہا کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی۔ رات کو نیند بھی خوب آئی۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔

۲۔ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء سہ شنبہ

آج ۸ بجے پورٹ سعید پر جہاز نے لنگر کیا۔ ہم اُترکر پورٹ سعید گئے۔ بہت آباد جگہ ہے کھانا کھایا۔ اور تھوڑی دیر گشت لگاتے رہے ہندوستان کو خطوط روانہ کئے نہیں بلکہ خط روانہ کیا۔ کیونکہ آج صرف عزیزہ والدی صاحب کو خیریت نامہ بھیجا۔ زیادہ لکھنے کی فرصت نہ تھی تیسرے پہر جہاز پر آگئے۔ اور جہاز شام کو یافہ کیطرف چلدیا۔

۳۔ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء دوشنبہ

آج صبح ۶ بجے یافہ نظر آیا سات بجے جہاز لنگر انداز ہوا۔ چونکہ ہمارا جہاز مصر سے آتا ہے جہاں آجکل طاعون ہے۔ اسلیئے ایک دن رات کا ہماری قرنطینہ ہوگا۔ یعنی جہاز ایک دن رات مع مسافروں کے کھڑا رہیگا۔ یہ فضول تضییع اوقات دشوار معلوم ہوئی کہ یافہ سامنے ہے مگر جا نہیں سکتے۔ تیسرے پہر تک ڈاکٹر جہاز پر آیا۔ ہمکو اُس شخص نے جس سے کوٹھری کرایہ لی تھی کوٹھری میں مقفل کردیا تاکہ ڈاکٹری زحمت سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ ۳ گھنٹہ گرمی میں حبس دم رہے۔ تھرڈ کلاس کے سب مسافروں کے کپڑے بھاپ سے خراب اور گیلے کرکے ڈاکٹر صاحب چلدیئے۔ اور انتظام کی خوبی دیکھئے کہ طبی سارٹیفکٹ ایسا ارزاں تھا کہ ہمکو بھی مل گیا۔ حالانکہ نہ ہم نے انکی صورت دیکھی نہ اُنہوں نے ہماری۔

خدیویہ جہاز یورپین جہازوں کیطرح صاف ستھرا نہیں ہے۔ اور نہ مسافروں کے بھرنے کی کوئی حد مقرر ہے۔ جو آیا گھس گھس بیٹھے کان میں گھس - یا اللہ ان مسلمانوں کو انتظام کا سلیقہ کب آئیگا +

رات کو کوٹھری والے کا حساب طے کیا۔ چار کی ۹ پیالیاں تھیں ۵ فی پیالی وصول کیئے۔ سالن کی ۳ رکابیوں کے ۱۲ پیئے۔ عجب لوٹ ہے +

آج رات کو جہاز میں بیچارہ ایک مصری مسافر مر گیا جسکے بال بچے دوسرے جہاز میں آرہے ہیں۔ بے درد جہاز والوں نے وارثوں کے انتظار بغیر لاش کو دریا میں پھینک دیا۔ مجھپر اسکی بے کسی نے ایسا اثر کیا کہ غشی کی نوبت آگئی۔ آہ پردیس +

۴ - جولائی ۱۹۱۱ء شنبہ

مصر کے وقت سے یافہ کے اوقات میں تفاوت ہے - سورج ساڑھے چار بجے طلوع ہو گیا۔ اور ۶ بجے ہم جہاز سے اترے - حاجی درویش نامی ایک شخص نے جو یافہ میں زائرین کی خدمات کی معاش رکھتا ہے۔ آسانی سے کنارہ تک پہنچایا۔ اور آٹھ بجے بیت المقدس کی ریل پر سوار کرا دیا۔ یافہ میں بکثرت اس قسم کے وکلا ہیں جو زائرین کے لیئے آپس میں جھگڑتے ہیں۔ ریل تک پہنچتے پہنچتے بیت المقدس کے وکلاء کا بھی ہجوم ہو گیا ایک وکیل صاحب ہمارے ساتھ ریل میں سوار ہو گئے۔ صورت تو شریفانہ ہے۔ دیکھیئے برتاؤ کیسا رہے۔ یافہ سے دو وقت بیت المقدس کو ریل جاتی ہے۔ فاصلہ تو صرف ۵۰ میل کا ہے۔ مگر کوہستان کے نشیب و فراز کے سبب گاڑی بہت آہستہ چلتی ہے اور ۴ گھنٹہ میں پہنچتی ہے۔ پہاڑ سب سرسبز ہیں۔ اور انگوروں کی بیلیں چاروں طرف پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یافہ سے دوسرا اسٹیشن رملہ ہے یعنی ارض فلسطین۔ یہ مشہور تاریخی مقام ہے۔ واپسی کے وقت یہاں اترنے کا ارادہ ہے +

۱۲ بجے بیت المقدس کی زمین پر قدم رکھا۔ زہے نصیب - قلیوں۔ اور گاڑیبانوں کا

محشر برپا تھا۔ مگر وکیل صاحب کی مہربانی سے یہ منزل آسانی سے طے ہو گئی۔ اور سیدھے اپنے آقا و مولے حضرت بابا فرید گنجشکر رحمۃ اللہ کے تکیے میں آئے۔ اگرچہ پہلے ارادہ ہوٹل میں ٹھیرنیکا تھا۔ لیکن حضرت باباصاحبؒ کا نام سنکر جی بے اختیار ہو گیا۔ یہیں وہ خاک ہزار ہوٹلوں سے بڑھکر ہے جہاں ہمارے پیشوا کے قدم پڑے۔ حضرت باباصاحبؒ کا یہاں چلہ بھی ہے۔ تکیہ بہت صاف ستھرا اور شاندار ہے۔ اسکے متولی شیخ عبدالقادر المدراسی ہیں جو بڑے سلیقہ والے اور منتظم ہیں۔ بہت اخلاق سے پیش آئے اور ایک عمدہ مقام پر ٹھیرایا +

یہاں خاصا گلابی جاڑا ہے۔ کہتے ہیں۔ یہی موسم قدس کے سفر کے لیئے مناسب ہے۔ نہ گرمی نہ سردی۔ درمیانی حالت۔ سردیوں میں ہم جیسے ناتوانوں کا گزر نہیں۔ خوب برف پڑتی ہے۔ اسی سال سردی کے موسم میں چھ بنگالی حاجی اسی تکیہ میں مر گئے۔ ٹھنڈ کے سبب کوئلے سلگا کر اور کواڑ بند کر کے سو گئے تھے۔ صبح بارہ میں سے چھ زندہ نکلے آج دن بھر کہیں نہ گئے۔ طبیعت پر تکان زیادہ ہے۔ کل سے زیارتیں شروع کرینگے رات کو شیخ التکیہ نے دعوت کی اور خوب مزیدار کھانے کھلائے +

۵۔جولائی ۱۹۱۱ءچہارشنبہ

رات کو نیند صاف نہ آئی۔ ۳ بجے بیدار ہو کر حوائج سے فراغت حاصل کی اور قرآن شریف پڑھتے رہے۔ آٹھ بجے ابراہیم عبدالقادر آفندی مزور بیت المقدس تشریف لے آئے انکو لیکر زیارات کو نکلے۔ بیت المقدس پہاڑ پر آباد ہے۔ اسلیئے رستوں میں آسمان زمین کا سا نشیب و فراز ہے۔ حرم تکیئے سے بہت دور نہیں ہے۔ جسوقت ہم نے حرم کے اندر قدم رکھا جہاں جوتیوں سمیت جاتے ہیں۔ دل کی حالت دگرگوں ہونی شروع ہوئی۔ کچے صحن کو طے کر کے پختہ صحن کے پاس ہم نے تو جوتیاں اُتار لیں۔ مگر اور لوگ اکثر پہنے ہوئے رہے تھے۔ اس صحن میں داخل ہونیسے پہلے مزور نے کھڑے ہو کر چند

دعائیں پڑہیں۔ جو بڑی مؤثر تہیں۔ ہم آمین کہتے گئے۔ آخر میں مَیں نے مزور سے کہا کہ میرے اہل حلقہ اور خاص دوستوں کے لیئے بہی دعا مانگو اُسنے خبر نہیں کس قیامت کے الفاظ چھانٹ کر دعا کی کہ جی بے قابو ہو گیا۔ اور بے اختیار چیخیں نکلنے لگیں اول گنبدِ صخرہ شریف میں گئے۔ اور نوافل ادا کیئے۔ اِسکے بعد تمام مسجدِ اقصٰے کا گشت لگایا۔ اور ہر چیز کو غور سے دیکھا۔ یہاں ہر شئے عجیب و نایاب ہے۔ اِسلیئے ایک ایک چیز کی تفصیل ضروری ہے تاکہ اہل وطن گھر بیٹھے زیارت کا مزا حاصل کریں۔ مگر اِس تفصیل کیلیئے ایک ہی دن میں گنجائش نہیں حرم میں روزانہ حاضری ہوگی۔ تھوڑا تھوڑا ہر روز لکھہ لیا جایا کرے گا +

حضرت سلیمان کی مسجد آجکل بند ہے۔ کیونکہ اِس جگہ سے چند انگریزوں نے مخفی گڑہا کھود کر پرانے تبرکات چرا لیئے ہیں جس کی یہاں بڑی شہرت ہے۔ گورنر معزول کیا گیا ہے اور شیخ الحرم قید ہے۔ مقدمہ کی تحقیقات جاری ہے۔ تا اختتام تحقیق یہ مسجد مقفل رہے گی +

آثار قدس کی زیارت کرکے عیسائیوں کے گرجہ میں گئے۔ جہاں حضرت عیسٰیؑ کی قبر اور دیگر آثار ہیں۔ آجکی تاریخ میں سب سے زیادہ مؤثر یہودیوں کا طریق زیارت تہا۔ یہ لوگ حرم کے اندر نہیں آتے۔ کیونکہ انکے عقیدہ کے موافق چونکہ تورات مسجد کے اندر دفن ہے لہذا اندر آنے سے وہ پامال ہوگی باہر ایک دیوار کو چمٹ چمٹ کر روتے ہیں۔ اُن کا بیتابانہ دیوار کو چمٹنا۔ چومنا اور گریہ وزاری کرنا۔ دل میں نشتر مارتا تہا۔ عورت مرد بچے بوڑہے جوان سب ہی کے ہاتھ میں کتابیں تہیں۔ دعائیں مانگتے جاتے تھے،،

عیسائیوں کے گرجہ کا دربان مسلمان ہے۔ کنجی اُسکے پاس ہے۔ جناب عالی مع اپنی سفید ڈاڑہی کے مسند تکیہ لگائے غریب نصارٰے کے قبلہ گاہ ہیں۔ مرد خواہ مخواہ کی طرح اکڑے بیٹھے تھے سیدنا حضرت عمر فاروق رضہ کے زمانہ سے آجتک اِس گرجہ

کی کنجی مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ جب شام ہوتی ہے۔ کلید بردار سپاہیوں اور تمام زائرین کو دروازہ بند کرنے کی خبر دیتا ہے۔ اور انکو باہر کر کے گرجا مقفل کر دیا جاتا ہے۔ بعض لوگ خاص سفارش و کوشش سے اندر ہی رہجاتے ہیں۔ جنکو رات بھر اسلامی قفل کے سبب وہیں محبوس رہنا پڑتا ہے۔

باقی آیندہ حسن نظامی از قدس

تحفۂ رمضان

(قطعہ فارسی)

صوم از خوردن و لب بندان بود بلکہ خود را از بدی کردن جدا

چشم بند و لب بہ بند و دست و پا از بدیہا تا بیابی لطفہا

جد و جہد سے کن برین تقویٰ بشو تا کہ بینی نور ہا را بے فنا

گر بدینگونہ تو قائم مے شوی پس بیابی صد کرمہا از خدا

آنچہ گفتم کوشش کن زینسان تو ان از تغافل بگذر و طالب بیا

رباعیات

گر کھانے کے روزوں میں شکم خالی ہے ملتی ہے غذا روح کو خوشحالی ہے

ظاہر میں تو یہ روزہ ہے فاقوں کی طرح باطن میں مگر سیری و خوشحالی ہے

ہیں صوم کے دنوں میں یہ خوبی پیدا صابر ہے روزہ نہیں کرے شکر خدا

ہاں ورد رہے نام خدا کا ہر دم مقبول ہو ان باتوں سے جب ہے خدا

رمضان میں کیا مزے ہے سبحان اللہ گر گرسنگی میں ہی ہے ماشاء اللہ

ہو گیارہ مہینوں کی رطوبت سب جذب ہو کونکی حقیقت کھلے واللہ باللہ

افشائے راز

یہ غزل بابو عبدالرحمن صاحب حیاؔ نے مراد آباد کے کسی صوفیانہ مشاعرے میں پڑھی تھی۔ مولوی مقبول احمد نظامی شکریے کے مستحق ہیں جنھوں نے یہ غزل اُنسے لیکر ہمیں اشاعت کے لیے بھیجدی۔ جناب حیاؔ حضرت شیخ حمید الدین رح برادر کلاں حضرت شیخ سعدی رح کی اولاد میں ہیں۔ اور خود بھی [illegible] درویشانہ جذبات اور [illegible] رکھتے ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین آپکے کلام سے آیندہ بھی محظوظ ہوتے رہینگے۔ اگرچہ بقول مولوی مقبول احمد صاحب انہیں اپنے تخلص حیاؔ کی مناسبت سے ہمیشہ پردے میں رہنے کی عادت ہے۔

اڈیٹر

کفر و اسلام کا جھگڑا ابھی طے ہو جائے
اے صنم پردہ بر انداز اگر تو ہو جائے

تیرا نقشہ تری صورت تری خو ہو جائے
میں تو ہیچ رہوں یار اگر تو ہو جائے

رو برو تیرے جو وہ قبلہ ابرو ہو جائے
دل بیتاب ابھی قبلہ نما تو ہو جائے

تجھ میں ایسا میں ہو جاؤں کہ میں ہی نہ رہوں
مجھ میں تو ایسا سمائے کہ تو ہی تو ہو جائے

راز توحید جو کھل جائے تو اے پردہ نشیں
ذرہ ذرہ میں نمودار تو ہی تو ہو جائے

تو جو شوخی سے کہیں ناز ان اللہ کرے
پھر تو کچھ بھی نہ رہے صرف تو ہی تو ہو جائے

پھر تو میں دونوں جہاں کی نہ حقیقت سمجھوں
میری جانب نگہ ناز اگر تو ہو جائے

تیری در پردہ رکاوٹ سے مجھے یہ ڈر ہے
پردے پردے ہی میں رسوا نہ کہیں تو ہو جائے

پھر حیاؔ سے نہ کبھی منہ چھپائے پردہ نشیں
پردے پردے ہی میں بے پردہ اگر تو ہو جائے

عبدالرحمن حیاؔ

تازہ نعتیں

(۱)

مباد دور زبانم ورای نام حبیب — ہزار جان گرامی فدای نام حبیب

باسم ذات خودش ضم نمود و قرب افزود — محب چہ خاص و دوام بقای نام حبیب

چو از زمین پر پرواز خویش بکشاید — بفوق عرش نشیند ہمای نام حبیب

بہر مکان و زمان ز خلاق ایزد — علو قدر پسندید برای نام حبیب

باوج عرش خدای عظیم پہلو زد — زہی بلندی شان لوای نام حبیب

فزود پایہ ذو العطایی دو عالم را — بنور ذات حبیب ضیای نام حبیب

بصد ہزار قصور فقیر معترف است — زبان حال ز عرض ثنای نام حبیب

ز فرق تا بقدم میکند بیاد اکسیر — کرامت اثر کیمیای نام حبیب

زہی قبول خداوند و لطف او کہ نمود — سر سران جہان خاک پای نام حبیب

بچارہ حل ہندیان ز طبیب رسا — غذای یاد حبیب و دوای نام حبیب

حسن ز زندگی جاوداں بشارت باد — اگر بگوش دل آمد صدای نام حبیب

(۲)

ابتدائے اولیں ہیں آپ تو — انتہائے مرسلیں ہیں آپ تو

سایۂ یزداں حیات المرسلیں — نام کو زیر زمیں ہیں آپ تو

ہے دنیٰ سے بھی آپ کا ادنیٰ مقام — عرش و کرسی کے مکیں ہیں آپ تو

قاسم کوثر فقط کیونکر کہوں — مالک خلد بریں ہیں آپ تو

مغفرت سے خلق کیوں مایوس ہو — رحمۃ للعالمیں ہیں آپ تو

مرہم زخم دل ناشاد کیا — راحت جان حزیں ہیں آپ تو

بے نہایت گرچہ ہیں میرے گناہ — پر شفیع المذنبیں ہیں آپ تو

نحن اقرب حق میں ہر انسان کے ہے — یعنی اس سے بھی قریں ہیں آپ تو

[illegible] — [illegible] ہیں آپ تو

میری واپسی

(از حضرت خواجہ حسن نظامی)

عید کے چاند کے ساتھ خواجہ صاحب بھی تشریف لے آئے۔ آپ کے ہمراہ بیروت۔ دمشق و مدینہ منورہ وغیرہ کے حالات کا عجیب و غریب اور پر اثر ذخیرہ ہے۔ مدینہ منورہ کی دعائیں بس دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

یتیم کی دعا۔ بیوہ کی دعا۔ برباد شہزادے کی دعا۔ بے اولاد والی کی دعا۔ بیمار کی دعا مفلس کی دعا۔ عاشق کی دعا۔ معشوق کی دعا۔ گنہگار کی دعا۔ ان کے علاوہ مدینے کا چاند۔ مدینے کی ریل۔ مدینے کی گلیاں۔ مدینے کی در و دیوار۔ حرم رسول کے نظارے۔ یہ تڑپا دینے والے مضامین اور دعائیں سلسلۂ روزنامہ سے علیحدہ عنقریب درج نظام المشائخ کر دیجائیں گی۔ (اڈیٹر)

پھر اُسی دہلی میں کاش مدینہ چند روز اور نہ آنے دیتا۔ بازو کے فرشتوں کی خبر نہیں انہوں نے میری اس چار ماہہ کارگزاری کی نسبت کیسی رپورٹ مرتب کی ہے۔ لیکن خود میرا دل کہتا ہے کہ پہلی منزل آسان ہوئی۔ اور مراد ہاتھ آگئی۔

اول اخراجات کی رپورٹ سنیئے۔ نقد دو ہزار روپے۔ وقت۔ ایک سو بیس دن۔ اور ۹ گھنٹے جسکے دو ہزار آٹھ سو نواسی گھنٹے ہوتے ہیں۔ اور ایک لاکھ ۷۳ ہزار ۳ سو ۴۰ منٹ۔ اور ایک کروڑ چار لاکھ چار سو سکنڈ۔ اگر ایک سکنڈ کا ایک سانس مانا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ ایک کروڑ چار لاکھ چار سو سانس خرچ کرکے حلقۂ نظام المشائخ کی بنیاد مصر، شام اور حجاز میں قائم کی گئی۔ گھر میں آٹھ گھنٹے آرام اور نیند کی نذر ہوتے تھے اس سفر میں کبھی چھ گھنٹہ سے زیادہ اس مد میں کام نہیں آئے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے جسم کی ناتوانی کو مخل اوقات نہ ہونے دیا۔

اگر آپ از راہ چشم پوشی و اخلاق شعاری سوال نہ فرمائیں تو کیا میں بھی خاموش ہو جاؤں اور حساب نہ دوں کہ اتنا روپیہ اور اتنا وقت خرچ کرکے حاصل کیا کیا۔ صاحب مستعدی اور کارگزاری

کی نگاہ سے دیکھا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ میں نے اپنے فرض کی ادائیگی کا حق پورا نہیں کیا
مگر تاہم بیکاری۔ تنہائی۔ کمزوری و بیماری کا لحاظ ہو تو جو کچھ نتیجہ حاصل ہوا غنیمت نظر آتا ہے۔

مصر کی تفصیل مصر کے تمام بڑے بڑے شہروں اور چھوٹے چھوٹے قصبات و
قریات میں حلقہ کی تبلیغ کی گئی۔ مشائخ کو اس سے آگاہ کیا۔ اور انکو اس سلسلے میں متوسل کر لیا گیا
یہاں کے وہ لوگ بھی جو سب جگہ روحانیت سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں مختلف طریقوں کے ساتھ
اور متوجہ کیا گیا۔ الغرض مصر کے ۱۶ روزہ قیام میں آبادی کے اکثر تعلیم یافتہ حصہ کی زبانوں پر حلقہ کا
ذکر جاری رہا اور شاید اب دلوں میں اقامت پذیر ہوگا۔ مصر کے شیخ المشائخ سید توفیق بکری
کی غیر معمولی توجہ اور مدد بھی حاصل ہو گئی۔ طنطا میں حضرت سید احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مشہور
آفاق بزرگ کی بارگاہ سے قبولیت کی سند ملی اور حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم الشاذلی الاحمدی
نے نہ صرف حلقہ کی خدمت کو تسلیم کیا۔ بلکہ اسکے خادم کو اپنے سلسلہ عالیہ کی سند خلافت
بھی عطا فرمائی۔ اسکندریہ میں بھی نشر تبلیغ کی کامیابی ہوئی۔ بیت المقدس میں تو وہ زبردست
اور نمایاں نصرت ملی جو دائمی فخر کے قابل ہے۔ وہاں کے تمام مشائخ۔ حکام۔ علما۔ عمائد نے
حلقہ کی صدا کو لبیک کہا۔ اور راقم کو اس مقدس برگزیدہ مقام میں داخل ہونیکی عزت دی
جسکا ذکر سرقہ کے باعث اخبارات میں گشت لگا رہا تھا۔ اسیکے ضمن میں رویٹر ایجنسی کے ذریعہ
حلقہ کا نام دنیا کے چپے چپے پر شائع ہو گیا۔ اور ایک گونہ تبلیغ کا مطلب حاصل ہوا۔ گو حلقہ
نظام المشائخ کی جگہ انگریزی رپورٹر نے اسکا نام اپنے مفہوم کے موافق۔ آل انڈیا صوفی
کانفرنس لکھا۔ تاہم دنیا کو معلوم ہو گیا کہ صوفی بھی زندہ ہیں۔ اور زمانہ کے دست برد کن
سے دبنے والے نہیں۔

حیفہ اور بیروت میں بھی اشاعت حلقہ میں کمی نہ رہی۔ بیروت جو شام و حجاز و عراق
کا بحری ناکہ ہے اس قابل تھا کہ وہاں حلقہ کا باضابطہ اثر قائم رہے۔ جو امید ہے کہ مولوی
عبد الستار الخیری الدہلوی کے ذریعے قائم رہیگا۔ مولوی صاحب دہلی کے معزز خاندان سے
ہیں۔ اور بیروت میں انہوں نے ایک دار العلوم جاری فرمایا ہے۔ جس کا ذکر روزنامہ میں
پڑھیے گا۔

شام یعنی دمشق میں خیال سے زیادہ کامیابی ہوئی۔ مشائخ نے جلسے کیے ایک جگہ جمع ہوئے۔ میرا اُردو کھڑا سُنا۔ اپنا لغانہ سُنایا۔ مولویہ سلسلے کے پیشوا تو اس قدر متاثر ہوئے کہ فوراً قونیہ میں جہاں حضرت مولانا رومؒ کا مزار مبارک اور مولویہ طریق کا مرکز اعلیٰ ہے۔ اغراض و مقاصد بھجوائے۔ اور حضرت سر آرائے ارشاد یعنی سجادہ نشین قونیہ جو تمام خاندان کے مقتدا ہیں انکا کہ اس حلقہ کی شرکت قبول کیجائے اور دبیر حلقہ کو اجازت ملے کہ وہ اہل ہند سے مولویہ طریق میں بیعت لے۔ نیز ایک مولویہ خانقاہ دہلی میں بنائی جائے۔

شاذلیہ طریق کے مشہور بزرگ حضرت شیخ محمود ابوالشامات جنکی ہر دلعزیزی اور قبولیت کا اندازہ صرف ظاہری شوکت سے کیا جائے تو یہ معلوم کرنا کافی ہے کہ ان کی خانقاہ کی عمارت اور سامان آرائش کی مالیت کا تیس ہزار اشرفی تخمینہ کیا جاتا ہے۔ شیخ محمود نمونہ ہیں فقرا کے شاہانہ شان و جلال کے۔ انہوں نے بھی حلقہ کو قبول فرمایا اور اپنے سلسلہ کی خلافت عطا فرمائی۔ اور ہر قسم کی مدد دینے کا وعدہ کیا۔

دمشق کے زبردست فاضل اور حضرت امام نووی رحمہ کے مدرسے میں شاندار درس دینے والے علامہ شیخ بدرالدین نے بھی جو شام میں اپنی نظیر اور مثل نہیں رکھتے اور ہر شخص انکی علمیت اور باطنی قابلیت کا معترف ہے۔ حلقہ کو قبولیت کا شرف بخشا۔ اور دبیر الحلقہ کو حدیث و تفسیر علوم مشہورہ کی سند عنایت فرمائی۔

حضرت محمد بن محمد المبارک الحسنی۔ الجزائر کے ایک بزرگ دمشق میں رہتے ہیں۔ اُن کے دروازے پر رات دن بیماروں اور مراد مندوں کا ہجوم رہتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اُنکی زبان میں عجیب تاثیر دی ہے۔ بڑے ذی علم ہیں۔ کئی بار مجھکو مدعو کیا۔ اور اپنے مخفی اعمال عنایت کئے۔ اور حلقہ کی شرکت قبول فرمائی۔ نیز ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کر کے تمام مشائخ شام سے ملاقاتیں کرائیں۔ اور اُنکی رسومات ذکر دکھائیں۔ قادریہ سلسلہ کے ایک درویش نے تو حلقہ سے اس قدر دلچسپی ظاہر کی کہ اپنا ۱۳ سالہ پوتا نذر کر دیا جسکا نام علی ہے۔ اور اب نصرتی کا لقب حلقہ سے حاصل کر کے میرے ہمراہ دہلی آیا ہے۔

دمشق میں حلقہ کی تبلیغ مشائخ تک محدود نہ رہی ارباب حکومت کو بھی آگاہ کیا گیا چنانچہ شام کے گورنر جنرل غالب نے کمال شوق سے اغراض حلقہ کو سُنا۔ اور اسقدر متاثر ہوا کہ خود میرے پاس ہوٹل میں دوبارہ ملاقات کے لیے آیا +

اور مدینہ میں کیا ہوا۔ وجد کیجیے۔ کرم فضل کے بادل برسے۔ سرکار سے وہ ملا جس کے قابل یہ غلام نہ تھا۔ حلقہ کے مخفی خیال کی نسبت یہ آواز سُنوائی گئی ؎

یا ذا الذی اضمر علی الاقدام　　علی الامور واستمع نظام
ایاک هذا الامر باهمام　　تقدم علیه من الایام

یعنی اے وہ جو چند امور کے حصول کے لیے پوشیدہ سوال کرتا ہے۔ سُن۔ اپنا پروگرام تجھ کو چاہیئے کہ اس کام کو مضبوط پکڑ لے۔ اور زمانہ کی رفتار کے ساتھ آگے بڑھا چلا جا۔

مشائخ مدینہ منورہ نے اس کار خیر سے اتفاق کیا۔ یہاں تک اپنی محبت ظاہر ہوئی کہ حضرت سید حمزہ رفاعی جو مدینہ منورہ میں منصب شیخ المشائخی رکھتے ہیں یعنی سلطنت نے ان کا یہ لقب قبول کیا ہے۔ اور تمام مشائخ مدینہ ان کی برتری تسلیم کی ہے۔ سلسلہ رفاعیہ کی خلافت عطا فرمائی۔ اور سند کے ساتھ ایک نہایت عجیب تحفہ عنایت فرمایا۔ جس کا ایک حصہ یہ اثر پیدا کرتا ہے کہ انسان ہتھیار۔ آگ۔ زہر۔ سانپ۔ بچھو کی اذیت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

اتفاق کی بات۔ خوش قسمتی کا تقاضا۔ میری حاضری مدینہ منورہ کے زمانہ میں مکہ مکرمہ کے مشہور بزرگ حضرت شیخ محمد ابراہیم بن شمس الدین محمد الفاسی الشاذلی بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان سے بھی شرف قدمبوسی حاصل ہوا۔ بڑے صاحب فراست شیخ ہیں۔ حلقہ کو قبول فرما کے اپنے سلسلہ کا مہری خلافت نامہ عنایت فرمایا۔ اور مکہ معظمہ کی حاضری کے بغیر وہاں بھی حلقہ کی تبلیغ ہو گئی۔

خاص مدینہ منورہ میں جناب مولوی عبداللطیف صاحب ہندی کو حلقہ کی جانب سے مقرر کیا گیا۔ کہ وہ ہر ماہ کی سترہ تاریخ کو حرم شریف کے اندر مولود شریف پڑھکر حلقہ اور اہل حلقہ کے لیے دعا کیا کریں۔ مولوی صاحب کی شرکت کا اور بھی کئی ہندی حضرات مقیم مدینہ منورہ نے وعدہ فرمایا ہے۔ مصارف بجز شیرینی و طعام مساکین کے لیے مولانا

موصوف کو حلقہ کی جانب سے ماہواری رقم ارسال ہوتی رہے گی۔ نیز ہر ماہ تمام مشائخ مصر۔ بیت المقدس۔ شام۔ مدینہ منورہ۔ مکہ مکرمہ کو خواستگاران دعا کے نام جو حلقہ کے دعاخانہ میں دعا کی طلبگاری کیا کرتے ہیں۔ روانہ ہوتے رہینگے۔ تاکہ اُن مقامات مقدسہ میں بزرگان دعا کیا کریں +

قصہ مختصر یہ ہے کہ حلقہ کی چار ماہ کا کارگزاری جس نے ہندی حلقہ کو تمام بلاد اسلامیہ سے روشناس کر دیا۔ پہلی منزل واقفیت کی ختم ہوئی۔ اب خدا نے چاہا تو عمل درآمد کا دور شروع ہوگا۔ جسکی پہلی کوشش یہ ہے کہ درسگاہ تصوف جاری ہو۔ شگون نیک نکلا ہے۔ درسگاہ تصوف کا نام منہ سے نکالتے ہی شام نے اپنا ایک فرزند نذر کر دیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اہل ہند کیا کرتے ہیں ۰+

دو ہزار روپیہ جو اس سفر میں خرچ ہوا۔ اسکی نسبت یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ حلقہ کے فنڈ سے ایک پیسہ نہیں لیا گیا۔ سب بار میرے ذاتی دوستوں اور برادران طریقت نے اُٹھایا جنکے اسماے گرامی کا اظہار گو خود انکے نزدیک جائز نہو۔ مگر میں دلی احسان مندی کے ساتھ انکو لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ ہیں ۰+

برادرم مولوی احسان الحق قادری رئیس لال کرتی میرٹھ +۔ حاجی حفیظ الدین صاحب تاجر میرٹھ مجتبیٰ میر تراب علی خانصاحب رئیس حیدر آباد دکن ۰+ خان بہادر نواب محمد مزمل اللہ خان صاحب بھیکم پور +۔ حاجی شیخ محمد خان صاحب تالی نظامی جالندھر +۔ بابو امداد علی صاحب کوٹہ ملک غلام حسن صاحب تاجر امرتسر +۔ اوسٹیر صاحب صوفی مسٹر غلام محمد منشی پیر سشر ایکوٹ برادرم سید حسین محمود عدن۔ ایک پردہ نشین بی بی۔ اجمیر شریف۔ بابو فخر الدین صاحب انجنیر جاورہ +۔ بابو الٰہی بخش صاحب ملکتہ +۔ محمد الطاف حسین صاحب سیو نی چھپارہ ۰+

علی نصرتی کے مصارف سفر از دمشق تا دہلی ایک سو روپیہ سے کچھ زیادہ ہیں اور سو روپیہ کے قریب مصر سے حلقہ کے لیئے کتابیں خریدی گئیں۔ جن کی فہرست آیندہ شائع ہوگی اگر ممبران حلقہ نے منظور کیا تو اس طالب علم تصوف کا خرچ حلقہ کے فنڈ سے دے دیا جائے گا۔ ورنہ یہ بھی میں اپنے احباب کی جیب سے وصول کرونگا +

اور غور کرو تو حلقہ کا فنڈ بھی اپنی مخلص دوستوں کی اخلاص شعاریوں سے نظر آتا ہے۔ اب شاید اس میں ما اھ سے قریب جمع ہوگا۔ آخری حساب کتاب میں نے نہیں دیکھا سو روپیہ کتابوں کے نکل جائینگے تو باقی ہی کیا رہجائیگا۔

دوسرا سوال حلقہ کے مصارف خورد نوش و تعلیم کا ہے۔ بالفعل تو میں متوکل بندہ اسکا کفیل ہوا ہے۔ آیندہ کا خدا مالک ہی۔

اور ہاں میاں واحدی اینڈ برادرز کی بھی سُنی؟ میری واپسی کے وقت وہ ایسا تجمل کرنا چاہتے تھے جو امیروں۔ بڑے آدمیوں۔ اور کارگزار اشخاص کے لیئے موزوں ہے مجھہ میں مذکورہ امور میں سے ایک بھی نہیں۔ پھر بھلا کیونکر اس ہوم کو قبول کرتا چپکے سے واحدی کے ہرکاروں کی آنکھہ بچاکر جو ساحل بحر پر تلاش کرتے پھرتے تھے۔ جہاز سے قدم اُتارا۔ ریل میں بیٹھا۔ اور رات کے ۳ بجے دہلی پہنچ گیا۔ لوگ آخری رمضان کی سحری کھانیکے لیئے بیدار ہورہے تھے۔ میں نے بھی مستِ خواب واحدی کو شانہ پکڑ کے جگایا آنکھیں ملتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں۔ یہ ناگہانی آمد۔ بالکل بیخبری میں۔ کیونکر میں پھولوں کا ہار گلے میں ڈالنا چاہتا تھا۔

نہ بابا۔ ابھی گردنیں طوق و زنجیر ڈالنے کی مستحق ہیں۔ ابھی تو اِنپر چھُری چلنے کا زمانہ بھی نہیں آیا۔ پھول تو سب سے آخر میں کستے ہیں۔

بھائیوں۔ پیاروں۔ میرے ہاتھہ پاؤں منہ سے محبت نکرو۔ اِنکے کاموں کو سہارا دو۔ یہی میری ظاہری و باطنی عزت و مسرت ہی۔

جتنا اِس فضول نمائش اور بیکار غل شور میں خرچ کرتے وہ حلقہ کے سرمایہ کو دے دو۔ پھولوں اسکے گلے میں کتنے پھولوں کا ہار ڈالتے ہو۔

درسگاہ تصوف کی نسبت بالتفصیل وضاحت سی آیندہ لکھا جائیگا۔ لیکن بالفعل اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ اِس درس خانہ کے لیئے تین سال درکار ہوں گے۔ پہلا سال تربیت جسمیں طلبہ کو درویشی آداب کے موافق اُٹھنا بیٹھنا۔ بات چیت۔ میل جول کا طریقہ سکھایا جائے گا دوسرا سال واقفیت۔ اِسمیں طلبہ شریعت اور مسائل دین کی ضروری واقفیت کے ساتھ

روش و طریق زمانہ سے خبردار کیے جائینگے۔ تاکہ وہ عصر جدید میں اہلِ تصوف کی خدمت کے قابل ہوسکیں۔ تیسرا سال علمیت۔ یہ آخری سال ہوگا جسمیں طلبہ علم تصوف اقوالِ صوفیہ کرام۔ ہر سلسلہ کی تعلیم اور اُسکے نشیب و فراز کو حاصل کرینگے۔

اِسکے بعد دو برس صحبت کے ہونگے۔ اور اِسکے واسطے یہ تجویز ہے کہ طلبہ کو کسی ایسے نامور اور صاحب اثر بزرگ کی خدمت میں بھیجا جائیگا۔ جن کو اہلِ حلقہ کی کثرت رائے پسند کرے۔ اور جن کی صحبت طلبہ کے قال کو حال بنا سکے۔

یہ صرف سرسری خاکہ ہے۔ اور اِس نیت سے پیش کیا جاتا ہے کہ تمام مسلمان علی الخصوص تمام اہلِ حلقہ اُسپر غور و خوض کرکے اپنی اپنی رائے سے مطلع کریں۔

یہ ضروری نہیں کہ جو کچھ میں نے سوچا اور تجویز کیا ہے یہی بہتر اور مناسب ہے بلکہ عام مشورہ سے جو کچھ طے ہوگا اُسپر عملدرآمد کیا جائے گا۔

بہرحال اب وقت توجہ کرنے کا ہے۔ حلقہ کے سرمایہ کو بھی مستحکم کیجئے اور درسگاہ کی نسبت رائے بھی لکھیئے۔

جو حضرات دعاؤں کے لیئے لکھا کرتے ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ وہ دعا کی درخواست کے ساتھ حلقہ کی حسب حیثیت کچھ نقد خدمت بھی کر دیا کریں۔ اِس طرح یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ انکی دعا کو مقبول فرمائے گا۔ کیونکہ نیک کام میں خرچ کرنا بھی بہت سی مرادوں کو پورا کرتا ہے۔ نیز یہ طریقہ آہستہ آہستہ حلقہ کے سرمایہ کو بھی اِس قابل بنا دیگا کہ درسگاہ تصوف کا ابتدائی کام شروع کر دیا جائے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

حسن نظامی

دہلی پہنچنے کے بعد اطلاع ملی کہ لیچ چھاؤنی سے مخلص خصوصی جناب پنڈت پربھو دیال صاحب عاشق لکھنوی۔ بھڑوچ سے جناب سیٹھ عبدالرحمن موسیٰ صاحب۔ شولاپور سے مسٹر یوسف علی تصور میرے لینے کے لیئے بمبئی تک تشریف لے گئے تھے۔ مگر ٹھیک وقت اور جہاز کا حال معلوم نہ ہونے کے سبب ملاقات نہ ہوسکی۔ میں ان حضرات کی محبتانہ نوازش کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ افسوس ہے کہ اُنکو میرے سبب انتظار و مایوسی کی تکلیف اُٹھانی پڑی۔

حسن نظامی

کیا آپ کو ضرورت ہی؟

ایک پیرزادے صاحب۔ سید۔ شریف۔ نیک۔ صالح۔ حافظ قرآن۔ عربی فارسی تعلیم یافتہ۔ ملازمت کے خواستگار ہیں۔ دس برس کا تجربہ درس و تدریس رکھتے ہیں۔ لیکن کسی باضابطہ مدرسے میں نہیں۔ پرائیویٹ طور سے اب تک یہ سلسلہ چلتا رہا ہے۔ خورد سال بچوں کی تعلیم و تربیت کا ان سے بہتر اتالیق بمشکل ملے گا۔ باعتبار عمر گو پچیس ۲۵ سالہ ہیں۔ مگر عادت و خصلت ضعیف العمر بزرگوں کی سی ہے۔ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب پیرزادہ موصوف سے اچھی طرح واقف ہیں اور اُنہیں اُنکی قابلیت اور تمام اوصاف پر اعتماد اور بھروسہ ہی۔

ناظرین نظام المشائخ میں اگر کسی صاحب کو بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے ایسے استاد کی ضرورت ہو جسکے اوصاف کا اوپر ذکر ہوا تو وہ ہم سے خط و کتابت کریں۔ ہندوستان کے ہر شہر و قصبہ میں ممدوح الذکر ملازمت کر سکتے ہیں

محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ دہلی

اخبار درویش کا جاری ہونا قرار پاگیا۔ چند مرحلے باقی ہیں جنکے طے ہوتے ہی پہلا پرچہ نکل جائے گا۔ اگر آپ درویش اخبار کی خریداری چاہتے ہیں تو نمونہ کا انتظار نہ کیجیے۔ رجسٹر میں نام لکھوا دیجیے۔ رسالہ نظام المشائخ اس امر کی کافی شہادت ہی کہ ہفتہ وار اخبار درویش بھی صوفیہ کرام کی دینی و دنیاوی خدمات میں اس ماہوار پرچہ کی مثل ہوگا۔ کوشش کیجائیگی کہ ضرورت و فرض کی ادائگی کے ساتھ عام دلچسپی کا سامان بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ **مینیجر** نظام المشائخ دہلی

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں
اصل عرق کافور
دیکھو گرمی کا موسم آیا۔ جہاں تہاں ہیضے کا آنا بھی ممکن ہے۔ اس ہیضے کا آسان علاج فقط ڈاکٹر ایس کے برمن کا
اصل عرق کافور ہے یہ دوا ۲۰ برس سے نام ہندوستان میں مشہور ہے یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کا درد اور
متلی کیلئے اکسیر کا اثر رکھتی ہے ہمیشہ ایک شیشی اپنے پاس رکھو قیمت فی شیشی (۴) محصول ڈاک چار تک (۵)
عرق پودینہ
ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں سے یہ عرق بنا ہے اسکا رنگ پتی کے رنگ کا سا ہے اور خوشبو بھی انہی
پتیوں کی سی آتی ہے یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے ولایت کے نامی دوا فروشوں نے بنایا ہے ریاح
کے لئے یہ نہایت مفید دوا ہے پیٹ پھولنا۔ ڈکار آنا پیٹ میں درد بدہضمی متلی اشتہا کم ہونا وغیرہ ریاح
کی علامت جلد دور ہو جاتی ہیں قیمت فی شیشی آٹھ آنہ (۸) محصول ڈاک پانچ آنہ (۵)
جلاب کی گولیاں
رات کو دو گولی کھا کر سو جاؤ۔ دوسرے دن صبح کو دست صاف ہوگا پیٹ میں کوئی مروڑ کچھ نہیں
ہوگی حسب معمول نہانے اور کھانے پینے میں کچھ رکاوٹ نہیں ہوگی۔ سولہ برس سے ڈاکٹر
برمن صاحب اپنے مریضوں کو دیتے چلے آئے ہیں۔ یہ گولیاں کل میں بنتی ہیں مقدار اور وزن میں
گولیاں برابر ہیں ہر عیالدار کو ایک ڈبیہ رکھنی چاہیئے۔
قیمت سولہ گولیوں کی ڈبیہ (۵) ایک سے چھ ڈبیہ تک محصول ڈاک (۵)
درد سر اور ریاحی درد کی دوا
ریاحی درد لحظہ میں پہاڑ ہو جاتا ہے۔ یہ دوا لحظہ میں اسکو پانی کر دیتا ہے۔ درد ریاح جیسے ٹیس چمک
ٹپک رگوں میں لہر ہست کن کنی سے جو کہیں چھپاتے ہو۔ تو اس دوا سے فوراً آرام ہو جاتا ہے
درد سر نصف سر میں ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے درد ہو فوراً دور ہو جاتا ہے اس لئے
ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے۔
قیمت بارہ ٹکیوں کی شیشی (۶) محصول ڈاک ایک سے چھ ڈبیہ تک (۶)
ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

چھاؤنی نیمچ ملک مالوہ میں ملک معظم جارج پنجم قیصر ہند دام اقبالہ

کی

سالگرہ ۱۹۱۱ء

اس میں شک نہیں کہ دنیا میں ہر فرقہ و ملت و قوم میں خوشی کے تیوہار ہیں اور اپنے اپنے موقعو نپر ہر ملت و مذہب کے لوگ اپنے اپنے عقاید کے موافق جشن خوشی منایا کرتے ہیں مثلاً

عیسائی۔ بڑے دن و گڈ فرائیڈے کو

مسلمان۔ عید و بقر عید۔ اور نوروز کو

ہندو۔ ہولی۔ دیوالی۔ دسہرہ وغیرہ کو

پارسی ... ... نوروز وغیرہ کو وغیرہ وغیرہ۔

اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپس کے برتاؤ اور اتحاد کی وجہ سے ایک فرقہ کے تیوہار میں دوسرے فرقہ والے بھی شریک ہوتے ہیں۔ مگر یہ رسم عام نہیں ہے اور ایسا تیوہار یا سالانہ خوشی کا دن غالباً ہندوستان میں کوئی نہ ملے گا جسمیں کل رعایا ہندوستان کو یکساں خوشی کا حصہ لینے یا ملنے کا موقع ہو۔ یہ صرف ہمارے ملک معظم **قیصر ہند** دام اقبالہ کی سالگرہ کی مبارک تقریب ہے جس نے ہم میں سے ہر ایک کو بلا کسی امتیاز و فرق کے یکساں حصہ دیا ہے۔ نیمچ ایک چھوٹی سی چھاؤنی ہے۔ مردم شماری کی فہرست میں بھی اسکا نمبر شہروں میں نہیں ہے۔ لہذا یہاں کا یہ خوشی کا

موقع ہی اسکے وسعت کے پیمانہ اعتدال پر ہوا کرتا ہے۔ لیکن گذشتہ نومبر سے جب کہ حضور جناب مسٹر ڈبلیو۔ اے چارڈن صاحب بہادر دام اقبالہٗ سی۔ آئی۔ ای۔ آئی۔ سی۔ ایس نے عہدہ پلٹیکل اجنٹی پر مامور ہو کر اس چھاؤنی کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے زینت بخشی ہے اوسوقت سے بلا مبالغہ اس چھاؤنی کی رونق میں ایک حد تک ترقی ہوگئی ہے۔ صاحب بہادر ممدوح نہایت خوش خلق۔ رعایا پرور۔ اور ہر دلعزیز حاکم ہیں۔ حضور ممدوح نے اپریل گذشتہ میں ایک پارٹی صرف رعایا سے انٹروڈکشن حاصل کرنے کی غرض سے منعقد فرمائی تھی۔ اور قریب قریب کل معززین ورؤسا چھاؤنی و شہر نیمچ کو مدعو فرمایا تہا۔ حسن اتفاق سے جناب راجہ ملہار راؤ بابا صاحب بہادر نیوار والی ریاست دیواس خورد بھی اوس زمانہ میں نیمچ میں تشریف فرما تھے اور اس پارٹی کو راجہ صاحب بہادر اور دیگر یورپین افسر صاحبان نے بھی اپنی تشریف آوری سے زینت بخشی تھی۔ پلٹیکل ایجنٹ صاحب بہادر نے اس موقع پر اپنے حسن اخلاق اور رعایا پروری سے جملہ حاضرین سے انٹروڈکشن حاصل کرکے ہر شخص کی مزاج پرسی فرما کر عزت افزائی فرمائی تھی۔ راجہ صاحب بہادر نے بھی جو نہایت اعلےٰ درجہ کے رحیم المزاج خدا ترس، اور رعایا پرور رئیس ہیں اپنی خوشبوئے شان ریاست سے جملہ حاضرین کے مشام دماغ کو معطر فرما کر اون کی عزت افزائی فرمائی تھی۔

سوڈا۔ لمینیڈ۔ برف۔ سگریٹ۔ چرٹ۔ انار۔ نارنگی۔ سیب۔ کیلہ وغیرہ وغیرہ جملہ ریفرشمینٹ کے سامان مہیا تھے۔ اس موقع پر حضور راجہ صاحب بہادر نے پروفیسر رجب علی کو جو حضور ممدوح کے ہم رکاب تھے اجازت مرحمت فرمائی تھی کہ وہ اپنے کمالات سے حاضرین کو محفوظ کریں۔ چنانچہ پروفیسر صاحب نے

مین کاری۔ جلترن سازی اور نغمہ داؤدی سے جلسہ کو پُر لطف بنانے
میں اعلےٰ درجہ کی کامیابی حاصل کی تھی۔ یہ جلسہ ۹ بجے سے ۲ بجے شب تک
رہا تہا۔ اوسکے بعد جملہ مہمانان نے اپنے معزز میزبان کو ؎

الٰہی درجہاں باشی باقبال
جواں بخت و جواں دولت جواں سال

کی دعائیں دیکر رخصت ہوئے تھے۔

آج ۳۔ جون ۱۹۱۱ء کو یوم ولادت باسعادت ملک معظم جارج پنجم دام
ملکہ تہا۔ لہذا حضور جناب پلٹیکل ایجنٹ صاحب بہادر نے اِس تقریب کی خوشی
میں ایک پارٹی دی تہی اور مثل سابق کے کُل معززین چھاؤنی و شہر نیمچ کو مدعو
فرمایا تہا۔ ہر قسم کا سامان ریفریشمنٹ بہم پہونچایا گیا تہا۔ چونکہ آجکل تمازت
آفتاب کا دور دورہ مُلک مالوہ میں بہی نسبتاً ایسا کم نہیں ہے کہ ایسے جلسہ کے
لئے دن کا کوئی وقت موزوں ہو سکے۔ لہذا شب مالوہ کی شب ماہ کا لُطف اُٹہانے
کی غرض سے یہ جلسہ دس بجے رات سے قرار دیا گیا تہا۔

ایجنسی ہاؤس کے ٹینس گراونڈ میں حضرات ہندوستانی کے لئے اور اوسکے
قریب کے ایک چبوترہ پر جو ایسے ہی موقعوں کے لئے صاحب بہادر نے تعمیر کرایا
ہے صاحبان یورپین کی نشست کے لئے فرش و کرسی میز وغیرہ نہایت
عمدگی سے آراستہ تہیں۔ ہر دو نشستوں کے درمیان سرچ لائٹ کی بجلی
کی قوت رات کو دن بنانے کا تماشہ دکھا رہی تہی۔ اور ہر چہار طرف
تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے چینی لالٹین اور خوشنما قندیلوں اور لیمپوں سے
اِس جلسہ خاص کی خوشی میں ایجنسی ہاؤس کو زینت دیکر ہر پہلو سے
خوشنما بنایا گیا تھا۔

صاحبان یورپین کی آمد ۸ بجے سے شروع ہوئی پونے ۹ بجے کل
افسر صاحبان آگئے تھے۔ ۹ بجے کھانا شروع ہوا۔ اور ساڑھے ۹ بجے تناول
طعام کے بعد یورپین پارٹی نے نہایت خلوص کی گرمجوشی سے ملک معظم قیصر
ہند دام اقبالہٗ کا جام صحت نوش کیا۔ قریب دس بجے کے صاحب
پولٹیکل ایجنٹ بہادر معہ دیگر یورپین افسران کے ٹینس گراونڈ میں تشریف لائے
اوسوقت یہاں بھی تقریب قریب کل مہمانان تشریف لا چکے تھے سب نے
بہت ذوق و شوق کے ساتھ صاحب ممدوح اور دیگر افسران کی تعظیم کی
صاحب بہادر نے اس موقع پر بھی مثل سابق کے ہر شخص سے شیک ہنڈ کیا
اور مزاج پرسی فرمائی۔ اس ہندوستانی مجمع کا بھی واقعی عجب پرلطف
سین تھا۔ ایک طرف افسران رسالہ اپنی عکمگاتے فوجی ڈریس میں ہمارے
ملک معظم قیصر ہند دام اقبالہٗ کی خداداد سطوت شاہانہ کا جلوہ دکھا
رہے تھے۔ دوسری طرف مسٹر فونوگراف اپنی آواز بے زبانی سے کلکتہ
کی گوہر لکھنؤ کے پیارے صاحب تیرہ وغیرہ نامی حضرات کے پردہ آوازیں۔
دہ گاڈ سیو دی کنگ اور ٹونوں کی سامعین سے واہ واہ اور دعائیں لے
رہے تھے۔ مشک باجہ والے اپنی گھات میں تھے۔ کہ کب ان حضرات
کے حلق تھکیں۔ اور ہم بادشاہ سلامت کی دھن لگا دیں۔ اور شہنائے
اور رباب باجہ والے بھی داؤں گھات سے موقع کے منتظر ہو رہے تھے۔
فونوگراف نے ذرا سانس لی اور مشک باجہ شروع ہو گیا۔ اودھر مشک
باجہ کی سانس اچھی طرح نہ پھول پائی تھی کہ شہنائے والوں نے۔
الٰہی تا جہاں باشد تو باشی۔ الاپنا شروع کیا۔ اور ایک راگ کو ختم کر کے
دوسرا چھیڑنے ہی کو تھے کہ رباب نے درگاہ ربانی میں قیصر ہند کیلئے مناجات

رع کردی غرضکہ نہایت دلچسپ سماں تھا۔ دیہ مقامی باجہ والے حضور
ل ایجنٹ صاحب بہادر کی دریادلی کا شہرہ سنکر خود بخود حاضر ہو گئے
ے۔ اور حضور ممدوح کے کرم اور رعایا پروری سے اور بالخصوص جشن سالگرہ
ے فیض عام کے خیال سے اون کی بھی آرزو پوری کیگئی۔ اور انعام کے ساتھ
بیں خوش خوش رخصت کیا گیا) قدرت نے بھی اس جلسے کو پرلطف
نے میں پوری پوری مدد دی تھی۔ گذشتہ ۲ دو شبوں میں ابر رحمت
ے ذریعہ جیٹھ بیساکھ کی گرد کو پہلے سے دبا دیا تھا۔ اور تند اور تیز ہواؤنکو
اعتدال کی ہوائے خنک سے تبدیل کر کے شب ماہ اور شب مالوہ کو ملا کر
ب اور ایک گیارہ کا لطف پیدا کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر سرود و نغمہ کا لطف اُٹھانے کے بعد قریب گیارہ
ہ کے حضور پلٹیکل ایجنٹ صاحب بہادر نے انگریزی میں اسپیچ دی۔
رسید سجاد حسین صاحب میر منشی ایجنسی مالوہ نے اوس کا ترجمہ
یا ترجمہ اسپیچ حسب ذیل ہدیہ ناظرین ہے۔

حضور جناب مسٹر ڈبلیو ای جارڈین صاحب بہادر سی۔ آئی۔ ای
ئی۔ سی۔ ایس۔ پلٹیکل ایجنٹ ملک مالوہ لیڈیز اینڈ جنٹلمین۔

مجھے اس بات سے ازحد مسرت ہے کہ آج کے مبارک جلسہ یعنی
تقریب سالگرہ حضور ملک معظم جارج پنجم قیصر ہند دام اقبالہٗ میں آپ سب
صاحبان شریک ہوئے ہیں۔ بس اب تھوڑی دیر میں آپ صاحبان

میں سے اون حضرات سے جو جام صحت پینے میں شریک ہونا پسند کرینگے
بادشاہ سلامت کا جام صحت پینے اور جملہ حضرات سے ظل سبحانی کی صحت
وسلامتی و درازی عمر وجاہ اقبال کی دعایں اپنے اپنے عقاید کے مطابق
شریک ہونے کی استدعا کرونگا ؛

مجھسے آج ہی دن میں کسی نے سوال کیا تھا۔ کہ آیا جام صحت کے
لئے شراب ضروری ہے۔ یا نہیں۔ اور خوش قسمتی سے آج ہی جام
صحت پینے کا موقع بھی ہے۔ لہذا یہ اعلان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ حضور ملک معظم قیصر ہند دام اقبالہم نے سریر آرائے سلطنت جہاں
بانی ہوکر منجملہ اور فرمان شاہی کے نفاذ کے اپنا جام صحت پانی اور دوسری
چیزوں سے بھی پینے کا اعلان فرمایا تھا۔ یہ اعلان (جنرل میسنر دفوجی
مسکوٹون) کے بارہ میں تھا۔ لیکن خوش قسمتی سے یہ فرمان سب لوگوں
کے لئے یکساں مفید ثابت ہوا۔ اور اس نے اُن حضرات مسلمان ہندو
اور عیسائی کیلئے جام صحت نوشی کی رسم کو آسان کر دیا۔ جو شراب سے
قطعاً پرہیز کرتے ہیں ؛

اس اثنا میں میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ میں حسب تعمیل ارشاد
حضور ایجنٹ نواب گورنر جنرل صاحب بہادر اس مبارک موقع کو ایک
اور خوشی کے کام میں صرف کر دوں۔ یعنی آپ میں سے دو صاحبوں
یعنی سب اسسٹنٹ سرجن میت سنگھ اور بابو بہاری لال صاحب
سپرنٹنڈنٹ درکس کوان کی خدمات بابام پلیگ ۱۹۱۰ء کی سند عطا
کروں میں خود اس زمانے میں یہاں موجود نہ تھا لیکن میجر کیٹل صاحب بہادر کنٹونمینٹ
مجسٹریٹ نے جو اُس زمانہ میں یہاں موجود تھے مجھے فرمایا ہے کہ اُس وقت

میں پلیگ کے متعلق جملہ تدابیر کی پوری ذمہ واری خاصکر انہیں دو شخصوں پر رہی۔ اور یہ کہ یہ صرف ان دونوں کی مستعدی علم ہمدردی اور اپنی اپنی فرائض میں سرگرمی کا نتیجہ تہا۔ کہ حکام بالا دست۔ کو سگریگیشن اور صفائی مکانات کے متعلق کوئی دقت نہیں ہوئی۔ اور یہ اُن دونوں کی کوشش اور مستعدی اور مس میکلر صاحبہ کے بدل و جان متفقہ کوششوں ہی کا نتیجہ تہا کہ لوگوں نے پلیگ کا ٹیکا بہت خوشی سے لگوایا۔

جب آپ لوگ یہ خیال کرینگے کہ ۳۰۰۰ مکانات کی صفائی کی گئی۔ ۲۵۰۰ آدمیوں کے ٹیکا لگایا گیا۔ اور منجملہ ان تدابیر کے بھی ۴۰۷ آدمی مبتلائے مرض ہوکر تقریباً ۲۰۰ کے پلیگ کے نذر ہوئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان دونوں کی خدمات بہت ہی خوفناک تہیں۔ آپ میں سے جو لوگ یہاں موجود رہتے اُسوقت کا خوفناک سین دیکھ چکے ہیں۔ اور بلا کسی تفصیل بیان کرنے کے اسکا خیال فرما سکتے ہیں کہ اونہوں نے کیا کام کیا۔ اور جو لوگ کہ اوسوقت یہاں موجود نہ تھے وہ یقیناً اوسوقت کی اندیشناک حالت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ میں یقین کے ساتہہ کہہ سکتا ہوں کہ ان دونوں عمال کی بذریعہ عطاے سند عزت افزائی فرمانے سے حضور ایجنٹ نواب گورنر صاحب بہادر نے ایک طور پر کُل اہالیان ہنیچ کی خواہش کو پورا کیا ہے۔

(اسموقع پر ڈاکٹر صاحب و سپرنٹنڈنٹ صاحب کو سندیں مرحمت فرمائی گئیں)

میں آپ دونوں کی حسن خدمات کا حضور ایجنٹ نواب گورنر جنرل صاحب بہادر و جملہ ساکنان ہنیچ کے طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپکو مبارکباد دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آئندہ آپ اس سے زیادہ کامیابی اور اعزاز حاصل کرینگے فقط

(نوٹ) اسموقعہ پر حضور میجر کیٹل صاحب بہادر کنٹونمینٹ مجسٹریٹ کی اوس رعایا پروری اور محنت شاقہ کا (بقیہ نوٹ بر صفحہ نمبر ۸)

(بقیہ نوٹ صفحہ ۷)
فوٹو پبلک کی نظر میں آگیا جو ایام پلیگ میں صاحب بہادر نے مع الاتصال طلوع آفتاب اور اکثر اس سے بھی پہلے شروع کر کے غروب آفتاب اور اکثر کچھ گھڑی رات گئے تک گشت لگائے تھے۔ اور ان اسناد کے عطیے نے عام کو یہ امید دلا دی کہ جب راہبر وان کی عزت افزائی ہونگیگی تو راہ نما کو بھی انشاء اللہ وہ لوگ بہت جلد عزت یافتہ دیکھکر اپنی مرادیں کامیاب ہونگے ✦

بجز کیٹس صاحب بہادر کی رعایا پروری کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ حضور ممدوح نے بہ نفس نفیس بیماروں کی تیمار داری۔ اور مکانات کی صفائی میں حصہ لیا اور اس ہمدردی اور پرورش کے سئے رعایا ہیچ اپنے محسن حاکم کے بارہ میں جو کچھ امید کرے کم ہے ✦

حاضرین جلسہ اسپیچ سنکر بہت محظوظ ہوئے۔ اور تین چیرز دیئے۔ اس کے بعد سید یوسف علی صاحب ہیڈ کلارک مجسٹریٹی نے حاضرین جلسہ کی طرف سے اسپیچ پڑھکر تقریب سالگرہ کی خوشی اور حضور جناب پولیٹیکل ایجنٹ صاحب کا یوں شکریہ ادا کیا۔

اس سے پیشتر کہ حضور ملک معظم قیصر ہند جارج پنجم دام حشمتہ و ملکہ کی شان میں اس مبارک اور پر مسرت دن کی تہنیت عرض کیجاوے یہ ہمارا پہلا فرض ہوگا۔ کہ ہم والاشان جناب پولیٹیکل ایجنٹ صاحب بہادر مالوہ کے سامنے جنکے توسط سے ہم جیسے ناچیز رعایا کو اظہار خوشی اور ادائے حق فرمانبرداری کا موقعہ ملا۔ اپنی احسانمندی اور ممنونیت کا اعتراف کریں۔

جہانتک ہیچ کی رعایا کے لئے بلاشبہ یہ اعزاز کہ فرمانروائے ملک مالوہ اوسی کمال محبت اور خوشی سے اپنے دولتکدہ پر مدعو کرے ایسا ہے جسکا بدل رعایا کیطرف سے صرف یہ ہوسکتا ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کی وفاداری۔ جان نثاری۔ اور حقیقی فرمانبرداری کا عملاً ثبوت دے۔

کیا اچھے نصیب ہیں رعایا مالوہ کے جس پر خدائے عزوجل نے اپنی عنایت اور مہربانی کا سایہ حضور ڈبلیو۔ای۔ جارڈین صاحب بہادر سی۔آئی۔ای۔آئی سی۔ایس کی صورت میں ڈالا ہو۔ اور کیسی اچھی قسمت ہے چھاؤنی نیمچ کی جہاں اس ظل اللہ کو میجر جی۔ ایل۔ کیٹل صاحب بہادر کنٹونمنٹ مجسٹریٹ جیسا ہمسایہ ملا ہو۔ جن کے ہر دلعزیزی اور غربا پروری اظہر من الشمس ہے۔

آخر میں تمام رعایا کے طرف سے یہ دعا پڑھکر تہنیت پر مضمون ختم کرتا ہوں۔

دُعا

اے خدا تو سب سے بڑا حاکم ہے۔ ہمارے شہنشاہ حضور جارج دی پنجم کو ہمارے سر پر ہمیشہ قائم رکھ۔
اے خدا تو سب سے اچھا حکیم ہے۔ ہمارے شہنشاہ کی عمر میں برکت دے اور صحت صحیح و سالم رکھ۔
اے خدا تو کل امور پر قادر ہے۔ ہمارے شہنشاہ کی سلطنت اور جاہ و حشمت میں ترقی دے۔
اے خدا تو بڑا مصلح کل ہے۔ ہمارے شہنشاہ کی تمام قلمرو میں امن و آمان برقرار رکھ۔
اے خدا تو بڑا رحیم و عادل ہے۔ ہمارے لئے ہمیشہ حضور ڈبلیو۔ای۔ جارڈین صاحب بہادر سی۔آئی۔ ای۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ اور جناب میجر جے۔ ایل کیٹل صاحب بہادر جیسے رحمدل اور منصف حکام منتخب کر۔ تاکہ علاوہ اپنے بہبودی اور آرام و آسائش کے ہمیں اظہار وفاداری کے لئے ہمیشہ ایسے موقع ملتے رہیں۔ آمین ثم آمین۔

قصیدہ تہنیت

ذات خداوند ہے قابل حمد و ثنا — جسکی حمایت میں ہیں شاہ سے لے تا گدا
امن جہان کیلئے اُسنے بنائے ملوک — عالم اسباب میں تھی یہ ہی صورت بجا
خدمت فرمان وہی طاعت حق ہے مگر — تھوڑے سے نکلینگے جو کرتے ہیں خدمت ادا

ایسے بھی ہیں تاجدار جن میں نہیں عدل رسم — دیتے ہیں بات بھی خون کے دریا بہا
ایسی حکومت مگر جسم پر محدود ہے — قبضہ میں اسکے نہیں کچھ بجز تن کے سوا
توپ گرجتی ہوئی تیغ چمکتی ہوئی — لازمہ سلطنت سمجھی گئی ہے سدا
مملکت دل میں ہاں جسکا ہے سکہ رواں — اوسکی روش اور ہے اوسکا چلن ہی جدا
عدل وہاں توپ ہے اور کرم تیغ ہے — لشکر شاہنشہی مہر ہے واں اور ولا
جانتے ہیں ہم سبھی کون ہے ایسا سخی — جارج دی پنجم ہر نام ہند کے ہیں بادشاہ
ایسے شہنشاہ کا سایہ ہو جس ملک پر — اسکے مبارک نصیب ہو وہی عشرت سرا
اپنی رعایا پہ یوں فیض ہے اوسکا محیط — جیسے کرہ ارض کے چار طرف ہے ہوا
اپنی رعایا اسے ہر دل و جان سے عزیز — اوسکی رعایا اسے دیتی ہے دل سے دعا
ہم نہیں خود پرست ہم نہیں اہل غرض — مدح شہنشاہ سے قصد ہے شکر خدا

مکرمی جناب پنڈت پربھو دیال صاحب عاشق لکھنوی بھی جو ایک نازک خیال شاعر ہیں شریک جلسہ تھے۔ مگر افسوس ہے کہ پنڈت صاحب موصوف کو بوجوہات چند در چند نہایت تنگ وقت میں اس جلسہ کی اطلاع ملی یعنے ۹ بجے شب کو جب کہ ایک خاص آدمی پنڈت صاحب موصوف کو بلانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ لہذا پنڈت صاحب کو حسب دلخواہ اپنی طبع آزمائی کا موقع نہ مل سکا۔ مگر چونکہ آپکا تخلص عاشق ہے۔ نچلے نہ بیٹھا گیا۔ اس ضیق وقت میں بھی تین شعر نظم فرمائے۔ جو بلا مبالغہ فی البدیہ ہونے کا مصداق ہیں۔ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ہدیہ ناظرین ہیں۔

شادمانی کامرانی خرمی دیکھیں سدا — ذات سے ان دونوں کے ہے پھلا پھولا چمن
یکساں ہے ادنےٰ و اعلےٰ پر انکا فیض عام — دن بدن پائیں ترقی دونوں کنگ جارج دین
جارج پنجم کے لئے عاشق یہ دل سے ہے دعا — تا ابد سر پہ ہمارے یہ رہیں سایہ فگن

اسکے بعد مسٹر کوتبلا صاحب پنشنیر اسسٹنٹ انجینیر نے ایک مختصر اسپیچ میں تقریب سالگرہ کی خوشی اور صاحب پلیٹکل ایجنٹ بہادر اور جناب میجر کیٹل صاحب بہادر کنٹونمینٹ مجسٹریٹ کی رعایا پروری و ہردلعزیزی کا ذکر کرکے ہر دو صاحبان کا شکریہ ادا فرمایا۔

اس اسپیچ کے ختم ہونے پر حضور پلیٹکل ایجنٹ صاحب بہادر نے تعظیماً کھڑے ہوکر ملک معظم دام ملکہٗ کا جام صحت نوش فرمایا۔ اور جملہ حاضرین نے دعائے صحت و سلامتی اور درازی عمر و جاہ و اقبال کے ساتھ حضور ممدوح کا ساتھ دیا اور نعرہ آمین بلند ہوا۔

اس کے بعد حضور پلیٹکل ایجنٹ صاحب بہادر نے افسر کمانڈنگ چھاؤنی یعنی جناب کرنل تھرنگ صاحب بہادر افسر کمانڈنگ نمبر ۲۷ لائیٹ کیولری مقامی نیمچ کا جام صحت نوش کیا اور حاضرین نے فل میوزیکل آنرس کے ساتھ ممدوح کا ساتھ دیا۔ زاں بعد صاحبان یورپین نے " گاڈ سیو دی کنگ " کا کورس گایا۔ اور جملہ حاضرین نے آمین کہی جلسہ برخاست ہوا اور جملہ حاضرین اپنے معزز میزبان سے رخصت ہوئے۔

اس موقع پر یہ ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اپریل اور جون دونوں جلسوں کے حسن انتظام کے لئے جناب سید سجاد حسین صاحب میر منشی ایجنسی مالوہ ضرور قابل تحسین ہیں کیونکہ حضور پلیٹکل ایجنٹ صاحب بہادر کی طرف سے وہی ان دونوں جلسوں میں منتظم تھے اور اپنی ہردلعزیزی اور اخلاق سے ہر شخص کو محظوظ کیا۔ آپ سادات لکھنؤ سے ایک زمیندار خاندان کے ہونہار یادگار میں اور اتحاد کے سچے دل سے دلدادہ۔ اگر دو چار اصحاب ایسے ہر جگہ ہوں تو آج ہندوستان اتحاد کا ڈنکہ بجانے کو طیار ہو جائے۔

یہ قصیدہ بعد اس جلسے کے جناب پیرسید خادم حسین صاحب عابل میرٹھی متخلص بہ خادم نے بخدمت جناب پلیٹکل ایجنٹ صاحب پیش کیا۔ وہ بھی اسی میں شامل ہے۔

راقم

سید محمد یحییٰ عیدروس۔ خانصاحب۔ پولس انسپکٹر چھاؤنی (نیمچ)

قصیدہ توصیف عالیجناب مسٹر ڈبلیو ای۔ جارڈین صاحب بہادر سی آئی ای۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ پولیٹیکل ایجنٹ مالوہ

از پیرزادہ سید خادم حسین عایل۔ متخلص بہ خادم

اے عروس فکر بن ٹھنکر ذرا — محفل قرطاس میں جلوہ دکھا
تیرے صدقے آج اپنے ہاتھ سے — بادۂ سحر البیانی دے پلا
جوش مستی سخن دل میں اُٹھے — بیخودی میں ہوش کا نقشہ جما
تا لکھے خادم صفت مخدوم کی — جس کو یہ اللہ نے رتبہ دیا
خلق جسکے خُلق پر ہے لوٹ پوٹ — رحم و حلم و برد باری دا ادا
غیرت حاتم سخاوت میں ہیں آپ — چشمۂ لطف و کرم ہے موج زا
رشک عالمگیر ہیں انصاف میں — عدل میں نوشیرواں کے ہم نوا
نام نامی۔ ولیم۔ ایس۔ جارڈین — پولیٹیکل ایجنٹ ملک مالوا
ہیں مشیر قیصر ہندوستان — آئی سی ایس میں بھی عالی مرتبا
میں تو ایک گوشہ نشیں درویش ہوں — اور میرے پاس کیا ہے جز دُعا
خرم و شاداں کٹے عمر عزیز — خصلت ہر دلعزیزی ہو سوا
شادمانی ہو نصیب خیر خواہ — ذلتیں بدخواہ کو بخشے خدا
مدح خواں ہیں ہر صغار و ہر کبار — آپ سے ملکہ بہت جی خوش ہوا
وائسرائے ہند دیکھوں آپ کو — پھر دوبارہ جب ملائے کبریا

نیر اقبال۔ جاہ و منزلت
حق تعالے رکھے خادم پر ضیا

یہ سب کتابیں دکان غلام نظام الدین تاجر کتب چاندنی چوک دہلی سے طلب کیجے

انساب النبی - اس کتاب میں تمام نبیوں کے نسب از حضرت آدم تا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مع مختصر حالات عجیب و غریب مع زائچہ حضرت آدم تا آنحضرت رسول مقبول و حالات آنحضرت و حالات جنگ بدر و غزوہ خندق و فتح قلعہ خیبر و واقعات از ہبوط آدم تا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر حالات بیشمار ہیں جن کے لکھنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے کتاب بہت اچھی قابل دید ہے قیمت ... عہ

نصائح المعارفین المسلمین ترجمہ اردو معراج المومنین الارشاد السالکین مصنفہ قاضی محمد بلال صاحب بلخی رح یہ کتاب حقیقت میں شریعت، طریقت اور حقیقت و معرفت کا بے نظیر خزانہ ہے قیمت ۔ ۴ہ

ملفوظ البرکات - اسمیں شب برات شریف کے فضائل درج ہیں قیمت ... ۱ر

عمدۃ الصحائف فی حال حل الکشف المعارف مصنفہ مولوی محمد عبدالکریم صاحب حنفی قادری کتاب تصوف میں قابل دید کتاب ہے قیمت ۴ہ

واردات السالکین مصنفہ مولوی شاہ عبدالبادی صاحب اسلام آبادی قیمت ... ۴ر

مرغوب القلوب ترجمہ اردو جذب القلوب مصنفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی - یہ کتاب فضائل مدینہ منورہ میں بڑی مستند و عجیب و غریب ہے قیمت ۹ر

سیر الاقطاب اردو - یہ کتاب حالات بزرگان چشتیہ صابریہ میں مستند ہے قیمت ... ۸ر

مجموعہ تصوف مصنفہ حضرت شیخ برہان صاحب جس میں رسالہ وجودیہ و رسالہ مقامات و غزلیات تصوف وغیرہ درج ہیں قیمت ... ۳ر

نافع خلائق عملیات میں ۱۰۵ صفحہ کی کتاب ہے ۴ہ

صدائے صاحب دلے - یعنی واعظ جو افضل الفضلا اکمل الکملا حضرت حکیم حاجی قاری شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواری نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس لکھنؤ میں بیان فرمایا تھا قیمت ... ۱ر

سراج المجالس ترجمہ اردو خیر المجالس ملفوظات حضرت مخدوم روشن چراغ دہلی قدس سرہ العزیز جمع کردہ حمید شاعر قلندر رحمۃ اللہ علیہ قیمت ۴ہ

تحفہ مرسلہ مترجم - یہ وہ رسالہ ہے جسکو حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی رح کے تعلیم کیلئے آپ کے پیر و مرشد نے لکھا ہے ۳ر

دلائل المحبت - اسمیں وہ تمام درود شریف درج ہیں جن کے باقاعدہ پڑھنے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شرف زیارت ہوجاتی ہے قیمت ۲ر

مجموعہ اعمال مجربہ - زترسیم سورہ یس شریف باموکل مع طریقہ زکوۃ وغیرہ جس میں ہر کام و ہر مقصد کیلئے عمل درج ہیں قیمت ... ۲ر

مجموعہ اعمال مجربہ سورہ اخلاص و اللہ الصمد شریف و چہل کاف شریف باموکل قیمت ... ۲ر

مجموعہ اعمال مجربہ سورہ مزمل شریف مع سورہ یوسف شریف و سورہ واقعہ شریف باموکل مع طریقہ زکوۃ وغیرہ قیمت ... ۴ر

مجموعہ اعمال مجربہ آیۃ الکرسی و آیۃ کریمہ و نادعلی شریف باموکل وغیرہ قیمت ... ۲ر

شواہد نظامی - جس میں عملیات و حالات حضرت نظام الدین اولیا محبوب الہی قدس سرہ العزیز درج ہیں - بڑی عمدہ کتاب ہے قیمت ... عہ

مفلسی کا مجرب علاج مصنفہ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی قیمت ... ۱ر

ان کے علاوہ ہر قسم کی کتابیں قرآن شریف حمائلیں مترجم و غیر مترجم دکان مندرجہ بالا پتہ سے طلب کریں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۲۱

ماہ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

۳۰ اکتوبر ۱۹۱۱ع

جلد ۵ نمبر ۵

نظام المشائخ

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

تمام سلسلوں کے صوفیہ مشائخ کی دینی و دنیاوی اغراض کا حامی اردو زبان کا ماہوار رسالہ

(دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب گروہ کا ہے)

اعلیٰ مدیر سیدی خواجہ حسن نظامی خواہرزادہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رح نائب مدیر خادم الفقرا سید محمد ارتضیٰ واحدی

فہرست مضامین

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک قسم خاص پانچ روپیہ فی پرچہ ۸ر قسم اول سالانہ ۳ر فی پرچہ ۴ر قسم سوم ۲ر فی پرچہ ۳ر

محمد ارتضیٰ واحدی مالک و اوڈیٹر نے منزل گاہ حلقہ نظام المشائخ فیض بازار دہلی سے شائع کیا

منشی فضل حسین کے ہلالی پریس دہلی میں چھپوایا

رسالۂ نظام المشائخ کے قواعد وضوابط

پڑھ لیجئے ورنہ آپ ہی کا نقصان ہوگا

(۱) رسالہ نظام المشائخ ہر چاند کی چھٹی تاریخ کو (جو حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا یوم عرس ہے) شائع ہوتا ہے۔ لیکن اسکو کسی ایک سلسلہ سے تعلق نہیں۔ یہ تمام خاندانوں اور خانوادوں کا یکساں خدمتگزار ہے۔ مضامین اسمیں علمی۔ تاریخی۔ مذہبی۔ اخلاقی۔ اصلاحی مگر سب صوفیانہ اور تصوفانہ رنگ میں ہوتے ہیں۔ تحریروں میں انشاپردازی اور دیگر دلچسپیوں کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ حجم کم از کم ۷۲ صفحے مقرر ہے اس دفعہ بعض ناگزیر وجوہات سے ۵۶ صفحے رہ گئے اگلا پرچہ انشاءاللہ ۷۲+۱۶= ۸۸ صفحے کا حاضر ہوگا۔

(۲) اگر رسالہ ۷ یا ۸ تاریخ تک نہ پہنچے تو دیر سویر کا خیال کرکے ۱۵ تاریخ تک اسکا انتظار کریں۔ اسکے بعد اطلاع دینی چاہیئے۔ ورنہ دوبارہ پرچہ کی قیمت لیجائے گی۔

(۳) جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو وہ براہ عنایت ۲۵ ہلالی تک دفتر رسالہ میں اسکی خبر دیدیں۔ ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ دار ہونگے۔ عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے گانوں یا شہر کے ڈاک خانہ کو کردینی کافی ہے۔

(۴) رسالہ کے متعلق تمام خط وکتابت میرے نام ہونی چاہیئے۔ خط وکتابت میں اپنا نام اور پتہ نہایت صفائی کے ساتھ لکھیے اور خریداری کا نمبر ضرور بتلایئے ورنہ تعمیل نہ ہوسکیگی۔ جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجئے۔

(۵) رسالہ کی قیمت ہر حال میں پیشگی لیجاتی ہے۔ نمونہ کے لیئے ۳ آنہ کے ٹکٹ آنے چاہئیں۔ **خاکسار محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ دہلی**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الآ ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

نظام المشائخ

زمزمۂ توحید

عقل دقیقہ رس کا دوڑا سمند برسوں
روندا کیا جہاں کے پست و بلند برسوں

ڈھونڈا کیا تجھے میں زار و نژند برسوں
بام فلک پہ پھینکی اڑ کر کمند برسوں

تیرا پتہ نہ پایا او لامکان والے
سارے جہاں میں ڈھونڈا سارے جہان والے

بلبل کا ہم نوا بن اکثر رہا چمن میں
بیٹھا کیا بہت دن پھولوں کی انجمن میں

خلوت نشیں رہا ہوں غنچوں کے پیرہن میں
دوڑا کیا میں برسوں اس وادیٔ کہن میں

دنیا کو چھان ڈالا تیرا پتہ نہ پایا
نقش قدم کا تیرے جلوہ نظر نہ آیا

اک عمر بتکدے میں رگڑا کیا جبیں میں
کعبے میں بن کے بیٹھا اکثر حرم نشیں میں

برق خیال بن کر دوڑا تہ زمیں میں
تاروں کی انجمن میں برسوں رہا کہیں میں

لیکن کہیں تجلی تیری نظر نہ آئی
وہم و گماں نے یارب تیری نہ کنہ پائی

جنگل میں آہ برسوں دھونی رما کے بیٹھا
پربت پہ بن کے جوگی آسن جما کے بیٹھا

صحرا کی وادیوں میں آنکھیں بچھا کے بیٹھا
تیرے لیے جہاں سے میں ہاتھ اٹھا کے بیٹھا

محو طلب رہا ہوں آوارگیوں میں برسوں

بیٹھا فقیر ہو کر میں تیا گیوں کی طرح برسوں

تیرا نشان لیکن او بے نشاں نہ پایا — وحدت کا آہ تیری راز نہاں نہ پایا
خلوت نشیں جہاں ہے تو - وہ جہاں نہ پایا — وہ سرزمیں نہ پائی - وہ آسماں نہ پایا

ذرّوں میں اُڑ کے چمکا تاروں میں جا جھلکا
جلوہ نظر نہ آیا پر شاہدِ ازل کا

پھوڑا کیا بہت دن سر شوق جبہ سائی — لیکن نہ آستاں تک تیرے ہوئی رسائی
دیر و حرم میں برسوں کی قسمت آزمائی — تیری مگر تجلی مجھکو نظر نہ آئی

تو جلوہ گر کہاں ہے؟ او دو جہاں کے مالک
شمس و قمر میں کیا ہے؟ او آسماں کے مالک

پھولوں میں آہ کیا ہے موجِ شمیم تیری — یا رب! ہے کس چمن میں بادِ نسیم تیری
غنچوں میں کیا ہے بوئے رازِ قدیم تیری — آرام گاہ ہے کیا باغِ نعیم تیری

تو عرش کی فضا میں ہے یا بہشت میں ہے
کعبے میں تجکو ڈھونڈوں یا تو کنشت میں ہے

آوارہ مدّتوں سے ہوں تیری جستجو میں — کھویا گیا ہوں اکثر میں کوئے آرزو میں
جلوہ نما ہے کیا تو پھولوں کے رنگ و بو میں — کیا تیرے زمزمے ہیں بلبل کی گفتگو میں

میں محو ذوق تیری وحدت کے راگ کا ہوں
پروانہ آہ تیری الفت کی آگ کا ہوں

حسرت کش تکلم ہے آہ اک زمانہ — ہے شیخ و برہمن کے لب پر ترا فسانہ
وحدت کا آہ تیری میں بھی سنوں ترانہ — کچھ سوز عاشقانہ کچھ سازِ مطربانہ

پردے میں بانسری کی مجکو صدا سنا دے
بنسی بجانے والے! وحدت کا گیت گا دے

۷۸۶

نجات السکوت

من سکت سلم و من سلم نجا

(جو ساکت رہا سلامت رہا اور سلامتی والے نے نجات پائی)

ولسان الحال انطق من لسان المقال

(اور زبان حال زبان قال سے گویا تر ہے)

اے آنکہ خلیفہ زادہ رحمانی　　بشنو سخنے ز عالم روحانی

دیوی سبعی فرشتہ انسانی　　بر تست ہر آنچہ غالب آید آنی

اے برادر اپنے کو بھولنا گویا اُس تک پہنچنا ہے۔ اسی بھول میں یاد۔ یاد میں بھول ہے۔ تجھ میں ایک موتی امانت رکھا گیا ہے وہ کیا ہے۔ ہاں سُن اور غور سے سُن نفخت فیہ من روحی حقیقت شناسی ہی اصل کام ہے۔ ورنہ مجازی وصفوں کا کچھ اور ہی انجام ہے۔ حقیقی کیا۔ مجازی کیا۔ ہاں سُن اور کان کھولکر سُن۔ دل کے کانوں سے سُن۔ دریا لبریز ہے۔ موجیں اٹھ رہی ہیں۔ یہ موج آئی۔ وہ موج گئی۔ ایک کا جوشش نہ دوسرے کا خروش۔ اے برادر کہنے کو موج کہیں گے کہ مجاز اسیکا نام ہے۔ ورنہ حقیقتًا دریا ہی دریا موجزن۔ نہ حباب کوئی چیز نہ موج کوئی شئے

دریا ئے کہن چو بر زند موجے نو　　موجش خوانند و در حقیقت دریاست

مثلاً ہوا ئے ہستی نیست نما ہے۔ اور سراب نیستی ہستی نما۔ اور حقیقت عالم نور خداوندی ہے کہ سب پر محیط۔ مالا مال ہے۔ اور یہ عالم اسی نور کی صورت ہی۔ یہیں سے ہستی حق اور نیستی عالم ظاہر و عیاں ہے۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ نے دنیا کی مثال گرد باد سے دی ہے۔ گرد باد اُٹھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر صورت باد کچھ بھی نظر

نہیں آئی - بلکہ باد تمام ذرات میں اس طرح محیط و متصرف ہی کہ گرد کو بجز مقہوری کوئی صورت
نہیں واقعی باد ہی باد ہے کہ اس صورت شکل سے ظاہر ہوئی - حقیقتاً گرد نہیں ہے
مگر ظاہر ہوتا ہے کہ ہی - دنیا ایک شئے ہست نما ہے اور ذات باری نیست نما - اب
ہست کون ہے اور نیست کون - دیکھئے کیا ہو اور ہے کیا - سمجھو اور خوب سمجھو - کوئی
ذرہ ذرات دنیا و آخرت سے نہیں کہ جسپر ذات باری تبارک تعالی محیط و متصرف نہ
تمام حرکات و سکنات عالم اُسی سے ہیں - بقا ہستی حقیقی اُسکو ہے - سب فانی اور
نابود ہیں - الا کل شئ ما خلا اللہ باطل اور یہ امر صاحب حال پر پوشیدہ نہیں ہے

نیست چیزے نیست چیزی نیست واں درمیان نیست چیزے ہست عیاں

اے دوست ذرا پرکالہ یخ کو دیکھ - ہاں یہ دو چیزوں کا مرکب ہے - ظاہر دیکھنے میں اولا
مگر حقیقتاً پانی ہی پانی - برف یا اولے کو پانی کہنا غلط ہے - پانی نہ کہیں گے - گرہے
کیا - ہاں یہ حقیقت ہی وہ مجاز - یہ باطن ہے وہ ظاہر - یہ مغز ہے وہ چھلکا - یہ سب کچھ
اور وہ بھی سب کچھ ہے - مگر کچھ بھی نہیں - ہاں اے عزیز ایک نکتہ اور بھی یاد رکھ

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

ما رأیت شیئاً الا و رأیت اللہ فیہ - صحیح اور ضرور صحیح - لیکن شئے کو اللہ کہنا غلط
اور ضرور غلط - اچھا ایک مثال سے سبق ہے کہ مثال سے کام خوب چلتا ہے - ایک شخص
حضرت شقیق بلخی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا - اے شیخ توحید کیا کر
کچھ سمجھا اور بتا - شیخ نے شکر منگوائی اور کہا اس شکر سے صورتیں مور - کبوتر - آدمی
وغیرہ کی بنا - اُسنے صورتیں درست کیں - شیخ نے صورتوں کا نام پوچھا - اُسنے کہا یہ مور
ہے - یہ کبوتر ہے - یہ آدمی ہے - شکر کا نام درمیان سے اُٹھ گیا - شیخ نے فرمایا - یہ
صورتیں مٹا دے - صورتیں مٹائی گئیں - پھر دریافت کیا یہ کیا ہے - اُسنے کہا شکر ہے
شیخ نے فرمایا - یہی توحید ہے اور بس - اے دوست ذرا غور کر کہ آدمی و حیوانات سب کے

سب شکر سے بنائے گئے۔ جب وہ شکلیں مٹیں بس شکر ہی شکر باقی رہی۔ باقی سب فنا ہوئے
اے برادر تجلی نورِ توحید شکلوں و صورتوں میں پرتو فگن ہے بلکہ نور ہی نور جلوہ گر ہے
ولا سواہ۔ اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ اللہ نور السموٰت والارض مختلف
صورتوں شکلوں کی موجیں یا اُن کی کثرت سمندر کو متکثر نہیں کر سکتیں۔ تعدد اسماء
شئی کو متعدد نہیں کر سکتے۔ دریا کی نفسی حالت بخار کہلائی۔ تراکم ہوا ابر کہلایا۔ برسا
پانی نام ہوا۔ بہنے لگا۔ سیل مشہور ہوا۔ وغیر ذلک۔ اے دوست حقیقت اشیا حقیقت
الحقائق کو کہتے ہیں کہ فی حد ذاتہ وہ واحد اور عدد سے دور بہت دور ہے۔ ہاں باعتبار
تجلیات متکثرہ و تعینات متعددہ مراتب کی صورت میں کبھی حقائق جوہر یہ متبوعہ
ہے اور کبھی حقائق ارضیہ تابع۔ پس اے دوست ذات واحد بواسطہ صفات متعدد
جواہر و اعراض متکثر نظر آتی ہے ورنہ حقیقتاً ایک ہی ایک ہو کر مطلق تکثر و تعدد کی گنجائش
دوئی کی راہ نہیں۔ ؎

غیرتش غیر در جہاں نگذاشت لاجرم عین جملہ اشیاء شد

کلام ربانی میں ہے کل شئ ھالک الا وجھہ۔ ہالک فرمایا ہے نہ یہلک۔ تا معلوم
و ظاہر ہو کہ وجود اشیاء بالفعل ہالک و نابود ہے اور نہیں موجود مگر ذات واجب الوجود
ہوالاول والآخر والظاہر والباطن ؎

اوّلی و ہم بدا و آخری باطنی و ہم دوام ظاہری
تو محیطی بر ہمہ از صفات وز ہمہ پاکی و مستغنی بذات

نتیجہ

اے عزیز خود را فراموش کن تا لطف او ترا بخود رساند کہ کار تو ہمین است دگر ہیچ ؎
ایک مرغ کے تیر لگایا۔ مرغ نے تیر سے پوچھا۔ تو مجھ تک کس طرح پہنچا۔ تیر نے جواب دیا
تیری کشش مجھ میں قائم کر دی گئی ہے۔ وہی کشش تجھ تک گھسیٹ لائی ہے۔ پس اے

دوست جان اور آگاہ ہو۔ کہ جب آدمی طلب حق میں کوشش و محنت کرتا ہے۔ حق تعالی ہی اسپنے تک پہنچا دیتا ہے۔ شرط اصلی اپنا مٹانا خود ہی دور ہوتا ہے۔ دگر ہیچ۔
سید الطائفہ جنید قدس سرہ نے حضرت سری سقطی قدس سرہ کی دہلیز پر تیس برس عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔ تیس برس دل کی پاسبانی کی کہ بجز ذات حق کسی اور کا دل میں گزر نہ تھا۔ ایک شب ہاتف غیب نے آواز دی۔ اے جنید وقت آنست کہ گوشہ زنار بتو باز نمایم فریاد برآورد کہ الٰہی ما ذنبی۔ جواب آمد کہ وجودک ذنب لا یقاس بھا ذنب ؎

بت پرستم من گم گشتہ نوز اہد خوانی   اینکہ تسبیح پرستم نگری زنار است

اے دوست یہ سب عشق کا کھیل ہے عشق ہی عشق ہے عشق کا غائب ہونا عالم کا فنا ہونا ہے کہ یہی قیامت کبریٰ ہے ؎

بخود ے باز د از خود عشقبازی   خیال آب و گل در راہ بہانہ

من اراد منکم ان یصل الی فعلیہ الخروج من کل شئ سوای۔ کلام مجید میں ہے قل اللہ ثم ذرھم۔ اے برادر چوں از تو توئی برخیزد کہ ہمیں را فنائے وجودی میگویند ایں ہمہ ذوق گردد ؎

تو مباش اصلا کمال این است وبس   تو در و گم شو وصال این است وبس

تا در تو ز پندار تو ہستی باقی است   میداں بیقیں کہ بت پرستی باقی است

گوئی بت پندار شکستم رستم   ایں بت کہ تو پندار شکستی باقی ست

یہاں سلطان عارفان فرماتے ہیں جب تک اُسے ڈھونڈھا کئے اپنے کو پاتے رہے۔ اب تیس سال ہوئے اپنے کو ڈھونڈتے ہیں اُسے پاتے ہیں ؎ جمال دوست چنداں سایہ انداخت کہ سعدی ناپدید است از حقیری + حیث کان اللہ ولم یکن معہ شیٔ ؎ حق را شمر جُدا ز عالم + عالم ہمہ در حق است وحق در عالم + لہ الملک لہ الحمد الیہ ترجعون + قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون

صورت از بے صورتی آمد برون   باز شد انا الیہ راجعون

۸۶ء

تہنیتِ بعثت حضرت رسالتؐ

دیکھیں تو ذرا حضرتِ موسیٰ ہیں کدہر
پھر ہے سرِ طور برقِ امین کا گزر
کرتی نہیں کام اِس تجلی پہ نظر
یا کوہِ حرا سے آج نکلا ہی قمر

بطحا سے ضیا روم تلک جاتی ہے
قیصر کی کبھی آنکھ جھپک جاتی ہے
بجلی سی مدائن میں چمک جاتی ہے
اور خوف سے کانپتا ہی کسریٰ کا جگر

کہتا ہے یہ بوقبیس پر نور ہوں میں
دعوے ہی حرا کا عارضِ حور ہوں میں
ہی قول احد کا قلۂ طور ہوں میں
ہی شورِ غدیرِ خم کہ میں ہوں کوثر

ہی فوجِ ملک زیرِ فلک بال کشا
کعبہ کی طرف ہے سرِ اصنام جھکا
آتی ہیں پروں سے خصخصِ الحق کی صدا
آہنگ حجاز میں ہے تسبیح حجر

دیکھے کوئی آثارِ سماوی کی طرف
وہ چھوٹ پڑا ہاتھ سے ناہید کے دف
لرزہ میں ہے رعب سے کواکب کی بھی صف
وہ گر پڑا جوزا کی کمر سے خنجر

گردوں پہ لنڈھی ہوئی ہی صہبائے شفق
یا عدل سے پایا ہی سیاست کا سبق
یا جوش سے میناے فلک ہو گیا شق
ہی ترکِ فلک غرقِ بخوں تا بہ کمر

کس دادرسِ خلق کی سن لی ہے نوید ہے داد کے ملنے کی زمانہ کو امید
چہرہ پہ لہو لگا کے پہنچا خورشید رخسار پہ خاک مل کے آیا ہے قمر

دربار میں گردوں ہے جھکائے گردن منشیِ فلک ہے کاغذی پیراہن
حاضر ہیں بنات نعش لیکر تمن کاندھے پہ جنازہ سر پہ نیلی چادر

لایا ہے خبر ہوش کی اک ناقہ سوار سرمایۂ فخر و ناز آلِ قیدار
عیسیٰ نے کیا جسکے شرف کا اقرار موسیٰ نے سنی تھی جسکے آنے کی خبر

تبلیغِ رسالت سے شب و روز ہے کام مصروف شفاعت میں سحر ہو یا شام
ہے زیرِ لوائے حمد اک دن کا مقام اور فرش سے عرش تک ہے اک شب کا سفر

افلاک سے کیا جلد سواری گزری سدرہ کی طرف بادِ بہاری گزری
چشمِ انجم میں رات ساری گزری تا دامنِ زیں نہ جا سکی گردِ نظر

حضرت نے کیا سارے زمانہ کو نہال طاعت کا خدا کی تھا کسی کو نہ خیال
مشہور ہے سنا دیا عرب کا ہے یہ حال پیتے تھے شراب پوجتے تھے پتھر

سکہ ترا عالم میں شہا بیٹھ گیا اور عرش پہ نقشِ کفِ پا بیٹھ گیا
ناقوس برہمن کا گلا بیٹھ گیا آتش کدۂ گبر سے اٹھا نہ شرر

ہی عقد ثریا حشم پرچم کی گرہ
لشکر ہے مؤید و ظفر مند و فرہ
داؤدؑ درود پڑھکے لائے ہیں زرہ
حضرت کے جہاد کی سنی ہی جو خبر

کلمہ گو کا ترے نشاں ہی جنت
اک حلقۂ بزم مہوشاں ہی جنت
ہم عکس ہیں چشم نگراں ہی جنت
او بیچ میں ہی صراط اک تار نظر

سر حلقۂ ممکنات شاہا تو ہے
بندوں میں جسے خدا نے چاہا تو ہی
مزمل و مدثر و طاہا تو ہے
ہادی سبل ختم رسل خیر بشر

اے معدن حی ای شہ جن و ملک
دن رات تری یاد میں پھرتا ہی فلک
جبریلؑ کی آنکھوں میں ہی آج تلک
کالی وہ گلیم اور وہ اجلی چادر

اہل عشق

اے خوشا طالع ہوئے جو خاکسار اہل عشق
ہو گئے مقبول حق خدمتگزار اہل عشق
عاقبت محمود ہیں دلشاد ہیں آزاد ہیں
مل گئی جنکو جہاں میں زینہار اہل عشق
کامیاب و کامراں ہیں بختیار و بامراد
یاوری بخت سے ہوتے ہیں یار اہل عشق
کارساز خلق ہیں خود کام و خود مطلب ہیں
بے نیاز و بیغرض ہیں کامگار اہل عشق
دیکھتے ہیں عشق کا جلوہ سواد لیل میں
رشک مہر و ماہ ہیں شب زندہ دار اہل عشق
یکہ تاز و رہسپار و جادۂ تنزیہ کہن
کیسے چابکدست ہیں یہ شہسوار اہل عشق
فیض صحبت کا انہیں کو لطف ملتا ہی نصیب
جو عقیدت سے ہوئے ہیں دوستدار اہل عشق
بارگاہ قدس میں ہو جائینگے وہ باریاب
ہو گئے دنیا میں جو ہیں خاکسار اہل عشق
پاسباں ہر حال میں انکا خدائے پاک ہی
رہتے ہیں ... جان نثار اہل عشق

اہل باطن کیوں نہ ہوں دل سے ہمارے شیفتہ
ہم بھی ہیں ساقی جہاں میں یادگار اہل عشق

نالۂ شیدا

نمبر ۲

مسلمانوں نے تو فیصلہ کر لیا ہے کہ مادہ پرستی جیسی کہ چاہیئے ویسی کر کے چھوڑینگے۔ اور کوئی ایسی بات جو اس اہم مقصد کے منافی ہو کبھی نہ سنیں گے۔ پھر سنے کون۔ او سنائے کون سننے والوں میں ہر شخص بجائے خود افلاطون ہے۔ آج اگر ارسطو بھی ہوتا تو انکی نودآرائیوں سے آکے کان پکڑتا۔ سنانیوالے اول تو خیر سے ہیں ہی نہیں۔ اور جو ہیں وہ کہتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ اگر کبھی کبھار دبی زبان سے بولے بھی تو سہم سہم کر رک رک کر۔ ہر وقت یہ فکر دامنگیر ہے کہ کہیں ضروریات زمانہ سے بیخبری کا سرٹیفکٹ نہ مل جائے۔ یہ ہم بھی جانتے ہیں کہ وقت وقت کی راگنی ہوا کرتی ہے۔ آجکل جس چیز نے مسلمانوں کو تڑپا رکھا ہے وہ قومی ترقی کا دلکش ترانہ ہے۔ جسکا پورا لطف تو کچھ وہی لوگ اٹھاتے ہونگے جو اسکے اہل ہیں۔ ہاں اتنا ہمیں بھی نظر آتا ہے کہ مسلمانوں پر اس سحر شہپر نے ایک وجدانی کیفیت طاری کر رکھی ہے۔ اور ان حالوں آج نہیں تو کل ضرور سب بول اٹھیں گے کہ دنیا بس باقی ہوس۔ ترقی خود فریب ترقی نے ایک مدت کے آہ و بکا گریہ وزاری کے بعد کچھ یوں ہی سی جھلکی دکھائی تھی کہ دلدادگان ترقی دین و ایمان کو اسپر سے نثار کرنے لگے۔ یہ ایک اڑتی سی جھلک خدا جانے کیا آفت کا پرکالہ تھی کہ جس نے ستم ڈھا دیئے۔ ہوش و حواس تاب و تواں یک قلم رخصت ہو گئے۔ اور ہر طالب دیوانہ وار چلانے لگا۔ "زہے قسمت اگر حاصل شود یارا"۔ مذہبی عقیدت جو صدیوں کی تعلیم و تلقین کا نتیجہ تھی آناً فاناً نقش برآب ہو گئی۔ ہائے ترقی وائے ترقی کے غل شور نے کان پڑی آواز کو سننا دوبھر کر دیا۔ قومی ترقی کے جلسوں میں جنسے اب میلوں کا کام بھی لیا جاتا ہے بقول حضرت اکبر ؎

بدل جائیگا انداز طبائع دور گردوں سے — نئی صورت کی خوشیاں اور نئے اسباب غم ہونگے
وہ ریل پیل ہوتی ہے کہ اِنکے مقابلے میں مذہبی تقریبیں بے حقیقت نظر آتی ہیں۔ گردشِ ایام نے ایسے حضرات بھی پیدا کر دیئے ہیں جنکو نہ عید کی خوشی نہ محرم کا غم نہ ایک کے جانے کی خبر نہ دوسرے کے آنے کا حِس۔ میرا مدعا یہ نہیں کہ خدانخواستہ ساری دنیا ہی مذہب کو بے وقعت سمجھنے لگی ہے یا سب ہی ہم جیسے ہوگئے ہیں۔ نہیں اب بھی بفضلہ سیکڑوں ہزاروں کی تعداد میں خدا پرست اور مذہب کے والہ و شیدا موجود ہیں۔ اور انہیں مقدس اور متبرک صورتوں سے ان مذہبی محفلوں کی رونق و زینت ہے مگر یہ وہی اگلے وقتوں کے بچے کھچے بڈھے ٹھڈے ہیں جو صبح شام کی ہوا کھا رہے ہیں۔ جن کو قدرت کا اٹل قانون عنقریب صفحۂ ہستی سے ناپید کر دے گا۔ ہاں تو یہ بیچارے کس باغ کے بتھوے ہیں۔ جو اِن کا ذکر کیا جائے۔ اِن غریبوں کی وقعت تو زمانہ کے نبض شناسوں کی نگاہ میں عوام کالانعام سے زیادہ نہیں۔ بحث تو اُن نوجوانوں سے ہے جو زمانہ کے پھول کو دھکیل رہے ہیں۔ اور آج کی دنیا کے مالک ہیں جنکی تہذیب و شائستگی کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ جن کی تحقیق و تدقیق نے پرانے دفتر گاؤ خورد کر دیئے جن کی روشن خیالیوں نے دنیا کی آنکھوں کو چندھیا دیا۔

افسوس کہ وہ مذہب سے غافل۔ اسلام کی خوبیوں سے بیخبر۔ عقیدت کے زیور سے محروم۔ بس سے دیکر اِنکے پاس الفاظ بے معنی۔ قول بے عمل۔ قال بے حال رہ گیا ہے۔ باقی اللہ اللہ خیر سلا۔ دوستو! یہ ہم بھی جانتے ہیں تمہیں خدا خدا کرکے آج یہ دن دیکھنا نصیب ہوا جس کا مدت سے انتظار تھا۔ اور جسکے واسطے سالہا سال سے تمہاری آنکھیں ترس رہی تھیں۔ حق یہ ہے کہ اس دن کی تمہیں جتنی بھی خوشی ہو تھوڑی ہے۔ مصلحانِ قوم نے اِس غرض اور صرف اسی غرض کے لیئے عمریں گنوائیں۔ جانیں کھپائیں۔ تب جاکر یہ مبارک دن آیا۔ کہ آج در و دیوار سے ترقی کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں

اوسنے اعلیٰ چھوٹا بڑا شہری دیہاتی تغیر و تبدل کی ضرورت کو محسوس کر رہا ہے ملک مغرب کی آمد آمد کا غلغلہ بلند ہے۔ دیکھئے کس کروفر کے ساتھ اس با اقبال مغربی شہزادی کا داخلہ ہوا۔ کہ مرد تو مرد عورتیں تک سینا پرونا پھینک۔ کھانا پکانا چھوڑ استقبال کے لیئے کھڑی ہوگئیں۔ خوب آؤ بھگت ہو رہی ہی۔ اور ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح حق مہمانداری ادا کرلوں۔ سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے ہیں جدہر دیکھو نئے رنگ نئے ڈہنگ نئی تراش نئی خراش۔

صاحبو! تمہارا جوش و خروش درست۔ بجا۔ آنکھوں سکھ کلیجی ٹھنڈک۔ مگر ذرا ادہر بھی تو دیکھو۔ ایسی بدحواسی بھی کس کام کی جس میں سدہ بدہ ہی نہ رہے۔ سنو تو سنائیں۔ کہو تو بتائیں۔ مذہب جیسی نعمت جسکو تم تقویم پارینہ سے تعبیر کر رہے ہو بے ضرورت سہی۔ پھر سہی۔ تمہارے بڑہے ہوئے حوصلوں کا سد باب سہی۔ مگر ذرا چشم تامل سے غور کرو۔ تمہاری گرد گمنام قومیں جن کے متبع رشید ہونے کی تم سعادت حاصل ہے۔ اس کو کس بلند نظری سے دیکھ رہی ہیں۔ اور جو خوبیاں اس میں مضمر ہیں ان کا کس صفائی سے اقرار کر رہی ہیں۔ میدان ترقی کے بہادرو انصاف کرنا۔ مانی شسست گو او چست کاچی کوٹ کچھ تمہارے بدنوں پر ہی خوب پھبتا ہے تم کچھ بھی نہیں۔ لیکن دنیا کی نظروں میں اب بھی بھاری ہو۔ خدا جانے جھوٹ یا سچ۔ سنتے ہم بھی ہیں کہ مغربی مبصر کو عقل کی دوربین میں تم آج بھی رائی کے پہاڑ نظر آتے ہو۔ دوستو! سمجھو آج جو کچھ تمہاری عزت ہے۔ وہ مذہب ہی کے طفیل ہے۔ وہ پولٹیکل اہمیت جو تمہارے آڑے وقت میں کام آتی ہے۔ مذہب ہی کا صدقہ ہے جس کو تم نے پس پشت ڈال رکھا ہی۔ قوم کے نونہالو! ترقی ترقی پکارو۔ ترقی جو ہونی تھی وہ ہولی۔ اب اسکی گرد کو بھی نہ پا سکو۔ ترقی تو جب کبھی تھی مذہب کے ساتھ تھی۔ اور اب بھی جب کبھی ہوگی مذہب ہی کی بدولت ہوگی۔ علم نہیں۔

دولت نہیں۔ حکومت کا تو ذکر ہی کیا۔ بادشاہی ہوتی ہے۔ کچھ خدائی نہیں ہوتی یہ ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ کس کی رہی ہے جو تمہاری رہ جاتی۔ تمہاری پونجی تمہارا مال و متاع تو مذہب تھا۔ اس لیے کہ مسلمانوں نے اور اُن مسلمانوں نے جو اسلام کے نمونے تھے۔ دنیا کی تمام نعمتوں کو مذہب کے سامنے بے حقیقت سمجھا۔ ہاں تو ایک لے دیکر مذہب رہ گیا تھا۔ اغیار اس کو بڑی چیز سمجھتے تھے۔ وہ انکی نظروں میں کانٹا سا کھٹکتا تھا۔ حیف صد حیف کہ ہم اسکو بھی حریفوں کی نظر بد سے نہ بچا سکے۔ مغربی درویش کی ایک نگاہ میں خدا جانے کس بلا کا جذب تھا کہ جس کی ایک ادنے توجہ نے سب کچھ سلب کر لیا۔ اور کورا کر کے چھوڑ دیا۔ مساجد نمازیوں کے انتظار میں ایستادہ ہیں۔ اور اپنے بانیوں کی ناعاقبت اندیشی پر طعن کر رہی ہیں جنہوں نے اسوقت کو پیشِ نظر نہ رکھا۔ قرآن مجید اپنی کس مپرسی پر انگشت بدنداں ہے۔ کہتا ہے اور سچ کہتا ہے کہ یارب یہ کونسا وقت ہے۔ اور کیسا زمانہ ہے کہ جس میں میری پرستش نہیں۔ مکانوں کے طاقوں میں پڑے پڑے میرا مقدس جسم گرد و غبار سے آلودہ ہو گیا ہے مگر کوئی دیکھنے والا نہیں۔ لوگوں کو ملٹن۔ ٹینی سن۔ گرے۔ کوپر کی مضمون آفرینی کی ستائش۔ برک۔ شیریڈن۔ مکالے کی فصیح البیانیوں کی مدح سرائی سے کہاں فرصت جو میری طرف متوجہ ہوں۔ خدایا! میرے نکات معنی کے سمجھنے والے میرے جواہر ریزوں کے پرکھنے والے مسلمان کہاں ہیں۔ عزیزو! زمانہ کا رنگ ہوا کا رُخ بتا رہا ہے کہ یہ بساط اب اُلٹنے والی ہے۔ پچھلے جلسے ختم اگلی صحبتیں تمام تغیرات کی بوچھاڑ اور انقلاب کے جھکڑ چل رہے ہیں۔ جدید تحریکیں اور نئی داغ بیلیں پڑ رہی ہیں۔ نئی زمین نیا آسمان۔ نئی دنیا۔ نئے دنیا والے۔ غرض سب اور سب کچھ نیا ایسی حالت میں تیرہ سو برس کے کہنہ۔ فرسودہ۔ پُرانے دھرانے مذہب کو کون پوچھے اگر یہی لیل و نہار ہے تو وہ منحوس دن دور نہیں جبکہ اس نئی پود کے جدید دور میں

مسجدوں میں گرجاؤں کی طرح قفل پڑ جائیں۔ اور مسلمان آٹھویں دسویں عیسائیوں کی طرح اُن میں جمع ہو جایا کریں۔ ایک آدھ تقریر ہوئی۔ چیرز ہوئے اور پریسیڈنٹ کے شکریہ کے بعد جلسہ برخاست۔ خدا وہ دن نہ دکھائے۔ اس خیال سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ لیکن بقول لسان العصر وجدان الملت حضرت اکبر ؎

تمہیں اس انقلابِ دہر کا کیا غم ہے ای اکبر بہت نزدیک ہیں وہ دن کہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

شیدا! خاموش رہو۔ نالہ و فریاد بند کرو۔ اور قضا و قدر کی نیرنگیوں کے تماشائی بن جاؤ۔ یہ مانا کہ حق تمہاری جانب ہے۔ لیکن تائید غیبی کے منتظر رہو۔ دیکھو پردہ غیب سے کیا ظہور پذیر ہوتا ہے۔ رب العزۃ دانا و توانا حسب وعدہ دین برحق کی حمایت و حفاظت کے لیے کسی نہ کسی کو ضرور کھڑا کرے گا۔ اگر آج کے مسلمانوں میں اسلام کی ذمہ داریاں برداشت کرنے کی قابلیت اور اہلیت نہیں رہی تو اسلام اپنے لیے کسی اور کو ڈھونڈ لے گا۔ اب تو اسی کو غنیمت سمجھو کہ بات بنی ہوئی اور ہوا بنا ہی ہوئی ہے۔ گھر کے بھید نہ کھولو۔ دیوار ہم گوش دارد۔

شیدا دہلوی

غزل تازہ

ہم پیر خرابا تم ہم ساقیٔ میخانہ — ہم مستیٔ و ہم شورم ہم بادہ و پیمانہ

ہم تاج بسر دارم باشوکت شاہانہ — ہم دلق ببر پوشم باحال گدایانہ

در ہستیٔ ما بنگر نورم و ہم نارم — از ساز و سوز ماست آبادیٔ و ویرانہ

ہم صوفیٔ و ہم رندم ہم واعظ و ہم ملّا — در مذہب و مشرب ما یک کعبہ و بتخانہ

مفتون جمال خودم عاشق و ہم عشقم — مجنونم و لیلیٰ خود ہم شمعم و پروانہ

پرسید دلبر خویش باجلوہ حسن خود — در پیکر انسانم باصورت جانانہ

القصہ بہر نظم این کنہ حقیقت بین — غرق ہم عرفانم شیرانہ و مردانہ

راقم مرتضےٰ شیر

۴۸۶

دل ناہنجار

ایک سامانِ ستم روز بہم کرتا ہے
یہ ستم دیدہ دل اپنا تو ستم کرتا ہے

سر پر آشوب یہاں آ کے ہوئے ہیں اسکے
فتنے برپا بھی پامال الم کرتا ہے

جتنے ہیں دشمن جاں آہ وہ سب اسکے ہیں دوست
دوستانِ خرد آموز سے رم کرتا ہے

سرکشی اور بھی بڑھ جاتی ہے اس سرکش کی
سر کو محرابِ عبادت میں جو خم کرتا ہے

سوئے مسجد تو اٹھائے نہیں اٹھینگے قدم
جانبِ کوئے بتاں سر کو قدم کرتا ہے

آپ کو جوہرِ اسلاف سے عاری پاکر
جمع سرمایۂ تخریب و عدم کرتا ہے

ترکتازِ ہوسِ نشو و نمائی تجاسر
دلنشیں رابطۂ تیغ و قلم کرتا ہے

کبھی ہوتا ہے شکستوں سے شکستہ خاطر
فتحِ موہوم کبھی زیبِ رقم کرتا ہے

فکرِ دینار میں آتا ہے نظر زرد کبھی
محو خاطر سے کبھی نقشِ درم کرتا ہے

بتکدوں کے کبھی پھیرے تو کبھی نامِ خدا
اہتمامِ سفرِ بیتِ حرم کرتا ہے

بیٹھنے تک کا بھی سامان نہیں گھر میں درست
طرہ یہ ہے ہوسِ مسندِ جم کرتا ہے

نہ عبادت کا سرانجام نہ کچھ طاعت کا
بیٹھے بیٹھے ہی تمنائے ارم کرتا ہے

آپ کو ہیچ ترازہیچ جو پاتا ہے کبھی
نقدِ ایثار کو اس نسیئے[۱] میں ضم کرتا ہے

ناتمام اپنے ہر اک کام میں وہ ناہنجار
جس قدر سعیِ تمام اور اتم کرتا ہے

جو اہم کام ہیں اسکو نظر آتے ہیں سہل
سہل سے سہل کو وہ آپ اہم کرتا ہے

فکرِ دنیا کی جو کم چاہیے کرتا ہے بہت
فکرِ عقبےٰ جو بہت چاہیے کم کرتا ہے

آہ آزاد کہ اسپر بھی ہیں ناز اسکے
بھولے بھٹکے ادھر آیا تو کرم کرتا ہے

آزاد از بانکی پور

[۱] قرض کی ایک قسم ہے ۱۲

۴۸۶

قرآنی بول چال

حضرت رابعہ بصریؒ ایک بڑی ممتاز عارفہ گزری ہیں۔ نہایت ذی علم تھیں۔ اُن کی بابت مشہور ہے کہ اُنہوں نے درجۂ کمال پانے کے بعد پھر کوئی کلمہ اپنی زبان سے بجز آیاتِ قرآنی نہیں نکالا۔ بوقت ضرورت ہر سوال کے جواب میں آیاتِ قرآنی پڑھتی تھیں۔ اور لوگ اشارتًا سمجھ جاتے تھے چونکہ باکمال تھیں۔ اس لیے مناسب موقع آیات تلاش کر لیتی تھیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رح کے شاگرد عبداللہ بن مبارک رح سے روایت ہے کہ وہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے راہ میں رابعہ بصریہ رح سے ملے۔ آپ میدان میں بالکل تنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔ اسوقت جو گفتگو ہوئی وہ نہایت دلچسپ اور عجیب و غریب تھی ہم لے ناظرین کے فائدہ کے لیے ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

عبداللہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

رابعہ بصری۔ سلام قولا من رب رحیم (سلام قول ہے پروردگار مہربان کی جانب سے) +

عبداللہ۔ خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ یہاں کیا کر رہی ہو؟

رابعہ بصری۔ ومن یضلل اللہ فلا ھادی لہ۔ (جس کو اللہ گم راہ کر دے اُس کو راہ بتانے والا کوئی نہیں) +

عبداللہ۔ (دل میں سمجھے کہ راہ بھول گئی ہیں اور) کہا کہاں جاتی ہو؟ +

رابعہ بصری سبحان الذی اسرٰی بعبدہٖ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی (پاک ہے وہ اللہ جو لیگیا اپنے بندے کو مسجد حرام (کعبہ) سے مسجد اقصٰی (بیت المقدس) کیطرف)

عبداللہ (سمجھے حج سے فراغت کرکے بیت المقدس جاتی ہیں اور) پوچھا کب تم اس مقام

رابعہ بصری۔ ثلاث لیالٍ سویاً۔ (تین راتیں پوری یعنی تین دن سے)
عبداللہ۔ تمہارے پاس کھانے کو تو ہے نہیں۔ آخر تم نے بسر کیوں کر کی؟
رابعہ بصری۔ ھو یطعمنی ویسقین۔ (وہی مجھے کھلاتا اور وہی مجھے پلاتا ہے)
عبداللہ۔ تم وضو کس چیز سے کرتی تھیں؟
رابعہ بصری۔ فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً۔ (اور اگر نہ پاؤ تم پانی تو تیمم کرو پاک مٹی سے)
عبداللہ۔ میرے پاس کھانا ہے۔ کھاؤ گی؟
رابعہ بصری۔ ثم اتموا الصیام الی اللیل (پھر تمام کرو تم روزہ کو رات تک۔
عبداللہ۔ یہ رمضان کا مہینہ تو نہیں ہے؟
رابعہ بصری۔ فمن تطوع خیراً فان اللہ شاکر علیم۔ (اور جو بطور نفل نیک کام کرے تو اللہ قبول کرنے والا اور جاننے والا ہے)
عبداللہ۔ لیکن سفر میں تو ہمیں روزہ نہ رکھنا مباح ہے)
رابعہ بصری۔ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون (اور اگر روزہ رکھو تم تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اگر تم جانتے ہو)
عبداللہ نے ان کی قرآن خوانی سے تنگ آ کر کہا۔ جس طرح میں تم سے باتیں کرتا ہوں۔ اسی طرح آزادی سے تم مجھ سے باتیں کیوں نہیں کرتیں؟
رابعہ بصری۔ مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید۔ (نہیں منہ سے نکلتی ہے کوئی بات مگر یہ کہ اس پر ایک جاسوس متعین ہے)۔
عبداللہ نے پوچھا کہ تم کس قبیلے کی عورت ہو؟
رابعہ بصری ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولاً۔ (اور نہ واقف ہو تو اس چیز سے جس کا تجھے علم نہیں ہے

بیشک کان اور آنکھ اور دل سب سے متعلق باز پرس ہوگی +

عبداللہ نے کہا مجھسے خطا ہوئی معاف کرو +

رابعہ بصری ۔ لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم (نہیں تم پر سرزنش آج اللہ تمہارے گناہ معاف کرے) +

عبداللہ ۔ میں اپنی اونٹنی پر بٹھا کے تمہیں لیچلوں ۔ چلوگی ؟ +

رابعہ بصری ۔ وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ (اور جو نیکی کا کام تم کرو اللہ اسے جانتا ہے) +

عبداللہ نے اپنی اونٹنی بٹھائی ۔ اور کہا ۔ آؤ !

رابعہ بصری ۔ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ۔ (کہہ تو مومنین سے کہ اپنی آنکھیں بند کریں) +

عبداللہ نے اپنی آنکھیں انکی طرف سے پھیر لیں اور کہا لو سوار ہو جاؤ !

رابعہ بصری نے جیسے سوار ہونے کا قصد کیا اونٹنی بھڑکی اور انکی چادر پھٹ گئی ۔ اپنی چادر کو پھٹتے دیکھکر بولیں (وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم (اور تم کو جو مصیبت پہنچے ۔ وہ خود تمہارے ہاتھوں سے ہے) +

عبداللہ نے کہا ۔ اچھا تم ذرا ٹھیر جاؤ ۔ میں اپنی اونٹنی کو باندھ دوں ۔ جب تم سوار ہونا +

رابعہ بصری ففھمنا سلیمان (پس سمجھایا ہم نے سلیمان کو) +

عبداللہ نے اونٹنی کو باندھکر کہا ۔ اب سوار ہو ؟ +

رابعہ بصری سوار ہوئیں اور اونٹنی کی پیٹھ پر بیٹھکر کہا ۔ سبحٰن الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون ۔ (پاک ہے وہ اللہ جس نے اسکو ہمارا مطیع کیا ۔ اور ہم اسکی صلاحیت نہ رکھتے تھے ۔ اور ہم اپنے پروردگار کیطرف توجہ کرنے والے ہیں) +

عبداللہ نے اپنی اونٹنی کی مہار اپنے ہاتھ میں لی۔ اور شور مچاتا ہوا چلا۔ +

رابعہ بصری۔ واقصد فی مشیك واغضض من صوتك۔ (نرمی کرو اپنی چال میں اور پست کرو اپنی آواز کو +

عبداللہ یہ سن کر آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ اور چلانے کی جگہ دہیمی آواز سے بطور ترنم کچھ اشعار پڑھنے لگے +

رابعہ بصری۔ فاقرءوا ما تیسر من القرآن (پڑھو جسقدر توفیق ہو قرآن سے) +

عبداللہ نے کہا۔ اللہ نے تم میں بہت سی نیکیاں پیدا کی ہیں +

رابعہ بصری۔ وما یذکر الا اولوا الالباب (اور نہیں سمجھتے مگر صاحبانِ عقل +

عبداللہ نے تھوڑی دور چلکر دریافت کیا کہ تمہارے شوہر بھی ہیں ؟

رابعہ بصری۔ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم (اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو نہ سوال کرو اُن چیزوں سے کہ اگر ظاہر ہو جائیں تو تم کو بُری معلوم ہوں) +

عبداللہ۔ یہ سُن کر خاموش ہو گئے۔ اور چلتے چلتے قافلے میں پہنچے اور رابعہ سے دریافت کیا کہ قافلے میں تمہارا کون ہے ؟ +

رابعہ بصری۔ المال والبنون زینۃ الحیٰوۃ الدنیا (مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی زینت ہیں) +

عبداللہ سمجھے کہ اسکے بیٹے قافلے میں ہیں۔ کہاں کا پتہ کیاہے ؟

رابعہ بصری وعلامات وبالنجم ھم یھتدون (اور علامتیں ہیں اور تاروں سے رستہ پاتے ہیں) +

عبداللہ سمجھے کہ اسکے لڑکے قافلے کے رہبر ہیں۔ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے خیموں میں پھرنے لگے۔ اور رہبروں کے حلقہ میں پہنچکر رابعہ سے کہا کہ تمہارا خیمہ کونسا ہے؟ پہچانو

رابعہ بصری - واتخذ اللہ ابراھیم خلیلاً وکلم اللہ موسیٰ تسلیما
یا یحییٰ خذ الکتٰب بقوۃ ۰ (اور کیا اللہ نے ابراہیم کو دوست۔ اور بات کی اللہ نے موسیٰ سے اچھی طرح۔ اے یحییٰ لے تو کتاب مضبوطی سے)۔

عبداللہ سمجھے کہ یہ ان کے بیٹوں کے نام ہیں۔ اور آواز دی اے ابراہیم۔ اے موسیٰ۔ اے یحییٰ۔ آواز سن کر تین نوعمر لڑکے نکلے جو اس قدر خوبصورت تھے کہ گویا چاند کے ٹکڑے تھے۔ لڑکوں نے اپنی ماں کو اتارا۔ اور عبداللہ سے بیٹھکر باتیں کرنے لگے۔

رابعہ بصری نے یکایک چلاکر کہا فابعثوا احدکم بورقکم ھذہٖ الی المدینۃ فلینظر ایھا ازکیٰ طعاماً فلیاتکم برزق منہ ۰

یہ سنتے ہی اُن لڑکوں میں سے ایک فوراً بازار دوڑ گیا۔ اور جو کچھ لا لاکے عبداللہ کے سامنے رکھدیا۔

رابعہ بصری نے کہا کلوا واشربوا ھنیئاً بما اسلفتم فی الایام الخالیۃ (کھاؤ اور پیو برکت سے بعوض اسکے جو گزشتہ خالی دنوں میں تم کرچکے ہو۔)

رابعہ بصری کی باتیں سن سن کر عبداللہ اس قدر حیرت میں تھے کہ لڑکوں سے کہا سنو۔ میں اپنے اوپر تمہارے کھانے کو حرام سمجھتا ہوں جبتک یہ بیان نہ کردو کہ یہ کون خدا کی بندی ہیں۔ اور ان کی کیا داستان ہے۔ لڑکوں نے کہا ہمیں بیان کردینے میں کوئی ضرر نہیں ہے۔ یہ ہماری والدہ ہیں۔ چالیس برس ہوئے جب سے سوائے قرآن کی آیات کے اور کوئی لفظ ان کی زبان سے نہیں نکلا۔ اور انہوں نے اس خوف سے اور باتیں کرنی چھوڑ دی ہیں کہ مبادا کوئی ایسا لفظ زبان سے نکل جائے جس کی قیامت کے دن جوابدہی کرنی پڑے ۰

(اسلام)

۸۶

فلسفۂ تصویر

ایک دن کلکِ مصور سے یہ میں نے پوچھا
تُو نے کیونکر بتِ بیدرد کا نقشہ کھینچا
ابروؤں کی یہ کشش۔ اور وہ چتون کی ادا
تمتمائے ہوئے رخسار۔ ہمبو کا چہرا
تو نے یہ رنگ دکھائے ہیں بتا تو کیونکر؟
اس قدر باغ لگائے ہیں بتا تو کیونکر؟

کون سا خضر ہے رستہ یہ بتایا کس نے؟
سچ بتا تجکو سبق ایسا پڑھایا کس نے؟
تیرے ہاتھوں سے یہ اعجاز دکھایا کس نے؟
فنِ تصویر کشی تجکو سکھایا کس نے؟
نقلِ صورت گر مخلوق میں یکتا تُو ہے
ڈال دے جان بہی تو رشکِ مسیحا تُو ہے"

سُن کے یہ لفظ قلم نے یہ دیا مجکو جواب
"دیدۂ دل سے ذرا دیکھہ حقیقت کی کتاب
بسکہ اسرارِ خداوندیں ہیں بے حد و حساب
آنکھہ پیدا ہو تو اُٹھہ جائے ہر اک شئے سے حجاب
مردمِ چشم کو دیکھا نہیں شاید تُو نے
سرِّ مکتوم کو سمجھا نہیں شاید تُو نے

قلمِ قدرتِ معبود ہے استاد مرا
جس نے اِس عالمِ ایجاد کو ایجاد کیا
آنکھہ کے تل میں خدائی کا مرقع کھینچا
شرطِ انصاف ہو۔ کیسا ہے مصور میرا!
اپنی قدرت کے تماشے وہ دکھاتا ہی مجھے
روز اک بات نرالی وہ سُجھاتا ہے مجھے

خادمِ حلقہ تاباں

۶۸۶

روزنامہ

سفر حجاز و شام و مصر

(سلسلے کے لیے شوال ۱۳۳۱ھ کا رسالہ ملاحظہ فرمائیے)

عیسائیوں کا حج

عیسائیوں میں متعدد فرقے ہیں جو اپنے اپنے حساب سے قدس کے حج کو آتے ہیں انکا کوئی مقررہ و متفقہ دن نہیں ہے۔ رومی عیسائیوں کے حج میں مجمع زیادہ ہوتا ہے شہر بیت المقدس میں اُسوقت جگہ نہیں رہتی اس کثرت سے حجاج آتے ہیں۔ ان لوگوں کی مراسم عجیب ہیں۔ بعض فرقے محض اس شہر کی حاضری اور گرجے کے دفتر میں نام لکھوا دینے کو حج سمجھتے ہیں۔ بعض کے ہاں کچھ اور رسمیں بھی ہوتی ہیں۔ جن کا پورا حال ابھی تک تحقیق نہیں ہوا۔ بعد میں معلوم کرکے لکھا جائے گا۔ البتہ رومی عیسائیوں کا حج عجیب ہے یہ لوگ اس گرجے میں جمع ہوتے ہیں۔ جہاں انکے خیال کے موافق حضرت مسیح صلیب دیئے گئے۔ اور جہاں اُنکی قبر بھی ہے۔ وسط میں ایک بلند مقام ہے وہاں کوئی آتشی مادہ رکھا جاتا ہے۔ اور چھت کے اوپر سے گرجا کے خدام ایک شمع خاص ترکیب کے ساتھ آہستہ آہستہ اس آتش گیر مادہ پر لاتے ہیں۔ جونہی شمع قریب آئی وہ مادہ مشتعل ہو جاتا ہے۔ جسکی شعاعیں قبر کے چاروں طرف درخشاں ہونے لگتی ہیں۔ اسوقت ایک پادری جسکو اس خدمت کے لیئے کئی ہزار اشرفیاں ملتی ہیں ایک بڑی شمع ہاتھ میں لیکر دوڑتا ہے۔ اور ان شعلوں سے شمع کو روشن کرلیتا ہے۔ اور باہر مجمع میں لے کر آتا ہے یہاں ہزاروں آدمی ہاتھوں میں شمعیں لیئے کھڑے رہتے ہیں وہ سب اس شمع سے اپنی شمعیں روشن کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نور خدا ہمکو حاصل ہوا۔ اسکے بعد یہ پادری

شمع لیئے ہوئے سیدنا حضرت مریم کے مزار پر جاتا ہے اور وہاں جاکر شمع کو خاموش کر دیتا ہے۔ اور لوگ بھی اپنی شمعیں بجھاکر رکھ دیتے ہیں۔ اور بطور تبرک گھر لے جاتے ہیں بس یہ اِن لوگوں کا حج ہے +

بیت المقدس میں ہر قوم اور ہر مذہب کے جداگانہ گرجے بنے ہوئے ہیں۔ ایک فریق دوسرے کے گرجہ میں نہیں جاتا۔ لیکن اِس بڑے گرجا میں جہاں حضرت مسیح کو اِنکے عقیدہ کے موافق صلیب ہوئی۔ سب یکجہتی سے زیارت کو آتے ہیں۔ اِس بڑے گرجے میں جاؤ تو ہزاروں تصویریں نظر آئیں گی۔ حضرت کی زندگی کو آخر وقت تک مختلف پہلوؤں سے تصاویر میں دکھایا ہے۔ وسط میں صلیب پر کھچے ہوئے مسیح کی مورت ہے۔ جسکے آگے رات دن موٹی موٹی شمعیں روشن رہتی ہیں۔ اور ہزاروں عیسائی عورت مرد اسکے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ جہاں حضرت مسیح کی لاش کو غسل دیا گیا۔ وہاں سیکڑوں عیسائی میرے سامنے آکر سجدے کرتے تھے +

رافضی انگریز

یہاں کے اکثر پادری اور بڑے بڑے قسیس انگریزوں کو رافضی کہتے ہیں۔ میں نے اِسکا سبب پوچھا۔ بولے یہ لوگ ہماری اِس مذہبی عقیدتمندی پر مضحکہ کرتے ہیں۔ سارے یورپ کی قومیں اِن مراسم پر ایمان رکھتی ہیں۔ مگر انگریزوں کو اِنسے انکار ہے۔ وہ آتے ہیں مگر بطریق سیر و سیاحت آتے ہیں۔ اِن کے دل پتھر کے ہیں۔ ہمکو اِن حالات میں دیکھ کر ہنستے ہیں۔ اِس گرجا میں ہر قوم اور ہر دولت کا کوئی نہ کوئی مخصوص مقام ضرور ہے۔ لیکن انگریزوں کا کوئی نہیں۔ وہ اِس جھگڑے کو نہیں پالتے +

پادریوں کے نزدیک انگریز رافضی سہی۔ مگر میرے خیال میں انگریزوں کا یہ طرز عمل پسندیدہ ہے اور اُنکی ہوشمندی پر دلالت کرتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے ہمپر نصاریٰ کے اُس گروہ کو حاکم بنایا جو بت پرست نہیں ہے۔ جسکا دل توہمات کی ظلمت

سے پاک ہے

مرقد حضرت مسیح

اس گرجے کے ایک گوشہ میں سنگ مرمر کا چھوٹا سا حجرہ ہے۔ جہاں دنکو تاریکی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ بغیر شمع کی روشنی کے قدم نہیں اُٹھ سکتا۔ ایک چھوٹی سی کھڑکی میں کُبڑے ہوکر داخل ہوئے۔ وہاں ایک مختصر سے حجرے میں حضرت مسیح کی قبر ہے۔ قبر پر تعویذ نہیں ہے۔ مرمری چبوترہ پر مرمر کی دو سلیں رکھی ہیں۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح یہاں ۳ دن دفن رہے۔ اور یہیں سے آسمان پر اُٹھا لیے گئے۔ یہاں بہی تصاویر مسیح آویزاں ہیں۔ پادری نے کیوڑہ کا تبرک ہمارے ہاتھوں پر ڈالا۔ اور ہم نے اسکے کاسہ گدائی میں چند سکے ڈال دیے۔ اس گرجا کے حصہ کو توڑ کر حضرت عمر رضہ نے مسجد بنا دیا تھا۔ جو اب تک آباد اور موجود ہے۔ یہیں گرجا کی ایک چھت پر معلم کے بیان کے موافق سلطان صلاح الدین نے کسی صوفی درویش کے لیے خانقاہ بنوائی تھی جو اب تک اُن بزرگ کی نسل کے قبضہ میں ہے۔ عیسائی بے شمار دولت دیکر یہ مقام خریدنا چاہتے ہیں۔ مگر درویش زادے اپنے آسن سے ہلنا منظور نہیں کرتے۔

شام کو روسی گرجا کو دیکھنے گئے۔ بہت شاندار ہے۔ یہاں قاعدہ ہے کہ ہر قوم کے گرجا میں عالیشان مسافر خانہ و شفا خانہ بنا ہوا ہوتا ہے۔ تاکہ زائرین آرام پائیں روسی گرجا کے رستہ میں ایک عالیشان قصہ نظر آیا۔ جسکی بنیادیں حضرت سلیمانؑ کے زمانہ کی ہیں۔ اور اوپر کا حصہ سلطان سلیمان ترک نے بنایا ہے۔ بیت المقدس کی سڑکوں پر پتہر کا دہنہ ہونیسے بڑی ویرانی اور وحشت ہے۔ پانی یہاں نایاب ہے۔ برف باری اور بارش کے زمانہ میں لوگ کنوئیں بھر لیتے ہیں۔ اور وہی تمام سال کام میں لاتے ہیں۔ پتہر کاٹ کے لیے پانی یہاں سے آئے ٭

۲۔ جولائی ۱۹۱۱ء پنجشنبہ

صبح ناشتہ کے بعد مسجد اقصےٰ میں حاضر ہوئے۔ اور محراب حضرت زکریا علیہ السلام میں بیٹھکر یہ دعا پڑہی۔ اُسوقت بالکل تخلیہ تہا۔ اور پروردگار کی نظر توجہ بہی ملتفت تہی +

محراب حضرت زکریا میں دعا[1]

زکریا کے رب! اپنے بندے کی ندا کو رحمت سے سننے والے خدا!! جب زکریا نے اِس محراب میں بیٹھکر تجہسے کچہ مانگا تو تیرے قول کے موافق چپکے سے مانگا۔ جسکو تونے سن لیا۔ اور زکریا کے دامن مراد کو گوہر مقصود سے بہر دیا۔ تاکہ میں نِدائے خفی سے پکاروں یا صدائے جہر لگاؤں۔ زکریا عمر میں بوڑہے تہے اور قوٰی کے اعتبار سے ضعیف ہوں۔ زکریا کو اپنی بیوی کے بانجھ ہونیکا شکوہ تہا۔ اور مجکو اپنی قوم کے بانجھ ہونے کی شکایت ہی۔ یعنی اِس سے نمو کی صفت مفقود ہو گئی ہے"۔

زکریا ایک وارث کے آرزومند تہے جو آل یعقوب کے ورثہ کو برقرار رکھے۔ اور خاندان کا نام روشن کرے۔ زکریا اپنے دیگر قرابت داروں سے ڈرتے تہے۔ کہ ولی حقدار کے نہ ہونے کے سبب کہیں وہ بزرگوں کے طریقہ کو برباد نہ کردیں" مَیں بہی اسے خداوند وارث کا طلبگار ہوں جو اسلام کے ورثہ کو قائم رکھے" اور بڑہائے۔ مجکو بہی اپنے نااہل طریقت سے وہی ڈر ہے جو زکریا کو تہا۔ زکریا کو اپنی دعا کے مقبول ہونے کا یقین تہا۔ میرا بہی ایمان ہی کہ تو دعا کو رد" نہیں کرے گا۔ تو بس جلدی

واردات غیب

مَیں سے کچہ میرے دل پر وارد کر۔ میں زکریا کی مثل تیرے ظہور قدرت پر" تعجب نہیں کرونگا۔ میں بہولے بہالے زمانہ کا آدمی نہیں ہوں جو خلاف عادت

[1] اِس دعا کے پڑہنے سے پہلے سورۂ مریم کا پہلا رکوع ناظرین دیکھ لیں جب اصل کیفیت آئیگی ۔ اڈیٹر

"کسی بات کو دیکھکر حیرت زدہ ہوجاؤں۔ تیری کرشمہ سازیاں سنی ہیں۔ دیکھی ہیں"
"زکریا کو ایک فرزند کی بشارت دی۔ اسکا نام بھی خود ہی رکھا۔ میرے لیئے کیا ارشاد"
"ہے۔ معنوی فرزند کا متمنی ہوں۔ مگر نام تجھسے نہیں رکھواؤں گا تیرے مقبول"
پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کا رکھا ہوا نام "مسلم" کافی ہے"۔

برکت والی زمین۔ مقبول محراب۔ صاحب الاحترام مسجد۔ سب آمین کہو۔ آج میں"
"اپنے رب کا دامن نہیں چھوڑوں گا۔ بیٹا مانگتا ہوں نسبی نہیں۔ روحانی"
"صلبی نہیں قلبی۔ ایسا کہ دنیا میں میری خواہش کے موافق خوشی و راحت کو پھیلائے"
"یحیٰی کی طرح گریہ زاری کرنیوالا فرزند نہیں چاہتا یحیٰی کیبات اُسوقت اسکیلئے"
موزوں تھی۔ آج ہنس مکھ ہشاش بشاش اولاد کی ضرورت ہے"۔

"اے رب۔ اس محراب میں دعا کرنے والے زکریا کو کفار نے آرے سے چیر ڈالا"
"اور تیری دی ہوئی نعمت یحیٰی کو ناحق خون میں ملا دیا۔ میں اس سے پناہ مانگتا ہوں"
"دشمن سے زیر ہو کر مرنا گوارا نہیں۔ میرا فرزند میدانوں میں للکارنے والا ہو"
"توپوں کی گاڑیوں سے کھیلے اور آتش بار گولوں کو اچھالتا پھرے۔ حرارت"
"دین اُسکے دل کو گرمائے۔ رافت ملت اسکی بات کو نرمائے۔ حق سے نرمانا ہو"
"ناحق سے گھبراتا ہو۔ الحاد و دہریت کی کھال کھینچنے والا۔ جہل و توہم کی موت"
"تساہل و کاہلی کا پیام اجل۔ آگے بڑھنے والا اور بڑھانے والا جاگنے والا اور"
جگانے والا"۔ آمین۔

یہ مجموعی دعا تھی جس میں سب مسلمان شریک ہیں۔ کیونکہ جو بیٹا میں نے مانگا ہے وہ نسبی نہیں ہے
میں سب مسلمانوں کا وارث مانگتا ہوں۔ ایسا جو میرے جذبات کا وارث و فرزند ہو۔ چاہے
وہ ہند میں پیدا ہو یا کسی اور ملک میں۔ سید کے ہاں ہو یا کسی قوم کے ہاں۔ اس سے بحث
نہیں مسلم ہونا چاہیئے۔ اسکے بعد دنیا کے قاعدہ کے موافق دوستوں کے لیئے اولاد

کی التجا پیش کرتا ہوں ؛

ہند میں تیرے چند بندے اور بندیاں اولاد کے لیئے بیقرار ہیں۔ اس مقبول مقام پر تیری مستجاب جناب میں اُن کا پیام پیش کرتا ہوں ؛

قدرت والے طاقت والے خدا۔ خالی گودوں کو جیتی جاگتی نیک صالح اولاد سے بھر دے اور اپنے اس بندہ عاجز کی دعا کو مقبول فرما ؛

بطفیل اس عزت وار جگہ کے بطفیل حضرت زکریا و جمیع پیغمبران حق کے بطفیل تقدس اس محراب بزرگ کے۔ محروم نہ رکھ۔ آمین ؛

آج عبدالقادر صاحب نگینوی نے اپنے ہاتھ سے چٹ پٹا کھانا پکایا۔ اور ہم نے سیر ہو کر کھایا۔ شام کو شیخ التکیہ کے ہمراہ دوبارہ حرم میں گئے۔ اور تمام اماکن کو تفصیل سے دیکھا۔ شیخ کو یہاں کی معلومات تاریخی حیثیت سے بہت اچھی ہے۔ خدام حرم تو یوں ہی گولے لڑکایا کرتے ہیں ؛

۷ جولائی ۱۹۱۱ء جمعہ

آج قدس کے قاضی صاحب سے جن کو ضلع کا ڈسٹرکٹ جج سمجھنا چاہیئے ملاقات کا وقت دیا تھا۔ دس بجے ملاقات ہوئی۔ ساٹھ برس کے قریب عمر ہے۔ ذی علم اور عقلمند ہیں۔ علمائے مشائخ ہند کی بابت بہت سے سوال کیئے۔ تصویر کے یعنی فوٹوگراف کے مسئلہ میں ہم نے اُن سے دیر تک حجت کی۔ اُنکو فوٹوگراف کے مسئلہ میں پُرانے خیال کا ہندی عالم پایا گیا۔ چاند کی تار خبر پر بھی گفتگو ہوئی۔ ان کی رائے میں اگر تار کا محکمہ معتبر ہاتھوں میں ہو تو خبر پر اعتبار کرنا چاہیئے۔ اختلاف مطالع اُنکے نزدیک قبول خبر سے مانع نہیں ؛

قاضی صاحب کی عدالت میں چاروں طرف ایسی آیات قرآن شریف جنسے فیصلہ کرنیوالے کے دل پر اثر پڑے لکھی ہوئی آویزاں ہیں ؛

مثلاً ایک طرف لکھا ہے۔ فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوٰی یعنی لوگوں کا

یصلہ حق اور انصاف کے ساتھ کرجسمیں ذاتی کدورت و تعلقات کا دخل نہو +

دوسری طرف ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون - اگر تم کو معاملات کی حقیقت کا علم نہو تو واقفکار لوگوں سے دریافت کرو +

الغرض چاروں طرف اسی قسم کی آیات لکھی ہوئی ہیں۔ قاضی صاحب اپنے منصب قضا کے علاوہ آجکل گورنری کا کام بھی کر رہے ہیں۔ کیونکہ گورنر سابق معزول ہوگیا ہے۔ اور اب تک دوسرا گورنر نہیں آیا۔ قاضی ترک ہیں۔ مگر عربی فارسی آسانی سے بول لیتے ہیں قاضی صاحب سے رخصت ہو کر جمعہ کی نماز کے لیئے مسجد میں آئے خلقت جوق جوق آرہی تھی +

مسجد اقصےٰ کا جمعہ

ہم چونکہ وقت سے پہلے گئے تھے منبر کے پاس جگہ مل گئی۔ بعد میں دیکھا کہ دور دور کہیں تل رکھنے کو جگہ نہ تھی۔ نماز سے پہلے مختلف قاری قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ ان کے لیئے مسجد میں ممتاز جگہ بنی ہوئی ہیں۔ ایسا ہی مسجد کے بلند منارہ پر نماز سے پہلے ایک قاری زور سے تلاوت کرتا ہے۔ اور نعت بھی پڑھتا جاتا ہے جس کی صدا دور دور جاتی ہے۔ یہ طریقہ مجکو بہت مؤثر معلوم ہوا کہ کلام خدا اور ذکر رسول کی صدا ان تمام گرجاؤں پر چھا جاتی ہے جو قدس کے چاروں طرف واقع ہیں +

منبر پر خطبہ کیوقت دو علم نصب کیئے جاتے ہیں جنکے پھریروں پر کلمہ طیبہ سنہری حروف میں کڑھا ہوا ہوتا ہے۔ خطیب صاحب شاندار تاج نما عمامہ باندھ کر اور سبز چوغہ پہن کر آہستہ آہستہ منبر پر جاتے ہیں اور خطبہ پڑھتے ہیں۔ خطبہ گو حسب معمول عربی زبان میں ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ سامعین اور خطیب سب کی زبان عربی ہے۔ لہذا خطیب نہایت پرزور اور پر اثر انداز سے اسکو ادا کرتا ہے۔ خطبہ میں ایک بات اس قابل دیکھی گئی جسکی تقلید ہندوستان میں ضرور ہونی چاہیئے۔ اور تمام محب الفقرا مسلمانوں کو اسپر غور

کرکے رواج دینا چاہیئے۔اور وہ یہ ہو کہ یہاں

خطبہ میں حضرت غوث الاعظم رض

اور حضرت سید احمد بدوی کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ہمارے ملک میں حضرت خواجہ معین چشتی

اجمیری کا نام نامی ہونا چاہیئے۔

نماز کا سلام پھرتے ہی موذن نے کھڑے ہوکر آواز دی کہ فلاں مقام پر فلاں شخص مرگیا ہے۔اُسکے واسطے غائبانہ نماز جنازہ ہونی چاہیئے۔یہ سُنتے ہی امام صاحب نے وہیں محراب میں کھڑے ہوکر نیت باندھ لی۔اور سب نمازی بھی شریک اقتدا ہوگئے۔یہ قاعدہ بھی قابل ترویج ہے۔غائبانہ نماز جنازہ کا دستور ہم لوگوں سے بالکل اُٹھ گیا ہے۔

جمعہ کے بعد اُن مقامات کو دیکھا جہاں عیسائی عقائد کے بموجب حضرت مسیح کو یہودیوں نے سخت عذابات دیئے تھے۔یہ متعدد جگہ ہیں۔مثلاً ایک مقام پر حضرت گرفتار ہوئے وہاں مکان بنا دیا گیا۔جسکے اندر واقعہ کی ایک مجسم تصویر بنی ہوئی ہے یہودیوں کے سپاہی کھڑے ہیں۔اور حضرت کو گرفتار کر رہے ہیں۔کسی جگہ آپکے کندھے پر صلیب رکھکر دھکے دیدیکر چلا جارہا ہے۔اور آپ کرتہ کے دامنوں سے اُلجھ کر اور صلیب کے ناقابل برداشت بوجھ کے سبب گرے پڑتے ہیں۔ایک جگہ حضرت مریم تشریف رکھتی ہیں۔اور مسیح کو اُن کے سامنے اس طرح پا بزنجیر کندھے پر صلیب پیش کیا گیا ہے کہ رونا آتا ہے۔حضرت مریم بیکسی سے فرزند کی حالت دیکھکر غمگین ہیں اور مسیح کے چہرے پر خون کی بوندیں سر سے ٹپک رہی ہیں۔کیونکہ ظالموں نے ان کو کانٹوں کا تاج پہنایا ہے۔العرض اسی قسم کے متعدد مکانات ہیں جنپر نمبر لگے ہوئے ہیں کہ عذاب کی پہلی جگہ۔دوسری جگہ وغیرہ۔اسی طرح منزل بہ منزل صلیب گاہ تک چلے جاتے ہیں۔

آجکل ایک نیا انکشاف ہوا ہے۔یعنی وہ اصلی محبس دریافت ہوا ہی جہاں حضرت

قید رکھا گیا تھا۔ یہ مقام ہمارے تکیہ کے قریب پہاڑ میں نکلا ہے۔ ہم بھی اسکو دیکھنے گئے۔ کھدائی اور صفائی کا کام جاری ہے۔ پہاڑ کے اندر عجیب غریب طریقوں سے کھود کر مکان بنائے گئے ہیں۔ انکے اندر جاؤ تو حمام کی سی بو آتی ہے۔ بہت سے ہیر پھیر کے بعد ہم اُس مقام پر پہنچے جہاں حضرت مقید تھے۔ یہ پہاڑ میں ایک بنچ بنایا ہے جسکے وسط میں دو سوراخ ہیں۔ قیدی کو اُس بنچ پر بٹھاکر دونوں پاؤں اِن سوراخوں میں ڈالکر نیچے تلابہ میں بیڑیاں مقفل کر دیتے تھے۔ چنانچہ سوراخوں کے نیچے آہنی قلابوں کا نشان اب بھی موجود ہے۔ مجھپر اس جگہ کا بڑا اثر پڑا۔ کیونکہ قدس میں عیسائی یادگاروں میں یہی ایک ایسی یادگار ہے جسکی اصلی صورت موجود ہے اور عیسائی عقیدہ کے بموجب کہہ سکتے ہیں کہ یہاں خاص اِس پتھر پر حضرت مسیح نے تشریف رکھی۔ یہ بجار بہت چھوٹا سا ہے بمشکل پانچ چھہ آدمی سما سکتے ہیں۔ بارہ تیرہ زینے طے کرکے اور نیچے گئے تو دیکھا کہ صفائی ہو رہی ہے۔ وہاں مُردوں کی ہڈیاں اور کھوپریاں مٹی سے نکلی ہوئی ہم نے بھی دیکھیں۔ غالبًا یہاں بیچارے قیدیوں کو بند کر دیا جاتا تھا۔ اور وہ گھٹ گھٹ کر مر جاتے تھے ۔

آج شام کو ابراہیم حسن آفندی نے اپنے مکان پر کھانے کے لیے مدعو کیا۔ آج کل یہ شیخ الحرم مقرر ہوئے ہیں سیر چشم اور بے طمع ہیں۔ خدام قدس کی اصلاح مدنظر ہے۔ رات کے ۱۰ بجے۔ اِن کے ہاں سے فراغت ہوئی +

۱۱۔ جولائی ۱۹۱۱ء شنبہ

رات سے انتظام ہو چکا تھا۔ صبح حوائج سے فارغ ہو کر مقام خلیل الرحمٰن کو روانہ ہوئے جہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ حضرت یعقوب۔ حضرت یوسف۔ حضرت اسحق جیسے جلیل القدر نبی مدفون ہیں۔ یہ جگہ قدس سے ۲۰ میل ہے ۵ گھنٹہ میں بگھی پہنچتی ہے بگھی میں چار آدمی کی گنجائش ہوتی ہے۔ کرایہ ہمیشہ کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ زیادہ سے

۲۵ روپے اور کم سے کم دس بارہ روپے - ہم نے ایک گنی یعنے ۱۵ روپے مع کچھین کے انعام کے کرایہ دیا رہبری کے لیئے ہندی تکیہ کے شیخ عبد القادر صاحب ہمراہ تھے - بگھی جس میں ۳ گھوڑے جُتتے ہوئے تھے - رستہ میں صرف ایک جگہ ٹہیری بڑے مضبوط گھوڑے ہیں - آمد و رفت ۴ میل کا سفر - پہاڑی رستہ جسکے نشیب و فراز کی کوئی حد نہیں - انھی گھوڑوں کا کام ہے جو برداشت کرتے ہیں اور تھپلی سڑک پر سرپٹ اُڑے چلے جاتے ہیں +

دوپہر کے قریب قصبہ خلیل الرحمن میں پہنچے - اول کھانا کھایا - اسکے بعد زیارت کو گئے - پہلے دروازہ کے پاس حضرت سلیمانؑ کی بنائی ہوئی دیوار ہے جسکی نسبت کہتے ہیں کہ جنات نے بنائی تھی - بہت مستحکم ہے - ایک ایک پتھر پانچ پانچ اور چھہ چھہ گز کا لمبا چوڑا ہے - معلوم نہیں کس کاریگری سے انکو پیوست کیا ہے کہ آج تک جوڑ نظر نہیں آتا +

حضرت ابراہیمؑ کا مزار مبارک بہت بلند اور شاندار ہے - تقریبًا ۱۰ گز بلند اور اسی کے قریب طویل و عریض ہوگا - مزار پر آیات کلام مجید سے کڑھا ہوا غلاف چڑھا رہتا ہے جیساکہ یہاں سب جگہ دستور ہے - مزار کے قریب زائرین نہیں جاسکتے - چاندی کے جنگلہ کے باہر جو مقفل رہتا ہے - فاتحہ پڑھتے ہیں - حضرت کے مزار کے سرہانے دوسرے علیحدہ مجحر ہیں - آپ کی اہلیہ بی بی سارہ کا مزار ہے - دوسری طرف حضرت یعقوب اور انکی اہلیہ بی بی رفقہ کے روضے ہیں - مسجد کے اندر محراب کے پاس حضرت اسحٰق اور اُن کی اہلیہ بی بی لائقہ کے مرقد ہیں - یہاں کتبے کثرت سے ہیں مگر ترکی رسم خط کے سبب پڑھے نہیں جاتے - سلطان محمد ابن قلاؤن کے کتبے زیادہ ہیں جنپر ۷۳۲ھ کندہ ہے حضرت سارہ کے مزار پر سلطان عبد الحمید معزول شاہ ترکی کا کتبہ ہے جسپر ۱۳۱۲ھ کندہ ہیں - یہاں کے مجاور و خدام کی حالت ناگفتہ بہ ہے - زائر کا ناک میں دم کر دیتے ہیں

اگرچہ یہاں کوئی جگہ ان خرابیوں سے پاک نہیں۔ لیکن یہ مقام تو سب سے بڑھا ہوا ہے مجھکو اطمینان سے لکھنا تو کجا عرض معروض اور دعا دو بھر ہو گئی۔ تاہم کچھ عرض کیا۔ جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے +

افسوس حضرت یوسف ؑ کا مجرہ مقفل تھا۔ مجاور صاحب باغ کی سیر کو گئے ہوئے تھے اس لیئے مجبوراً دروازہ کے روزن سے زیارت کرلی۔ مگر اس تاک جھانک کی زیارت نے بڑا لطف دیا۔ گویا یہ یوسفی معجزہ تھا۔ جس نے عاشقانہ اضطراب کو معشوقانہ روک ٹوک سے نوازا +

سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے عرض

یا ابتِ الکل۔ گورے۔ کالے عیسائی موسائی مسلمان سب کے دادا جان۔ میں تم پر قربان جن ستاروں و آفتاب و مہتاب کو دیکھکر آپنے فراست نبوت سے خدا کو پہچانا تھا انسے بڑھکر آجکل سائنس کے آفتاب و مہتاب درخشانی دکھا رہے ہیں۔ اور آپکے دین حنیف کے مقلد نبوی فراست کے موجود نہونیکے سبب گمراہ ہوئے جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ برق۔ یہ بھاپ۔ یہ طاقتیں۔ بس یہی خدا ہیں۔ آپنے سورج چاند کو غروب ہوتے دیکھا اور اس سے نتیجہ نکالا کہ ڈھلنے اور زوال پانے والی چیز خدا نہیں ہو سکتی۔ مگر آجکل اِن ہستیوں کے زوال کو اور بے اختیاری کو دیکھنے کے باوجود عقائد کی اصلاح نہیں ہوتی۔ اے مقدس باپ۔ اب نبوتی تجلی کے بغیر کام نہیں چلے گا۔ پروردگار سے کہئے کہ وہ لمعاتِ رسالت محمدیہ سے کوئی چمکارا جلدی ظاہر کرے۔ اور آپکے اِس دین کو محفوظ فرمائے۔ جس میں صرف رسم ختنہ اور قربانی باقی رہ گئی ہے جنکو شعائر اسلام میں اول درجہ سمجھا جاتا ہے۔ باقی خیر سلاّ ہے۔ غضب ہے کہ اسلامی رجسٹری کے لفافہ پر ابراہیمی مُہریں سالم ہیں۔ لیکن اندر کے قیمتی نوٹ غیر محسوس کمال سے چوری ہو گئے۔ محض مکتوب الیہ کی فریاد سے کام نہیں چلتا۔ بھیجنے والے

بھی ہیڈ پوسٹ آفس میں درخواست دینی چاہیئے تاکہ یہ چوری برآمد کیجائے۔ لہذا سمندروں صحراؤں۔ اونچے اونچے پہاڑوں کو طے کرکے آپ تک پہنچا ہوں۔

اسکے بعد حسب معمول احباب اور اہل حلقہ کے حصول مقاصد کی دعا کی۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے مزار پاک کے دروازے پر آئے۔ وہاں دل کی جو کیفیت تھی اور جس قسم کے جذبات کا ہجوم تھا۔ اور جو کچھ وہاں بیتا یا نہ زبان سے نکلا اُسکا یاد رہنا اور قلمبند کرنا مشکل ہے۔ تاہم چند الفاظ اپنی کھٹک کے باعث ذہن میں رہ گئے ہیں۔ ان کو لکھے دیتا ہوں۔

(باقی آئندہ) حسن نظامی از قدس

خون شہدا کی نذر سبز گنبد والے آقا کے حضور میں

گراں جو مجھ پہ یہ ہنگامۂ زمانہ ہوا
جہاں سے باندھ کے رخت سفر روانہ ہوا
قیود شام و سحر میں بسر تو کی لیکن
نظام کہنۂ عالم سے آشنا نہ ہوا
ہوا ارفیق اجل اشتیاق آزادی
سمند عمر کو اک اور تازیانہ ہوا
فرشتے بزم رسالت میں لے گئے مجھ کو
حضور آیۂ رحمت میں لے گئے مجھ کو

کہا حضور نے اے عندلیب باغ حجاز
کلی کلی ہے تری گرمیٔ نوا سے گداز
ہمیشہ سرخوش جام ولا ہے دل تیرا
فتادگی ہے تری غیرت سجود نیاز
اڑا جو پستیٔ دنیا سے تو سوئے گردوں
سکھائی تجھکو ملائک نے رفعت پرواز
نکل کے باغ جہاں سے برنگ بو آیا
ہمارے واسطے کیا تحفہ لیکے تو آیا؟

حضور! دہر میں آسودگی نہیں ملتی
تلاش جسکی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
ہزاروں لالہ و گل ہیں ریاض ہستی میں
وفا کی جس میں ہو بو وہ کلی نہیں ملتی
مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی
جھلکتی ہے تری امت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اسمیں

اقبال

۱۹۳۴ء

مراجعت سفر حجاز کی مبارکباد

سفر سے آئے ہیں پھر وطن میں با دلِ شاد ... جناب خواجہ نظامی کو دوں مبارک باد!
ہوئی ہے حلقہ کو فتح و ظفر مبارک ہو! ... حجاز و شام کا پیارا سفر مبارک ہو!
وہ منزلیں تھیں مبارک سفر تھا وہ احسن ... کہ یادگار رہیں گے یہ دن یہ سال یہ سن
دیارِ ہند سے شام و حجاز تک پہنچے ... حضورِ سید بیکس نواز تک پہنچے
جگہ سر آنکھوں پہ ہو انکے پائے اقدس کی ... کہ خاک چھان کے آئے ہیں بیتِ مقدس کی
زہے نصیب! کہ طے ہو گئی وہ منزلِ پاک ... دوائے دردِ دلِ زار ہے جہاں کی خاک
وہ خاک! سب جسے خاکِ شفا سمجھتے ہیں ... وہ خاک! لوگ جسے کیمیا سمجھتے ہیں
وہ خاک! ہم جسے کحل البصر بناتے ہیں ... وہ خاک! آنکھوں میں عاشق جسے لگاتے ہیں
بلائیں لیجئے اُس گیسوئے معنبر کی ... کہ جس پہ گرد پڑی ہو حبیب کے در کی
پھرے ہوں گلیوں میں طیبہ کے جسکے پاک قدم ... ہم اُسکی خاکِ قدم کے نثار سر کی قسم
وہاں کا ذرہ بھی آنکھوں کا اپنی تارا ہے ... کہ پیارا سب سے ہے محبوب کا جو پیارا ہے
زہے قدوم گرامی **حسن نظامی** کے ... شرف حضور ہی کے رتبے ملے غلامی کے
سلام لے کے گئے تھے غریب اُمت کا ... ہزار شکر پھرے لیکے تحفہ رحمت کا
زہے نصیب! کہ بھولے نہ کم نصیبوں کو ... دعا سے یاد کیا آپ نے غریبوں کو
گئے تھے لیکے جو فریاد خستہ حالوں کی ... پھر آئے لینے خبر ہم شکستہ حالوں کی
جو بامراد پھرے ہیں تو کامیاب بھی ہوں ... دعائیں مانگی ہیں جتنی وہ مستجاب بھی ہوں

جو التجائیں ہیں یارب قبول ہو جائیں
ترا کرم ہو تو کانٹے بھی پھول ہو جائیں

الٰہی جلد تصوف کی درسگاہ کھلے
کہ صوفیوں کی ترقی کی صاف راہ کھلے

دمشق سے جو علی نصر تق ہوا ہمراہ
یہ فال اچھی ہے نصرت کی حسب خاطر خواہ

جو دل میں درد اخوت ہو لے مسلمانو!
تو قدر بھائی غریب الوطن کی پہچانو

یہی سمجھتا ہے جو قوم کا فدائی ہے
کہ ہر غریب مسلمان اپنا بھائی ہے

جو سمجھیں غیر کو بھی غیر ہم تو خیر نہیں
ہمارے مشرب ملت میں کوئی غیر نہیں

پیا ہے ہم نے وہ لبریز جام وحدت کا
کہ ہم کو پاس ہے ہر قوم و دین و ملت کا

پڑھاتے ہیں وہی بھولا ہوا سبق سب کو
جو دے گئے تھے رسولان ما سبق سب کو

ہمارا مشرب صافی وہ صوفیانہ تھا
ہمارے لب پہ وہ توحید کا ترانہ تھا

کہ ہر صدا سے فنا و بقا کے راز کھلے
ہزاروں عقدۂ اسرار بے نیاز کھلے

ہمیں سے تھے مطرب ذی ہیں تھے ساقی بھی
ہمیں سے تھے دہر میں فانی بھی اور باقی بھی

وہی فنا و بقا کا سرور دے ساقی!
دلوں میں پھر وہی عرفاں کا نور دے ساقی!

ادھر بھی پیر مغاں! جرعہ نوش ہوں میں بھی
کہ تیرے حلقہ کا حلقہ بگوش ہوں میں بھی

شفق بھی ہے تیرے میخانے کا گدا ساقی!
صدا یہ دیتا ہے داتا کا ہو بھلا ساقی!

شفق۔ رضوی مجیبی

قطعہ تاریخ مراجعت از سفر مصر و حجاز و شام حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی عم فیضہٗ

سر حلقۂ گروہ ارباب زہد و تقویٰ
دیباچہ کتاب خلقت حسن نظامی

ہندوستاں سے پہنچے مصر و عراق و طیبہ
روشن ہوتا کہ اپنے حلقے کا نام نامی

پھر واپس آئے اب وہ دہلی میں خیریت سے
دیکھوں خواص کو کیا! خوش ہے ہر ایک عامی

پوچھا جو سال میں نے ہاتف نے یوں بتایا
وہ مصر کے سفر سے آئے حسن نظامی

تمنا عمادی مجیبی پھلواروی عظیم آبادی غفرلہٗ

۳۹۶

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہٗ

سلسلہ کیلئے دیکھو نظام المشائخ بابت رمضان ۱۳۲۹ھ

تین چار سو ملنگ فقیر کے ہمراہ ہیں۔ ایک چبوترہ باندھا ہے۔ اُسپر خیمہ استادہ کیا ہے، مکلف مسند پر شاہ صاحب جلوہ کش ہیں*

دل میں خیال ہوا کہ یہ لوگ کیا کام کرتے ہیں۔ ایک رات قیام کرکے دیکھوں فقیر گیا اور اللہ مدار کرکے کھڑا ہو رہا۔ شاہ محمد نے پوچھا اے دیوانے تو کس سلسلے میں مرید ہے رہا بہر بیگ نے پوچھا۔ حضرت دیوانے سے کیا مراد ہے۔ ارشاد ہوا فقیروں کی اصطلاح میں جوان یا بچے کو دیوانہ کہتے ہیں) میں نے کہا سلسلہ قادریہ میں کہا۔ قادری بالک ہے اچھا رہ۔ چبوترے کے نزدیک چار فقیر ایک الاؤ پر بیٹھے تھے۔ میں بھی بیٹھ گیا*

فوجدار قصبہ نے کچھ بیل دال چاول کے بھیجے تھے۔ بھنڈاری کو حکم دیا کہ یاروں کو تقسیم کرو۔ مجھسے بھی بھنڈاری نے کہا اپنے برتن لاؤ۔ میں نے کہا میرے پاس برتن نہیں ہیں۔ اسپر سب فقیر ہنسنے لگے۔ اچھے فقیر ہو کہ ایک برتن بھی میسر نہیں۔ میں نے کہا۔ برتن تھا۔ لیکن ٹوٹ گیا۔ کہا اور لے آؤ۔ میں نے کہا میرا حصہ تم لوگ لیلو۔ جب کھانا تیار ہوا۔ پہلے صلاح مرشد کی۔ جب وہ کھا چکے تو مجھسے کھانے کو کہا۔ میں نے کہا میرا پیٹ بھرا ہوا ہے*

شام کو اوگرہ پکایا۔ میری صلاح بھی کی۔ میں نے کہا بھوک نہیں ہے۔ نماز عشا پڑھ کے ہم لوگ سونیکے لیے لیٹے۔ میں نے اپنے دلمیں کہا کہ تہجد کے وقت اُٹھکر دیکھیں گے کہ یہ لوگ کیا شغل کرتے ہیں*

آدھی رات کو سوتے میں معلوم ہوا کہ کوئی میرے سینے پر بیٹھا ہے جب

میری آنکھ کھلی وہ آدمی سینے سے اُتر کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا تو کون ہے، کہا شاہ جی نے تمہاری مرمت کو بھیجا تھا۔ میں نے کہا پھر مجکو مارا ہوتا۔ کہا میری اتنی طاقت نہیں ہے کہ آپ کو مار سکوں۔ میں نے کہا اتنی طاقت ہو کہ شاہ جی کو مارو۔ کہا ہاں۔ میں نے کہا۔ پھر جاؤ بسم اللہ کرو۔ اسنے جاکر اسقدر مارا کہ شاہ جی بے قرار میرے پاس دوڑے آئے۔ میں نے جانکر آنکھ بند کر لی۔ بہت دیر کے بعد آنکھ کھولی۔ فقیر نے کہا۔ دیوانے عطا خطا معاف کرنا۔ میں نے کہا۔ میں نہیں سمجھا عطا خطا کیسی کہا تم تنادری بالک ہو۔ کہدو معاف کیا۔ اور تھوڑا سا پانی دم کردو۔ میں نے کہا تمہاری خوشی ہے تو میں نے معاف کیا۔ اور پانی دم کر دیا۔ تسکین ہو گئی فجر کی نماز پڑھکے میں نے کہا بابا اللہ اللہ۔ کہا دیوانے دو ایک روز تو اور رہجاتے۔ میں نے کہا کبھی پھر ملاقات ہو گی +

اس روز سے ہمکو معلوم ہوا کہ ان لوگوں میں جسنے دو چار ہمزاد قابو میں کر لیئے ہیں وہ صاحب عظمت ہو۔ سالکان قدما جو اس گروہ میں تھے وہ بیشک صاحب کسب ریاضت تھے +

میر سید نور کو آپنے ایک عالکمدی کہ بعد نماز تہجد اسے پڑھا کرو۔ ایک رات کو آپ وظیفہ پڑھ رہے تھے کہ شمع گل ہو گئی یہ اُسی طرح پڑھا کیئے۔ ایک مرتبہ ایسی روشنی ہوئی کہ تمام صحن روشن ہو گیا۔ سید صاحب کو تعجب ہوا۔ آسمان کی طرف نظر کی تو دیکھا ایک تخت ہوا میں اُڑ رہا ہے۔ اور گرد و پیش اُسکے شعلے روشن ہیں اور آدمیوں کا ہجوم ہے۔ ان میں سے ایک آدمی نے اُتر کر بلند آواز سے کہا کہ فرماتے ہیں۔ ہماری دعا۔ سید نعمت اللہ شاہ سے کہنا۔ سید صاحب نے پوچھا۔ کسکی طرف سے دعا کہوں۔ جواب آیا کہ یہ تخت شاہ معین الدین چشتی کا ہے۔ یہ کہکر تخت مغرب کی طرف روانہ ہو گیا۔ سید صاحب رات بھر بیدار رہے۔ بعد نماز فجر شاہ صاحب کی خدمت میں

دعا پڑھتے ہوئے حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب نے پوچھا کیا حال ہے۔ ابھی یہ کچھ کہنے نہیں
پائے تھے کہ شاہ صاحب نے فرمایا۔ بابا جس وقت دعا کی۔ اُسیوقت ہماری طرف
سے بھی نیاز بندگی پہنچ گئی۔ میر صاحب سنکر خاموش ہو رہے۔ جب باہر آئے۔ لوگوں
نے واقعہ پوچھا اور بہت تعجب کیا +

ایک روز شیخ عبدالمجید نارنولی نے عرض کیا کہ میں نے طے کے روزے
بہت رکھے۔ مطلب نہ نکلا۔ آپنے پوچھا۔ مطلب تمہارا کیا ہے۔ عرض کیا کہ جمال
رسول اللہ صلعم سے مشرف ہوں۔ امیدوار ہوں کہ حضرت زبان مبارک سے فرمائیں +

آپنے کہا یار عزیز۔ آجکل میری طبیعت سست ہی۔ اسوقت تمہاری خبر نہ
ہو سکے گی۔ باغبان جب درخت لگاتا ہے۔ شب و روز اُسکی حفاظت کرتا ہے کہ
خشک نہو۔ اور کیڑا نہ لگے۔ اور رات دن پانی دیتا رہتا ہے کہ درخت پھلے پھولے۔
اسی طرح میں بھی اگر روزے کو کہوں تو رات دن تمہاری حفاظت کروں کہ شیطان
مقصد میں خلل نہ ڈالے۔ پھر تم روزے نرکھ سکو +

شیخ نے کہا۔ میں روزوں کا عادی ہوں اور مجکو نقصان نہیں کرتے۔ میں رکھونگا
اور جمعرات سے روزے شروع کردیئے۔ دوسرے دن اتنا ضعف ہو گیا کہ ظہر
کی نماز بیٹھکر نہ پڑھ سکے۔ شام کو شاہ صاحب سے کہلا بھیجا کہ آج دوسرا دن ہی بیٹھکر
نماز نہیں پڑھ سکتا۔ خدا جانے کل تک کیا حال ہو جائے +

آپنے فرمایا۔ ہم نے پیشتر کہدیا تھا کہ آجکل ہماری طبیعت اچھی نہیں ہو اُسنے
نہ مانا۔ اور آپسے آپ روزہ بھی رکھہ لیا۔ خیر اُنسے کہدینا کہ افطار کے وقت جو ہم
بھیجیں اُس سے روزہ کھولنا۔ خاطر جمع رکھیں اور روزہ ترک نہ کریں۔ شام کو
ایک نوالہ چاول آپنے بھیجدیئے۔ اسی سے افطار کیا۔ ایسی طاقت آگئی کہ کھڑے
ہو کر نماز پڑھی۔ دوسرے روز بالکل تندرست ہو گئے اور جمال رسول خدا سے

مشرف ہوئے۔ شاہ صاحب سے کہلا بھیجا کہ میں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ اب روزے رکھوں یا نہ رکھوں۔ آپنے فرمایا کہ کھیر پکاکر فاتحہ رسول خداؐ کا دو۔ اور لوگوں کو بانٹ دو جسقدر توفیق ہو پکاؤ۔ اور کل ہم سے ملنا۔ آپنے ایسا ہی کیا۔

ایک سوداگر کو کسی فقیر نے عمل بتایا تھا جسکے ذریعہ سے وہ ہروقت رسول خداؐ کو خواب میں دیکھ لیا کرتا تھا۔ اور آپ کی محفل میں حاضر ہوتا تھا۔ اس خوشی میں اُسنے تمام مال متاع خدا کی راہ میں بانٹ دیا۔ اور خوش خوش پھرتا۔ کچھ پرواہ نہ تھی۔ کئی برس کے بعد یہ نعمت اُس سے جاتی رہی۔ ہزار سر پٹکا۔ لیکن جمال رسول اللہؐ سے مشرف نہ ہوا۔ بہت سے فقراء کی خدمت میں گیا۔ کام نہ نکلا۔ کسی نے شاہ صاحب کا نام بتادیا۔ کمال عقیدت سے حاضر ہوا۔ اور سب حال اپنا دُہرایا۔ آپنے فرمایا۔ تمہارا مطلب بر آئے۔ عرض کیا آج ہی کام ہوجائے تو بہتر ہے ورنہ میں چلا جاؤں آپنے فرمایا۔ ایسا ہی ہوگا۔ بعد نماز عشا کے جمال باکمال سے مشرف ہوا صبح کو خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا جمال باکمال رسول خداؐ سے تو مشرف ہوا۔ لیکن زیارت صحابہ کرامؓ کی نہوئی۔ آپنے فرمایا آج وظیفہ پڑھنا۔ وہ بھی ہوجائیگی۔ شب کو خواب میں دیکھا کہ حضور سرور عالمؐ مع اصحاب کبار جلوہ افروز ہیں دروازے پر حضرت غوث الثقلینؓ کھڑے فرماتے ہیں کہ میر سید نعمت اللہ فیروزپوری کو جن کا ایک پاؤں سونے کا ہے جلدی طلب کرو۔ کہ حضرتؐ نے یاد فرمایا ہے۔ سوداگر اپنے دل میں کہنے لگا کہ میرے مرشد کا پاؤں سونے کا تو نہیں ہے۔ اتنے میں حضرت شاہ صاحب آئے۔ اور ہاتھ پکڑ کر خدمت میں حضرت غوث پاک کے لیگئے اور کہا یہ بھی ہم میں سے ہے۔ اور اپنے ہمراہ مکان کے اندر لیگئے اور اچھی طرح زیارت جناب رسولؐ کی مع اصحاب کبارؓ کے حاصل کی۔

صبح کو شاہ صاحب سے اپنا تمام قصہ کہا۔ لیکن دل میں اسبات کا خیال رہا کہ ایک پاؤں

آپ کا سونے کا تو نہیں ہے۔ آپنے مسکرا کر اپنا پاؤں (شاید لنگ ہو) دکھایا اور کہا اس پاؤں کے عوض میں سونے کا پاؤں ملا ہے ؛

جب حضرت فیروز پور میں واپس آئے زمیندار پرگنہ شرقی چودھری چاند رائے خانقاہ کے فقیروں کو بدنہادی اور ناہنجاری سے دق کرتا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم بدبختی سے باز نہیں آتے ہو۔ اور خانقاہ کے فقیروں سے بدنہادی اور ناہنجاری کرتے ہو۔ اور فقیر اپنے احسان سے دریغ نہیں کرتا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تمہاری بدبختی قائم رہتی ہے یا ہمارا احسان ؛

لیکن اس کمبخت کو کچھ اثر نہ ہوا۔ شاہ صاحب شکایت سُن کر خاموش ہو رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ اُسکا ظلم اس حد کو پہنچ گیا کہ لوگ چیخ اُٹھے ؛

ایک مرتبہ جاگیردار نے اُسکو بُلایا۔ اور پانچسو روپیہ واجب الادا کا تقاضا کیا انے کچھہ عذر پیش کیا۔ اُس نے بہت بےعزت کیا۔ اور کہا کل روپیہ داخل کردو نہیں تو اچھا نہ ہوگا۔ چودہری نے خیال کیا کہ جاگیردار اپنا روپیہ ضرور لے گا۔ اور مارتے مارتے اَدھ موا کر دے گا۔ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جاگیردار کا پانچسو روپیہ میرے ذمہ واجب الادا ہے۔ اسوقت کوئی صورت آدایگی کی نہیں۔ جاگیردار سخت بےعزتی بھی کرے گا اور جان بھی لے گا۔ میں چاہتا ہوں۔ گاؤں کا حصہ فروخت کرکے اُسکا روپیہ ادا کردوں۔ آپنے پوچھا کوئی خریدار ہے۔ کہا گاؤں کے لوگ خدا سے چاہتے ہیں کہ حصہ فروخت کرے تو آج مول لے لیں۔ آپنے فرمایا۔ ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو۔ کہا اس سے کیا بہتر ہے۔ فرمایا۔ شرط یہ ہے کہ تم کو گاؤں پر رہنے نہ دینگے اور کسانوں سے ایک پتی نہ لینے دینگے۔ اگر قبول ہے بیعنامہ لکھدو۔ اپنے دستخط کرکے معتبر گواہوں کی گواہی لکھوا دو۔ روپیہ ہم سے لیلو۔ اُسنے منظور کیا۔ اور بیعنامہ تیار کرکے لے آیا۔ حضرت نے الہ داد خاں سے کہا کہ سرخط لیکر پانچسو روپیہ دیدو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الوجد

مقدمہ

کوہ کن مغرور ایں نازک تراشیہا مباش
معدن شیریں! بسے دور است زیں جد و جہد

خشک منطق۔ خشک فلسفہ اور حجت بازی سے اُن امور۔ اُن واقعات اُن مشاہدات اُن مجاہدات کو بھی دلائل اور براہین سے جھٹلایا جا سکتا ہے کہ جو عام طور پر بھی مسلمہ صداقتیں ہیں۔ کیونکہ براہین اور دلائل کا سلسلہ ایک بڑا لمبا سلسلہ ہے۔

لیکن صحیح اور سلیم فلسفہ کبھی اُن ٹیڑھی راہوں سے نہیں گزرتا کہ جو راہرو کی علمی اور عملی موت اور ادبار کا موجب ہیں۔ کچے اور نرے نام کے فلسفی کہا کرتے ہیں کہ فلاں حقیقت یا فلاں کیفیت اور فلاں امر اصولِ فلسفہ کے رو سے ثابت نہیں یا باطل ہے۔

ایسے لوگوں کا یہ ادعا اور یہ خیال محض ناپائیدار ہوتا ہے چونکہ وہ سلیم فلسفہ کی غایت یا اصول نہیں سمجھتے۔ اس واسطے اُنکے خیال میں منطق۔ سائنس اور فلسفہ کا وجود

دنیا میں صرف ابطال حقائق کے واسطے وضع اور خلق ہوا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں وہ اپنے دلوں میں سمجھتے اور جانتے ہیں کہ جو بات یا جو امر اُن کی ذاتی تحقیقات ذاتی دریافت کے رو سے قواعد منطق یا فلسفہ کے رو سے پایۂ اثبات کو نہ پہنچے۔ یا یہ کہ اُن کی اپنی منطق یا فلسفہ کے مخالف واقعہ ہو وہ صداقت یا حقیقت سے خالی یا باہر ہے۔

یہ وہ خیال ہے کہ جو انہیں بہت سی نیکیوں اور صداقتوں کے قبول کرنے سے روکتا ہے اور وہ اخیر تک ایسے ہی مخمصوں اور بکھیڑوں میں رہتے ہیں کہ جو نئی زندگی یا حقیقت کے سدراہ ہیں۔

ایسے لوگوں کے نزدیک منطق۔ سائنس یا فلسفہ وہ ہی ہے کہ جو حقائق کا مقابلہ کرتا ہو۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ منطق۔ سائنس۔ فلسفہ بجائے خود ایک صداقت ہیں۔ اور اُن کے ذریعہ سے صداقت کی تلاش اور تنقید ہوتی ہے فلسفہ اور سائنس حجت بازی کے واسطے نہیں ہے بلکہ عملی اور علمی رنگ میں حقائق کے ثابت کرنیکے واسطے منطق یا فلسفہ ہمیں یہ نہیں سکھاتا کہ ہم سب سے اول امور زیر بحث کے باطل کرنے کی کوشش کریں۔ بلکہ اُن کا مشن یہ ہے کہ۔

اُن کے ذریعہ سے اُن امور پر روشنی ڈالی جائے جو عامہ نگاہوں سے کسی حد تک اوجھل ہیں۔ اور جن پر ایک پردہ پڑا ہوا ہے۔ فلسفہ کی چونکہ بہت سی قسمیں اور شعبے ہیں اس واسطے بعض دفعہ انسان اُنکی تقسیم اور میں دہوکا کھا جاتا۔ اور احقاق حق سے رہ جاتا ہے۔ جہاں ایک اعلیٰ فلسفہ کی ضرورت ہی وہاں ایک کم درجہ فلسفہ کسطرح کار برار ہو سکتا ہے۔ اور کس طرح اُس سے حقیقت کھل سکتی ہے۔

فلسفہ یہ نہیں دعوے کرتا کہ میں کبھی غلطی نہیں کھا سکتا یا غلطی میں نہیں ڈالتا

سچا فلسفہ اور سچا فلسفی ہمیشہ یہ کہیگا کہ:۔
اُس کی رفتار میں بھی لغزش کا گمان ہے اور اُسکی بھی کئی ایک منزلیں ہیں فلسفہ ایک دفعہ نہیں سو دفعہ ٹھوکریں کھاتا۔ اور گرتا پڑتا ہے اور سو دفعہ اپنی لغزشوں کا اُسکو اعتراف کرنا پڑتا ہے۔
تمام قسم کے فلسفیوں کی بنیاد ادراکات اور تصرفات پر ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ادراکات اور تصرفات انسانی میں ہمیشہ تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ کیونکہ ادراکات اور تصرفات کی بنیاد چند خارجی اور اندرونی اسباب اور ذرائع پر قائم ہوتی ہے۔ اور ان میں تبادلہ اور تغیر لازمی ہے۔ یہ بڑی ہماری غلطی ہے کہ ہم شروع سے لیکر اخیر تک فلسفہ کو ایک ہی قسم کا اوزار سمجھتے ہیں اور اُس سے سب قسم کے نمونے تیار کرنا چاہتے ہیں۔
بیشک براہین اور دلائل ذرائع تنقید امور پیش آمدہ کا ہیں۔ لیکن براہین اور دلائل کی تنقید بجائے خود ایک جداگانہ کوچہ ہے۔ دلائل اور براہین میں موقع اور واقعہ کے اعتبار سے فرق کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ جن کوچوں اور جن راہوں سے ہم گذرتے ہی نہیں۔ اور جن منزلوں پر پہنچتے ہی نہیں۔ اُن کا فاصلہ اور اُن کی کیفیت صرف خیال زبان یا خیالی لغت سے طے کرنا ایک ٹیڑھی کھیر ہے۔
ہم اُس حد تک پرواز کر سکتے ہیں کہ جسقدر ہمارے پروں میں زور اور کشش ہے اگر صدہا کوس تک ہم اُڑ سکتے ہیں تو ہمارا قصد اور عزم مبارک ہوگا۔ لیکن اگر ہمارے بازوؤں اور ہمارے پروں میں ایسی طاقت نہیں تو ہم کچھ دقفہ کے بعد ضرور گر جائیں گے۔

صوفیائے عظام یا صوفی ازم کی بابت بعض دفعہ ہم رائے زنی کرتے ہوئے ایسی ہی پرواز سے کام لینے کے خوگر ہیں۔ معمولی منطق اور معمولی فلسفہ کی

مدادست ہم یہ کوچہ طے کرنا چاہتے ہیں۔ اور جب ناتوانی کی وجہ سے رہ جاتے ہیں تو پھر کمزور دلائل سے اُسکے خلاف کہنا شروع کرتے ہیں۔ معاملہ تو وہ ہاتھ میں لیتے ہیں کہ :۔

جسکی تکمیل اور عقدہ کشائی کے واسطے پہروں اور دنوں نہیں بلکہ سالہا سال جانکاہی کی ضرورت ہے۔ اور خوش قسمتی ست رلکے ایسی جلدی اور گھبراہٹ سے قائم کرتے ہیں کہ وہ معاملہ یا عقدہ کوئی شئے ہی نہیں۔ جو اشیار یا جو کوائف علم لدنی یا ریاضت سے وابستہ ہیں۔ اور جن کا تعلق اور الحاق وجدان سے ہے۔ اُنہیں محض علوم ظاہری کی محک سے پرکھنا انصاف سے بعید ہے۔ علم ہندسہ ہمیں سکھاتا ہے کہ اعداد میں ایک خاص تصرف اور عمل اعداد میں ایک خاص طاقت ہے منطق ہمیں سکھاتی ہے کہ صحیح اور فاسد کی تمیز کے لیئے ہم ان شرائط سے کام دے سکتی ہو۔

فلسفہ سکھاتا ہے کہ اشیا کی نسبتوں کا سلسلہ اس طرح معلوم کیا جا سکتا ہے ؂

سائنس کہتا ہے کہ میں تجربہ سے عملی رنگ میں ان تمام نسبتوں کی وحدت اور عملی افادت کا یقین کرا سکتا ہوں ؂

یہ علوم اور یہ فنون اگرچہ اشیار کی حقیقتیں او کیفیتیں اور نسبتیں ایک خوب صورتی سے دکھاتے اور ثابت کرتے ہیں۔ لیکن شروع شروع میں یہ نہیں سکھاتے کہ حقائق وجدانیہ اور کوائف لدنیہ انسانیہ کی یہ کیفیت اور یہ حقیقت ہے۔ یہ تمام علوم اور تمام فنون ہمیں اُن منازل پر پہنچاتے ہیں کہ جو ظاہری اور معاشرتی زندگی کے اُس ساحل پر نہیں پہنچاتے جو روحانی ساحل سے موسوم ہے ؂

انسانی ہستی یا انسانی تصویر کے دو پہلو ہیں

(الف) ظاہری (ب) باطنی ؂

اگر اس تصویر کے ظاہری حصے کے لیئے کوئی پہچان ہے تو کوئی شک نہیں کہ باطنی حصہ ہی اس سے خالی اور معرا نہیں۔ ظاہری منازل پر پہنچانے یا پہنچنے کے واسطے جو وسائل جو ذرائع مقرر ہیں وہ باطنی حصول کے واسطے موزوں نہیں ہیں۔ اور نہ اُنکی موجودگی اُنکے لیئے مفید ہوسکتی ہے +

ظاہری قوتیں اپنا کام کرتی ہیں اور باطنی قوتیں اپنا۔ گو اِن دونوں قسم کی قوتوں اور جذبات میں گونہ یا کسی حد تک قربت اور کچھ نہ کچھ نسبت ہی ہو۔ لیکن پھر بھی اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان دونوں کے کام اور فرائض جداگانہ ہیں۔ اگر باطنی قوتوں اور باطنی جذبات سے جسمانی قوتوں کا کام لینا شروع کیا جائے تو نظام موجودہ میں صرف فرق ہی نہیں آئے گا بلکہ ایک قسم کی خوفناک خرابی بھی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے +

دنیا میں دو قسم کے انسان پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو صرف ظاہری قوتوں سے کام لینے کے خوگر ہیں۔ اور صرف عملی رنگ میں اُن سے استفادہ کرتے ہیں نظری پہلو سے محروم ہوتے یا خود اُس طرف توجہ نہیں کرتے۔ دوسرے وہ ہیں جو دونوں قسم کی قوتوں سے کام لیتے ہیں۔ اور تیسرے وہ ہیں جو باطنی قوتوں اور اندرونی جذبات سے زیادہ تر کام لیتے ہیں۔ اور اُنکے لطائف اور عجائبات تک بذریعہ مشاہدات اور مجاہدات کے ایک سہولت اور وسعت سے پہنچ جاتے ہیں۔ جو لوگ صرف ظاہری جذبات اور ظاہری قوتوں سے ہی کام لینے کی عادت رکھتے ہیں۔ گو اُنہیں باطنی قوتوں سے چنداں تعلق اور وابستگی نہیں ہوتی۔ مگر ان حالات میں بھی وہ باطنی جذبات سے کچھ نہ کچھ کام لیتے رہتے ہیں۔ یا یہ کہ اُن کی باطنی قوتیں اور باطنی جذبات خود بخود یا تباع افادات قدرت اُن کے کام بھی کرتے رہتے ہیں دونوں شعبوں سے کام لینے کے واسطے اپنے اپنے رنگ میں کوشش محنت

ریاضت مجاہدہ اور مشاہدہ کی ضرورت ہے۔ کوئی شق سوائے خاص توجہ اور ریاضت کے مفید ثابت نہیں ہوتی +

اور جب تک ایک شق کے عاملین دوسری شق کے اصول اور قواعد و منازل سے واقفیت نہ پیدا کریں۔ تب تک وہ ایک دوسری شق کے خصوصیات سے ماہر اور واقف نہیں ہو سکتے +

اور ایسی مہارت اور واقفیت کے واسطے کسی نہ کسی قاعدہ اور اصول کی ضرورت ہے۔ اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایک دوسری شق سے خصوصیت اور واقفیت پیدا کریں۔ لیکن چونکہ وہ جلد بازی سے اصول متعلقہ اور قواعد متناسبہ کے مطابق کوشش نہیں کرتے۔ اِسی واسطے کامیابی سے دور رہجاتے ہیں۔ اور جن راہوں سے اُن کا گزر ہوا تھا۔ اُنکی بُرائی اور شکایت کرتے ہیں +

ہر شخص کسی زبان کے حاصل کرنے اور اُس میں کامل ہونیکے واسطے اُس زبان کے قواعد کی تلاش میں رہتا ہے اور استاد کی ضرورت محسوس کرتا ہے لیکن جب وہ باطنی علوم یا ریاضتی کیفیات کے حاصل کرنے کیواسطے آمادہ ہوتا ہے تو یہ چاہتا ہے کہ نہ تو کسی اصول اور کسی قاعدہ کی پابندی کی جائے۔ اور نہ کوئی استاد یا ماسٹر تلاش کیا جائے۔ خود ہی متلاشی ہو اور خود ہی کامیاب ماہر اور ایسی کامیابی و مہارت بھی ہو۔ تو چند ہی روز میں کسی استاد سے اگر رجوع بھی لایا جائے تو اس طرح کہ وہ ایک ہی پھونک سے سب مطالب لدنیہ اور مراتب ریاضیہ سے آشنا کرادے۔ یہ ایک ایسی جلد بازی اور گریز پائی ہے کہ جو کسی حالت میں بھی موجب کامیابی نہیں ہو سکتی +

چاہتا تو یہ کہ قدرت کے اسرار کی کلید ہاتھ آجائے۔ اور جلدی یہ کہ ایک سنٹ کی ریاضت اور مشاہدہ بھی نہو۔ آنکھہ کے اشارہ میں تمام منزلیں طے ہو جائیں

اور ایک ہی منٹ میں تمام سفر پورا ہو جائے +

انگریزی۔ فارسی۔ گورکھی وغیرہ زبانوں کے واسطے تو ایک لائق استاد اور مکمل قاعدہ اور ضابطہ کی ضرورت ہو۔ اور لدنی امور۔ لدنی جذبات۔ لدنی علوم کی تحصیل کے واسطے خدمت مرشد یا استاد کی ایک چھُوہ کی ضرورت سمجھی جائے یہ ایک عجیب فلسفی اور انوکھی منطق ہے۔ ایک ستارہ یا ایک سیارہ کی تحقیقات اور دریافت کے لیے صدہا رصدگاہوں اور دوربینوں اور آلات کی ضرورت پڑے اور روحانی آفتاب کی تحقیقات کے واسطے صرف وہی آنکھیں کافی خیال کیجائیں کہ جو ایک بدیہی واقعہ میں بھی فریب کھا جاتی ہیں *

مسٹر کلمبس نے فانی دنیا کے حصص میں سے امریکا کا حصہ جو اپنی کوشش اور محنت سے معلوم کیا تو اُسکے کام اور محنت کو لوگوں نے کمال مشکوری کی نظروں سے دیکھا۔ لیکن جن مرتاض اور متقیوں نے روحانی دنیا کی منزلیں طے کیں اور اُن میں سے بہت کی خصوصیتوں اور عجائبات کا پتہ لگایا۔ اُن کی محنتوں اور ریاضتوں کی یہ قدر کیجاتی ہے کہ گویا اُنکی واقفیت کیواسطے کسی اصول اور قاعدہ کی ضرورت ہی نہیں ؏

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجاست

غیر فانی دنیا کی جو دریافتیں بعض بزرگوں کی جانب سے مذہبی یا فلسفی رنگ میں ہوئی ہیں اُسکی قدر و منزلت یوں ہو سکتی ہے کہ محققین با ضابطہ اور با قاعدہ ان منزلوں اور راہوں سے گزریں۔ اور اُس قاعدہ کی پابندی سے یہ سفر کریں کہ جو اُسکے واسطے موضوع یا مقرر ہے۔ **انسان اس دنیا میں** صرف اسواسطے نہیں آیا ہے کہ جسمانی عوارض اور ضروریات میں گرفتار رہ کر آخر کو فنا ہو جائے نہیں اُسکے آنے اور اُسکی بعثت کا کچھ اور ہی مطلب ہے۔ قدرت نے اُسے فانی رہتے

لاکر دکہایا ہے کہ فانی اور غیر فانی میں یہ فرق ہے۔ اور ایک فانی ہستی دراصل فانی ہستی نہیں ہے۔ بلکہ انسان ایک غیر معمولی سفر کے بعد دوامی زندگی پا سکتا ہے۔ یہاں کی فنا اور یہاں کا عدم اُس ثبات اور اُس بقا کی طرف لے جاتا ہے۔ جسے پھر کبھی فنا نہیں۔ اور جو ایک دفعہ فانی ہوکر دائمی زندگی حاصل کرتا ہے۔ یہاں کی فنا اور عدم دراصل حقیقی فنا اور حقیقی عدم نہیں ہے بلکہ ایک حقیقی بقا اور دائمی زندگی کے مابین ایک پردہ حائل ہے اُس پردے کے اُٹھ جانے پر عارضی فنا فنا ہو جاتی ہے۔ اور بقا جلوہ نما ہو کر دائمی زندگی کا ڈپلوما عطا کرتی ہے۔

کے رود بیتزل ہوائے بزم مستاں از سرم بعد مرگم دیدہ و دل شیشہ و ساغر شود

دراصل یہ بہی ایک ارتقائی حالت ہے یا (Evolution.) ہے۔ انسان اور اُسکے خیالات اور جذبات ترقی کرتے کرتے یا ایک سفر کرتے ہوئے اور یہ پردہ فنا گراتے ہوئے اُس منزل پر پہنچ جاتے ہیں کہ جہاں اُسکے جذبات اور حالات کی کیفیتیں کسی اور رنگ میں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ چونکہ سب مخلوقات میں سے انسانی خلقت ایک خاص دماغ اور ایک خاص تمیز رکھتی ہے۔ اِس واسطے اُسکی ارتقائی حالت فنا کے بعد بہی جاری اور قائم رہتی ہے۔ صرف ارتقائی ہی نہیں بلکہ انحطاطی یعنی (Dis Evolution.) حالت بہی اُس دوسرے عالم میں اپنا اثر دکھلائے بغیر نہیں رہتی۔ گو اِس دنیا میں (Dis Evolution) مشاہدہ میں نہ آتا ہو۔ لیکن دوسری زندگی میں اِسکا مشاہدہ ہوگا۔ اور ہر شخص یا ہر فانی زندگی اُسکا مزہ چکھے گی۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہر شخص کا حشر کیا ہو لیکن یہ ضرور کہا جائیگا کہ حشر ضرور ہوگا۔ اور اُسکی دو ہی صورتیں ہوں گی ⁂

(۱) ارتقائی (Evolution) (۲) انحطاطی (DisEvolution)

جب روپیہ ملگیا تو حضرت نے پوچھا کہ روپیہ پایا۔ کہا جی ہاں پایا۔ کہا اب اپنے بال بچوں کو لیکر جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ اس گانوں میں نہ رہو عرض کیا۔ ایک ہفتہ بھر کی اجازت دیجئے کہ کہیں قیام گاہ طے کرکے اُٹھ جاؤں۔ آپنے کہا بعد ایک ہفتہ کے پھر نہ رہنے دینگے۔ کہا بہت خوب۔ پہلے جاگیردار کا روپیہ ادا کیا۔ پھر اپنے لیئے جائے سکونت پوکھریہ میں طے کی۔ بعد ایک ہفتہ کے خدمت میں حاضر ہوا۔ شاہ صاحب نے پوچھا چاندراسے! جاگیردار سے گلو خلاصی ہوئی۔ کہا آپکے صدقے میں عزت اور دھرم اور جان اور مال سب بچ گیا۔ فرمایا۔ تم نے ایک ہفتہ کا وعدہ کیا تھا وہ منقضی ہوگیا ہے اب کب جاؤگے۔ کہا میں نے پوکھریہ میں جگہ طے کرلی ہے۔ آپسے اجازت طلب کرنے آیا ہوں۔ آپ کا حکم لیکر کل چلا جاؤں گا ٭ (باقی دارد) محمد عبدالرؤف عشرت

السلام

السلام اے سرورِ ایں کائنات	گوہر درج صدف ایں ممکنات
السلام اے دستگیرِ خاکیاں	آنکہ چشمِ رحمت بر عاصیاں
السلام اے نورِ جسمِ پاک تو	السلام اے زیرِ پا افلاک تو
السلام اے فخرِ موجودات را	السلام اے وجہ مخلوقات را
السلام اے درکفِ تو ریزہ سنگ	در سخن آمد چو گفتی بے درنگ
السلام اے سیدِ عرب و عجم	السلام اے صاحب جود و کرم
السلام اے دافع قحط و وبا	السلام اے دافع مرض و بلا
السلام اے خادمِ تو جبرئیل	اے گزار تو بہ جوئے سلسبیل
السلام اے رحمۃ للعالمیں	السلام اے راحتِ جاں عاشقیں
السلام اے آں مرادِ عاشقیں	اے توئی چوں خور برائے عارفیں
السلام اے باعثِ نظمِ کبیر	السلام اے ہادیِ برنا و پیر

ایڈیٹوریل

از حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی مدیر اعلیٰ رسالہ نظام المشائخ

پانی کا رواں دواں رہنا اسکی صحت و صفائی کا موجب ہے۔ ٹھیر جائے تو سڑ جاتا ہے
میں جبتک سفر میں رہا تندرست رہا۔ گھر پر آتے ہی بیمار ہی قدیمی شکایتیں پیدا ہو گئیں۔
یہی وجہ ہے جو میں حسب وعدہ درسگاہ تصوف کے متعلق اس پرچہ میں کچھ نہیں لکھ سکا +

جیسا خیال تھا وہ بات ظاہر نہوئی۔ لوگوں نے ابتک درسگاہ تصوف کے متعلق خاص
دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ اخبارات میں آصفیہ گزٹ حیدرآباد دکن سب سے پہلا پرچہ ہے جس نے
درسگاہ تصوف کے خیر مقدم میں نہایت زبردست رائے زنی کی۔ اگر اسمیں میری تعریف
و توصیف نہ ہوتی تو نظام المشائخ میں ضرور نقل کرا دیتا +

بدایوں کے مشہور صوفی مشرب مولوی عبد الحی صاحب وکیل چندوسی کا جتنا شکر کیا جائے
کم ہے کہ انہوں نے درسگاہ تصوف کا اعلان پڑھتے ہی نصاب تصوف مرتب کرنا شروع
کر دیا۔ چنانچہ ۱۷۔ شوال کو بموقع عرس حضرت امیر خسرو رحمہ اللہ دہلی میں حاضر ہوئے۔ تو
نذر لگاہ حلقہ میں بھی تشریف لاتے تھے۔ اہل حلقہ نے اس مسودہ کو سُنکر بہت پسند کیا +

اب کے حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کا ماہانہ عرس حلقہ میں غیر معمولی رونق
سے ہوا۔ بدایوں شریف کے مولانا سید ایثار علی شاہ صاحب چشتی نظامی مذاقی سجادہ نشین
حضرت مولانا شاہ دلدار علی صاحب رح مذاق بدایونی بھی شریک محفل تھے۔ نیز دہلی کے مایۂ ناز
بزرگ، حضرت میاں عبد الصمد صاحب چشتی نظامی فخری بھی مدت کے بعد شریک حلقہ
ہوئے۔ جنکی نسبت بیان کیا جاتا تھا کہ وہ حلقہ سے علیحدہ ہو گئے ہیں +

ترکی و اٹلی کی لڑائی نے آجکل تمام مسلمانوں کی توجہ اپنی طرف کھینچ رکھی ہے۔ جابجا
جلسے ہو رہے ہیں۔ حلقہ کی جانب سے بھی بذریعہ برقی پیامات کے اس امر کا اعلان کر دیا

گیا کہ طبقہ صوفیہ بھی اٹلی سے ناراض ہے۔ اور اُسکے مال کو بائیکاٹ کرنا ضروری سمجھتا ہے*

اِس لڑائی میں ایک بات۔ ناظرین نظام المشائخ کی خاص توجہ کے قابل ہے کہ موجودہ جنگ میں ترک طرابلس پر فوج لانے سے عاجز ہیں۔ کیونکہ اٹلی کے جہازوں نے رستہ گھیر رکھا ہے۔ اِس مجبوری میں سب کی نگاہیں افریقہ کے صوفی درویش شیخ سنوسی پر پڑ رہی ہیں جو نوے لاکھ بندوقچی کی طاقت رکھتے ہیں۔ اُنکے نوے لاکھ مرید ایسے ہیں جو میدان جنگ میں آکر توپ و بندوق کا جواب ترکی بہ ترکی دیسکتے ہیں۔ کیا اب بھی لوگوں کو میرے پرانے دعوے کا یقین نہیں آئیگا کہ اسلام اور مسلمانوں کی ظاہری و باطنی بہبودی و ترقی کا انحصار اہل تصوف پر ہے*

مدینہ منورہ میں حلقہ کی جانب سے مولانا عبداللطیف صاحب کو مقرر کیا گیا تھا۔ کہ وہ ہر ماہ کی سترہ کو حرم مبارک کے اندر میلاد شریف پڑھکر اہل حلقہ کے لیئے دعا کر دیا کریں گویا یہ ایک طرح کا ماہواری جلسہ ہوتا جسمیں ہندوستان کے مہاجرین کو ایک جگہ جمع ہونے اور اردو زبان میں ذکر رسول صلعم سننے کے علاوہ ماہانہ حلقہ نظام المشائخ کی کیفیت بھی معلوم ہوتی رہتی۔ کیونکہ میرے چند احباب مہاجرین مدینہ منورہ اور مولانا موصوف نے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ بعد ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم حلقہ کی کیفیت بھی بیان کر دیا کرینگے۔ نیز جس قدر خواستگاران دعا کے نام رسالہ میں شائع ہوں گے۔ اُنکے لیئے اس مقبول مقام پر دعا بھی ہوتی رہیگی۔ مگر افسوس کہ اس جلسہ کا اجرا اب تک نہیں ہوا۔ حلقہ کے سرمایہ میں اتنی گنجائش نہیں معلوم ہوتی کہ مصارف جلسہ کا بار اُٹھا سکے۔ کم ازکم پانچ روپیہ مولانا موصوف کے ماہانہ نذر کرنے چاہئیں۔ اور حرم رسول صلعم کے دستور کے موافق محفل میں شیرینی و شربت وغیرہ بھی ہونا چاہیئے۔ جسکے مصارف حرم مقدس جیسے مقام میں جہاں پر اچھی محفل میں ہزاروں آدمی جمع ہو جاتے ہیں۔ پانچ روپیہ سے کسی صورت کم نہیں ہو سکتے تو یہ دس روپیہ ماہانہ کا بوجھ بے نوا حلقہ پر کیونکر ڈالا جا سکتا ہے۔ خدام حلقہ توجہ فرمائیں

اور اس بات کو پسند کریں تو مضایقہ کچھ بات نہیں +

اس مرتبہ دعا ماہانہ اور کارگزاری باضابطہ شائع نہیں ہوسکتی۔ خواستگاران دعا کے لیے بموقع عرس حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ دعا کرادی گئی تھی۔ نیز حلقہ کے ماہانہ جلسہ عرس سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں بھی دعا کی گئی تھی۔ اور حسب عدہ خواستگاران دعا کے نام مصر، بیت المقدس، دمشق اور مدینہ منورہ کے مشائخ کو بھی بھیجدئے گئے ہیں +

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس میں اس دفعہ یہ عجیب و دلچسپ بات دیکھنے میں آئی کہ گراموفون کی تختیوں نے بھی قوالی سیکھ لی ہے۔ آجتک اس باجہ میں جسقدر گانے بھرے جاتے تھے وہ سب منفرد ہوتے تھے۔ مجمع کا گانا بھرنا مشکل معلوم ہوتا تھا مگر پاتھی فون کمپنی نے یہ کسر نکال دی۔ مشہور قوالوں کی غزلیں جن میں حلقہ کی چوکی بھی شامل ہے بھری گئی ہیں۔ اور حیرت ہے کہ ہوبہو محفل قوالی کا لطف آتا ہے گنہگار انسان کی آواز اس بیگناہ تختی (ریکارڈ) میں سماکر کیسی دلکش اور موثر ہوجاتی ہے صوفی مشرب لوگوں کا فرض ہے کہ پاتھی فون کمپنی کا دل بڑھائیں۔ اور ان خاموش قوالوں کو اپنے گھر میں رکھیں۔ تاکہ کمپنی قوالی کی اشاعت کی جانب توجہ کرسکے +

کمپنی کو فائدہ ہوا تو وہ اور غزلیں بھی بھروائے گی۔ اور امید ہے کہ حلقہ کے مشورہ سے اسکو وہ غزلیں مہیا ہوجائیں گی جن کا گانا اور سننا آجکل مفید اور ضروری ہے +

پاتھی فون کمپنی کلکتہ جسکے ایجنٹ دہلی میں ہیں۔ اور جن کی دریبہ کے بازار میں شاندار دکان کھلی ہے۔ خصوصیت سے یاد رکھنے کے قابل ہے +

برادرم سید حسین حمود نظامی اطلاع دیتے ہیں کہ عدن میں درسگاہ تصوف کے لیے سرمایہ بہم پہنچانے کی کوشش ہورہی ہے۔ وہ احباب خاص شکریہ کے مستحق ہیں جو دور دراز کا سفر طے کرکے دہلی میں محض میری واپسی سفر مدینہ منورہ کی مبارکباد کے لیے تشریف لائے ہیں۔ ان میں مولانا محسن میاں صاحب پھلواروی۔ مرزا محمد جان بیگ صاحب بریلوی۔ میر نیرنگ صاحب

بی اے انبالوی اور غلام غوث صاحب صمدانی۔ بی اے جالندہری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ کاش یہ حضرات اتنی تکلیف نہ اُٹھاتے اور میں زیر بار منت و احسان نہ ہوتا۔ خدا تعالےٰ اِن حضرات کو جزائے خیر دے جو ایک ناکارہ وجود کے خیر مقدم میں قصائد اور اشعار ارسال فرمارہے ہیں میں نہایت مشکور ہونگا اگر وہ اس نوازش کے سلسلہ کو بند کر دینگے۔ میں اس قابل نہیں۔ جیسا کہ احباب تصور فرماتے ہیں۔

شکر گزاری

ذیل میں اُن مخلص احباب کے اسمار گرامی درج کیے جاتے ہیں۔ جنہوں نے ماہ گزشتہ میں رسالہ نظام المشائخ کی توسیع اشاعت فرما کر اپنے سیچے خادم کو ممنون کیا۔ جزاہم اللہ خیر الجزار۔

جناب منشی فضل الدین صاحب پٹواری حلقہ ...
جناب قاضی باقی شاہ صاحب قریشی وزیر آبادی
جناب حکیم محمود علی صاحب ماہر اکبر آبادی
جناب میر لوی کبیر الحسن صاحب کلکتہ
جناب ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب۔ حیدر آباد
جناب منشی محمد اکبر صاحب کوٹلہ منگلاں
جناب منشی عبد الشکور صاحب عدن
جناب بابو محمد سید حسین صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ
جناب ڈاکٹر حافظ فیاض خان صاحب لال گڑھ
جناب منشی محمد ولی الدین صاحب رہبر ...
جناب بابو حبیب اللہ خان صاحب جالندہر
جناب میر لانا احسن مرتضیٰ صاحب شفق
جناب منشی رحمت علی صاحب گماشتہ ادیون
جناب ایس ایم اکبر صاحب
جناب بابو شرافت حسین صاحب صدیقی
جناب منشی ذاکر حسین صاحب الہ آباد
جناب منشی سرور خان صاحب مانگرول
جناب لالہ گردہاری مل صاحب ہیڈ الیہ متھرا

(خاکسار اڈیٹر)

نظم

مسجد

آہ! اے مسجد ترا فرشِ زمیں ہے آسماں — تیرے آغوش صحن میں لامکاں کا ہے مکاں
تیرا دروازہ تماشا گاہ منظر عارفاں — سرمہ چشم بصیرت تیری خاکِ آستاں

نورِ حق باہر سے تجھ میں ہے ہویدا ہر کہیں
ٹیاں ہوکے کی ہیں پردے کی دیواریں نہیں

خالقِ کون و مکاں ہے جس میں وہ منزل ہے تو — شاہدِ حسنِ ازل ہے جس میں وہ محمل ہے تو
واقفِ اسرار کہتے ہیں جسے وہ دل ہے تو — دیکھ لیں دریائے عرفاں جس سے وہ ساحل ہے تو

روشنی ہے تیری قندیلوں میں شمع طور کی
پاس جب آتا ہوں تیرے سوجھتی ہے دور کی

دے رہا ہے یہ اشارہ وحدتِ ستار کا — بن کے انگشت شہادت کنگرہ مینار کا
ابرِ رحمت سقف تیرے حجرہ ہائے تار کا — ظل سبحاں ہے ہمیں سایہ تری دیوار کا

اک عجب عالم ترے گنبد کے ہر تیہر میں ہے
گنبد گردوں بھی جسکو دیکھکر چکر میں ہے

مطلع انوارِ حق ہر روزنِ پُر نور ہے — اور ہر زینہ ترے منبر کا کوہ طور ہے
جو نہ دیکھے یہ قصورِ دیدہ مجبور ہے — جو نہ سوجھے غفلتِ چشم دل معذور ہے

حسن مطلق ہر جگہ ہے عشوہ سازی کیلئے
آنکھ ہونا چاہیئے نظارہ بازی کیلئے

حفیظ ازریواں

۱۹۲۷ء

تازہ نعتیں

(۱)

ہے دل میں مرے الفتِ مولائے مدینہ — کیونکر نہ پکاروں میں سدا ہائے مدینہ
ہے مشعل شمع نور احد انجمن افروز — ہے عرش معلّٰے پہ تجلائے مدینہ
خواہش نہ کرے گلشن فردوس کی ہرگز — خواہان گل و نرگس شہلائے مدینہ
حوران جناں خلد بریں چھوڑ کے آئیں — سن پائیں اگر رنگ تماشائے مدینہ
سو بار بھی دیکھے تو بڑھے شوق زیادہ — دل سے نہ کبھی جائے تمنائے مدینہ
رضواں سے نہ جنت کی تمنا کروں ہرگز — گر ہاتھ لگے دامن صحرائے مدینہ

پہنچائے خدا گلشن طیبہ میں قمر کو
بیتاب ہے یہ بلبلِ شیدائے مدینہ

محمد قمرالدین سب اسسٹنٹ سرجن

(۲)

رؤیا میں مجھے روئے پیمبر نظر آیا — تاباں سر گردوں مرا اختر نظر آیا
عالم ترے جلوے سے منور نظر آیا — خورشید کا پرتو مجھے گھر گھر نظر آیا
جسکو سر گیسوئے پیمبر نظر آیا — گلزار میں سنبل اُسے اژدر نظر آیا
یہ خواب میں کیا روضہ سرور نظر آیا — فردوس کا یا کوئی مجھے گھر نظر آیا
کچھ اور ہوئی تشنگی شربت دیدار — جب ساقی کوثر لب کوثر نظر آیا
گریاں ہوا یاد رخ رنگین نبی میں — قطرہ مرے آنسو کا گل تر نظر آیا
صورت جو نظر آئی تو بیہوش ہوا ایک — ہوش آیا تو جو کچھ پہ ترے نظر آیا

دیوانے اسی بات کے ہیں سارے سیانے — سایہ نہ ترے قد کا زمیں پر نظر آیا
بیٹھی نہ مگس جسم منور پہ نبی کے — وہ جسم ہمیں نور کا مظہر نظر آیا
آنکھ اختر گردوں کی ہوئی محو نظارہ — داغ دل روشن جو چمک کر نظر آیا
موسیٰ کو نقیب آپ کے دربار کا پایا — اور آئینہ بردار سکندر نظر آیا
بے خم ہوئے رک جائے سرِ عجز حسن کیا — سنگ در درگاہ نبی گر نظر آیا

محمد ابوالحسن از خاندیس

(۳)

حبیب خدا حق کا پیارا محمد — ہمارا محمد ہمارا محمد
فدائی سے نہ کیوں نہ اسکی خدائی — بنا اپنے پیارے کا پیارا محمد
دو عالم ہوا جسکے پرتو سے روشن — یہ اُس آسماں کا ہے تارا محمد
ہے اُس سے سوا پاس امت کے بھی — ہے جتنا اس اُمت کو پیارا محمد
بلا لو کہیں منہ سے لو بلالو — نہیں اپنا اب یہاں گزارا محمد
مجھے چاہیئے بس بھروسہ سہارا — تمہارا ! تمہارا !! تمہارا !!! محمد
مرے درد دل کا نہیں ہے نہیں ہے — تمہارے سوا کوئی چارہ محمد
تمام انبیاء و رسل میں ہے یکتا — بڑی شان والا ہمارا محمد
بلالو ! بلالو !! بلالو !!! بلالو !!!! — یہ دوری نہیں اب گوارا محمد
شفیق الامم ہے۔ رفیق الامم ہے — ہمارا تمہارا سہارا محمد
چھپا کر نہ کیوں دل کے پردے میں رکھیں — ہے اُمت کی آنکھوں کا تارا محمد
وہ نبیوں میں سرتاج جسکا لقب ہے — وہ ہے کون ؟ یہ ہے ہمارا محمد
نکالو کہیں تم نکالو نکالو — نہیں نیش غم اب گوارا محمد
دو عالم میں تھی دھوم اک تہنیت کی — ہوئے جس گھڑی آشکارا محمد
ہے کافی و وافی فصیح حزیں کو — وسیلہ تمہارا تمہارا محمد

فصیح دہلوی الالوری

جامیست جہاں نمائے ہر صفحہ دریں

اُستاد وقت حضرت خواجہ عزیز الدین صاحب عزیز مدظلہ نے جب الناظر کے اجرا کی تاریخ ارشاد فرمائی تھی تو کسی کو گمان بھی نہ ہوسکتا تھا کہ چند ہی دنوں میں اوسکی یہ حالت ہوگی۔ مگر آج جو پرچہ الناظر کا اُٹھا کر دیکھیے اِس ارشادِ گرامی کی تصدیق ہوجائے گی۔
اکتوبر کے پرچہ کی فہرست مضامین ملاحظہ ہو:۔

(۱) حضور نظام کی وفات حسرت آیات۔ ایڈیٹر
(۲) " (نظم فارسی) حضرت بنظیر شاہ صاحب
(۳) " (نظم اردو) ایضاً
(۴) تیجا ماتم۔ منشی عبدالکریم خان صاحب دہلوی
(۵) حضور جنت میں۔ مولوی امین الحسن۔ تسمل
(۶) قطعات تاریخ وفات اعلیحضرت نواب میر محبوب علی خان مرحوم مغفور منشی محمد عبدالحق مقصود
(۷) سیر کشمیر۔ مسٹر شبیر حسین قدوائی بیرسٹر ایٹ لا۔
(۸) پیری (رباعیات) جناب پیارے صاحب رشید لکھنوی
(۹) ہندوستان کے نوشتۂ اسلامی۔ حکیم سید شمس اللہ قادری
(۱۰) مکالمہ کبک وماہ۔ ملک محی الدین احمد قمر
(۱۱) شیخ اوحد الدین کرمانی قدس سرہ العزیز۔ عبداللہ
(۱۲) غزل۔ منشی احسان علی۔ فصیح
(۱۳) تواریخ ارتحال پر ملال جناب تسلیم مرحوم۔ سید خورشید علی مہر دہلوی
(۱۴) نامۂ ظفر۔ مسٹر ظفر عمر بی۔ اے
(۱۵) خدا رکھے لڑکپن کو عجب پیارا زمانہ ہے (نظم) مبارک بھوپال
(۱۶) غزل نواب لاڈلے مرزا بید لکھنوی
(۱۷) کلام فیضی کی تنقید پر ایک نظر۔ مولوی محمد اسمٰعیل ذبیح
(۱۸) غزلیات۔ مرزا فدا علی خنجر۔ لکھنوی۔ مولوی سید امین محسن تسمل۔ سید ظہور الدین احمد ظہور
(۱۹) مسلمانان ہند کی معاشرت اور اُسکی اصلاح "ڈاکٹر"
(۲۰) ریویو۔ ایڈیٹر
(۲۱) خبریں۔ ایڈیٹر
(۲۲) محاربات صلیب۔ مولوی معشوق حسین خان بی۔ اے

پابندی وقت میں ہندوستان بھر کے رسالوں سے ممتاز ہے
۶۴ صفحہ کے حجم پر قیمت صرف للعہ سالانہ مع محصولڈاک رکھی گئی ہے
(نمونہ کے پرچہ کے لیئے ۲ کے ٹکٹ آنے چاہئیں)

المشتہر
مینیجر الناظر۔ لکھنو

حیدہ آنحضرت لفت

حضرات! نظام المشائخ کے نمبروں میں حضرت شفیق عماد پوری کی فصیح دلکش موثر نظمیں اکثر آپکے ملاحظے میں آئی ہونگی۔ فی الحال آپنے اپنے کلام نعتیہ کو فصیح و بلیغ نثر کے پہلو بہ پہلو رسالۂ میلاد کے پیرائے میں مرتب فرماکر چھپوایا ہے۔
عاشقانہ۔صوفیانہ۔عالمانہ۔محققانہ ہر مذاق کے مشتاقانِ نعت یکساں بہرہ یاب ہو سکتے ہیں۔

فہرست عنوان مضامین حسب ذیل ہے

مسدس تمہیدیہ۔حمد و نعت۔فضائل ذکر خیر۔فضائل درود شریف۔فضائل محبت نبوی۔سبب ظہور خیر البشری بقالب عنصری۔ذکر تخلیق نور و ظہور کامل السرور۔سلام بوقت قیام عربی و فارسی۔طائف اور مکے کا چاند یعنی مسدس رضاعت۔بیان نزول وحی و آغاز نبوت۔جمال پیغمبر مسدس حلیۂ شریف بیان معجزات۔مسدس مسمے بہ معراج حضور۔بیان اخلاق۔مسدس مسمے بہ مخبر وفات۔فضائل مدینۂ طیبہ و اشتیاق زیارت روضۂ منورہ مع مسدس و غزلیات۔دو مناجاتیں۔
ہر نثر کے ساتھ موقع بموقع کثرت کے ساتھ دلکش و دلچسپ نظمیں ہیں اور اکثر ایسی ہیں جو کسی پرچے میں نہیں دیکھیں۔صرف دو تین نظمیں نظام المشائخ میں چھپی ہیں۔ایسے تحفۂ گرانبہا کا ہدیہ صرف چھ آنے (۶ر) علاوہ محصول ڈاک۔مطبوعہ مفید عام آگرہ۔کاغذ ولایتی۔مصنف ممدوح یا مشتہر سے ویلو طلب فرمائیے +

المشتہر

محمد اسمٰعیل فرنیچ۔رفیع گنج ضلع گیا

ڈاکٹر ایس۔ کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں
اصل عرق کافور
دیکھو گرمی کا موسم آیا۔ جہاں تہاں ہیضہ کا آنا بھی ممکن ہے۔ اس سے بچنے کا آسان طریقہ ڈاکٹر ایس۔ کے برمن کا اصل عرق کافور ہی یہ دوا ۲۰ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہی یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کا درد اور متلی کے لیے اکسیر کا اثر رکھتی ہے۔ ہمیشہ ایک شیشی اپنے پاس رکھو قیمت فی شیشی (۱۲) محصولڈاک چار تک پانچ آنہ (۵)
عرق پودینہ
ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں سے یہ عرق بنا ہے اسکا رنگ پتی کے رنگ کا سا ہے اور خوشبو بھی تازی پتیوں کی سی آتی ہے یہ عرق ڈاکٹر برمن کی اصلاح سے ولایت کے نامی دوافروشوں نے بنایا ہے۔ ریاح کے لیے یہ نہایت مفید دوا ہے۔ پیٹ پھولنا۔ ڈکار آنا۔ پیٹ میں درد۔ بدہضمی۔ متلی۔ اشتہا کم ہونا۔ وغیرہ۔ ریاح کی علامت جلد دور ہو جاتی ہے۔ قیمت فی شیشی آٹھ آنہ (۸) محصول ڈاک پانچ آنے (۵) +
جلاب کی گولیان
رات کو دو گولی کھاکر سو جاؤ۔ دوسرے دن صبح کو دست صاف ہوگا۔ پیٹ میں گرمی مروڑ کچھ نہیں ہوگی جب معمول نہانے اور کھانے پینے میں کچھ رکاوٹ نہیں ہوگی۔ سولہ برس سے ڈاکٹر برمن صاحب اپنے مریضوں کو دیتے چلے آئے ہیں۔ یہ گولیاں کل میں بنتی ہیں۔ مقدار اور وزن میں گولیان برابر ہیں۔ ہر عیالدار کو ایک ڈبیہ رکھنی چاہیے +
قیمت سولہ گولیوں کی ڈبیہ پانچ آنہ (۵) ایک سے چھ ڈبیہ تک محصولڈاک (۵)
دردسر اور ریاحی درد کی دوا
ریاحی درد لحظہ میں پہاڑ ہو جاتا ہے۔ یہ دوا لحظہ میں اُسکو پانی کر دیتا ہے۔ درد ریاح جیسے نیس۔ چمک۔ ٹیک رگوں میں اور جس کن کسی سے جو کہیں چھپاتے ہو۔ تو اس دوا سے فوراً آرام ہو جاتا ہے۔ دردسر نصف سر میں ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے درد ہو۔ فوراً دور ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے +
قیمت بارہ ٹکیوں کی شیشی (۶) * محصول ڈاک ایک سے چھ ڈبیہ تک (۶)
ڈاکٹر ایس۔ کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ کتابیں دوکان غلام نظام الدین تاجر کتب چاندنی چوک دہلی سے طلب کیجئے

انساب النبی اس کتاب میں تمام نبیوں کے نسب از حضرت آدم تا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مع مختصر حالات عجیب غریب مع زائچہ حضرت آدم و زائچہ رسول مقبول و حالات آنحضرت و حالات جنگ بدر غزوہ خندق و فتح قلعہ خیبر و اقعات از ہبوط آدم تا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر حالات بیشمار ہیں جنکے لکھنے کی یہاں گنجایش نہیں ہے۔ کتاب بہت اچھی قابل دید ہے قیمت عـہ ر

نصائح المعارفین المسلمین ترجمہ اردو معراج المومنین الارشاد السالکین مصنفہ قاضی محمد زاید صاحب المکی رح یہ کتاب حقیقت میں شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت کا بے نظیر خزانہ ہے قیمت ۳ر

ہدیۃ البرکات اسمیں شب برات شریف کے فضائل درج ہیں نہایت عمدہ کتاب ہے قیمت ۱ر

عمدۃ الصحائف فی حال اہل الکشف و المعارف مصنفہ مولوی محمد عبد الکریم صاحب حنفی قادری یہ کتاب تصوف میں قابل دید کتاب ہے قیمت عہ

واردات السالکین مصنفہ مولوی محمد عبد الباری صاحب اسلام آبادی قیمت۔ ۴ر

مرغوب القلوب ترجمہ اردو مجذب القلوب مصنفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔ کتاب فضائل مدینہ منورہ میں بڑی مستند و معتبر کتاب ہے قیمت ۹ر

سیر الاقطاب اردو یہ کتاب حالات بزرگان چشتیہ صابریہ میں مستند ہے قیمت۔ ۸ر

مجموعہ تصوف مصنفہ حضرت شیخ بدن صاحب جس میں رسالہ وجودیہ رسالہ مقامات و غزلیات تصوف وغیرہ درج ہیں قیمت ۳ر

نافع خلائق عملیات میں ۸۰ صفحہ کی کتاب ہے عہ

صدائے صاحبدلی یعنی واعظ جو افضل الفضلا اکمل الکملا حضرت حکیم حاجی قاری شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی نے محمدن ایجوکیشنل کانفرنس میں بیان فرمایا قیمت ۱ر

سلاح المجالس ترجمہ اردو خیر المجالس ملفوظات حضرت مخدوم روشن چراغ دہلی قدس سرہ العزیز جمع کردہ حمید شاعر قلندر رحمۃ اللہ علیہ قیمت ۳ر

تحفہ مرسلہ مترجم۔ یہ وہ رسالہ ہے جس کو حضرت غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانی رح کے کیواسطے آپکے پیر مرشد نے لکھا ہے قیمت ۳ر

دیدار مجتبےٰ۔ اسمیں وہ تمام درود شریف درج ہیں جن کے باقاعدہ پڑھنے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شرطیہ زیارت ہوجاتی ہے ۲ر

مجموعۂ اعمال مجربہ تو ترمیم سورہ یٰس شریف باموکل مع طریقہ زکوۃ وغیرہ جس میں ہر کام و مقصد کے لئے عمل درج ہیں قیمت ۲ر

مجموعۂ اعمال مجربہ سورہ اخلاص اللہ الصمد شریف و چہل کاف شریف باموکل قیمت ۲ر

مجموعۂ اعمال مجربہ سورہ مزمل شریف مع سورہ یوسف شریف و سورہ واقعہ شریف باموکل مع طریقہ زکوۃ وغیرہ قیمت ۱۲ر

مجموعۂ اعمال مجربہ آیۃ الکرسی آیۃ کریمہ و نادعلی شریف باموکل وغیرہ قیمت ۲ر

شواہد نظامی جس میں عملیات و حالات حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز درج ہیں بڑی عمدہ کتاب ہے قیمت عہ

مفلسی کا علاج۔ مصنفہ حضرت خواجہ مولانا حسن نظامی صاحب دہلوی قیمت ۱ر

ان کے علاوہ ہر قسم کی کتابیں قرآن شریف حمائلیں مترجم و غیر مترجم دکان مندرجہ بالا سے طلب کریں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۲۱۷

نظام المشائخ

جلد ۵ نمبر ۶
۲۸ نومبر ۱۹۱۱ء

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب

تمام سلسلوں کے صوفیہ مشائخ کی دینی و دنیاوی اغراض کا حامی اردو زبان کا ماہوار رسالہ

(دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب گروہ کا ہی)

اعلیٰ مدیر سیدی خواجہ حسن نظامی خواہرزادہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہیؒ نائب مدیر خادم الفقرا سید محمد ارتضیٰ واحدی دہلوی

فہرست مضامین

قیمت سالانہ مع محصولڈاک قسم اول عہ فی پرچہ ۵ قسم دوم عہ فی پرچہ چار آنے
محمد الواحدی مالک و اڈیٹر نے منزلگاہ حلقۂ نظام المشائخ فیض بازار دہلی سے شائع کیا اور
منشی فضل حسین کے ہلالی پریس دہلی میں چھپوایا

اردو زبان میں قرآن پاک کی عجیب و غریب

تفسیر

مختلف زبانوں میں قرآن پاک کی ہزاروں بلکہ لاکھوں تفسیریں تالیف ہوئی ہیں جن کا ایک معتدبہ حصہ اردو میں بھی موجود ہے۔ قرآن شریف میں جا بجا اکثر حوالے توریت یا صحائف انبیاء سے دیئے ہیں۔ اور یہ دعوے تو مختلف آیتوں میں کیا گیا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعریف بلکہ اسم مبارک تک پیغمبروں کے صحیفوں میں موجود ہے۔ انبیائے بنی اسرائیل نے واضح الفاظ میں آنحضرت صلعم کے ظہور کی خوشخبری دی ہے۔ اکثر حضرات مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے توریت و انجیل کیطرف توجہ نہیں فرمائی اسکا بڑا سبب یہ تھا کہ قرآن مجید نے بائبل کو محرف بتایا ہے۔ اور اسی وجہ سے مفسرین نے یہ صراحت نہیں فرمائی کہ توریت و انجیل کے جس واقعہ کا قرآن کریم نے حوالہ دیا ہے۔ وہ بائبل کے فلاں مقام پر موجود ہے بلکہ انہوں نے صرف اسی پر اکتفا کیا کہ توریت و انجیل میں تحریف ہو چکی ہے اور ان کتب سابقہ کے اصلی نسخے دنیا میں باقی نہیں رہے۔ اس لیئے موجودہ بائبل سے قرآن پاک کی تصدیق کی امید رکھنا عبث ہے۔ کیونکہ یہودیوں اور عیسائیوں نے آنحضرت صلعم کے اوصاف وغیرہ ان کتابوں سے عمداً نکال ڈالے۔ لیکن **تفسیر غایۃ البرہان فی تاویل القرآن** (اردو) کے ملاحظہ کرنے سے یہ ضرور یقین آ جائیگا کہ بائبل اور کتب ہنود "وید" وغیرہ میں حضور سرور عالم علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت اب بھی نہایت صاف۔ واضح اور نا قابل تاویل الفاظ میں صریح پیشینگوئیاں موجود ہیں قرآن مجید کے ہر ایک قصے۔ ہر ایک حکم۔ ہر ایک مثل اور ہر ایک واقعہ کا حوالہ بمصداق "تفسیر مصنف نیکو کند بیاں" خدائے پاک کے ہی کلام سابقہ توریت و انجیل سے دیا ہے اور دکھایا ہے کہ بائبل کی صدہا آیتوں میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ حق یہ ہے کہ اس تحقیق و جامعیت کی کوئی تفسیر آجتک اردو زبان میں تالیف نہیں ہوئی۔ زبان نہایت صاف و سلیس ہے۔ یہ تفسیر سات سو صفحوں سے زائد کی دو ضخیم جلدوں میں ہے اور قیمت رعایتی علاوہ محصول ڈاک صرف دو روپیہ (عمار) مقرر ہے۔ ایک حصہ علیحدہ فروخت نہیں کیا جاتا +

اسکی بیس ۲۰ مکمل جلدیں جناب حکیم سید عبد الملک صاحب و حکیم سید عبد الرب صاحب صاحبزادگان امام المحققین سند الموحدین عصر حضرت مولانا حکیم سید شاہ محمد حسن صاحب نظامی شطاری قدس سرہ العزیز نے بطور اعانت "حلقہ نظام المشائخ دہلی" کو مرحمت فرمائی ہیں فرمائشیں بہت جلد آنی چاہئیں +

المشتہر۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظام المشائخ

ترانۂ قلب

قلب کہتا ہے کہ میں ہوں ملکِ تن کا حکمراں
تابع فرماں ہیں میرے دست و پا کام و زباں

جتنے کل پرزے بنائے ہیں خدا نے جسم کے
چل رہے ہیں ہر گھڑی ہر پل اشاروں پر مرے

میرے کھٹکے پر ہے انساں کا مدارِ زندگی
میرے دم سے چل رہی ہے قدرتی جیبی گھڑی

رشتۂ انفاس ہے اک تارِ برقی نور کی
مجھکو گھر بیٹھے پہنچ جاتی ہیں خبریں دور کی

اپنے اپنے کام میں ہیں سب قویٰ خدمتگزار
لشکرِ اعضا کا ہوں میں افسرِ ذی اختیار

میں ہوں اقلیمِ عناصر کا وہ جابر بادشاہ
جسکے قبضے میں ہے ساری مملکت ساری سپاہ

تخت سے اٹھوں جو میں یہ مملکت ویران ہو
عالمِ ہستیِ انساں ہو کا اک میدان ہو

فرش سے لے عرش تک وسعت ہے جسکی پاس کے
بے تکلف وہ مرے چھوٹے سے گھر میں آ سکے

اللہ اللہ اس کی شانِ کبریائی دیکھیے
واہ اس کوزے میں ۔ دریا کی سمائی دیکھیے

کنزِ مخفی [illegible] کا خزانِ اسرار ہوں
درجِ گنجِ لم یزل کا گوہرِ شہوار ہوں

[illegible] ہوں جسکی کوئی قیمت نہیں
میں وہ جوہر ہوں کہ جسکو عرض کی حاجت نہیں

[illegible] نہیں اک بات کہتا ہوں کھری
قدرِ گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

اہل دل سُن لیں مرا تھوڑا فسانہ اور بھی
جیسے اَنتا لکھ گیا ہوں اِک ترانہ اور بھی

ہر جگہ پہلو میں میری میں ہوں سب کا ہمنشیں
کوئی مجھسا دوسرا ہمدردِ تنہائی نہیں

شغل میرا ہجر میں گو نالہ و زاری بھی ہے
کام میرا غمگساری بھی ہے غمخواری بھی ہے

عاشقوں کا مجھسا ہمدم دوسرا کوئی نہیں
ہوں وفادار اور مجھسا باوفا کوئی نہیں

جلوہ گاہِ یار ہوں آئینۂ دلدار ہوں
مظہرِ توحید ہوں گنجینۂ اسرار ہوں

ہوں وہ آئینہ کہ ہے تصویرِ جاناں در بغل
وہ حمائل ہوں کہ ہے تفسیرِ قرآں در بغل

زاہدِ خلوت نشیں کا میں کبھی ہمراز ہوں
گوشِ عارف میں کبھی میں غیب کی آواز ہوں

سُن سکے کوئی نہ جسکو وہ فسانہ ہے مرا
جسپہ صوفی لوٹ جائے وہ ترانہ ہے مرا

اے شفق تو محو ہے کس رنگ میں کس حال میں
سُن تو جس سے مزے ہیں حال کے اِس قال میں

شفق رضوی مجیبی عمادپوری

غزل

از مولانا شیخ عبد القادر صاحب گرامی۔ شاعرِ خاص آصفجاہ ہفتم حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ

دیدیم و سجدہ کردیم کارے کہ بود ایں بود
منت بخود نہادیم بارے کہ بود ایں بود

مردانہ جاں فشاندیم بر قامتِ بلندش
منصورِ وقت مائیم دارے کہ بود ایں بود

جاں شورشِ نفس داشت آنہم نماند آخر
قانونِ زندگی را تارے کہ بود ایں بود

شاخِ مژہ ندارد جز اشک برگ و بارے
برگے کہ بود ایں بود بارے کہ بود ایں بود

از خارِ ہجر مارا بر لب شکایتے نیست
رفتن بہ بزمِ دشمن خارے کہ بود ایں بود

نگذاشت نفسِ بدخو کز خوئے بد برآئیم
پنہاں در آستینم مارے کہ بود ایں بود

گفتی کہ با رقیباں ننشینم و نشستی
در جیب لا نہفتہ آرے کہ بود ایں بود

ما بحثِ ما و من را خط بر ستی کشیدیم
ما را کشید از ما یارے کہ بود ایں بود

از زخمِ مرگ آخر خوں شد بہارِ عمرم
در پیرہن گرامی خارے کہ بود ایں بود

روزنامہ

سفر حجاز و شام و مصر

(سلسلہ کیلئے ۶ - ذیقعدہ ۱۳۲۹ ھجری کا رسالہ ملاحظہ فرمائیے)

یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ ! دروازہ کیوں بند کیا ہے - صورت دیکھنے دیجے - مطمئن رہیئے - مصری عورتوں کی طرح چھری سے ہاتھ نہ کٹیں گے - جلوۂ احمدیؐ نے جمال بینی کا عادی کردیا ہے - میرے اچھے یوسف ! تم سے کیونکر ہمکلام ہوں - جی چاہتا ہے کہ بیباک ہوکر - گستاخ ہوکر - ازخودرفتہ کیف میں - مجنونانہ جوش سے خطاب ہو - مگر پیغمبری داب مانع ہے - ادب نبوت روکتا ہے - نہیں نہیں - اے عشاق کے مرکز تسلی - آج جو منہ میں آئے گا - کہونگا - نہیں مانوں گا - کہنے دو - اس ظاہری ضوابط کی پولس کو ذرا پرے ہٹادو - جو ادب ادب کی برابر صدا لگا رہی ہے

تم یوسف ہو ؟ زلیخا کے ترسانے والے - یعقوبؑ کو رُلانے والے بتاؤ جی ؟ کیا تم ہی مصری محبت کے دیوتا ہو ؟ - اس زمین پر کروڑوں ماہ لقا - حقیقت مہر کی تجلیوں سے آراستہ ہوکر آتے - پر تمہارے حُسن کے آگے سب ماند رہے - جب سُنا - یہی سُنا - کہ فلاں مثل یوسف ہے ۔

تمہاری ذات فلسفۂ عشق کا نہایت باریک نکتہ ہے جو انسان کو قدرت و فطرت کے اسرار کیجانب لیجاتا ہے - اور بتاتا ہے کہ جنس بشر میں مرد کی نوع محبوب بننے کے قابل ہے - عورت کے ساتھ جس قسم کا میلان مرد کے دل میں پیدا کیا گیا ہے - اُسکی حد تناسل کی ضرورت تک محدود ہے - ورنہ عورت کی محبت کو اس ملکوتی

بلکہ ربانی جذبہ سے کوئی تعلق نہیں جو مرد کی ہستی میں مرکوز ہے۔ تم جس زمانہ میں تھے وہ عقلا اور فلاسفروں کا عہد تھا آجکل کی سی کیفیت اُسوقت کے عقلا کی نہ تھی جو عورت کو درجۂ محبوبیت کا مستحق تصور کرتے ہیں محض اسلیئے کہ اُنکے تخیل نے محبت کا منتہا ولولۂ نفسانی کی تکمیل کو سمجھا ہے *

مشتاقوں کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنیوالے یوسف! ہندوستانی یوسف کا حال تم سے مخفی نہوگا۔ اُسکا نام کرشن تھا۔ متھرا و گوکل کی روحوں میں پریم و محبت کی آگ بھڑکانیوالا۔ ایسا فلسفی جسکے آگے سارے یورپ کے فلاسفر مات ہیں۔ اس نے بھی اپنی ذات کو دنیا کے سامنے مجسم دلیل بناکر پیش کیا کہ اسرار عشق کا مخزن مرد کی ذات ہی ہے۔ چنانچہ تمام ہندوستان نے اس خیال کے آگے سر جھکایا اور ہاں ایران بھی آجتک ادہر جھکا ہوا ہے *

میں شاہ مصر۔ مقبول پروردگار پیغمبر۔ یعقوب جیسے برگزیدہ رسول کے لخت جگر کو تم کہکر مخاطب کرتا ہوں۔ اتنی بڑی گستاخی۔ نہیں گستاخی نہیں۔ شوقیہ معروضات میں اسکو جائز بتایا گیا ہے *

ہاں ہاں۔ خواب کی تعبیر بتانے میں جناب الاقدس کو خوب ملکہ تھا فرمائیے تو اس دنیا کے خواب کی کیا تعبیر ہے۔ جہاں کے متحرک نظاروں نے میری نیند برباد کر دی۔ خدا سے کہیئے کہ میرا یوسف مجکو ملجائے۔ ورنہ بازار حدوث کی کثرتِ اجناس کا راز فاش کر دونگا۔ اور کسی گاہک کو ادہر نہ آنے دونگا *

حضرت من۔ آپکے مزار اقدس کا۔ آپ کی روح مطہر کا وسیلہ لیکر رب العالمین سے صرف ایک چیز مانگتا ہوں کہ جو باعتبار اسم ایک ہی وہ باعتبار صفات بھی میرا ہوکر ایک ہو جائے *

ظہر کی نماز پڑھکے روانہ ہوتے اور پانچ بجے کے بعد بیت اللحم میں پہنچے۔ یہ مقام قدس

سے ۶ میل کے فاصلے پر خلیل الرحمن کے راستہ میں واقع ہی۔ یہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت گاہ ہی۔ اسکو بیت اللحم کہتے ہیں۔ نصارٰے کی بہت بڑی بستی ہی۔ بڑے گرجا کے سامنے پہنچتے ہی ایک ترک لشکری نے ہم کو روکا اور پوچھا۔ آپ ہندی ہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ تمہارا اس سوال سے کیا مقصد ہی۔ بولا میں پورے تین گھنٹہ سے آپ کا منتظر ہوں۔ ہمارے افسر علی رضا آفندی نے مجکو یہاں اس لیئے کھڑا کیا ہے کہ جب آپ آئیں تو پہلے اُنکے پاس لیجاؤں۔ شیخ عبدالقادر مدراسی نے کہا۔ وقت کم ہے۔ بیت اللحم کی سیر کرکے اُنسے ملیں گے۔ سپاہی دوڑا ہوا بالاخانہ پر یہ خبر دینے گیا۔ وہاں سے ایک افسر نیچے آیا اور ہمارے ساتھ ہولیا بیت اللحم کا دروازہ باہر کے رخ سے اسقدر پست ہی کہ جھک کر جانا پڑتا ہی۔ کوئی نہیں سمجھہ سکتا کہ اندر ایسی عالیشان عمارت ہوگی۔ اندر داخل ہوتے ہی ایک پورے فوجی مجمع نے دست بستہ ہماری سلامی دی۔ اور نہایت سلیقہ سے ساتھ ہولیا اس فوجی شان کے ساتھ ہمارا داخلہ گرجا کے پادریوں کو عجیب معلوم ہوا اور وہ چاروں طرف سے جمع ہوکر آگئے اور ہمکو دیکھنے لگے +

بیت اللحم کا گرجا اندر سے بہت شاندار اور بہت پرانا ہی قسطنطین کا بنایا ہوا ہے۔ چھت نہایت بلند اور ایک ڈال کے سنگین ست گزے ستونوں پر قائم ہے دیواروں پر سنہری گلکاریاں تھیں جن میں نفیس رنگ بھرے ہوئے تھے۔ اب وہ سب جھڑ گیا ہے۔ تاہم جہاں کہیں باقی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ سونے کے تھال میں موتی جڑے ہوئے ہیں +

جس مقام پر حضرت مسیح ع پیدا ہوئے پہاڑ کی محراب سی ہے جسکو زرتار کپڑوں سے منڈھ رکھا ہے۔ وسط میں حضرت مریم ع کی تصویر ہے جو بچہ کو گود میں لیئے ہوئے ہیں۔ اس جگہ کے قریب چند زینے اتر کر وہ مقام ہے جہاں حضرت

مریم کو دروزہ شروع ہوا تھا۔ جسکا ذکر قرآن شریف نے ان الفاظ میں کیا ہے فاجاءہ المخاض الی جذع النخلۃ۔ کھجور کے نیچے مریم کے دروزہ شروع ہوا۔ اب وہ درخت تو باقی نہیں ہے لیکن سنگ مرمر کے فرش میں ایک سوراخ اُس کی یادگار میں باقی رکھا گیا ہے +

یہاں مختلف اقوام و مختلف عقائد کے گرجا پاس پاس بنے ہوئے ہیں۔ ان میں رومیوں کا گرجا چوبی نقش و نگار کے اعتبار سے بہت ہی نفیس ہے +

معلوم ہوا کہ عیسائی اقوام میں مذہبی اختلاف کے سبب ہمارے شیعہ سنی سے بڑھ کر عداوت ہے۔ یہاں ہر وقت کشت و خون کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس لیے ترکی حکومت ایک معقول فوجی پہرہ رات دن قائم رکھتی ہے۔ بتایا گیا کہ میلے کے ایام میں حکومت کو شب و روز سخت نگرانی کرنی پڑتی ہے۔ اسپر بھی کوئی سال جنگ و جدل سے خالی نہیں جاتا۔ جو سال خیر کے ساتھ گزر جاتے ترکی افسر استنبول کو مبارکباد کا تار بھیجتے ہیں +

ابھی حال میں گرجا کے اندر مرمت کی ضرورت ہوئی۔ ہر قوم کہتی تھی کہ مرمت کرانے کا میرا حق ہے۔ آخر نوبت کشت و خون کی پہنچی تو حکومت نے اپنے پاس سے مرمت کرادی +

ہمارے ہندوستانیوں کی جہالت پر انگریز ہنسا کرتے ہیں کہ وہ محرم و عید میں خواہ مخواہ فساد کرکے حکومت کو اذیت دیتے ہیں۔ لیکن بیت المقدس میں انکی جاہل برادری کی حالت ہندیوں سے بھی گئی گزری ہے۔ آیندہ ہنسنا چھوڑ دیں +

واپسی کے وقت علی رضا آفندی کے پاس گئے۔ بہت احترام سے پیش آئے معلوم ہوا کہ کل کسی کی زبانی انہوں نے سنا تھا کہ آج سہ پہر کو میں بیت اللحم آؤنگا اس لیے انکو انتظار تھا۔ فوجی جمعیت کا ساتھ کرنا بھی انہیں کے حکم سے تھا جسکو

یہ لوگ ایک طرح کی بڑی شاندار مدارات سمجھتے ہیں +

علی رضا چہل سالہ اور بہت واقفکار شخص ہے۔ آغا خانی عقائد کے متعلق دیر تک گفتگو کرتا رہا۔ اسکو عالمگیر اسلامی اتحاد کا بہت خیال ہے۔ میں نے اپنے خیالات آزادی سے ظاہر کیے۔ کیونکہ اب میں عربی صفائی سے بول لیتا ہوں قدس میں مصر کی طرح بگڑی ہوئی زبان نہیں ہے۔ علی رضا نے دانستہ سلسلۂ کلام کو منقطع کردیا۔ اور میں حیران ہوا کہ وہ کس مصلحت سے ان باتوں سے گریز کرتا ہے۔ یہاں سب ترکی ٹوپی والے مسلمان ہیں۔ علی رضا نے خواہش کی کہ پرسوں رات کو ہماری انجمن اتحاد و ترقی میں آیئے تاکہ سب ممبروں سے آپ کی ملاقات کراوں۔ چلتے وقت باہر زینے تک ساتھ آیا اور چپکے سے کان میں کہا کہ حاضرین میں سوائے تین چار کے سب نصارٰے تھے۔ اس لیئے میں نے اس دینی و قومی ذکر کو ٹال دیا۔ پرسوں خدا نے چاہا تو آپ سے مفصل باتیں ہونگی +

قریب مغرب قدس پہنچے۔ مگر اسقدر تھکے ہوئے تھے کہ خدا کی پناہ۔ نماز پڑھ کر کھانا کھایا۔ اور سونے کی تیاری کی۔ اتنے میں شیخ ابراہیم عبدالقادر آفندی آئے اور خبر دی کہ دہلی کے کچھ لوگ ہوٹل میں ٹھیرے ہوئے ہیں جو صبح ہی چلے جائینگے آپ ملنا چاہیں تو اب چلکر مل لیں۔ تکان کے سبب ایک قدم چلنے کی ہمت نہ تھی مگر دہلی کے نام نے جرأت پیدا کر دی۔ گیا۔ دیکھا کہ حاجی علی جان والوں میں محمد شفیع نامی کوئی صاحب تھے مکہ مکرمہ میں رہتے ہیں۔ استنبول سے آئے ہیں مدینہ تشریف لے جائینگے۔ محمد شفیع صاحب نے دو پان پے در پے کھلاتے۔ اور پورے ڈیڑھ مہینہ کے بعد پان کھا کر میرا جی بہت ہی خوش ہوا +

رات کو نیند اچھی طرح نہ آئی۔ بڑی بے چینی رہی۔ اور عبدالقادر نگینوی بیچارے تو آتے ہی بخار میں مبتلا ہو کر پچھڑ گئے +

۹۔ جولائی ۱۹۱۱ء یکشنبہ

جسم میں بڑی دُکھن ہے۔ کل کے سفر نے کئی دن کے لیئے بیکار کردیا۔ عبدالقادر ہنوز بیمار ہیں۔ دوپہر کو شیخ ابراہیم حسن آفندی شیخ الحرم نے حرم میں بلایا۔ طاقت تو نہ تھی۔ مجبوراً گیا۔ دیکھا کہ بیچارے وفور محبت میں فوٹو کا کیمرہ لیئے بیٹھے ہیں اور خاص حرم کے اندر میری تصویر لینی چاہتے ہیں۔ چنانچہ متعدد تصویریں لیں۔ ایک قبۃ الرسول کے پاس کھڑا کرکے جہاں سے ہمارے حضور صلعم معراج کو تشریف لے گئے تھے تخت رب العالمین یعنی صخرہ شریف کے قبہ کے پاس۔ ایک محراب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں کھڑا کرکے۔ ایک مسجد اقصلے کے ممبر کے پاس۔ غرض آفندی صاحب کی مخلصانہ نوازش کے سبب تمام حرم کا گشت لگانا پڑا۔ آپ کو اس مسافر کے ساتھ بے غرضانہ محبت ہوگئی ہے۔ روزانہ اصرار ہوتا ہی کہ میرے مکان پر چل کر رہو بہت ہی خلیق اور مسافر نواز ہیں +

واپس آیا تو ہند کی ڈاک آگئی۔ پڑھ کر کھانا کھایا۔ اور سو گیا۔ سارا دن طبیعت خراب رہی +

۱۰ جولائی ۱۹۱۱ء دوشنبہ

آج صبح کتبخانہ خالدیہ دیکھنے گئے۔ موسٰی شفیق الخالدی مدیر نے سیر کرائی۔ چار ہزار نایاب کتابیں ہیں۔ قلمی سرمایہ زیادہ ہے۔ یہ لوگ حضرت خالد بن الولید مجاہد سیف اللہ کی نسل میں ہیں۔ موسٰی شفیق آفندی کا چہرہ بڑا شوکت وار ہے۔ ساٹھ برس کا سن مگر شیر کا سا کلہ جبڑہ۔ سُرخ آنکھیں جوشیلی۔ چمکدار۔ اُبلی پڑتی ہیں۔ یہاں جناب مولانا خلیل جواد الخالدی قاضی القضاۃ دیاربکر سے ملاقات ہوئی میں نے آجتک ایسا زیرک فاضل عربوں میں کوئی نہیں دیکھا۔ علوم دین و دنیا پر کافی عبور ہے۔ اسپر واقفیت کی یہ کیفیت کہ ہندوؤں اور آغا خانی مذہب تک سے آگاہ

ہندوستانی حالات اچھی طرح جانتے ہیں۔ ایک گھنٹہ گفتگو رہی۔ اور بہت سی مفید معلومات دے کر ختم ہوئی +

موسیٰ شفیق آفندی نے چند نفیس کتابیں حلقہ کے لیئے ہدیہ دیں۔ واپس آکر لکھتے پڑھتے رہے۔ شام کو شیخ ابراہیم عبدالقادر کے ہمراہ انجمن اتحاد ترقی کے جلسہ میں گئے۔ یہ وہی مشہور انجمن ہے جسنے سلطان عبدالحمید کو تخت سے اُتارا۔ آج انجمن کا غیر معمولی جلسہ تھا۔ استنبول سے تین سو آدمی کی ایک جماعت قدس میں آنیوالی ہے جسکا مقصد ترکوں اور عربوں میں صلح کرانے کا ہے۔ اس گروہ کے استقبال کی تجاویز سوچنے کے لیئے یہ جلسہ کیا گیا تھا۔ مجکو بھی ممبران انجمن نے مخصوص دعوت بھیجی اور جب وہاں گیا تو ترکی و اسلامی اخلاق کے موافق پرجوش استقبال کیا +

جلسہ میں یہودی نصرانی اور ترک ممبر سب موجود تھے۔ مگر عرب کوئی نہ آیا کیونکہ عرب ترکوں سے ناراض ہیں۔ اور اس صلح جماعت کی مہمانی پر آمادہ نہیں ہیں۔ ایک فوجی نوجوان افسر صدر بنایا گیا۔ جسنے ترکی زبان میں نہایت متانت اور شگفتگی سے تقریر کی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک انگریز سولیین بول رہا ہے۔ صدر کی تقریر پر ایک ارمنی عیسائی نے نہایت بیباکی اور شوخ چشمی سے جرح کی جسکا جواب سکرٹری جلال بے نے ملائمت کے ساتھ دیا جسکو ارمنی نے بخندہ پیشانی تسلیم کیا۔ اسکے بعد مختلف ممبروں نے تقریریں کیں جن کا اسلوب سنجیدہ اور پسندیدہ تھا۔ مگر افسوس کہ عرب ممبروں کی غیر موجودگی کے سبب فیصلہ نہ ہوسکا۔ اور جمعرات کو دوبارہ انعقاد جلسہ کا اعلان کیا گیا +

آجکل تمام اہل عرب میں یہ خیال پھیل گیا ہے کہ ترکی پارلیمنٹ عربوں کو پست کرنا اور نسل ترک کو فروغ دینا چاہتی ہے۔ اس لیئے وہ ترکوں کے برخلاف مشتعل ہو رہے ہیں۔ دس بجے کے بعد واپس آئے۔ اور سو گئے۔ نیند صاف آئی +

۱۱ جولائی ۱۹۱۱ء سہ شنبہ

صبح سے طبیعت نہایت مضمحل اور افسردہ ہے۔ نیند چلی آتی ہے۔ گیارہ بجے تک بستر سے اُٹھا نہ گیا۔ ۱۲ بجے تکیہ کے قریب مدرسہ روضۃ المعارف کو دیکھنے گئے۔ یہ جناب شیخ محمد الصالح آفندی نے خانگی طریق سے قائم کیا ہے جسمیں تین سو بیس لڑکے آجکل زیر تعلیم ہیں۔ دینیات اور تمام ضروری علوم جدیدہ کی تعلیم ہوتی ہے۔ شیخ موصوف عجیب قابلیت کا شخص ہے۔ میرا خیال تھا کہ قدس میں کوئی آدمی اہل دین میں میرا ہمخیال نہیں۔ مگر یہ تو بغل میں سے نکل آیا۔ آریہ درویشوں کے پیشوا لالہ منشی رام کا ہم شکل ہے۔ مگر وہ کالے ہیں اور یہ گورا۔ مدرسہ میں عموماً کم سن بچے ہیں جن کی تعلیم کے چار درجے قائم کیے ہیں۔ نصاب تعلیم اور طریق تربیت سب اسی کا بنایا ہوا ہے اور ایسا موثر ہے کہ مجکو حیران کر دیا۔ میں نے متواتر ہر درجہ میں جاکر لڑکوں سے مسائل دین کے سوال کیے۔ اور انھوں نے بیباکانہ تڑ تڑ جواب دیئے۔ خیر جواب کی صحت تو طلبہ کی یادداشت و محنت کی شاہد ہے۔ لیکن ان کا سپاہیانہ طرز ادا اس چھوٹی سی عمر میں حیران کرنیوالی چیز ہے۔ اور پھر ایک نہیں سبکے سب اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ شیخ نے ایک مخصوص جگہ ہم کو بٹھا کر ان لڑکوں کی تربیت کا تماشہ دکھایا۔ اول ایک جماعت آئی اور عربی زبان میں نعت کے گیت گائے پھر سلطان محمد رشاد کی مدح میں ترانہ پڑھا۔ اسکے بعد رزمیہ قومی گیت گایا۔ ناظرین میں نہیں کہہ سکتا۔ اور تم ان الفاظ میں وہ اثر نہیں دیکھ سکتے جو اس گیت نے طاری کیا۔ جوش نے بیخود کر دیا۔ اور بدن کو کپکپا ڈالا۔ زندگی میں آج پہلا دن ہے کہ میں نے مسلمان بچوں کو وہ جنگی گیت آزادی سے گاتے سُنا۔ جسکو میری روح باطن میں ہر روز گایا کرتی ہے۔ اور جسکو سُننے کے لیئے قیامت تک کئی بار وہ مختلف جنگی اجسام میں منتقل ہوتی رہیگی۔

اس گیت کے بعد ایک پانچ برس کا بچہ پیترا بدلکر صف سے باہر نکلا۔ اور عہد صحابہ کی مثل رجز پڑھا:

"خون پیونگا۔" "شیر ہوں۔" "برچھی چلاؤنگا۔" "دلیر ہوں"

"میدان جنگ میری ماں کی گود ہے۔ جسمیں مجکو بڑا چین آتا ہے"۔

یہ لڑکا صف میں گیا تو دوسرا آگے بڑھا۔ اور اس نے اُس سے بڑھکر پرجوش تحت اللفظ پڑھے۔ اور تھیٹر کے پُرانے تجربہ کار ایکٹروں کی طرح ان نوآموز کم سن بچوں نے وہ ایکٹ دکھائے کہ عقل چکرا گئی۔

جب یہ رزمیہ اشعار پڑھ اور ایکٹ کر چکے تو میں نے ایک چھوٹے سے بچے سے جو ننھے منے پتلون کوٹ میں بہت ہی بھلا معلوم ہوتا تھا پوچھا۔ شو اسمک۔ اپنا نام بتاؤ۔ بولا۔ علی شوکت۔ میں نے کہا دنیا کس کی حکومت میں ہے۔ تڑاق سے جواب دیا۔ عثمانیوں کی۔ استاد نے ٹوکا۔ اور بتایا کہ تم نے جغرافیہ نہیں پڑھا کہ فلاں ملک میں فلاں قوم حاکم ہے۔ متانت سے اپنے سرخ چہرے کو ہلاکر کہنے لگا۔ نعم یا سیدی انی اعرف۔ ہاں جناب میں جانتا ہوں۔ غیر قومیں تو بادشاہ ہیں مگر حکومت ہر جگہ ترکوں کی ہی ہے۔ کیونکہ ہمارا ہلال سب کو نور پہنچاتا ہے۔ اور ہمیشہ آسمان پر رہتا ہے۔ صلیب کو ہم نے کبھی آسمان پر نکلتے نہیں دیکھا۔ بچے کے اس پرجبارت جواب نے سب کو ہنسا دیا۔

اسکے بعد دو حبشی بربری بچے آئے۔ اور ان میں مکالمہ شروع ہوا۔ ایک نے دوسرے سے اسکا نام۔ مذہب پوچھا۔ اُسنے بتایا تو مذہبی جزئیات و کلیات ایمان عقائد۔ صوم۔ صلوۃ حج وغیرہ کے سب مسائل مکالمے کے طور پر طے ہوئے آخر میں خلافت کے مسئلہ کی بحث آئی۔ تو بچوں نے جو عرب تھے آسان آسان دلیلوں سے ترکی خلافت کو ثابت کیا۔ اور آخر میں سلطان رشاد اور دستوری حکومت کا نعرہ مارکر

سے چلے گئے ۔

الغرض کس کس چیز کی تعریف کروں ۔ سب کلیں درست ہیں ۔ اور محمد الصالح پر رشک آتا ہے کہ یہ یہاں کیوں پیدا ہوا ۔ ہندوستان میں جنم لیتا تاکہ ہم اور وہ ملکر کچھ کام کر سکتے ۔

شام کو بعد مغرب شیخ نے پھر بلایا اور رچرڈ شاہ انگلستان اور سلطان صلاح الدین کا جنگی ڈراما دکھایا ۔ جسکو مدرسے کے لڑکوں اور استادوں نے ملکر کیا ۔ گو ابھی یہ انکی ابتدائی مشق ہے ۔ لیکن نظر اصل مقصود اور اسکی انتہائی گہرائی پر کرنی چاہیئے ۔ شیخ کی ان جدید بدعتوں کے سبب پرانے خیال کے لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں ۔

عثمانی حکومت کے مدارس میں سنا ہے اہل یورپ کی بدگمانی کے ڈر سے یہ بیباکانہ تربیت نہیں دیجاتی ۔ تاہم میں انکو بھی دیکھونگا ۔ اسکے بعد فیصلہ ہو سکیگا کہ آیا اُن میں اور اس مدرسہ میں کیا تفاوت ہے ۔

۱۲ ۔ جولائی ۱۹۱۱ء چہار شنبہ

آج صبح سب جماعت ۔ اول حضرت سلطان حسن ابن حضرت سلطان ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کو گئی ۔ آپ کا مزار ایک بڑی عالیشان پہاڑی پر سائبان کے نیچے واقع ہے ۔ جسپر خلاف معمول بہت موٹے موٹے دانوں کی تسبیح رکھی ہوئی ہے ۔ یہ پہاڑ بھی ایک قدرتی سیر گاہ ہے جو معلق معلوم ہوتا ہے ۔ اور اسکے نیچے اسقدر وسعت و گنجائش ہے کہ تمام قدس کی میونسپلٹی کی روشنی کے تیل کا گودام یہیں ہے ۔ اس زیارت سے فارغ ہوکر حضرت داؤد پیغمبر علیہ السلام کے مزار پر حاضر ہوئے ۔ اگر اس مزار کی نسبت صحیح روایت ہم نہیں پہنچی تاہم چونکہ مشہور زیارتگاہ ہے ۔ ہم بھی مشرف ہوئے ۔ یہاں کے خادم بے ڈھب ڈاکو ہیں ۔ امام الدین صاحب خیاط پنجابی نے میرے اشارہ سے انہیں کچھ دینا چاہا ۔ ابھی ہاتھ سے چھوڑا نہیں تھا

کہ ایک شخص نے ایسا جھپٹا مارا کہ بیچارے کے ہاتھ کی خیر ہو گئی۔ ورنہ خبر نہیں ٹوٹ جاتا یا کیا ہوتا۔ عبدالقادر صاحب نگینوی کو جوش آگیا۔ اور اُنھوں نے خادم صاحب کی مزاج پُرسی کر دی۔ جونہی اُنھوں نے اُسکی گردن پکڑ کے جھٹکا دیا بزدل آنکھیں بند کرکے چپ کھڑا ہو گیا +

اِسکے بعد دیرالرمن میں آئے۔ یہاں حضرت مسیح کے ایک شاگرد شہید ہوئے ہیں۔ اُنکی یادگار میں یہ عالیشان گرجا بنایا گیا ہے۔ راستہ کے رُخ اِس گرجے کی پیشانی پر ایک کتبہ لگا ہوا ہے جو مسلمانوں کی بے تعصبی کی دلیل ہے۔ جس میں سلطان ملک الظاہر ابو محمد سعید چق مق نے ۸۵۴ھ میں لکھا ہے۔ کہ میں نے اِس گرجے کو آزاد کیا۔ اب جو شخص میرے حکم کے بعد اسکو پھر ضبط کرے گا وہ ملعون ہو گا +

آج قدس کا نیا گورنر بہت دھوم دھام سے شہر میں داخل ہوا۔ عیسائیوں کے تمام بڑے بڑے پادری استقبال کو گئے تھے۔ جنکے آگے آگے اِنکے شمشیر بستہ نقیب تھے۔ گورنر کی آمد میں دیر تک ایک جگہ رُکا رہنا پڑا۔ اِس سے طبیعت خراب ہو گئی۔ اور شام تک درست نہ ہوئی۔ اگرچہ قدس کی آب و ہوا اچھی ہے۔ لیکن میں زیادہ پھرنے اور ہر وقت لکھتے رہنے کے سبب اکثر صاحب فراش ہو جاتا ہوں۔ تاہم خدا کا شکر ہے کہ وہ دو چار گھنٹے کے بعد پھر گردش کے قابل بنا دیتا ہے۔
والسلام + باقی آئندہ حسن نظامی از قدس شریف

مراجعت کی تاریخیں

(از مولوی مقبول احمد صاحب نظامی سیوہاروی)

اہلاً و سہلاً شاہ دو عالم خواجہ حسن
۲۹ھ ۱۳

صد شکر[1] کہ آمد حضرت زعرب | تاریخ ورود کامرانی گویم
از غیب ندا شد ز سر عجز و ادب | اہلاً و سہلاً حسن نظامی گویم
۱۳۵۸ھ

[1] اِس تاریخ میں صنعت تعمیہ ہے ۱۲

۱۹۲۶ء

مدینہ کا سراپا

(من زارنی بعد مماتی فکا نما زارنی فی حیاتی)

پیش نظر حبیبِ خدا کا جمال ہے ۔۔۔ ہم پر خدائے پاک کی رحمت کمال ہے
لو مومنو سنو کہ یہ سچی ہے داستاں ۔۔۔ یہ دلگداز دفتر فرخندہ فال ہے
یہ تذکرہ ہے قابل دید و شنید سب ۔۔۔ یہ سرگزشت قصۂ فرحت مآل ہے
ہے لطف آپ بیتی کہانی میں مومنو ۔۔۔ وہ شعر لطف خیز ہے جو حسب حال ہے
یارو سفر وسیلۂ ظفر کا ہے بالیقیں ۔۔۔ اٹھو کمر کو باندھو یہ کیا ڈھیل ڈھال ہے
روز فراق ختم ہوا صد ہزار شکر ۔۔۔ سچ ہے کہ ہر کمال کو آخر زوال ہے
ہم اور سفر مدینہ کا ۔ اللہ رے نصیب ۔۔۔ مصروف شکر حق میں ہر اک بال بال ہے
یہ جذب یہ کشش یہ عنایات یہ کرم ۔۔۔ جو کچھ ہے سب حضور کا جود و نوال ہے
دشتِ مدینہ دیکھ لیا ہے جس آنکھ نے ۔۔۔ قربان اُس پہ نرگس و چشم غزال ہے
ساقی کریم و جام طہور و شراب پاک ۔۔۔ مینوش صاف باطن گدڑی میں لال ہے
ہر شخص جھومتا ہے محبت ذوق و شوق میں ۔۔۔ بیخود ہے اور مست ہے مستانہ چال ہے
باتوں سے مومنوں کی عیاں فرحت و سرور ۔۔۔ صورت ہے شاد شاد تو چہرہ بحال ہے
صد شکر طے ہوا ہے مدینہ کا راستہ ۔۔۔ یہ فضل یہ نوازش ایزد تعال ہے
کوہ سلع آ گیا اب صد ہزار شکر ۔۔۔ وہ دیکھو لو مدینۂ جنت مثال ہے
ہے باب عنبری سے معطر مشام جاں ۔۔۔ یہ باب مصری اور یہی شیریں خصال ہے
اللہ نے مدینہ میں پہنچا دیا ہمیں ۔۔۔ یہ ماہ ہے خجستہ مبارک یہ سال ہے
باب السلام سے ہوئے داخل حرم میں ہم ۔۔۔ دار السلام سے ہمیں اب اتصال ہے

روضہ میں شاہ دیںؐ کی حضوری ہوئی نصیب — حبیبِ خفیہ مخزن مال و منال ہے

روضہ میں غل مچا ہے صلوٰۃ و سلام کا — یہ دن خوشی کا ہے یہی روزِ وصال ہے

لاکھوں درود اور صلوٰۃ و سلامِ حق — صل علے یہ دولتِ دیں لازوال ہے

ہم عاصیوں پہ شافعِ محشر کی ہے نگاہ — اُمت کا اپنی شاہ اممؐ کو خیال ہے

قربان اہلِ دین ہیں سب اس نگاہ پر — سینے میں اشقیا کے یہ نیزے کی بھال ہے

گل خندہ زن ہے بلبلِ شیدا ہے نغمہ سنج — ابرِ کرم کے فیض سے گلشن نہال ہے

گریاں ہے شمع حالتِ پروانہ دیکھکر — محبوب کو محب کے سبب انفعال ہے

وہ موت خوب ہے جو مدینہ میں ہو نصیب — جو دفن ہو بقیع میں وہ باکمال ہے

واللہ! کیا بہار ہے روضہ کے سامنے — یہ خلد کا چمن ہے مقامِ وصال ہے

طغرے بھی قسم قسم کے ہیں زینتِ حرم — کیا شاہدِ حرم کے لیئے خط و خال ہے

منبر حرم شریف میں حضرتِ رسولؐ کا — اُسپر خطیب مدح سرا حق مقال ہے

منبر کے آس پاس ہی محراب کا ظہور — یہ مینیٔ حرم ہے وہ ابرو مثال ہے

جالی سے حورِ عین کی ہیں آنکھیں لگی ہوئیں — یہ طائرانِ قدس کا مقبول بال ہے

پردے پڑے ہوئے ہیں جو جالی شریف پر — اُن میں جو راز ہے وہ سمجھنا محال ہے

قالین ہیں بچھے ہوئے کس رعب و داب سے — یہ کشتِ زعفران ہی شیروں کی کھال ہے

روضہ کے پاس ہی جو مقامِ ملائکہ — حاضر ہر جو وہاں وہ فرشتہ خصال ہے

صحنِ حرم کے ذرے ہیں مانندِ آفتاب — رشکِ جواہرات مکرم سفال ہے

یہ بابِ جبرئیلؑ ہے بابُ النسا ہے یہ — یہ باغِ فاطمہؓ ہے یہ سدرہ کی ڈال ہے

دار العلوم بابِ مجیدی ہے بالیقیں — یہ بابِ رحمت آیۂ رحمت کمال ہے

مانندِ آبِ کوثر و تسنیم و سلسبیل — با آبرو مدینے کا آبِ زلال ہے

ایک ایک تار تارِ گلیمِ مدینہ پر — قربان لاکھ لاکھ دو شالہ و شال ہے

دیکھو جسے وہی ہے حق آگاہ و حق پرست — آزاد ہے کہ صاحبِ اہل و عیال ہے
صدقے ہے کہکشانِ فلک جس پہ بار بار — حضرت نبیؐ کے پاک فرس کی یال ہے
ہم پلہ ہو سکے یہ کہاں تاب کوہ کی — محبوب کبریا کا عز جلال ہے
شانِ خدا ہے شانۂ پاک رسولؐ میں — سو اک کی ثنا میں عجب حال و قال ہے
عرسِ جناب حمزہؓ عمِّ رسولِ حقؐ — ملکِ عرب میں مجمعِ اہلِ کمال ہے
مردانِ حق کے جسم پہ زیبندہ سر بسر — تیغ و تفنگ نیزہ و شمشیر و ڈھال ہے
کافر شکار تیغ ہے وہ اہلِ دین کی — دشمن کو زیست جسکے سبب سے وبال ہے
وہ وہ شجاع فضلِ خدا سے ہیں اہلِ دیں — رستم بھی جنکے سامنے اک پیر زال ہے
جلوہ نما ہے معرکۂ بدر اور اُحد — طوفانِ نوحؑ عرصۂ قتل و قتال ہے
مومن کو ہے نعیم تو کفار کو جحیم — باغِ خلیلؑ صورتِ جنگ و جدال ہے
نمازی ہیں شادکام تو ہیں سرخرو شہید — دیدارِ حق نصیب دمِ انتقال ہے
کنجِ ارم ہے گنجِ شہیداں بہادرو — فردوس کی روش صفِ جنگ و جدال ہے
عرسِ علیؓ عریض مبارک ہو مومنو — یہ باغِ اہلِ بیت کا اک نونہال ہے
مقبولِ کردگار جنابِ علیؓ عریض — حضرت امام جعفرِ صادقؓ کا لال ہے
معراج مومنوں کے لیئے باغِ دہر میں — رجبی مدینہ پاک کی بے قیل و قال ہے
ہر ایک سمت ذکر کے حلقے ہیں جا بجا — نعرہ ہے یا کرامت سحرِ حلال ہے
آئینۂ جمال خداوندِ دو جہاں — نظارہ قبلتین کا باصد جلال ہے
ہے مسجد الاجابہ میں ہر اک دعا قبول — مقبول اہلِ دیں کا وہاں ہر سوال ہے
روضہ کی روشنی کا تصور جو بندھ گیا — فانوس کیطرح سے منور خیال ہے
کیا روشنی ہے روضۂ پر نور شاہ میں — توصیف اُسکی لکھ سکیں ہم کیا مجال ہے
تفسیرِ سامنے ہے سراجاً منیرا کی — پُر نور شرق و غرب و جنوب و شمال ہے

روشن ہوا تمام جہاں اس چراغ سے — یہ آفتاب صل علے بے مثال ہے

اسلام کا فروغ ہے اس شمع کی ضیا — پُرنور اس سے دامن دشت وجبال ہے

یہ نور مومنوں کو سحاب اشتعال ہے — مطلع کافر کو برق ورعد وشدید المحال ہے

کفار نام کو بھی تو حرمین میں نہیں — ظلمت کو پیش نور ٹھہرنا محال ہے

پھیلی ہوئی ہے ظاہر و باطن کی روشنی — ظلمات و کفر جسکے سبب پائمال ہے

پرنور کس قدر ہیں قنادیل روضہ میں — انجم سے ہر طرح انہیں نسبت کمال ہے

جھومر ہے قسم قسم کا آویزہ حرم — دُرریز ہے سفید گہر ریز لال ہے

کیا معتدل ہے سرو چراغاں کی روشنی — فوارہ نور عرش کا با اعتدال ہے

چاندی کے ہیں چبوترے سونے کے ہیں در جنت — ہر شب چراغ اُن میں درخشندہ لال ہے

روضہ پہ شاہِ دیںؐ کے فدا گنبدِ فلک — مرقد پہ جو کلس ہے وہ فخر ہلال ہے

ہر اک مینار سے ہو اذاں کی صدا بلند — ہر اک رئیس پیرو حضرت بلالؓ ہے

یہ فیض ہے زیارت فخر مسیحؑ کا — بیمار عشق کی بھی طبیعت بحال ہے

لب سے لگا ہے جام فنا فی الرسولؐ کا — اندیشۂ اجل نہ غم انتقال ہے

ہر زندہ دل ہے زندۂ جاوید بالیقیں — ہر جان نثار عمر خضرؑ سے نہال ہے

ہر بال بال سے ہو عیاں جد و کیفیت — اللہ جانتا ہے جو اس دل کا حال ہے

یارب ترے حبیب کے روشن ہیں چراغ — تو بے نیاز تیری صفت لایزال ہے

منعم ہے تو کریم ہے تو کبریا ہے تو — قبضہ میں تیرے عافیت ملک و مال ہے

تیری حمایت اور کرم تیرا چاہیئے — جز تیرے کون دافع یاس و ملال ہے

قابل درود اور صلوٰۃ وسلام کے — یارب ترا حبیب ہے اور اُسکی آل ہے

یارب قبول ہو جو دعا ہے لطیف کی — تو اے کریم رد نہیں کرتا سوال ہے

صد شکر ہم مدینے میں داخل ہوئے لطیف — یہ فضل و رحم و پرورش ذوالجلال ہے

۷۸۶

دنیا کا بزرگترین انسان

یورپ کے اخبار نویسوں کا قاعدہ ہے کہ جب کسی مسئلہ کا آخری فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو وہ اپنے اخبار کے ناظرین کے سامنے اظہار رائے کے لیے اس مسئلہ کو پیش کرتے ہیں۔ ناظرین اس کے متعلق مخالف موافق اپنی اپنی رائیں دیتے ہیں جب رایوں کا ایک معتدبہ حصہ جمع ہو جاتا ہے تو ووٹوں کی کثرت سے مسئلہ کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ بڑے بڑے مشاہیر ارباب سیاست اہل قلم اہل سیف شعرا اور فلاسفروں کی باہمی ترجیح کا مسئلہ اسیطرح طے ہوا کرتا ہے یورپ کے متعدد اخبارات نے اپنے ناظرین کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا کہ "دنیا کا بزرگترین انسان" کون ہے۔ ان میں سے بعض اخبارات کا فیصلہ یہ ہوا کہ دنیا کے بزرگترین انسان محمد (صلعم) تھے اسی قسم کا ایک سوال بیروت کے ایک مسیحی اخبار الوطن نے پیش کیا تھا۔ اسکا یہ لاجواب ایک مسیحی اہل قلم نے دیا ہے جسکا ترجمہ ہدیہ احباب ہے۔

سوال دنیا کا سب سے بزرگترین انسان کون ہے اور کیوں ہے؟

جواب ۔ دنیا کا علی الاطلاق سب سے بڑا انسان وہ ہے جس نے دس برس کی قلیل مدت میں مذہب۔ فلسفہ۔ قانون معاشرت۔ قانون تمدن اور قانون سیاست وضع کیا۔ جنگی قانون میں اصلاح کی۔ ایک قوم پیدا کی۔ ایک سلطنت قائم کی۔ جو ایک زمانہ دراز تک روئے زمین پر باقی رہی باوجود اسکے وہ شخص اُمی تھا۔ وہ کون ہے؟ وہ

محمد عربی پیغمبر اسلام!

جس نے اپنی عظیم الشان مشن کے لیے تمام سامان کو خود ہی پورا کیا۔ جس نے اپنی قوم اپنے پیرو اور اپنی سلطنت کے لیے دنیا میں پھیلنے اور باقی رہنے کے اسباب فراہم کیے کیونکہ مسلمان جب اسلام قرآن اور احادیث میں غور کرینگے وہ اپنی ہر دینی اور دنیوی

ضرورت کا چارہ کار اور ہر دینی و دنیوی مرض کا علاج اُسمیں موجود پائیں گے۔

اُس نے اپنے پیروؤں کے لیئے ایک عالمگیر کانفرنس کی بنیاد ڈالی جو ہر سال مکہ میں منعقد ہوتی ہے جو شخص اس مسئلہ پر غور کریگا کہ حج صرف اُسی مسلمان پر فرض ہے جسکے پاس سواری اور زادِ راہ ہو۔ اور اُس سے یہ فرض ساقط ہی جس کے "پاس یہ سامان نہو" وہ فوراً سمجھ جائیگا کہ حج سے پیغمبر اسلام کا مقصد صرف یہ ہے کہ قوم کے اربابِ جاہت و ثروت ایک جگہ جمع ہوکر اپنے مذہبی۔ معاشرتی۔ تمدنی سیاسی اور دیگر ضروریات پر تبادلۂ خیالات کریں۔ اور آپس میں ربط و اتحاد بڑھائیں۔

اس نے ہر مسلمان پر زکوٰۃ فرض کرکے فقرائے قوم کا کافی بندوبست کردیا اگر مسلمان پورے طور سے زکوٰۃ ادا کیا کریں تو مسلمان اقوام میں کوئی فقیر باقی نہ رہے۔

اُس نے مذہب اسلام کے لیئے ایک زندہ جاوید زبان قائم کی جو ہر جگہ اور ہر زمانہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور جائیگی کیونکہ قرآن عربی زبان میں ہی جسکا سمجھنا عرب کی زبان میں ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور اگر صرف اتنا ہی ہوتا۔ کہ فقط علمائے اسلام عربی زبان سیکھیں تو بھی اتحادِ زبان کے لیے کافی تھا۔

عام افراد قوم کے لیئے اُبھرنا اور ترقی کرنا نہایت آسان کردیا۔ کیونکہ اُس نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان پر تقوے کے سوا اور کسی چیز کی ترجیح نہیں دی ہے اس بنا پر اسلام بلاشبہ حقیقی جمہوریت ہی مسلمان اپنے پریسیڈنٹ کا جس کو وہ خلیفہ کہتے ہیں خود انتخاب کرتے تھے اور وہ اس روش پر کچھ زمانہ تک چلے بھی۔ اور اب تک بیعت کے مسئلہ میں اُسکا ایک شائبہ باقی ہے۔

اُس نے غیر عربوں کو یہ کہکر مساوات کا درجہ دیا ہے کہ عرب کو نہ عجم پر فضیلت ہی۔ اور نہ عجم کو عرب پر۔

اُس نے غیر مسلمان یعنی ذمیوں کے لیئے یہ کہکر اسلامی ممالک میں عیش و راحت

کیساتھ رہنا آسان کر دیا ہے کہ تمام مخلوق خدا کی اولاد ہی۔ سب سے پسندیدہ خدا کے نزدیک وہ ہے جسنے اُسکی اولاد کو نفع پہنچایا ؛

اُس نے **منزلی** مسائل کو نہایت نکتہ سنجی کے ساتھ مرتب کیا۔ نکاح۔ تنائل اور وراثت کے معاملات طے کیئے۔ عورت کا مرتبہ بلند کیا ؛

تمدنی امور میں اُس نے غور کیا۔ افراد کے شخصی معاملات میں غور کرنے کے لیئے قوانین بنائے ؛

اُس نے سلطنت کی مالی حالت سے بھی بے توجہی نہیں کی اور **بیت المال** کے لیئے قواعد تیار کیئے ؛

اُس کی ہمت و ارادہ سے **علم** کو بھی حصّہ وافر ملا۔ اُس نے حکمت و دانائی کو مسلمانوں کا گم شدہ مال قرار دیا۔ اُنکو حاصل کرنے کی تاکید کی۔ اِس حکم کو مسلمانوں کے طلب علم اور اُنکے عہد کی علمی ترقی کے پیدا ہونے میں بہت کچھ دخل ہی ؛

کیا جس نے یہ تمام کام ایک قلیل مدت میں انجام دیئے ہوں وہ دنیا کا بزرگترین انسان نہیں ہے؟ ؛

اِس رائے اور اِس قسم کی اور رائیوں کو پڑھکر جن کو ہندوستان کے برھمو سماج۔ سکھہ اور قدیم ہندوؤں نے اور یورپ میں **کارلائل** وغیرہ نے ظاہر کیا ہے بے ساختہ متنبی کا یہ مصرع یاد آجاتا ہے ع

الفضل ما شہدت بہ الاعداء **ترجمہ** بزرگی وہ ہے جسکی دشمن بھی شہادت دیں۔

سید سلیمان

۷۸۶

رباعیاتِ قوس

یارب دمِ گرم و نالۂ سردم ده چشمے پر خون و چہرہ زردم ده
کن کار بہ غم نفسِ سرکش با من درماں ز تو گر طلب کنم دردم ده

اے چارہ گرِ دردِ نہانِ دلِ ما کن گوش بنالہ و فغانِ دلِ ما
ظلمتکدہ گشتہ ظلمت آباد افسوس بے نورِ جمالِ تو مکانِ دلِ ما

یارب کرم کن و بجز درہم ده چشمے حق بیں دل حق آگاہم ده
تا لذتِ دردِ تو انیسم باشد افغانِ شب و آہ سحرگاہم ده

پُر نور ز جلوۂ تو کاشانۂ دل لبریز ز بادۂ تو پیمانۂ دل
من گردِ جہاں بجستجو میگردم غافل کہ بود مقامِ تو خانۂ دل

اے آنکہ منزہ ز جاے و منزل در ذاتِ تو نیست حرفِ امکاں شامل
یا آنکہ نہ گنجی بدو عالم یارب در کلبۂ دل چگونہ کردی منزل

یارب بوجودِ خود فنا کن مارا وز ہستی و نیستی رہا کن مارا
آں چشم کہ مشتاقِ جمالِ تو بود با ہر بنِ موئے تن عطا کن مارا

اے آنکہ دلست مُردن و زیست مرا بیداری و خواب نیز از کیست مرا
صد بار ز نیست میکنی ہست اگر صد راہ ز ہست میکنی نیست مرا

اے گوہر و سنگ ناز پروردۂ تو وے خار و گل از خاک برآوردۂ تو
اشیائے دو کون را بلطفت نظریست خود کیست کہ نیست از نظر کردۂ تو

نے خشتِ بہشت آفریدند مرا نے سنگِ کنشت آفریدند مرا
در راہِ گنہ چوں نپرم شکلِ غبار از خاک سرشت آفریدند مرا

تصوّف

یہ علامہ نورالدین صاحب قادیانی کی ایک تقریر ہے جو آپ نے اپنے ایک معتقد مریدکی درخواست پر کسی جمعہ کو فرمائی تھی۔ منشی دوست محمد صاحب کے ہم ممنون ہیں کہ انھوں نے اسے نظام المشائخ کے لیے مرتب کر کے بھیجا۔ اڈیٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

الٓر کتٰب انزلنٰہ الیک لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور باذن ربھم الی صراط العزیز الحمید اللہ الذی لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض وویل للکٰفرین من عذاب شدید ○ (ابراہیم ۱۳ع)

تصوف کیا چیز ہے؟ یہ آیت میں نے اسی نقطۂ خیال پر پڑھی ہے۔ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظلمات سے نور کی طرف نکالنے والا فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت انسان پر ایسا گزرتا ہے کہ اسکے لیے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وعظ موجب بنتا ہے ظلمات سے نکالکر نور کی طرف لیجانے کا۔ مگر ایک اور جگہ پر فرمایا اللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور۔ گویا وہی نسبت جو پہلے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف فرمائی۔ پھر اللہ نے وہی کام اپنی طرف منسوب فرمایا۔ یہ بات قابل غور ہے۔ حضرت جبرئیل۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کو دین سکھانے کے لیے آئے۔

اور پہلا سوال یہی کیا کہ یا محمد اخبرنی من الاسلام۔ اسلام نام ہے فرماں برداری کا۔ سارے جہان کو تو موقع نہیں کہ اسکی باتیں سننے اس لیے پہلے

نبیؐ سنتا ہے۔ پھر اوروں کو سُناتا ہے۔ سو پہلا مرتبہ یہی ہے کہ نبی کی صحبت میں رہے۔ اور اُس سے فرماں برداری کی راہیں سُنے اور سیکھے۔ چنانچہ اس بنا پر نبی کریم صلعم نے یہ سمجھایا کہ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ یعنی سرت تم میرے تابع ہو جاؤ۔ اِسکی تعمیل میں اسلام لانے والوں نے جیسا انہیں نبی کریم نے سمجھایا کیا +

کلمہ سکھایا۔ کلمہ پڑھ لیا۔ نماز سکھائی تو نماز پڑھ لی۔ روزہ حج زکوٰۃ جس طرح فرمایا۔ اُسیطرح ادا کیا۔ یہ اسلام ہے۔ چنانچہ جبرئیلؑ کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:۔

الاسلام ان تشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ۔ وتقیم الصلوٰۃ۔ وتوءتی الزکوٰۃ۔ وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلاً +

مگر چونکہ منافق لوگ بھی ایسی باتوں میں شریک ہو سکتے ہیں اسلئے اِس سے اوپر ایک اور مرتبہ ہے وہ یوں کہ

جب انسان یہ اعمال کرتا ہے۔ اور اُنکے فوائد و ثمرات مرتب ہوتے ہیں تو پھر عقائد اس کے دل میں گڑ جاتے ہیں۔ یہ ایمان کا مرتبہ ہے،

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لوگ آتے تو آپ کی باتیں سُنتے اور آہستہ آہستہ وہی باتیں دل کے اندر گڑ جاتیں۔ اور اِس طرح پر اُن کو اسلام سے ایمان کا مرتبہ ملتا۔ اور وہ کئی ظلمات سے نکلکر نور میں آجاتے۔ پہلی ظلمت تو کفار کی مجلس تھی جسکو چھوڑ کر وہ حضور نبوی میں آئے۔ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم +

میں نے کئی ڈاکوؤں سے پوچھا ہے کہ تمہیں کبھی رحم نہیں آتا۔ تم کیسے حیرت انگیز بے رحمی کے کام کرتے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں رحم آتا ہے

مگر تنہائی میں۔ لیکن جب ہم اپنے ہجولیوں میں بیٹھتے ہیں تو پھر سب کچھ بھول جاتا ہے۔ یہ اِن کی صحبت کی ظلمت کا اثر ہے) مواعیظ نبوی آہستہ آہستہ اثر کرتے رہے۔ پھر اللہ کے احکام کی تعمیل کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اور چونکہ احکام الٰہی کے مظہر اول ملائکہ ہوتے ہیں۔ اسلئے ان پر ایمان لاتا ہے جو اِسکے دل میں پاک تحریکیں کرتے ہیں۔ تو یہ ان کی تحریکات کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ پھر اِسکے بعد چونکہ ملائکہ کا تعلق شدید نبی سے ہوتا ہے۔ اِسلیئے اسکی باتوں پر ایمان لاتا ہے اور اُنکی تعمیل کرتا ہے۔ وہ نبیؐ کو پہلے ہی دیکھتا تھا۔ مگر وہ دیکھنا درصل نہ دیکھنا تھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ینظرون الیک وھم لا یبصرون۔ اِسکے بعد اسکی معرفت بڑہتی ہے اور وہ نبی کو اُسکی نبوت کی حیثیت سے پہچانتا ہے تو اُس کی کتاب کو پڑہتا ہے۔ پھر جزا و سزا کے مسئلہ پر ایمان لاتا ہے۔ اور اِس طرح اُس کا ایمان آہستہ آہستہ بڑھتا ہے۔ چنانچہ جبریلؑ کے سوال ماالایمان کے جواب میں نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ ان تؤمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ +

غرض جب مومن کفر و شرک کی ظلمات سے قوم کے رسوم قوم کے تعلقات بزرگوں کی یادداشتوں کی ظلمات سے صحبت نبوی کی برکات کے ذریعہ نکلتا ہی اور اُسکے دل سے حب لغیر اللہ اُٹھتی جاتی ہے تو پھر وہ اللہ جل شانہ کے سارے احکام کو شرح صدر سے مانتا۔ اور اُسکے لیئے تمام ماسوے اللہ کے تعلقات کو توڑ دیتا ہے اور محض اللہ ہی کا ہوجاتا ہے۔ تو یہ تیسرا درجہ ہے جسے احسان کہتے ہیں +

اور یہ مومن کی اُس حالت کا نام ہے جب اسے ہر حال میں اپنا مولیٰ گویا نظر آنے لگتا ہے۔ اور وہ مولیٰ کی نظر عنایت کے نیچے آجاتا ہے۔ اور وہ غالبًا اسکی رضامندی کے خلاف کوئی حرکت و سکون نہیں کرتا چنانچہ جبرئیلؑ کے سوال اخبرنی

عن الاحسان ۔ کے جواب میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ان تعبد اللہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك تو اللہ کی فرمانبرداری ایسی کرے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تو نہیں دیکھتا تو یہ سمجھے کہ وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ مثال کے طور پر یہ دیکھ لو۔ جب انسان کسی امیر یا بادشاہ کو اپنا محسن و مربی سمجھے تو پھر اس کے سامنے اور سب کچھ بھول جاتا ہے۔ اور اُسکے مقابل میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا۔ یا مثلاً بعض لوگ مکان بناتے ہیں تو اسکی تعمیر کی فکر میں ایسے مبہوت ہوجاتے ہیں کہ گویا مکان میں فنا ہوگئے ہیں۔

مومن کو چاہیئے کہ اس طرح پر اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا ہوجائے۔ یہاں تک کہ اسکے بغیر اُسے کوئی خیال نہ رہے۔ اس درجہ احسان کو دوسرے لفظوں میں تصوف کہتے ہیں۔ اور اِن کا نام صوفی ہے لصفاء اسرارھم وقفاء احفادھم اِن کے دلی خیالات صاف ہوتے ہیں۔ اُنکے اعمال میں کوئی کدورت نہیں ہوتی۔ ان کا معاملہ اللہ کے ساتھ صاف ہوتا ہے۔ وہ خدا کے حضور احکام کی تعمیل کے لیئے اول صف میں کھڑے ہونیوالے ہوتے ہیں۔ وہ اس دارالغرور میں دل نہیں لگاتے۔ چنانچہ تصوف کی تعریف میں فرمایا۔ التجافی من دارالغرور والانابتہ الی دارالخلود صوفی موت کی تیاری کرتا ہے قبل اسکے کہ موت نازل ہو۔ ظاہری و باطنی طور پر پاکیزہ رہتا ہے۔ یہاں تک کہ تجارت و بیع اسکو اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں کرتی (رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ) اصحاب صفہ انہی لوگوں میں سے تھے۔ یہ لوگ دن بھر محنت و مشقت کرتے اس سے اپنا گزارہ کرتے۔ اور اپنے بھائیوں کو بھی کھلاتے اور پھر رات بھر وہ تھے اور قرآن شریف کا مشغلہ۔

یہ قوم کس طرح تیار ہوئی؟ صحابہ میں تین گروہ تھے۔ بعض ایسے کہ حضور نبوی میں آئے۔ کچھ کلمات سنے۔ کچھ مسائل پوچھے۔ پھر چلے گئے۔ اور بس۔ نماز پڑھ لی زکوٰۃ

دی۔ روزہ رکھا۔ بشرط استطاعت حج کیا اور معروف امور کے کرنے۔ اور نواہی سے رکنے میں حسب مقدور کوشاں رہے +

اور بعض ایسے جو اکثر صحبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ میں بیٹھے رہتے۔ اس مخلوق کے اندر ایمان رچا ہوا تھا۔ سخت سے سخت تکلیف و مصیبت اور دکھ اور اعلیٰ درجہ کی راحت آرام اور سکھ میں ان کا قدم یکساں خدا کی طرف بڑہتا تھا +

انہی لوگوں میں سے خواص ایسے تیار ہو گئے کہ خدا اُن کا متولی ہو گیا۔ مجھے اس موقع پر ایک مصرع یاد آگیا ؎ قوم همو همم با الله قد علقت +

وہ ایسے لوگ ہیں کہ سارا خیال ان کو اللہ کا رہتا ہے اور اسکے بغیر کسی کے ساتھ حقیقی تعلق نہیں رکھتے۔ نبی کی اتباع وہ کرتے ہیں۔ مگر اسلیئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا باد شاہ کی اطاعت کرتے ہیں تو اسی لیئے کہ اللہ نے حکم دیا۔ بیوی بچوں سے نیک سلوک بھی اسی لیئے کرتے ہیں۔ وہ دنیا کے کاروبار کرتے ہیں۔ چھوڑ نہیں بیٹھتے۔ مگر یہ سب باتیں یہ سب کام انکے للہ ہوتے ہیں۔ فرمایا ؎

فمطلب مولٰهم وسیلهم باحسن مطلبهم للواحد الصمد

نبی کریم صلعم کس طرح تصوف کی طرف توجہ دلاتے تھے ؟ +

سو اس بارے میں میں بتا چکا ہوں کہ پہلے اسلام سکھاتے تھے پھر ایمان بڑہتا جاتا تھا اور اخیر میں احسان کا درجہ تھا +

چنانچہ فرماتا ہے یتلوا علیهم ایاته ویزکیهم ویعلمهم الکتٰب والحکمة یعنے پہلے لوگوں کو احکام الٰہی سنائے جاویں۔ ان کو کتاب و حکمت سکھائی جاوے پھر ان کا تزکیہ ہو۔ تین مرتبے ہیں۔ تیلوا۔ یعلمهم۔ یزکیهم۔ حدیث میں ان کو اسلام ایمان۔ احسان سے تعبیر فرمایا گیا ہے +

تزکیہ کس رنگ میں فرماتے؟۔ رسول کریم جب اپنا فرماں بردار کسیکو دیکھتے

تو پھر اُسکے لیئے دعائیں کرتے - اور اسی طرح پر اللہ کا فضل خصوصیت سے اسپر نازل ہوتا - اور خدا تعالیٰ خود اُسکا متولی ہوجاتا ۔

صحابہ میں بھی تین قسم کے لوگ تھے - ایک معلّم - چنانچہ ابو ہریرہ رض ، عبداللہ بن عمر رض - انس بن مالک رض - یہ جسقدر لوگ ہیں احکام سناتے رہے ۔

صحابہ میں بعض خواص ایسے تھے کہ ان سے بہت کم احادیث سناتے جیسے خلفاء راشدین بالخصوص حضرت ابو بکر رض - مگر جو حدیثیں انہوں نے سُنائیں وہ جامع ہیں - کہ ان سے بہت سے احکام نکل سکتے ہیں ۔

بعد اسکے جب لوگوں میں کمی آگئی تو صحابہ کے آخری اور تابعین کے ابتدائی زمانے میں بادشاہ الگ ہوگئے - اور معلّم لوگ الگ - جو معلّم اسلام کے تھے - وہ فقہا کہلائے - گویا ایک طرف بادشاہ تھے اور ایک طرف فقہا - جن کے ذمے تعلیم کتاب اور تزکیہ یا احسان کا کام تھا - یہی اہل اللہ تھے - چونکہ ایک وقت میں دو خلفا بیعت نہیں لے سکتے - اس لیئے ان لوگوں نے بجائے بیعت کے کچھ نشان اپنی خدمتگزاری کے مقرر کر لیئے ۔

مشہور پیر قافلہ جنید بغدادی رح ایک دفعہ بچے ہی تھے کہ مکہ معظمہ میں اولیائے کرام کی صحبت میں چلے گئے - جہاں محبت الٰہی پر مکالمہ ہو رہا تھا - ان لوگوں نے کہا کیوں نہیں - اس پر اُنہوں نے کہا :-

لہ عبد ذاھب عن نفسہ - متصل بذکر ربہ - قائم باداحقہ - ان تکلم فباللہ وفی اللہ وان تحرک فبامر اللہ - وان سکن فمع اللہ - جسکے مختصر معنی یہ ہیں کہ صوفی وہ ہے جو اپنا ارادہ سب چھوڑ دے - کام کرے مگر خدا کے حکم سے - ہر وقت خدا کی یاد سے اسکا تعلق وابستہ رہے - وہ بیوی سے صحبت کرے مگر اس لیئے کہ عاشروھن بالمعروف - کا حکم ہے - کھانا کھائے - مگر اسلیئے کہ کلوا خدا کا حکم ہے - یہ بڑا سخت مجاہدہ ہے

میں نے خود تجربہ کرکے دیکھا ہے۔ آٹھ پہر میں انسان اسمیں کئی بار فیل ہو جاتا ہے الامن عصمہ اللہ۔ غرض وہ شخص اللہ کے تمام احکام ادا کرتا ہے۔ جب بولتا ہے تو خدا کی تعلیم کے مطابق۔ بلتا ہے تو اللہ کے حکم سے۔ ٹھہرتا ہے تو اللہ کے ارشاد سے۔
یہ سُن کر سب چیخ اُٹھے کہ یہ عراقی لڑکا تاج العارفین نظر آتا ہے۔ اِنکے اتباع بہت لوگ نظر آتے ہیں۔

غرض معلمین سے ایک گروہ تو فقہا کا تھا۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ۔ شافعی۔ مالک احمد بن حنبل۔ داؤد۔ امام بخاری۔ اسحٰق بن رہویہ۔ رحمہم اللہ۔ یہ سب لوگ حامئیے اسلام گزرے ہیں۔ انہوں نے بادشاہوں کا ہاتھ مضبوط بنایا۔

دوسرا گروہ متکلمین کا ہے۔ جن میں امام ابوالمنصور الماتریدی۔ الامام ابوالحسن الاشعری ابن حزم امام غزالی۔ امام رازی۔ شیخ تیمیہ۔ شیخ ابن قیم رحمہم اللہ ہیں۔

تیسرا گروہ جنہوں نے احسان کو بیان کیا ہے۔ اِن میں سید عبدالقادر جیلانی رح بڑا عظیم الشان انسان گزرا ہے۔ اِن کی دو کتابیں بہت مفید ہیں۔ ایک فتح الربانی دوم فتوح الغیب۔ دوسرا مرد خدا الشیخ شہاب الدین سہروردی رح ہے جنہوں نے عوارف لکھکر مخلوق پر احسان کیا ہے۔ تیسرا آدمی جسکے بارے میں بعض علما نے جھگڑا کیا ہے۔ مگر میں تو اچھا سمجھتا ہوں۔ شیخ محی الدین ابن عربی رح ہے۔ پھر ان سے اُتر کر امام شعرانی رح گزرے ہیں۔ پھر محمدؐ انصاری رح ہیں۔

ہزار صدی کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب رح ہیں۔ مجدد الف ثانی رح ہیں۔ اِن لوگوں نے اپنی تصنیف پر زور دیا ہے۔ مگر صرف روحانیت سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا نام سکھایا ہے۔ اِن میں حضرت معین الدین چشتی ہیں۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی ہیں۔ حضرت فرید الدین شکر گنج ہیں۔ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی ہیں۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی ہیں رحمہم اللہ۔ یہ سب کے سب خدا کے خاص بندے تھے۔ انکی

تصانیف سے پتہ لگتا ہے کہ انکو قرآن شریف و احادیث سے کیا محبت تھی۔ نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا تعلق تھا۔ یہ بے نظیر مخلوقات تھی۔ بڑا بدبخت ہے وہ جو ان میں سے کسی کے ساتھ نفار رکھتا ہو۔ یہ باتیں میں نے علی وجہ البصیرت کہی ہیں +

ایک نکتہ قابل یاد سنائے دیتا ہوں کہ جسکے اظہار سے میں باوجود کوشش رُک نہیں سکا۔ وہ یہ کہ میں نے حضرت خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ انکو قرآن شریف سے بڑا تعلق تھا۔ اُنکے ساتھ مجھے بہت محبت ہے۔ ۷۰ برس تک انہوں نے خلافت کی ۲۲ برس کی عمر میں وہ خلیفہ ہوئے تھے۔ یہ بات یاد رکھو کہ میں نے کسی خاص مصلحت اور خالص بھلائی کے لیئے کہی ہے +

مہاتما کی یاد

راج دولارے احمد پیارے — عرش کے تارے جگ اجیارے
صلے اللہ یا سرورِ عالم — در پہ کھڑا جبرئیل پکارے
فرش بنا ہے آپ کی خاطر — عرش سجا ہے آپکے مارے
اوپر نیچے آگے پیچھے — آپ ہی رہنا ساتھ ہمارے
ڈوب چلی منجدھار میں نیّا — اَب تو خبر لے کھیون ہارے
اپنا موے جب ہو بیلی — پھر بندہ کیوں ہمت ہارے
کیسے لکھوں بپتم کہ پاتی — کاجج تھوڑا رنج گھنا رے
خالی نہ جانے پائے بھکاری — در پہ کھڑا ہے ہاتھ پسارے
ہنا میں تم بن چین نہیں ہے — اب تو بلا لو اپنے دوارے
کہاں ہے دارا کہاں سکندر — چن چن کر سب موت نے مارے
یہ چرچے تو یوں ہی رہیں گے — ہاں نیّا کچھ اور سنا رے

۷۸۶

تازہ خیالاتِ حضرتِ اکبر

میں نے آیاتِ الٰہی کو الاپا دیس میں — اپنی دُھن میں پیرویِ لہجۂ قاری نہ کی
ہے اگر سائنس مذہب سے جدا تو یہ کہو — قدرتِ حق نے مذاہب کی طرفداری نہ کی
شیخ بھی کِھسکے مریدوں کو جو دیکھا منتشر — جب محیط آوارہ تھا مرکز نے خودداری نہ کی

جب فقیری کا نہو آسرا تو چھوڑیں تخت کیوں — گردشِ گردوں کو ابراہیم اَدہم کیا کریں
مرشِدوں میں سے تو ہر اک جانتا ہی اپنا کام — ہاں مرید اب تک نہیں واقف ہوئے ہم کیا کریں
میم کی خواہش ہے ہمکو ہی نصیبن جائیں گھر — لینڈو کی ہے ضرورت ہم یہ ٹمٹم کیا کریں

ذوقِ عرفاں جو نہ ہو بادہ پرستی اچھی — ہوش اگر دین سے غافل ہو تو مستی اچھی
بُت جو مہنگے ہیں تو ہم یادِ خدا کیوں نہ کریں — ہم غریبوں کو وہی شئے جو ہو سستی اچھی
بحث اِس وقت نہیں مقبرہ و مسجد کی — مگر الحاد سے ارواح پرستی اچھی

میں نے جو کہا دیکھو تو ذرا اب قوم پہ کیا جوبن ہے — وہ ہنسکے لگے کہنے صاحب یہ تم نہیں ملٹن ہے

حرم والوں سے کیا نسبت بھلا ہم اہلِ ہوٹل کو — وہاں قرآن اُترا ہے یہاں انگریز اترتے ہیں

مجھے اِس درس سے خواہش تھی روحانی ترقی کی — یہاں ہر چیز لیکن مادّی و عنصری نکلی
توقع تھی شکم بھی ہوتا ہے پُر قومی دفتر میں — مگر جانچا تو نقشوں کی فقط خانہ پُری نکلی

آپ بنگلوں میں ہیں مسرور تو پھر ہم کو کیا
آپ مسجد سے ہوئے دور تو پھر ہمکو کیا

آپ عہدوں پہ ہیں مغرور تو پھر ہم کو کیا
جاہ ہے آپ کو منظور تو پھر ہمکو کیا

ہمیں اُبھریں گے کبھی گو ابھی پستی میں ہیں
آپ وہموں کی طرح دامنِ ہستی میں ہیں

ہے تگاپو اِسقدر مرکز مگر کوئی نہیں
فرنیچر ہم لے رہے ہیں اور گھر کوئی نہیں

کتنی ہیں آہیں کرینگے تیرے لکا ہم رفام
سب مگر شہرت طلب ہیں با اثر کوئی نہیں

کیمپ میں پاتا ہوں یارو نکو جو کودن بیشتر
یہ اثر ہے اصطبل کا ورنہ خر کوئی نہیں

نہیں سائنس واقف کارِ دیں سے
خدا باہر ہے حدِ دوربیں سے

مشینوں نے کیا نیکوں کو رخصت
کبوتر اڑ گئے انجن کی بِہیں سے

بساطِ حلقۂ مینوسپل دیکھ
تجھے کیا کام ہے جاپان و چیں سے

قائم ہی بوٹ اور موزا رکھیئے
دل کو مشتاقِ مس ڈلیوزا رکھیئے

ان باتوں پہ معترض نہوگا کوئی
پڑھیئے جو نماز اور روزہ رکھیئے

تقدیر ہی کے ہاتھ ترقی کی باگ ہے
کلد کو دیکھئے اب لیپ ڈاگ ہے

شامی کے آگے ٹیمز کا دلچسپ پاٹ ہے
گنگو کی جاں فزائی کو گنگا کا گھاٹ ہے

ڈوبے ہوئے ہیں یہ بھی مگر اتنی بات میں
پیرو بھی بہ رہے ہیں خیالی فرات میں

یہ اتنی ستر پوشی تیری اے شرقی غنیمت ہے — دیئے جا چندہ بس تعلیم کی غرقی غنیمت ہے

مفقود ہے گو کہ آج یارونیشن — صد شکر ہو اظہور کارونیشن
مانگو خالق سے حضرت جارج کی خیر — تم بھی ہو جاؤ گے ڈومارونیشن

نغمۂ قومی کا مطرب آجکل ہے ٹرسٹی — تال ہے ذکر ترقی سم ہے یونیورسٹی
دین کی الفت دلوں سے انکے یونہی گر مٹی — مسلم اُٹھ جائینگے رہجائیگی یونیورسٹی

کالج و ٹیچر و حکام ہمہ در کار اند — تا تو پاسے بکف آری کنی عہد پری
طاعت حق بھی مگر شرط ہے روٹی جو ملے — شیخ سعدی نے کہا کہ بغفلت نخوری

عزم کر تقلید یورپ کا ہنر کے زور سے — لطف کیا ہے لدیئے موٹر پہ زر کے زور سے

دیکھ آئے قوم سنتے تھے جسے — چند لڑکے ہیں تشن اسکول کے

کریما بہ بخشائے برحال بندہ — کہ ہستم اسیر کمیٹی و چندہ
کریما بہ بخشائے برحال قوم — صلوٰۃ است رائج درایشاں نہ صوم

انظر الی الابل کا تصور جو دل میں ہے — یہ ہی وجہ ہے کہ آجتک آنزابل میں ہے

عجب کیا اسکی نظموں کی جو پبلک قدر کرتی ہو — وہ اکبر کی زباں پر ہے جو خلقت پر گزرتی ہو

انوکھے ہیں مشاغل حضرت اکبر کے ان دنوں — الم ترکیف بیٹھے پڑھ رہے ہیں فیل خانے میں

میں نے اختلاف کیا آپ سے اگر — غصہ عبث ہے آپکا نوکر نہیں ہوں میں

اے قبلہ مجھ پر آپ چڑھے آتے ہیں یہ کیوں — ممبر اس انجمن کا ہوں منبر نہیں ہوں میں

اکبر الہ آباد

۱۹۲۷ء

ایک مخلص کی نکتہ چینی

جناب خواجہ صاحب،

السلام علیکم۔ مبارک! مبارک!! مبارک!!! مزاج شریف،

افسوس آپنے مجھے تشریف لیجاتے وقت یاد کیا نہ واپسی کے وقت۔ دل کی حسرتیں دل ہی میں رہ گئیں۔ آپنے مجھے بھلادیا۔ جسکے سبسے زیادہ نقصان جو مجھے پہنچا وہ یہ ہے کہ مدینہ کی حاضری کے وقت آپنے میرا نام نہ لیا۔ مجھ بدنصیب کی درِ مصطفےٰ پر سفارش نہو سکی۔ خیال تھا کہ جب تک آپ کا قیام ارضِ پاک میں رہیگا۔ اور اس اثنا میں مجھے آپ کو یاد دہانی کرنے کا کافی موقع ملیگا۔ مگر بدقسمتی کا کیا علاج۔ بہرحال میں تہ دل سے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اور حلقۂ نظام المشائخ کی بنیاد مستحکم کرنے اور اسکو چاروں گھونٹ پھیلانے میں جسقدر مستعدی سے آپنے کام لیا ہے۔ اُسکا اظہار الفاظ میں نہیں کرسکتا۔ دعا ہے کہ "وہ" حلقہ والا آپ کو اجر دے۔ آمین +

مہربانی فرماکر میرا مفصلہ ذیل خط دعا خانہ میں شائع کردیجئے۔ اگر دعا خانہ میں گنجائش نہ ہو تو کسی اور جگہ سہی +

دعا خانہ بھی عجیب ایجاد ہے۔ بہتوں کا اس سے بھلا ہوتا ہے کیا عجب ہے کہ میری عقدہ کشائی بھی اس سے ہوجائے +

مشائخین! اس دعا خانہ میں عجب عجب مطلب دیکھنے میں آتے ہیں۔ کوئی پیٹ کو روتا ہے۔ کوئی تن کو اور کوئی آبرو۔ غرض سب دنیا کی دہندوں میں لتھڑے پڑے ہیں۔ مگر میں مصیبت زدہ ایک نئی داستان لیکر، کروڑ مسلمانوں کیخدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ آپ کا یہ فرض ہے کہ خود دعا کریں۔ اور اپنے دوستوں سے اسکی دعا کرائیں

ورنہ حشر میں دامنگیر ہونگا ؛

قبلہ حسن نظامی! کیا ۷ کروڑ مسلمانوں میں ایک بھی ہندی مسلمان ایسا نہیں رہا جو سلف کے روحانی جادوگروں کا حقیقی قائم مقام ہو؟ ؛

اگر قدیم زمانہ میں اولیائے کرام صرف آنکھ کے اشارے سے ایک مرتد کو مقبول بندگان خدا میں سے کر دیتے تھے تو کیا اب ایسا بھی بزرگ نہیں رہا جو دعا میں بھی اتنا اثر رکھتا ہو کہ ایک گم گشتہ کو راہ پر لے آوے۔ اگر آپنے حلقہ قائم کیا ہے تو ایسے خدا رسیدہ بزرگوں کا پتہ لگایئے جو کہ حلقہ کی جان ہوں ورنہ پیٹ پالنے والے مشائخین تو میں نے بیسیوں دیکھے ہیں۔ ہاں تو میرا مطلب یہ ہے کہ للہ کوئی صاحب (بلکہ تمام مسلمان) میرے حال پر رحم کریں۔ ورنہ قیامت میں میں صاف کہدونگا کہ میری فریاد کسی نے نہیں سُنی۔ وہ یہ ہے کہ مجھے نماز کی عادت نہیں! میں بہتیری کوشش کرتا ہوں کہ نماز نہ چھوڑوں۔ بارہا میں نے عہد کیا ہے کہ اب آیندہ نماز ترک نہ ہوگی۔ مگر افسوس صد افسوس کہ کامیاب نہ ہوا۔ سستی اور خدا کی پھٹکار نے یہاں تک اثر کیا کہ امسال کلام مجید بھی نہیں سنایا۔ (یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ میں خیر سے حافظ ہوں) آہ! تلاوت کلام مجید کا تو ذکر ہی کیا۔ جب نماز ہی ادا نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ جس فرض سے والدین سبکدوش ہو چکے ہیں میں اپنے ہاتھوں اُسکا ستیاناس کر رہا ہوں ؛

پس میری یہ تمنا ہے کہ کوئی ایسا نسخہ کیجئے کہ میں خود بخود اللہ کی طرف مشغول ہو جاؤں۔ اور اُسکی کتاب کی پوری پوری حفاظت کروں ممکن ہے کہ انگریزی تعلیم کا یہ نقص ہو کیونکہ زیادہ تر انگریزی خواں سب بے نماز ہوتے ہیں۔ مگر جب ان تعلیم یافتہ نوجوانوں کو دیکھتا ہوں جو نماز کو سر کام سے مقدم جانتے ہیں تو صرف اپنے تئیں ملزم قرار دیتا ہوں ؛

اب مجھے یہ دیکھنا ہے کہ ہندوستان میں کوئی پُرانی یادگار باقی بھی ہے۔ یا نہیں۔ اور کوئی روحانی اثر اور قوت رکھنے والا موجود ہے یا نہیں۔ جو شخص اس کام کا ذمہ لے۔ اسکے لیئے ایکروپیہ کی شیرینی پیش کرتا ہوں۔ مگر چونکہ یہ کام دعا کے ذریعہ سے ہونا چاہیئے۔ اس لیئے اس مد میں ایکروپیہ ارسال ہے۔ خواہ حلقہ نظام المشائخ میں جمع کیجئے خواہ اہل ذمہ کے سامنے شیرینی رکھدیجیے +

چونکہ یہ کام ایسا نہیں ہے کہ جسکے لیئے اس طرح منت مانی جائے کہ "اگر میرا مطلب پورا ہوا تو اسقدر روپیہ نذر کرونگا"۔ کیونکہ اس مطلب کے پورے ہونیکی تو جیتے جی خبر نہیں ہو سکتی۔ اور زندگی میں کسی وقت بھی یقین نہیں کیا جا سکتا کہ میرا مطلب پورا ہوگیا۔ اور اب نماز کبھی ترک نہ ہوگی۔ اس لیئے یہ عرض ہے کہ جب میں باقاعدہ نماز پڑھنے لگوں گا۔ اور آپ لوگوں کی دعا سے کچھ عرصہ تک نماز ترک نہوگی تو عہ روپیہ ماہوار کے حساب سے حلقہ کو نذرانہ بھیجنا شروع کرونگا۔ اے خدا تو میرے حال پر رحم کر۔ آمین ثم آمین +

مفصلۂ ذیل الفاظ بھی نظام المشائخ میں جگہ پانے کے متلاشی ہیں۔

بھائی واحدی۔

تسلیم۔ میں کیا اور میری بساط کیا۔ افسوس ہی کہ زمانہ طالب علمی ہے اور جیسی میرے دل میں آگ لگ رہی ہے اُسکے مطابق آپ کی خدمت انجام نہیں دے سکتا۔ امید ہے کہ جو کچھ بھی مجھسے ہوگا وہ قبولیت کی نظر سے دیکھئے گا۔ اور میری عیب پوشی ملحوظ خاطر رکھیئے گا +

جس نظام المشائخ فنڈ کا ذکر آپنے ۲۰ شوال کے پرچہ صفحہ ۵ پر کیا ہے اُس میں ایک روپیہ قبول فرمایئے +

میرے بزرگ مولوی سعید احمد صاحب مارہروی کا دلچسپ عبرت خیز مضمون "ہندمیں

اشاعتِ اسلام کسقدر دیانت داری اور محنت سے لکھا گیا ہے۔ الفاظ نہیں ملتے جن میں شکریہ ادا کیا جائے۔ خدا مولانا موصوف کو اجر دے اور اُنکے بازو میں قوت اور اُنکے دستِ کرم کو ہدایت دے کہ وہ آیندہ اپنی اس عنایت کو جاری رکھیں۔ اور جو تجویز آپنے پیش کی ہے وہ نہایت ہی اچھی ہے۔ خدا کرے کہ اہلِ قلم اور اہلِ علم اِسطرف متوجہ ہوں۔ اور مولانا موصوف کی پیروی کریں۔ آمین +

واقعی افسوس کی بات ہے کہ حلقہ کے مقاصد میں حفاظت و اشاعت اسلام کا صاف صاف پتہ نہیں چلتا۔ بحیثیت خادم حلقہ میں مولانا موصوف سے معافی مانگتا ہوں۔ اور خواجہ صاحب کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ مقاصد میں فوراً اسے شامل فرمائیں+

مولانا موصوف کی تجویز "اشاعت و حفاظت اسلام فنڈ" میں میں بسم اللہ کرتا ہوں اور دو روپیہ ارسال کرتا ہوں۔ جس طریقہ سے مولانا موصوف فرمائیں حلقہ کو صرف کرنے کا اختیار ہے۔ مگر مولانا کی تجویز کے مطابق"+

علی نصرتی کے متعلق یہ صاف لکھیئے کہ اِسکی تعلیم کہانتک ہو چکی ہے۔ کیا کلام اللہ وغیرہ حفظ کر چکا ہے۔ عربی زبان کے علاوہ اور کونسی زبان جانتا ہے اور کیا لکھنا پڑھنا بھی آتا ہے؟ +

علاوہ ازیں جب اُسکے دادا نے اِسے خواجہ صاحب کے سپرد کیا تو کیا کہا تھا اِسکے دادا کے علاوہ اِسکے کون کون قریبی رشتہ دار زندہ ہیں۔ اور کیا کام کرتے ہیں۔ کسقدر عرصہ کے بعد علی نصرتی کو واپس جانے کی اجازت ملیگی۔ علاوہ ازیں اِسکے اخراجات کی بابت اِسکے دادا وغیرہ نے کچھ کہا تھا یا نہیں۔ اِن تمام معاملات پر مفصل روشنی ڈالنی چاہیئے تاکہ پبلک اسکے اخراجات کا انتظام کرے۔ نیز یہ بھی لکھیئے کہ جب تک درسگاہ تصوف تیار ہو۔ اُسوقت تک علی نصرتی کے لیئے کیا فیصلہ ہوا ہے کہ کیا کام کرے گا۔ مجھے امید ہے کہ بذریعۂ رسالہ اِن معاملات کی وضاحت

سے بیان کیا جائے گا۔

ماسوا اسکے اگر خواجہ صاحب مجھے اپنے ضمیر سے کام لینے کی اجازت مرحمت فرمائیں تو یہ بھی ضرور دریافت کروں گا کہ مصر سے جو کتب خریدی گئی ہیں وہ کس زبان میں ہیں اور کیا حلقہ کی انتظامیہ کمیٹی سے خواجہ صاحب نے اجازت لے لی تھی کہ سو روپیہ کی کتب حلقہ کے فنڈ سے خریدی جائیں۔ میرے خیال میں کل کاروائی باضابطہ ہونی چاہیئے۔ ورنہ یوں تو میں اُنکی خیر خواہی کا قائل اور دل سے مشکور ہوں۔

اب رہا درسگاہ تصوف کا ذکر۔ اِسمیں پیشقدمی کرنا میں مناسب نہیں سمجھتا علماء اور مشائخین کی طرف سے تجاویز پیش ہونی چاہئیں۔ اسکے بعد جو سکیم میرے دماغ میں سمائی ہے پیش کرونگا۔ مگر جلدی کیجئے۔ وقت بہت ہی کم ہے۔ اس بات کو وضاحت سے سمجھانا ضروری ہے کہ دہلی میں درسگاہ کیوں نہو۔ اور اجمیر میں کیوں ہو ورنہ میں بیان کرونگا کہ دہلی کے سوا اور کہیں نہیں ہونی چاہیئے۔

نظام المشائخ بہ لحاظ مضامین اپنی قدیمی حالت سے گر گیا ہے۔ اسکے مقاصد میں جو بات تھی وہ اب نہیں رہی۔ مشائخین اور اولیائے کرام کے تذکروں کا ذخیرہ غالبًا اب ختم ہو چکا ہے۔

جو تجویز میں نے اپنے اُس خط میں جو تین چار ماہ ہوئے۔ نظام المشائخ میں شائع ہوا تھا پیش کی تھی۔ اسکی طرف کسی نے بھی توجہ نہیں کی۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ نظام المشائخ کو ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ اور بہت کمزوریاں موجود ہیں۔ بعض مضامین ایسے ہوتے ہیں جنکو تصوف سے مطلق تعلق نہیں۔ ترتیب مضامین بالکل خراب ہوتی ہے۔ حلقہ نظام المشائخ کے مقاصد اور رسالہ نظام المشائخ کے اغراض ہر پرچہ کے ٹائٹل پیج کے اندرونی صفحہ پر چھپنے ضروری ہیں۔ مگر روپیہ کمانا مسلمانوں کا اہم مقصد ہوگیا ہے۔ اِسی وجہ سے مقاصد و اغراض کی جگہ اشتہارات

نیفین، ل ۔

مضامین نثر و نظم بالکل علیحدہ علیحدہ ہونے چاہئیں۔ موجودہ زمانہ میں خلط ملط اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ "چھاونی نیمچ ملک مالوہ ....." کا مضمون اس رسالہ میں ہرگز ہرگز دلچسپی نہیں رکھتا۔

اس قسم کے خطوط یا اور قسم کے نوٹ جن کو مضامین رسالہ سے تعلق نہیں مگر جن کا چھپنا ضروری ہے مثلاً علی لنصرتی کے متعلق مزید حالات! درسگاہ تصوف کی بحث۔ اڈیٹر بیل وغیرہ یہ سب ضمیمہ کی صورت میں رسالہ کے اخیر میں مگر تتمہ رسالہ کے حصہ سے پہلے چھپنے چاہئیں۔

اسقدر وقت نہیں کہ نفس رسالہ کے متعلق بحث کروں۔ لہذا آئندہ کے لیئے ملتوی کرتا ہوں۔ ان سب امور پر غور فرمائیے۔ پبلک کے سامنے لائیے اور رائے طلب کیجئے۔ پھر معلوم ہوگا کہ کیا حالت ہے۔

امید ہے کہ میرے تمام اعتراضات نیک نیتی پر مبنی سمجھے جائینگے۔ اور کسی قسم کی بدگمانی نہ ہوگی۔

ایک اور ضروری امر ہے وہ یہ کہ اس لحاظ سے کہ خواجہ صاحب مصر اور بیت المقدس اور مدینہ منورہ وغیرہ مقامات میں ہو آئے ہیں۔ اور وہاں ہم لوگوں کا تعارف کر چکے ہیں۔ اور مسلمانوں کے حالات کا ایک نقشہ کھینچ آئے ہیں (اسلیئے) ان لوگوں پر جن کو حلقہ سے تعلق ہے یہ فرض ہوگیا ہے کہ اُنسے (اہل مصر وغیرہ سے) تعلقات اور مراسم پیدا کریں۔ اور اس آڑے وقت میں جبکہ اُنپر تثلیث کے ظلم ہو رہے ہیں اُن کی مدد کریں۔ اور فلاکت زدہ مظلوموں کے لیئے ایک فنڈ حلقہ کی جانب سے بھی کھولدیں۔

میں اسمیں اپنی حیثیت کے موافق ایک روپیہ نذر کرتا ہوں۔ امید ہے کہ اس فنڈ

کی ابتدا ہوتے ہی مشائخین اپنے آپ کو عملی خیر خواہ اسلام ثابت کرنیکی کوشش فرمائینگے۔

دعاخانہ (عدہ) نظام المشائخ فنڈ (عہ) اشاعت و حفاظت اسلام فنڈ (لعہ) امداد مظلومان تثلیث (عہ) جملہ ۵ روپیہ کا منی آرڈر قبول فرماکر ممنون فرمائیں اور اپنی خیریت اور اپنی رائے صائب سے مطلع فرمائیں۔

جواب کا منتظر فیاض (علیگ) از سول لائن آگرہ

حلقہ کے اعلان صحیفہ خادم حافظ فیاض احمد صاحب پانی پتی کا خط شائع کیا جاتا ہے۔ مجھے انکی نکتہ چینی سے بہت خوشی ہوئی۔ اور باوجود علیل ہونے کے خود اسپر حاشیہ لکھنا ضروری سمجھا۔

(۱) سفر سے واپسی کے وقت میں نے خاموشی پسند کی۔ اور بے اطلاع دہلی پہنچ گیا۔ اسکی صدہا احباب کو شکایت ہے۔ یہی شکوہ عزیزم حافظ صاحب نے بھی کیا ہے۔ مگر آج مجبور ہو کر صاف صاف کہنا پڑتا ہے کہ میرے دوستوں کو اس روش سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ آئندہ تمام دکھاوے کی رسموں کو چھوڑ دیں۔ ظاہرداری کے تکلفات میں اپنی عملی طاقتوں کو برباد نہ کریں۔

(۲) جن حضرات سے میرا تعارف تھا انکی دعاگوئی میں انکی ضرورت نہ تھی کہ وہ خود تحریک کرتے۔ میں نے ان میں سے ایک کو بھی فراموش نہیں کیا۔ پھر بھلا حافظ صاحب جیسے دیرینہ مخلص کو کیونکر بھول سکتا تھا۔

(۳) حضرات مشائخ سے امید ہے کہ وہ [illegible] ہمیشہ خدا کی یاد کیلئے ضرور تبلیغ خیر کرینگے۔ مگر میں اپنے عزیز سے دریافت کرتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ کی حضوری کا [illegible] یقین رکھتے ہیں

کی بازپرس کا یقین انکو ہر وقت تعلیمی کام وقت پر پورا کرنے کی رغبت دلاتا ہے چاہئے کہ خدا کی پرسش کو بھی زیر نظر رکھیں۔ نماز کی عادت خود بخود ہو جائے گی ۔،

(۴) واحدی صاحب نظام المشائخ فنڈ کی اعانت کا شکریہ ادا کرتے ہیں ۔،

(۵) اشاعت اسلام حلقہ کے اغراض میں مضمر ہے۔ اب علانیہ عملدرآمد بھی شروع کیا جائے گا ۔،

(۶) علی نصرتی کی عمر تیرہ چودہ سال کی ہے۔ دمشق میں عربی۔ ترکی فرانسیسی پڑہتا تھا۔ جتنی تعلیم یہاں پرائمری اسکولوں میں ہوتی ہے اتنی اسنے بھی حاصل کی ہے عربی زبان اسکی مادری ہے۔ تھوڑی سی ترکی بھی جانتا ہے اور اب ٹوٹی پھوٹی اردو بھی بولنے لگا ہے۔ اسکے دادا کے علاوہ والدین بہن بھائی۔ اور سب رشتہ دار موجود ہیں اسکے دادا متوکل درویش ہیں۔ والد کی بھی کچھ معین آمدنی نہیں ہے۔ اُنھوں نے نصرتی کے اخراجات کی نسبت کچھ نہیں کہا۔ اور غالباً ان میں اسکی برداشت نہیں ہے۔ علی نصرتی کو چشتیہ طریق کی تربیت کے لیے بھیجا گیا ہے کیونکہ اِن ممالک میں چشتی بالکل نہیں ہیں۔ جب تک اسمیں صلاحیت پیدا نہو ہندوستان میں رہیگا۔ اور جب تک رہیگا۔ تصوف قائم ہو سا اردو فارسی پڑہے گا۔ چنانچہ ایک معلم اسکو پڑہاتے ہیں۔ زبان سمجھنے لگیگا تو دوسرا فکر کیا جائے گا۔ بالفعل اسکے تمام اخراجات کا میں کفیل ہوں اور کسی نے ابھی تک توجہ نہیں کی ۔،

(۷) مصر سے میں نے جسقدر کتابیں خریدیں۔ اپنی رائے سے لیں

کسی سے دریافت نہیں کیا۔ اور نہ دریافت کرنیکا وقت تھا۔ ان میں فتوحات مکیہ کی چار جلدیں ہیں جنکا حلقہ کے کتب خانہ میں ہونا لازمات سے تھا۔ اور جن کے متعلق بارہا خدام حلقہ نے خواہش کی تھی۔ انکے علاوہ اور جسقدر کتابیں لی گئی ہیں وہ سب انہی مشائخ کے حالات و تعلیمات پر ہیں جن کا معلوم کرنا مشائخ ہند کے لیئے ضروری ہے۔ یہ سب کتابیں عربی میں ہیں اور ترجمہ ہوکر شائع ہونگی ،،

(۸) درسگاہ تصوف کی نسبت ابھی کچھ فیصلہ نہیں ہوا کہ کہاں قائم ہوگی ،،

(۹) نظام المشائخ کی نسبت آپ کا یہ بالکل نرالا خیال ہے کہ باعتبار مضامین گر گیا ہے۔ حالانکہ عام رائے اسکے بالکل عکس ہے لوگوں نے تعریفوں کے پل باندھ رکھے ہیں۔ ہر شخص یہی لکھتا ہے کہ واحدی صاحب نے آپ کی عدم موجودگی میں رسالہ کو خوب چلایا۔ اور چار چاند لگا دیے۔ اسکا ثبوت یہ ہے کہ ان چار مہینوں میں اسکی اشاعت میں تعجب خیز ترقی ہوئی ہے۔ آپ کی تجاویز رد نہیں ہوں گی۔ اُنپر عمل کیا جائے گا۔ مگر ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ ترتیب کے متعلق بھی کسی کو شکایت نہیں ہوئی۔ اور عام رائے کی پسندیدگی کے سبب میں نے بھی سب بوجھ واحدی صاحب پر ڈال دیا ہے رسالہ کی موجودہ ترتیب آپ کو پسند نہیں تو کہیئے کیسی ترتیب ہونی چاہیئے۔ "کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِی شَانٍ" پر عمل کرنا چاہیئے۔ نظم و نثر کا خلط ملط اچھا معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں دوسرے رسالوں کی تقلید منظور نہیں۔ اشتہارات روپیہ کمانے کی غرض سے نہیں دیئے جاتے۔ بلکہ رسالہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیئے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ واحدی صاحب بیچارے

کتنا روپیہ جیب سے نکال کے مشائخ کی خدمت کے لیے رسالہ میں ڈال دیا؟
انکو تجارتی نفع درکار نہیں ہے مگر وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ اصل سرمایہ بھی
گھٹ جائے۔ متعدد حضرات صوفیہ کی خدمت میں رسالہ بلا قیمت جاتا ہی*

چھاؤنی نیچ کے مضمون سے بہت لوگوں کو غلط فہمی ہوئی۔ اُسکو رسالہ
سے کچھ تعلق نہ تھا۔ بلکہ وہ اشتہاروں کی طرح اُجرتی ضمیمہ تھا۔ نوٹوں میں اُسکو
لکھدیا تھا مگر احباب نے اُسکو غور سے نہیں دیکھا*

لڑائی کے زخمی بھائیوں کی مدد بیشک ہم پر لازم ہے۔ واحدی صاحب نے
ایک معقول رقم فراہم کرکے اخبار زمیندار کو بھیجدی ہے۔ اب رسالہ میں بھی
فیاض صاحب کی فیاضی سے پہل کیجاتی ہے۔ اور امداد مجروحین جنگ کا
فنڈ کھولا جاتا ہے۔ اور سب سے پہلے میں اسمیں دو روپیہ داخل کرتا ہوں آٹھ
آنے میری لڑکی حور بانو نے دئیے ہیں۔ آٹھ آنے علی نصرتی کے دیتا ہوں*

بندہ حسن نظامی

نعت

نظارہ ٹھہرتا نہیں جس پہ یہ نظر بھی — آئینہ بھی حیران ہے سورج بھی قمر بھی
اے ماہِ عرب دیکھ کے تیرے لبِ دندان — شرمندہ ہوا لعل بھی مرجان بھی گہر بھی
جیساکہ بنانا ترا خالق کو تھا منظور — رخسار بھی ویسا ہی دیا قد بھی کمر بھی
جیسے کہ مدینے میں تجلی تری پھیلی — ہر گھر بھی منور ہوا دیوار بھی در بھی
کعبہ بھی ہے اب تک تیری خوشبو سے معطر — مکہ کا ہر اک کوچہ بھی دیوار بھی در بھی
کونین کی بستی ہے ترے نام سے آباد — بستی ترا دم بھرتی ہے ویرانہ بھی گھر بھی
اے بادشہ ہر دو سرا نور سے تیرے — دل بھی مرا معمور ہوا جاں بھی جگر بھی
گلزار میں تیری نگہ فضل و کرم سے — گل بھی تر و تازہ ہوا غنچہ بھی ثمر بھی

رحمت کے لیے بھیجا ہے اللہ نے تم کو — اے رحمتِ عالم نظرِ رحم اِدھر بھی

(باقی)

جُگنو

آہ! او چھوٹے سے کیڑے آنکھ کا تارا ہی تو — موسمِ برسات میں شمعِ شبِ یلدا ہی تو
تیرگیِ شب میں رہ رہ کر چمک جاتا ہی تو — برقِ عالم سوز کا ننھا سا اک ٹکڑا ہی تو

لیلیٰ شب کے جبیں پر ریزۂ افشاں ہی تو
یا گلے میں اُسکے جُگنی بنکے آویزاں ہی تو

عاشقوں کے داغِ دل کا تجھسے چلتا ہی سراغ — اور کچھ ملتا ہوا ہے تجھ سے لعلِ شب چراغ
تاب سے تیرے جواہر کھاتے ہیں غیرت کا داغ — ہی شرابِ آتشیں سے پُر ترا زریں ایاغ

افعیِ شب دہن سے یا تو مَن اوگلا کوئی
یا ہوا میں اُڑ رہا ہے ٹوٹ کر تارا کوئی

تجھ سے آنکھیں سینکتی ہیں حسرتیں دیدار کی — آنچ تجھ میں ہی کسی کے آتشِ رخسار کی
تیرے جلوے میں تجلی ہے رخِ دلدار کی — گرمیاں پاتا ہوں تجھ میں نورِ حسنِ یار کی

جس سے دو جلوے ہیں ظاہر وہ تری تنویر ہے
ایک تیرا جسم نور و نار کی تنویر ہے

شاہدِ شب نے کیا ہی چاند سورج زیبِ سر — کان میں پہنے ہی بجلی یا کوئی رشکِ قمر
ہے ہوا پر یا کوئی پرکالۂ آتش مگر — مجمرِ سوزاں سے اُڑ کر یا کہ نکلا ہے شرر

دودِ آہِ آتشیں میں یا کہ اخگر ہے کوئی
یا اندھیری رات میں شمعِ منور ہے کوئی

ظلمتِ شب میں تری رہ رہ کے یوں ہوتی ہی تاب — ابر میں چھپ چھپ کے نکلے جیسے روئے ماہتاب
کوندتی ہو جیسے بجلی زیرِ دامانِ سحاب — یا اُلٹ دیتا ہو کوئی روئے روشن سے نقاب

کچھ عجب انداز تھم تھم کر دُنک اُٹھنے میں ہے
سحر کا نیرنگ گم ہو کر چمک اُٹھنے میں ہے

چاند کا ٹکڑا ہے تو اے شاہدِ نازک ادا
یا ہوا پر ہے کوئی ناطورۂ زریں قبا

یا کوئی ٹکڑا پری کا پر لگا کر اُڑ چلا
یا کہ پروانہ شمع کو لیکے اوپر اُڑ گیا

یا شرر ہے کوئی میری آہ آتشبار میں
یا نظر آتے ہیں تارے مجکو ہجر یار میں

شعلۂ عریاں ہے تو رکھتا ہوں میں سوزِ نہاں
میں بھی ہوں تیری طرح تفتہ جگر آتش بجاں

میری آہوں میں بھی ہیں تیری طرح چنگاریاں
آتشِ اُلفت سے سینہ مثل تیرے ہے تپاں

ہے یہ بجلی کا تماشا یا ہے تو پیشِ نظر
یا چمک جاتا ہے رہ رہ کر مرا دردِ جگر

وہ چمک تیری اندھیرا وہ شبِ دیجور کا
تجھ میں کچھ جلوہ نظر آتا ہے برقِ طور کا

رنگ کچھ ملتا ہے تجھ سے شمع کا فور کا
دستِ قدرت نے بنایا تجھکو پُتلا نور کا

تیرا پروانہ ہوں میں شمعِ تجلی جان کر
چوم لیتا ہوں میں تجکو دستِ موسیٰ جان کر

حفیظ الکریم حفیظ

شانِ محمدؐ

ہے شانِ خداوندِ جہاں شانِ محمدؐ
جبریل امیں دل سے ہے قربانِ محمدؐ

دیدارِ خدا ہوگا قیامت میں اُسیکو
جس کے لیئے ہو جائے گا فرمانِ محمدؐ

ہر طرح سے ہوتی ہے مدد غیب سے اُس کی
ہوتا ہے مدینہ میں جو مہمانِ محمدؐ

کس طرح نہو حضرتِ عیسےٰ پہ تفوق
مُردوں کو جلاتے ہیں غلامانِ محمدؐ

کیونکر نہ بلاویں گے مدینہ میں قمر کو
وہ جان سے دل سے ہے ثنا خوانِ محمدؐ

قمر الدین قمر سب اسسٹنٹ سرجن حیدرآباد

۴۸۶

ہندوستان میں اشاعتِ اسلام

میں نے ستمبر ۱۹۱۱ء کے رسالہ نظام المشائخ کو دیکھا۔ اسمیں ایک مضمون بعنوان "ہندوستان میں اشاعت اسلام" پڑھا۔ مولوی سعید احمد صاحب مارہروی نے اس مضمون کے متعلق بہت اچھی روشنی ڈالی ہے۔ مگر صاحب موصوف نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص کو اس مضمون کے متعلق کچھ معلومات ہوں وہ پیش کرے گو مشعل کے روبرو چراغ کی روشنی کی کوئی وقعت نہیں ہوسکتی۔ مگر الامر فوق الادب پر کاربند ہوکر اپنی ناچیز واقفیت کے موافق کچھ عرض کرتا ہوں۔ براہ کرم میرے اس مضمون کو رسالہ نظام المشائخ کے کسی گوشہ میں درج فرمائیں +

(ہندوستان میں سب سے اول اسلام)

صاحب تاریخ فرشتہ نے اپنی کتاب میں بحوالہ تحفۃ المجاہدین ہندوستان میں ظہور اسلام کو اس طرح درج فرمایا ہے کہ بزمانۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ملک ملیبار (مالا بار) میں جو ہندوستان کے جنوب میں ساحل پر واقعہ ہے خاندان سامری کا ایک راجا سامری نام حکومت کرتا تھا۔ اُسکی راجدہانی قصبہ کدنگلوا میں تھی۔ اس نیک باطن راجہ نے ایک شب عالم بیداری میں انشقاق قمر کا مشاہدہ کیا۔ اس مشاہدہ کا اثر اُس کے دل پر ایسا ہوا کہ اُسنے علی الصباح اُٹھکر اس معاملہ کی تنقیح و تحقیق کے لیے اپنے معتبر امرا و وزرا کو اطراف و جوانب میں روانہ کردیا۔ اور ہمہ تن خیال ہوکر نتیجہ کا منتظر رہا۔ تھوڑے عرصہ میں اُسے اسکے معتمدوں کے ذریعہ سے پتہ ملا کہ ملک عرب میں اعجاز محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے شق القمر ہوا ہے۔ یہ سنتے ہی اُس روشن خیال صاحب باطن کے دلمیں اشتیاق دیدار آں سرور عالم اس درجہ جوش زن ہوا کہ فوراً سفر کی

تیاری کرکشتی میں سوار ہوکر ملک عرب کی راہ لی۔ خدمت سرور انبیاؐ میں حاضر ہوکر قدمبوس ہوا۔ اور مشرف با سلام ہوا۔ اور کعبہ شریف کی زیارت کی۔ حضرت رسول خداؐ سے رخصت معاودت وطن حاصل کرکے ایک مختصر جماعت صحابہؓ کو تبلیغ اسلام کی غرض سے ساتھ لیکر روانہ ہوا۔ جب بندر شجرہ کے قریب شہر ظفار میں پہنچے تو سامری مرض الموت میں گرفتار ہوگیا۔ اس نیک ذات حق شناس نے اپنے ہمراہیان جماعت اسلام سے کہا کہ آپ صاحبان کو میں اپنی آخری وصیت کرتا ہوں۔ آپ واپس تشریف نہ لیجائیں بلکہ قصبہ کدنکلوا میں پہنچکر تبلیغ اسلام میں مصروف ہوں۔ صاحبان ہمراہی (شرف بن مالک۔ اخود بن الام۔ مالک بن دینا۔ ابن رضیہ۔ مالک بن حبیب ابن مالک رضؓ) نے سامری سے کہا کہ ہم لوگ اجنبی ہیں۔ تمہارے ملک کے لوگ ہندو اسلام سے بیگانہ۔ نیز یہود و نصاریٰ کو اس ملک میں بہت کچھ دخل حاصل ہے۔ ہم سے وہ لوگ اچھے سلوک سے پیش نہیں آئینگے۔ راجہ نے بڑی دیر تامل کے بعد اپنے ہاتھ اپنی قلم سے اپنے امرا کے نام بدیں مضمون تحریر کیا۔ میں بحکم خداوند لم یزل خالق ارض وسما تم سے جدا ہوتا ہوں۔ لیکن عنقریب ایک دن تم سے بہترین ملاقات ہوگی۔ تمکو مناسب ہے کہ مجھے موجود خیال کرکے دستور العمل مقررہ سے تجاوز نہ کریں۔ خوبی دارین اسیمیں ہے۔ اس وقت درویش صفت (سرادر مالک بن حبیب) مع ایک جماعت حق پرستاں کے جنکے اسمائے گرامی اوپر درج ہو چکے ہیں مجھے ملی۔ مرد کریم النفس نیک اندیش نیک اعتقاد ہیں اور کوئی برائی ان بزرگوں سے کبھی ظہور میں نہیں آسکتی بطریق سیر و سیاحت اس طرف کو آنیوالے ہیں۔ میں ان صاحبان کے حال سے واقف ہوکر تم کو سفارشاً لکھتا ہوں کہ انکے قدوم میمنت لزوم کو برکت دارین سمجھکر نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آئیں۔ اور شرائط مہمانداری بطریق احسن ادا کریں اور ان لوگوں کو بہ نسبت یہود و نصاریٰ معزز و ممتاز سمجھکر ایسی مدارات کریں کہ یہ لوگ خوش ہوکر وہاں

طرح مزاحم اور سدباب نہو۔ جس جگہ چاہیں مکان بنائیں یا مسجد بنائیں یا باغ لگائیں ہر طرح سے ہر معاملہ میں انکی پاسداری مدنظر رکھکر سعادت دارین حاصل کرو*

اس تحریر کو ختم کر کے اُن بزرگانِ دین کے حوالہ کیا۔ اور خود جان بحق ہوا۔ حضرات مذکور الصدر نے اس اللہ کے بندہ کو تجہیز و تکفین کر شہر ظفار میں دفن کیا اور وہاں سے روانہ ہوکر قصبہ کدنگلوا میں آوارد ہوئے۔ حاکم شہر کو اُن کے راجہ کا فرمان دیا۔ حاکم اور وہاں کے اُمرائنے اپنے راجہ کے حکم کو دیکھکر اُن مہمانانِ نووارد کا نہایت درجہ عزت واحترام کیا۔ اور لوازم مہمانداری بدرجۂ اتم بجالائے ؎

کرم ورزید مہماں رانکو داشت چنیں دارند مہماں راکہ او داشت

چنانچہ سب سے اول زمانۂ رسولِ خدا میں ملک ملیبار کے قصبہ کدنگلوا میں مسجد تعمیر ہوئی اس مسجد کی تعمیر سے فارغ ہوکر مالک بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ مع عیال و اطفال ملک ملیبار کی سیر کو تشریف لے گئے۔ اور چند مسلمانان ہمراہی کو قصبہ کدنگلوا میں ہدایت کے لیے چھوڑا۔ صاحب موصوف نے کولم میں جاکر ایک اور مسجد تعمیر فرمائی۔ اور مکان و باغ بنوائے۔ اپنے قبائل کو یہاں چھوڑ خود تبلیغ اسلام کے واسطے ملک میں دورہ شروع کیا۔ چنانچہ ہلی ماراوی۔ حرقین۔ درقین۔ قندریہ۔ حالیات۔ ناکنور منگلور۔ کانجر کوٹ۔ میں مساجد تعمیر کرائیں۔ اور لوگ جوق جوق دین خدائی میں داخل ہونے لگے۔ جن مقامات پر آواز ناقوس کے سوائے کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ وہاں سے صدائے اللہ اکبر بلند ہونے لگی۔ یہ ایسا واقعہ ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسلام دنیا میں بلا کسی حکومت کی امداد کے محض اپنی برکات اور سچائی کی وجہ سے آفتاب کی مانند روشن ہوا ہے*

اس کے بعد ۱۵ھ میں سیدنا عمر خلیفہ ثانی رض کے عہد میں عثمان بن العاص ثقفی حاکم بحرین نے بلا مشورہ حضرت عمر رض کے عمان کی راہ سے ہندوستان پر

یورش کی جو ہمیں میں تا ناتک پہنچے ✦

انہیں ایام میں حکم برادر عثمان نے بہروج واقعہ ملک سندھ پر دیبل میں پہنچنے کے لیئے فوج بھیجی۔ سندھ میں اُسوقت چچ ابن سلایج کا راج تھا۔ اور دیبل میں چچ کی طرف سے سنبھنا حاکم تھا ؛

۳۸ھ میں سیدنا حضرت علی رضہ نے تاغد بن دعور کو سرہند کے لیئے مامور کیا۔ اکابرین اہل اسلام کی ایک جماعت اُنکے ساتھ تھی۔ خصوصًا حارث بن مرہ بڑے شجاع تھے۔ جب یہ لوگ حدہند پر کبکان میں پہنچے تو اہل کبکان نے جمع ہوکر لشکر عرب کا راستہ بند کرنا چاہا۔ صاحبان اہل اسلام نے بلا کسی تشدد و تکلیف محض اللہ اکبر کے نعرے سے راستہ صاف کر لیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس آوازہ اللہ اکبر کو سنکر سب لوگ بطیب خاطر حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور باقی اُسی نعرہ کی ہیبت سے مفرور ہو گئے ؛

قبل بعثت جناب سرور کائنات ہمارے ہادی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہندوستان میں انبیاء علیہ السلام کا تشریف لانا ثابت رہنے ✦

موضع براس میں جو سرہند سے جانب شرق تقریبًا دس میل ہے اور راجپورہ سے جانب شمال مغرب نو میل پر واقعہ ہے دو پرانی قبروں کے نشان ایک درخت پیپل کے نیچے موجود ہیں۔ یہ موضع براس ایک مختصر سی آبادی ہے۔ زمانہ جنگ مہابھارت میں جسکو تقریبًا پانچہزار برس ہوئے ہیں ایک پر رونق قصبہ کی صورت میں آباد تھا۔ اِسکی موجودہ آبادی کی صورت بتا رہی ہے کہ کسی زمانہ میں یہ کوئی بڑا قصبہ تھا۔ موجودہ آبادی ایک چھوٹی سی پہاڑی کی صورت میں ہی۔ درمیان سے بلند ہی اور گرداگرد ڈھلوان چلا آتا ہے۔ اس آبادی کے عین وسط میں اخیری بلندی پر یہ ہر دو مقدس مزارات واقعہ ہیں۔ کسی تاریخ سے تو ان مزارات کے متعلق کچھ پتہ نہیں ملتا

البتہ اولیائے عظام کے تذکروں میں انکے حالات پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ مکاشفات شاہ قمیص الاعظم صاحب ساڈہوروی و حضرت مجدد الف ثانی صاحب نور اللہ مرقدہ سے پایا جاتا ہے کہ یہ ہر دو مزارات انبیا علیہم السلام کے ہیں۔ ازانجملہ ایک صاحب کا اسم گرامی حضرت دانیال ہے۔ مولانا امانت علی صاحب مرحوم و مغفور امروہی نے بھی ایسا ہی تحریر فرمایا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کشمیر میں سب سے اول ۱۳۱۵ھ میں شاہ مرزا صاحب بلباس قلندری تشریف لائے۔ یہاں کا حاکم اُسوقت سیاہ دیو تہا۔ اس راجہ نے آپ کی بڑی عزت کی حتی کہ اپنے امرار خاصہ میں آپ کو داخل کر لیا۔ سیاہ دیو ہی کے مرنے کے بعد اُسکا بیٹا انجن دیو برسر حکومت ہوا۔ اس نے آپ کو اپنا وزیر بنایا۔ اور اپنے ولیعہد چندر دیو کا اتالیق کیا۔ انجن دیو کی وفات پر راجہ اودہن جو اسکا قریبی رشتہ دار تہا۔ قندہار سے آکر مالک ریاست بن گیا۔ اسکے عہد میں شاہ مرزا صاحب وزیر کل رہے۔ اودہن کے مرجانیکے بعد اُسکی بیوہ کوٹا دیوی نے خود عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اور تہوڑے دنوں بعد مسلمان ہوکر شاہ مرزا صاحب سے نکاح کیا اُسوقت سے شاہ مرزا صاحب خود مالک تخت و تاج ہوئے اور اپنا نام شمس الدین رکھا۔

(باقی آیندہ) غلام حیدر چشتی نظامی

رسید کتب ۔ **حدیقہ اخرۃ** ازمولانا شفیق عماد پوری۔ **اقوال بودھ** از پنڈت مانک راؤ وٹھل راؤ۔ **سوانح** مکمل مخدوم شعیب۔ ازمولوی وزیر علی وارثی۔ **آلنسب**۔ ازمولوی سید شاہ فخرالدین میلاپوری۔ **اُسوۂ حسنہ** از ہاجکمال الدین بی اے وکیل۔ **حیات جاودانی** ازمولوی ضمیرالدین احمد عرش گیاوی۔ **تذکرہ حبیب** ... سید قربان علی رضا ازمنشی انوارالرحمن۔ **جام سرور** ازمنشی درگا سہائے سرور مطبوعہ انڈین پریس الہ آباد۔ **مضامین عالمگیر** ازمولانا شبلی نعمانی۔ یہ کتابیں ہمیں وصول ہوگئی ہیں جنپر انشاءاللہ

آیندہ مہینوں میں ریویو کئے جائینگے۔ اڈیٹر

درویشی رجز

ہر جا ہمارا قبضہ ہر جا نشاں ہمارا ۔۔۔ سارے جہاں میں ہم ہیں سارا جہاں ہمارا

دشت عرب سے نکلا سارے جہاں میں پہیلا ۔۔۔ اٹکا نہ پہر کسی جا سیل رواں ہمارا

غزنی کی گہاٹیوں سے محمود نے نکلکر ۔۔۔ جیپال سے کہا تہا ہندوستاں ہمارا

ابتک ہیں یاد ہمکو خالد کی داستانیں ۔۔۔ غالب تہا سیکڑوں پر اک جواں ہمارا

صاحبقراں لقب تہا اپنا ہی اس جہاں میں ۔۔۔ ہم شاہ تھے جہاں کے تہا شاہ جہاں ہمارا

کہتا ہی یہ سمندر اٹلی سے اے لعینو ۔۔۔ اُترا مرے کنارے تہا کارواں ہمارا

اٹلی کی واں رسائی ای ہمنشیں ہو مشکل ۔۔۔ طوبیٰ کی ڈالیوں میں ہو آشیاں ہمارا

کیوں ترک ترک کردیں جنگ طرابلس کو ۔۔۔ کیوں دے ہمیں اجازت تاب و تواں ہمارا

پوچھو ہماری طاقت یونانیوں سے جاکر ۔۔۔ ادنیٰ سا ایک ادہم تہا پہلواں ہمارا

جب چھڑ گئی تو ہٹنا آساں نہیں ہے اپنا ۔۔۔ مشہور ہے جہاں میں تیغ و سناں ہمارا

تازی فرس اِدہر ہے عیسیٰ کا خر اُدہر ہے ۔۔۔ ہو خر مقابلے میں حیف۔ آسماں ہمارا

اٹلی کو اب دکھا دو جرات کے تم کرشمے ۔۔۔ عالم پہر اُس طرح ہو افسانہ خواں ہمارا

کر عرض اُسکے در پر تو اے حسن نظامی ۔۔۔ اجمیر میں تہا گاڑا جس نے نشاں ہمارا

سید طرابلس ہے عثمان کی ولایت ۔۔۔ ہم اُس سے نامور، نام و نشاں ہمارا

محمد حنیف سید چشتی

۴۸۶

ایڈیٹوریل

رسالہ ہذا جلد پانچ کا چھٹا نمبر ہے۔ اگر سلسلۂ قدیم جاری رہتا تو اسپر بجائے "ذی الحجہ مطابق ۲۲ء۔ نومبر" کے ذیقعدہ مطابق دسمبر لکھا ہوتا۔ لہذا جن احباب کے چندے کا ماہ ختم دسمبر ہے وہ مغالطے میں نہ پڑیں۔ اور اگلا پرچہ جو اُنکی خدمت میں بذریعۂ وی پی بھیجا جائے۔ وصول فرمالیں۔ وہ پرچہ چونکہ محرم کی چھٹی تاریخ کو شائع ہوگا۔ اس لیئے اسے شہید نمبر کے نام سے موسوم کرنیکا ارادہ ہے۔ ابھی سے اُسکو غیر معمولی اور نہایت شاندار بنانے کی کوششیں کیجارہی ہیں۔ ضخامت بھی زیادہ رکھی جائیگی۔ معاونین نظام المشائخ کو چاہیئے کہ اپنے اپنے حلقہ میں اسکی اطلاع دے دیں۔ اور دوستوں کو آمادہ کرکے ماہ محرم سے رسالہ کا مستقل خریدار بنائیں ⁂

الوجد۔ خان بہادر مولوی مرزا سلطان احمد صاحب بی اے۔ ایم آر اے ایس کا یہ نہایت فاضلانہ مضمون جسکی گزشتہ پرچے سے اشاعت شروع ہوئی ہے کئی نمبر میں جاکر ختم ہوگا۔ اسی لیئے اُسکو "بزم فرید" کی طرح ضمیمہ کی صورت دیدی گئی ہے جو حضرات اسے کتاب بناکر رکھنا چاہیں۔ ہر دفعہ اسکے تمام صفحے علیحدہ نکال لیا کریں۔ جناب مرزا صاحب ہندوستان کے مایۂ ناز اہل قلم ہیں۔ آپ کی ہر تحریر غور و فکر کے ساتھ پڑھنے کے لائق ہوتی ہے ⁂

امداد مستحقین کیلیئے صرف شوال ۱۳۲۹ھ کے رسالہ میں تحریک کی گئی تھی کہ ان غریب طلباء مشائخ اور دیگر مستحق اصحاب کو مستفید کرنیکے لیئے جو باوجود انتہائے شوق نظام المشائخ

کو قیمت دیکر خریدنے کی مقدرت نہیں رکھتے ایک مد کھولی جائے جس سے اُن کے نام پرچے مفت جاری ہوا کریں۔ خوشی کی بات ہو کہ اہل حس ذی استطاعت احباب نے ہماری درخواست کا کافی جوش و خروش کے ساتھ خیر مقدم کیا ؎

نام	رقم	نام	رقم
مولوی فضل الٰہی صاحب میر منشی راول پنڈی	۶ر	امیر خاں صاحب دہلی	۵ر
شیخ نور الحسن صاحب لکھنوی	۳ر	امتیاز الحسن صاحب بمبئی	۶ر
منشی عبد السلام صاحب الہ آباد	۴ر	شریف احمد صاحب بجنور	۸ر
احمد بخش صاحب محمد پور	۲ر	ظفریاب علی صاحب علی گڈھ	۱۲ر
مولوی سعید اللہ صاحب مونگیر	۱۲ر	غریب سنگھ صاحب امرت سر	۸ر
اسحاق علی صاحب مرار	۸ر	مسٹر نعیم صاحب لاہور	۵ر
منشی کالیخاں صاحب کانپور	۴ر	منشی نواب میر صاحب مراد آباد	۸ر
محمد فردوس صاحب میرٹھ	۶ر	منشی محمود جان صاحب جالندھر	۴ر
ممتاز حسین صاحب بریلی	۶ر	سید خادم علی صاحب مانگرول	۶ر
سید محمد صاحب اٹاوہ	۶ر	حافظ فیاض احمد صاحب (علیگ)	۸ر
محمد الدین صاحب بنارس	۸ر	میزان کل	
شاہ غیاث صاحب احمد آباد	۱۲ر	۱۳۴ روپیہ ۴ر	

دیگر اصحاب کو بھی توجہ کرنی چاہیے۔ اجرائے فنڈ سے پہلے کے وصول شدہ ۹ روپیہ ۸ر خرچ کر دیئے گئے۔ حساب بالتفصیل آئندہ درج ہوگا ؎

اٹلی نے امیر المومنین حضرت سلطان محمد رشاد خلد اللہ ملکہٗ اور اُنکی قوم سے ناحق چھیڑ کر اپنے لیئے انواع و اقسام کے عذاب مول لے لیئے ہیں۔ فتح تو اب تک غریب کو کوئی نصیب ہوئی ہی نہیں۔ اسپر دنیا بھر کی لعن طعن۔ اور تمام مسلمانان عالم کا اسکے ہاں کی بنی ہوئی

اشیاء کے لینے سے انکار۔ کمبخت پر اور غضب ڈھا رہا ہے۔ ایک سوداگر صاحب نے تو
کئی لاکھ کا نقصان اُٹھا کر خودکشی کر لی۔ اور خدا معلوم ایسے ایسے کتنے واقعات ہو گئے
سچ ہے۔ "چاہ کن راچاہ درپیش"+

ہم پر تو جنگ طرابلس نے یہ قول صادق کر دکھایا ہے کہ "خدا شرّے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد"۔ مشرق۔ مغرب۔ شمال۔ جنوب۔ زمین کے جس گوشے میں کلمۂ توحید کے پڑھنے والے موجود ہیں۔ خفتہ شیروں کی طرح ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھے ہیں اور جو کچھ اُن کے امکان میں ہے۔ اپنے مذہب کے زندہ رکھنے کے لیے کر رہے ہیں مسلمانان ہند بھی اپنی منصف مزاج اور بڑی مہربان گورنمنٹ کی عطا کردہ آزادی کے سبب کسی سے پیچھے نہیں۔ ان کا بچہ بچہ قومی محبت میں سرشار ہو رہا ہے۔ اور قانون انگریزی کے اندر رہکر اٹلی کے برخلاف ہر کارروائی کے واسطے تیار ہے۔ بائیکاٹ ہو ہی گیا۔ اب کوئی مسلم جس میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے اٹلی کی ساختہ چیزیں نہیں خریدے گا۔ بلکہ تجویز تو یہ ہے کہ سوائے انگلستان کے کل یورپ کی حرفت کو نیچا دکھایا جائے۔ اور محض اپنی حکمراں قوم کے صناعوں اور تاجروں کی سرپرستی کیجائے۔ کیونکہ اس وقت سوائے برطانیہ یورپ کے کسی اور ملک نے عثمانیوں کو تنکے تک کا سہارا نہیں دیا۔ جرمن جو ہمیشہ مسلمانوں کی دوستی کا دم بھرا کرتا تھا۔ اب اٹلی کا سب سے اول مددگار ہے۔ اور اسیطرح فرانس اور آسٹریا بھی اُسکے مویّد ہیں۔ مگر ہماری گورنمنٹ نے ترکی فوج کو مصر سے گذر جانے[1] کی اجازت دیکر گویا ہم سب کو بندہ بے درم بنا لیا۔ اس پر ستزاد یہ کہ خاص حضور وائسرائے گورنر جنرل ہند نے اجازت دی ہے کہ مصیبت زدگان طرابلس کے لیے چندہ کر کے بھیجو۔ چنانچہ ہزار ہا روپیہ آجتک مختلف حصص ہند سے جا چکا ہے۔ اب حافظ فیاض احمد صاحب کے ارشاد کے

---

[1] افسوس کہ بعد کی خبروں نے اسباب کو مذبذب کر دیا ۱۲ (اڈیٹر)

موافق ہم بھی یہ فنڈ کھولتے ہیں۔ جنکو اپنے زخمی (عربی ترکی) بھائیوں سے ہمدردی ہو وہ ضرور فیاضی دکھائیں۔ لوگ محافظین حرمین شریفین کیخاطر جانیں دینے کیلئے جا رہے ہیں۔ حضرت شیخ سنوسی۔ ملائے سوڈانی۔ امام یحییٰ وغیرہ نے جہاد کا اعلان کر دیا تو کیا ہندی بھائی جیبیں خالی کرنیسے بھی بیٹھے رہیں گے۔؟ جسقدر رقمیں آئیں گی۔ براہ راست یا اپنے محترم دوست مولوی ظفر علی خاں صاحب بی۔اے۔ اڈیٹر زمیندار کی معرفت پہنچنے کی جگہ پہنچا دی جائیں گی ٭

اِس تحریک سے پہلے حسب ذیل چندہ ہوا تھا جو مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں روانہ کر دیا گیا ٭

		مسٹر ولی محمد صاحب مومن	۶ر
خاکسار محمد الواحدی	للعہ	ایک خادم حلقہ	جر
برادر عزیز سید محمد مرتضیٰ	عہ ر	حاجی احمد سعید صاحب	۴عہ
منشی اسحاق علی صاحب پوستین	عہ ر	شاہ گل محمد صاحب محسم پوری	عہ ر
اہلخانہ سید منظور احمد صاحب	عہ ر	خواجہ فضل احمد صاحب شیدا	۸ر
فاطمہ صاحبہ	۲ر	بابو محمد احمد صاحب گل	۴ر
فخر الدین صاحب	۲ر	میزان کل [illegible]	
سید محمد یعقوب علی	۸ر	وضع فیس منی آرڈر ۴ر	
محمد الدین خوشنویس	۸ر	خالص رقم مرسلہ [illegible]	

آئندہ جو صاحب جو کچھ بھیجیں گے اُنکے نام مع زر مرسلہ اِن صفحات میں شائع ہوتے رہیں گے جیسے ذیل میں چند اسمائے گرامی درج کیے جاتے ہیں ٭

از حافظ فیاض احمد صاحب (عہ ر) از سیدی خواجہ حسن نظامی صاحب (عہ ر) از عزیزہ حور بانو بنت حضرت خواجہ صاحب (۸ر) از علی نصرتی (۸ر) از صوفی عبد الصمد صاحب (ر) از محمد الواحدی (ر) از سید منظور احمد صاحب (۱۰ر) از منشی امتیاز حسن صاحب پوستین (۴ر) میزان الکل [illegible]

اُن حضرات کے اسمائے گرامی جنہوں نے اس مہینے میں رسالہ نظام المشائخ کی اشاعت کو بڑھاکر اپنے خادم کو ممنون فرمایا۔ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں +

(۱) مولانا جمال الدین صاحب تبریزی (۲) سید زاہد صاحب بنارس (۳) منشی احمد بخش صاحب لوہارو (۴) ایس۔ ایم۔ اکبر صاحب۔ (۵) منشی رحمت علی صاحب ہردوئی (۶) مولوی حسن مرتضیٰ صاحب شفق (۷) منشی ولی محمد صاحب سب رجسٹرار کھاگا (۸) منشی عبدالشکور صاحب پنشنر عدن (۹) منشی محمد اسمٰعیل صاحب کوکیل (۱۰) مولوی محمد نصیر الدین صاحب نظامی مدراس (۱۱) مولوی کبیر الحسن صاحب کلکتہ (۱۲) منشی احمد مختار صاحب (۱۳) منشی فتح محمد صاحب گورداسپور (۱۴) مرزا محمد اسمٰعیل بیگ صاحب رائپور +

مندرجہ ذیل نوٹ ہمیں مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب نے اشاعت کے لیے عنایت فرمائے ہیں

الحمدللہ باوجود موسمی بخار وغیرہ کے میں حلقہ کا کام مسلسل کرتا رہا۔ مصر و شام و حجاز کی شاخوں سے اس عرصہ میں جنگ ترکی و اٹلی کے سبب بہت زیادہ خط و کتابت کا موقع پیش آیا۔ حلقہ نے ترکی و اٹلی کی لڑائی میں ہندوستان کی تمام اسلامی انجمنوں سے زیادہ حصہ لیا۔ جنگ شروع ہوتے ہی حلقہ کے ایک میرٹھی خادم نے اٹلی سے جہاد کے عنوان سے مضمون شائع کرایا۔ جسکا یہ اثر ہوا کہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں میں جوش کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور یہ مضمون اردو انگریزی کے تمام اخباروں میں نقل ہوکر پشتو تک میں ترجمہ ہوا۔ اسکے بعد میں نے اور اکثر خدام حلقہ نے مضامین نویسی بھی کی۔ چندہ بھی جمع کیا۔ اور ہر موقع پر گورنمنٹ کو بھی ضروری امور سے آگاہ کیا۔ جرمن کے خلاف سب سے پہلے حلقہ نے آواز بلند کی جو چاروں طرف مقبول ہوگئی +

اگرچہ اسکو درویشی مسلک کے خلاف تصور کیا جائیگا۔ مگر یہ جنگ ٹرکی و اٹلی کی نہیں ہے یہ کہجور و صلیب کا معرکہ ہے۔ لہذا سب افراد دین کا فرض ہو کہ وہ ایک دل ہوکر کام کریں۔ میدان جنگ میں لاکھوں صوفی درویش سنوسی جھنڈے کے نیچے جہاد کر رہے ہیں۔ پھر ہندی صوفیوں کا حلقہ قلمی و مالی اعانت میں شریک ہو تو اعتراض کی کیا بات ہی؟

علالت و مذکورہ مشاغل کے سبب کچھہ اور کام نہو سکے جنکے وعدے شائع ہو چکے ہیں۔ درسگاہ تصوف کی نسبت متعدد حضرات کے خطوط آئے ہیں جو یکجا شائع ہونگے۔

مدینہ منورہ کی محفل میلاد و مجلس دعا کے لیئے کسی نے توجہ نہ کی۔ صرف راجکوٹ کے مشہور محب الفقرا مسٹر غلام محمد صاحب منشی بیرسٹر نے دس روپے بھیجے ہیں یا والدہ صاحبہ احمد اللہ فیاض نے اُناؤ سے ایک روپیہ ماہوار کا وعدہ کیا ہے اور اِس ماہ کا روپیہ ارسال کر دیا ہے۔ جبتک مستقل وعدے نہ ہوں یہ سلسلہ جاری نہیں رہ سکتا۔ یہ گیارہ روپے امانت رکھے ہیں۔

حلقہ کے دعاخانہ کی نسبت بعض احباب کو شکایت ہو کہ منتوں کا اظہار ایک طرح کا ہلکاپن ہے۔ مگر میں اس خیال سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ خدا کے نام کا کام ہے۔ اِسمیں اگر کوئی نذر اور منت کے تقرر کا اظہار کرے تو کچھہ حرج نہیں۔

حلقہ کے دیرینہ خادم مولوی مقبول احمد صاحب نظامی سیوہاروی اعانت حلقہ کے خیال سے تشریف لائے ہیں اور امید ہو کہ مستقل طور پر خدمات حلقہ منزلگاہ میں

دعاخانہ

والدہ صاحبہ احمد اسد فیاض اناوہ کے لیئے دعائے خیر کیجائے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو آشوب چشم سے کامل صحت دے اور اُنکے عزیزوں کے مقاصد پورے فرمائے۔ نذر مانتی ہیں +

مراد پوری ہوئی۔ والدہ صاحبہ احمد اسد فیاض کو اللہ تعالیٰ نے آشوب چشم سے ایک حد تک صحت دی۔ حلقہ کی نذر للہ بھیجدیئے +

منشی اکرام حسین صاحب نظامی تھیکہ دار الہ آباد کے لیئے صحت کلی کی دعا کی جائے موعودہ منت مبلغ صہ روپے میں سے دس روپیہ بھیجدیئے ہیں +

منشی انعام حسین صاحب ہیڈ کلرک کمانڈر انچیف ریاست جیند کے مقاصد قلبی کے لیئے دعائے خیر ہو۔ دو ماہ کی تنخواہ منت مانتے ہیں +

مسٹر محمد اسحٰق صاحب صاحبزادہ محمد داؤد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے امتحان میں کامیابی دی موعودہ پچاس روپے اب تک نہیں بھیجے +

منشی سید محمد علی صاحب ڈسٹرکٹ پوسٹماسٹر سنگاریڈی کے مقاصد قلبی کے لیئے دعا ہو۔ ایک ماہ کی تنخواہ منت مانتے ہیں +

ایس ایم۔ اکبر کے لیئے دعا کی جائے صہ نذر حلقہ کرینگے +

قادیانی جماعت نے اپنے مرزا صاحب کی پیشینگوئی قرآن شریف کی اس آیت غلبت الروم ومن بعد غلبھم سیغلبون سے نکالی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ روم یعنی ترکی کا مغلوب ہونا مقدرات الٰہی سے ہے۔ مگر ہم اپنے دوستوں کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ روم سے مراد ترکی حکومت نہیں ہے بلکہ اٹلی ہے جسکا پایہ تخت روم ہے۔ اس آیت کا شان نزول بھی عیسائیوں کی سلطنت ہے۔ جنے آتش پرستوں سے مغلوب ہوکر عربوں کو رنجیدہ کیا تھا +

امید ہے کہ قادیانی جماعت اس الہام پر نظر ثانی کرے گی۔ اور اپنے تئیں مسلمانوں کے اس جاہل طبقے میں شامل ہونے سے بچائے گی جو ترکی کو روم کہا کرتے ہیں۔ ترکی کو اسکے ملک میں روم کوئی نہیں کہتا۔ بلکہ عثمانی کہتے ہیں +

حسن نظامی

از سوئے چشم چارہ سازی نیست چارہ ام غیر جاں گدازی نیست

جو لوگ قواعد مختصہ کی پابندی سے اِس ارتقا اور اِس انحطاط کی تلاش میں ریاضتیں کرتے اور مجاہدات و مشاہدات سے اپنے معلومات میں اضافہ کرتے ہیں۔ اُنکی زندگی اور اُنکی زندگی کا سفر عامہ مخلوق سے جدا ہوتا ہے۔ اور اُن سفرناموں کے سمجھنے کے واسطے خاص تعلیم کی ضرورت ہے +

بسکہ دارد صفا چو آئینہ قابل دیدنست خانۂ ما

علم لدنی اور ذوق وجدانی اگرچہ آسان نہیں وہ ٹیڑھی راہ اور وہ کج منزل ہو کہ اس میں بڑے بڑے دل گردہ کے انسان بھی مُنہ کی کھا چکے ہیں۔ باوجود اِن مشکلات کے بھی جنپر اللہ کریم کا فضل ہے وہ بازی لے ہی جاتے ہیں۔ اُنکی ہمت اُن کا لگاتار استقلال اُنہیں کبھی نہ کبھی منزل مراد پر پہنچا ہی دیتا ہے +

جن آنکھوں سے وجدانی تماشا دیکھا جاتا ہو اور جن کانوں سے یہ قصہ سننا چاہیئے وہ ہر کسی کو نصیب نہیں۔ کوئی قسمت والا ہی رکھتا ہو۔ اور اُسکے حاصل کرنے کے واسطے اُن ذرائع کی ضرورت ہے کہ جو اِس منزل پر پہنچنے کے لیے ضروری ہیں یہ جسمانی آنکھیں اور یہ جسمانی کان اِس کوچہ اور اِس منظر کے قابل نہیں ہیں۔ یہاں جدانی آنکھ اور وجدانی کان چاہئیں ؎

نغمۂ عیش از دلم مطلب نفس خوش زنوحہ گر معلوم

چھوٹے چھوٹے جسموں اور باریک شیئوں کے دیکھنے کے واسطے تو خوردبین اور تیز نگاہی کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن روحانی باریکیوں اور وجدانی تماشے کے واسطے یہی آنکھیں اور یہی کان تجویز ہوتے ہیں ؎

کعبۂ وصل دور راہِ دراز سعی پا کوتہ است پر معلوم

ایک حکیم صاحب سے پوچھا گیا تھا کہ حکیموں اور نبیوں کی عقل اور فراست میں کیا تفاوت ہے

حکیم نے جواب میں کہا کہ "نبیوں کی عقل وہبی فراست صحیح وسلیم ہوتی ہے۔ اُس کا چشمہ قدرت ہے اور اُسکی جڑیں آسمان پر اور اُسکی شاخیں الٰہیت کے قریب ہوتی ہیں۔ خلاف اِسکے حکیموں اور فلاسفروں کی عقل اور فراست میں سفلی مواد بہت کچھ ہوتا ہے جس کی وجہ سے اُنکی عقل اور فراست کلیتہً الٰہیت سے براہ راست تعلق اور وابستگی نہیں رکھتی۔

جن محنتوں اور جن ریاضتوں سے اہل اللہ منازل وجدان تک پہنچتے ہیں وہ حکیموں اور فلاسفروں کی ریاضت اور تفکر سے کچھ اور ہی سماں رکھتی ہیں۔ حکیموں اور فلاسفروں کی ریاضت کی حدیں نرے مشاہدات اور اُنکے تجربات تک ہی ختم ہو جاتی ہیں لیکن فقرا کا فلسفہ محض مشاہدات اور اُنکے تجربات تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ وجدانی رنگ بھی قبول کرتا ہے ؎

آساں نچیدہ ایم گل وصل چوں حنا　　خوں گشتہ ایم و دست نگاری گرفتہ ایم

یہی کون ہیں؟ جو علم لدنی اور عمل وجدانی سے وہبی رنگ میں باعتبار تخصیص اپنی فضیلت اور طبیعت کی شناسائی اور مہارت رکھتے ہیں۔ اور جن کی پاک روحیں افضال الٰہی اور اکرام صمدی سے فطرتاً سرشار اور بھرپور ہیں۔ نبیوں کے نام لیوا اہل اللہ بھی اسی دستر خوان وجدان سے مستفیض ہوتے ہیں۔ اُن کی روحانی برکتیں۔ اور ہمتیں اہل اللہ کے واسطے ایک مرشد کامل اور ایک رہبر صادق کا کام دیتی ہیں۔ اور اُن کی بدولت انہیں مخفیات وجدان تک رسائی ہوتی ہے۔

ز وصلت نا امیدیہا ہمہ امید میگردد　　کہ شام ماتم از رخے تو صبح عید میگردد

علم لدنی اور عمل وجدانی کا انمول خزانہ اور بے پایاں برکتیں بدر دنیا سے چلی آتی ہیں جیسے برقی طاقتیں عام تصرفات اور عام عمل اور دستبرد سے محفوظ ہیں اور اُن کے عامل عموماً وہی ہیں جو اُسکے علم اور اُسکی طاقت سے واقف ہیں اور جو اُسے

قابو میں لا سکتے ہیں۔ ایسے ہی علم لدنی اور جذبات وجدانی کے جاننے والے بھی وہی ہیں کہ جو اس کوچہ کی مشکلات اور راہ ورسم سے بالخصوص آشنا ہیں۔ معمولی منطق اور محدود فلسفہ کے جاننے سے لدنی فلسفہ نہیں جانا جا سکتا +

علم لدنی بھی ایک سائنس یا ایک نامور گراں بہا اہم فلسفہ ہے۔ اس فلسفہ کے جاننے کے واسطے اگرچہ معمولی لیاقت معمولی استعداد معمولی مبلغ علم ہی کام دے جاتا ہے مگر درحقیقت اسکے واسطے اُن ماسٹروں اور ٹیچروں کی ضرورت ہے کہ جو کیمرج کالج کے تعلیم یافتہ نہیں ہیں بلکہ صوفی کالج اور نبوتی یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ اور ڈگری یافتہ ہیں۔ یہ وہ استاد اور وہ ماسٹر ہیں جو انسان کو نئی زندگی اور دائمی حیات کی مبارک راہیں دکھاتے اور اُن تک لیجاتے ہیں۔ ان روحانی ماسٹروں نے چونکہ اپنی تعلیم گاہیں اور درس وجدانی اعلےٰ سے اعلےٰ اور بلند مقامات پر کھول رکھے ہیں۔ اس واسطے وہاں کسی کسی کی ہی رسائی ہوتی ہے۔ اُس تعلیم گاہ میں جانے سے نمائشی لوگوں کے دم خطا ہوتے ہیں اور خودغرض لوگوں کا کچومر نکل جاتا ہے +

چونکہ منزل کٹھن اور سفر خوفناک ہے۔ اسواسطے بہت سی روحیں اور بہت سے لوگ تو راہ ہی سے مڑ آتے ہیں۔ اور جلدبازی سے واپس آنے پر کہہ دیتے ہیں کہ ان کڑی منزلوں میں رکھا ہی کیا ہے۔ اور انکی نظروں میں ان کوچوں میں جانیوالے ہاف میڈ[1] سے (نعوذ باللہ) زیادہ مرتبہ نہیں رکھتے۔ یہ اُنکی جلدبازی ہے۔ دنیا کا کوئی کام سوائے تحمل۔ ہمت اور بردباری کے پورا نہیں ہوتا۔ اور ہر علم کے حاصل کرنے کے واسطے جیسے اُستادوں کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی یہاں بھی ماسٹروں ہاں لائق اور چیدہ ماسٹروں کی ضرورت ہے اور سخت ریاضت کی +

چہ گویم واد بے خونخوار ہجراں را کہ من در واہن این وشت چندیں کربلا دیدم

ان لوگوں کے ایسے خیالات اور جلدبازیاں اُنکی راہوں میں ایک شرمناک ٹھوکر ہے

[1] نیم دیوانہ ۱۲

جو ایسے لوگوں کو ہمیشہ کے لئے نئی زندگی اور ہمیشہ کی صلاحیت سے تقریباً دور رکھتی یا دور رکھنے کے واسطے ایک سد راہ ہے ۔

اِس فانی زندگی پر اترانا اور اسکی لذتوں کو اُس غیر فانی زندگی کی لذتوں سے بدتر سمجھنا واقعی صحیح دماغ کا کام نہیں ہے ۔ ارسطو ۔ افلاطون ۔ فیثاغورث ۔ بوعلی آخیر عمروں میں یہ کہتے ہوئے سدہارے ۔

"افسوس اِس دار فانی سے کچھ نہ حاصل ہوا"

"اے خدا ہمیں غیر فانی زندگی کا وارث بنا"

یہ اُن نامور حکیموں کے آخری قول ہیں جو واقعی حکمت کے سرتاج اور فلاسفی کے اعلےٰ رکن تھے ۔

گردید صرف گریہ سراپائے من چو شمع | پایان کار خویش ندیدم گریستم
درخواب ستہ من بمیانش بیدم بود | بیدار گشتہ ہیچ ندیدم گریستم

جو لوگ اعتراض کی زبان کھولتے ہیں انہیں چاہیئے کہ اِس کوچہ میں داخل ہو کر بُردباری اور غور سے اُسکی سیر کریں ۔ جو لوگ وہاں کے رہنے والے یا وہاں جا نیوالے ہیں ۔ اُن سے پوچھیں کہ یہاں کی راہ و رسم کیا ہے ۔ اور اِن منزلوں اور اِن راہوں کی واقفیت کیونکر ہو ۔ اور یہاں کے رہنے والوں سے ربط و ضبط کیونکر بڑہے ۔

فقرا اہل اللہ صوفیائے کرام کے کمالات تصرفات اور پر اثر توجہات کی تنقید عامیانہ رنگ میں کبھی بھی مفید ثابت نہیں ہو سکتی ۔ اور اِسپر دیوانگی تبلانا ایک کفران نعمت اور افسوسناک جلد بازی ہے ۔

کہتے ہیں لوہا سندان پر گرمی کہا کر درست ہوتا ہے ۔ اور پھر مختلف سانچوں میں ڈہلکر نئی زندگی حاصل کرتا ہے ۔ یہی حال احوال انسانی دلوں کا ہے ۔ انسان کا دل بھی جو گناہوں اور تکدر کی وجہ سے لوہا سا ہو جاتا ہے ۔ صوفیائے کرام کی گرمجوشی کی

ضربات اور کوفتوں سے اپنی پُرانی اصلیت اور خباثت چھوڑ کر نئی زندگی پاتا ہے۔

روغن از مغز جاں کشیدیم   در کار چراغ خویش کردیم

نیا جنم اُس حالت کا نام ہے جسے دوسرے الفاظ میں صوفیائے کرام کی توجہ اور مرشد کامل کی دستگیری کہتے ہیں۔ یہ وجدان سے تعلق رکھتی ہے اور وجدان پر ہی پڑتی اور اثر کرتی ہے ؎

لعل لب یار دلنشیں است   نی خاتم و لعل انگبین است

اِس علم کے ماسٹر انسان کے ظاہری جسم اور حواس پر اثر نہیں ڈالتے۔ بلکہ اُسکی روحانی اور وجدانی حالتوں کو درست کرتے اور اُنہیں فطرت کے مطابق بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لدنی آثار کی کوئی حد نہیں اور نہ کوئی انحصار ہے۔ صدہا مشاہدات اسمیں کرائے جاتے ہیں۔ اور صدہا منزلیں گزرنی پڑتی ہیں۔ ایک دنیا یا دنیا کی ایک زندگی چھوڑ کر صدہا دنیا اور صدہا زندگیاں بھگتنی پڑتی ہیں۔ تب کہیں جاکر اصلی دنیا اور اصلی زندگی کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے ؎

کشم جور و جفا تا طاقتے ہست   کہ در دنیاں محنت راحتے ہست

اثر یا وجد

جب کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ وجد کوئی شئے یا طاقت ہے۔ یا فلاں شخص صاحب حال یا صاحب توجہ اور صاحب اثر ہے تو بعض لوگ اسپر معترض ہوکر تحقیرانہ الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اُنکے طبائع میں یہ امور اصلی رنگ میں نہ آئے ہوں اور اُنہوں نے حقیقت نہ سمجھی ہو۔ لیکن سوائے اسکے کہ اسکی بابت اور بھی سوچا جائے محقرانہ لہجہ میں ذکر اور تردید کرنا مناسب نہیں ہے۔ بمصداق ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر   تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

ہم مختصراً اسپر کی بحث کے متعلق ذیل میں کچھ اظہار خیالات کرتے ہیں اور امید

کرتے ہیں کہ ان کی بابت دور اندیشی اور غور سے سوچیں کہ کیا یہ کیفیات یا یہ حالات فلسفہ کے مخالف ہیں یا ان میں کوئی وہم یا دیوانگی ہے۔ کیا یہ ان لدنی اشارات یا آفتاب حقیقت کے ابتدائی کرشمے نہیں ہیں کہ جو وقتاً فوقتاً ہماری زندگی میں پیش آتے رہتے ہیں ؛

کیا ہماری لائف عامہ ان کو اتفاق سے خالی ہے۔ اور کیا ہم عام طور پر یا عام زندگیوں میں بھی یہ تصرفات نہیں پاتے۔ اور کیا یہ تصرفات قانونِ قدرت کے منافی ہیں۔ اور فلسفۂ عام ان حقائق کے متضاد واقع ہوا ہے ؟

داغ مارا بہ چشم کم منگر کہ چراغے ز دود مانِ دل است

وجد یا وجدان سے وہ حالت وہ حقیقت مراد ہے کہ جو قدرت نے بمنشائے وہبیت اور بمدعائے فیض الٰہیت خاصکر انسان کے حصہ میں رکھی ہے۔ اور جس کی وجہ سے انسان دوسری ہمسایہ نوعوں پر افضل اور اشرف شمار ہوتا ہے جو کچھ ہم اپنے اندرونہ میں پاتے اور دیکھتے یا محسوس کرتے ہیں جسکا اعضا۔ جوارح۔ دل و گردہ سے کوئی بھی واسطہ اور تعلق نہیں ہے جو ان سب سے جدا اور الگ ہو۔ وہی وجدان اور وہی وجد ہے ؛

وجد کے معنی پانا ہے اور یہ ایک مخفی طاقت اور مخفی کرشمہ ہے۔ سب سے اول یہ کرشمہ اپنی تلاش میں آپ سرگرداں ہوتا ہے۔ بمصداق ؎

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ

جب اس منزل سے اسے رخصت ملتی ہے تو پھر یہ اوروں کے پانے میں مصروف ہوتا ہے۔ کیونکہ اپنے پانے سے اُسکی ذات میں ایک قسم کی وہبی ضیا اور نور آجاتا ہے اور اُسکی آنکھیں کھل جاتی ہیں وہ مکدر وہ ڈھندلاپن جو اُسکے اردگرد پایا جاتا تھا دور ہو جاتا ہے اور یہ ایک روشنی میں اپنا تماشا آپ کرتا ہے +

گھر سے نہ نکلے۔ اور لوگوں میں زیادہ نشست و برخاست نہ رکھے۔ ہاں مجلس علما میں
جائے مگر وہاں بھی فضول گفتگو نہ کرے۔ پھر دیکھیئے کہ اسکی عبادت کیا رنگ لاتی ہے
اور اسکا ضمیر کسقدر روشن و منور ہوجاتا ہے۔ اسکے بعد ارشاد ہوا کہ جب مرید کے سر پر
قینچی چلائے تو پہلے مرید نہلوادے۔ اور پھر اُسکے مُنہ میں اپنے ہاتھ سے کچھ شیرنی
دے۔ اور تین دفعہ کہے کہ اے خدا اپنے بندے کو اپنی طلب میں پرلطف ذوق
بخش۔ اس کے بعد اگر خلوت مناسب سمجھے تو خلوت کرے ورنہ سکوت و ارادت
کی تعلیم دے۔ بعد ازاں ارشاد ہوا کہ **اسرار العارفین** میں لکھا ہے کہ خلوت
بعض کے نزدیک چالیس دن کی ہونی چاہیئے۔ اور بعض کے نزدیک ستر دن کی
اور بعض کے نزدیک ننانوے دن کی۔ لیکن ننانوے دن کی خلوت معتبر ہے جو
جو شیخ عبداللہ تستری سے مروی ہے۔ مگر طبقہ جنیدیہ میں بارہ سال آتے ہیں اور
طبقہ بصیریہ میں بیس سال۔ ریاضت سے مطلب یہ ہے کہ نفس امارہ مغلوب ہو
اور گوشہ نشینی سے مراد یہ کہ سگِ نفس کو محبوس کیا جائے۔ بہت سے مشائخ
کے نزدیک مراقبہ کرنا ہی سلوک ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تنہائی میں سوائے مراقب ہونے کے
کچھ نہ کرو۔ عزلت نشینی کے وقت سر کو جامہ سے ڈھک لینا چاہیئے۔ تاکہ اُسکی برکت سے
اسمیں روشنی پیدا ہوجائے۔ خرقہ اِن ہی کاموں کے لیئے دیا جاتا ہے۔ بعض مشائخ نے
کہا ہے۔ مثلاً خواجہ فضیل عیاض و خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما۔ کہ پیر کو لازم ہے کہ اول
اپنی ٹوپی مرید کے سر پر رکھدے۔ پھر اسکے بعد تلقین ذکر کرے۔ ذکر تین ہیں۔ اول
لا الہ الا اللہ دوم سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر سوم
یا حی یا قیوم۔ اگر پہلا ذکر اختیار کیا جائے تو اسکا قاعدہ یہ ہے کہ نو دفعہ لا الہ الا اللہ
کہے اور دسویں دفعہ محمد رسول اللہ۔ پھر اکیس دفعہ سبحان اللہ پڑھے۔ بعد ازاں
تین دفعہ یا حی یا قیوم۔ لیکن یہ کل اس طرح پڑھنا چاہیئے کہ حاضرین بھی سنیں اور

حظ اٹھاتے ہیں۔ لیکن ایسا جہر نہیں کہ دوسرے کانوں تک آواز جائے۔ اس کے بعد
فرمایا کہ طبقہ جنیدیہ میں ذکر خفی کا حکم ہے۔ میں بھی اس سے متفق ہوں۔ پھر ارشاد
ہوا کہ ذاکر ایسی شان میں ذکر کرنا چاہئے کہ ان کا رونگٹا رونگٹا زبان کا کام دے۔
حضرت یحییٰ معاذ رازی جب ذکر کرتے تھے تو ایسے بیخود ہو جاتے تھے کہ صحرا کی
طرف منہ کر لیتے اور نہایت شوق سے چلا چلا کر پکارتے کہ اے وہ جو مکان سے
منزہ اور پاک ہو جل میرا دل تیرے ذکر سے پر ہو گیا اگر سوائے تیرے نام کے
کوئی لفظ میری زبان سے نکلے تو میں مر جاؤں۔ بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ یوسف چشتی
قدس اللہ سرہ العزیز نے شرح اسرار میں لکھا ہے کہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول
ہے کہ شیخ و مرید کی مثال دایہ اور بچہ کی سی ہے جس طرح بچہ کوئی بدخوئی کی حرکت کرتا
ہے تو دایہ اسے دوسرے اچھے کاموں میں مشغول کر کے خوشدل اور نیک بنانے
کی سعی کرتی ہے۔ اسی طرح پیر بھی مرید سے کبھی ذکر کراتا ہے اور کبھی قرآن پڑھواتا ہے
تاکہ کہیں اسکا دل کسی خراب بات کی طرف نہ لگ جائے۔ اسکے بعد فرمایا" ہاں یہ
بھی ارشاد ہے کہ فقیر اہل دنیا کے ساتھ زیادہ خلا ملا نہ ہو۔ ان سے بہت صحبت نہ رکھے
کیونکہ انکی صحبت سے فقیر کا دل پریشان ہوتا ہے کوئی چیز درویش کے لیے تونگروں
کی صحبت سے بڑھکر مضر نہیں۔ فقیر کے دین و دنیا گوشہ ہی میں ٹھیک ہوتے ہیں"۔ پھر فرمایا
کہ بس پیر و مرید کی یہ کیفیت ہونی چاہیے جو اس وقت بیان کی گئی۔ اگر کسی کو ایسا شیخ
کامل نہ ملے جس کی کتب اہل سلوک پر نظر ہو اور جو خود سنت بزرگان سلف کی
اتباع نہ کرسکتا ہو تو سوچ سمجھکر مرید ہونا چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ شیخ پر واجب ہے کہ مرید
کو وصیت کرے کہ وہ بادشاہوں اور امیروں کی صحبت سے بچے۔ اور طالب شہرت
ثروت نہ بنے۔ زیادہ گوئی سے احتراز کرے اور بے حاجت کہیں نہ جائے کیونکہ
سب باتیں دنیا والوں کی ہیں۔ اور حب دنیا کل خطاؤں کی جڑ ہے۔ حُبُّ الدنیا

رأس کل خطیئة ۔ پھر فرمایا کہ سجادے کو ضرورت بے ضرورت نہ چھوڑنا چاہیے کیونکہ اصحاب طریقت کہہ گئے ہیں کہ جب کوئی شخص روز روز طلب دنیا میں پھرتا ہی تو اُسے علم حلال و حرام نہیں رہتا ۔ اور اگر کوئی صوفی سلوک و سجادہ کو چھوڑ کر کوچہ و بازار کا چکر لگاتا ہے تو وہ بھی کھو کھلا ہو جاتا ہے ۔ اسکے بعد ارشاد ہوا کہ ابو بکر شبلی فرماتے ہیں کہ راہ قبول پر چلنے والے کی علامت یہ ہو کہ جس طرح سو جمعہ کی شب کو جاگ کر گزارے ۔ اور اُسمیں ذکر یا تلاوت یا نماز خوانی کرتا رہے ۔ لیکن نماز پڑھنی افضل ہو کیونکہ ارشاد ہی الصلوٰۃ معراج للمؤمنین ۔ اس کے بعد فرمایا کہ اہل سلوک کا قول ہے کہ اصل سلوک ریاضت اور مجرد رادت ہو ۔ اس لیئے بندے کو چاہیئے کہ جہاں تک ہوسکے ہمنشینی اغنیاء و ملوک سے محترز رہے اور نفسانی خواہشات کو مارے اور صالحین کی صحبت اختیار کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہی۔ صحبة الصالحین نور و رحمة للعالمین ۔ الحمد للہ علی ذلک ۔

۱۱ شعبان ۵۵۷ھ

دولت پائے بوسی نصیب ہوئی ۔ ان لوگوں کا تذکرہ جاری تھا جو نماز میں مشغول ہوتے ہیں تو بسبب استغراق خود کو بھی بھول جاتے ہیں ۔ حضرت نے فرمایا جب میں غزنین میں مسافر تھا تو میں نے چند درویشوں کو دیکھا کہ بے حد ذاکر و شاغل تھے ۔ شب کو انہیں کے پاس قیام کیا ۔ صبح ایک نزدیک کے حوض پر وضو کرنے گیا ۔ دیکھتا کیا ہوں کہ وہاں ایک اور نہایت ضعیف بزرگ بیٹھے ہیں ۔ میں نے اُن کا حال دریافت کیا ۔ کہنے لگے ۔ بہت عرصہ سے مجھے عارضہ شکم ہے ۔ اس نے یہ کیفیت کر دی ۔ میں نے دو دن انکی صحبت میں گزارا ۔ جب رات آئی تو معلوم ہوا کہ ہر شب ایک سو رکعت نماز پڑھتے ہیں ۔ جتنی مرتبہ قضائے حاجت کے لیئے جاتے اتنی دفعہ تازہ غسل کرتے اور دوگانہ نماز پڑھتے ۔ چنانچہ میں نے اسکا خوب تجربہ کیا ۔ ایک دن اسیطرح وہ غسل

کرنے تالاب میں اُترے۔ اور اُس میں سے نکلکر جان بحق تسلیم ہو گئے۔ یہ کہکر شیخ الاسلام رونے لگے۔ اور ارشاد کیا۔ زہے راسخ الاعتقادی کہ آخر دم تک اُسکی بندگی میں قاعدے اور ضابطہ کو ترک نہ کیا۔ اور اُسے کمال تک پہنچاکر جان دی"۔ پہر فرمایا تکلیف و زحمت اُٹھانیکے بعد ہی انسان کو گناہ سے بچنے کا خیال ہوتا ہے جس سے اسکی خیر ہو جاتی ہو۔ بعد ازاں ارشاد ہوا کہ ایک دن میں بخارا میں شیخ سیف الدین باخرزی کے پاس حاضر تہا۔ کوئی شخص ان کی خدمت میں آیا۔ اور سلام کرکے بولا "اے امام میرے پاس کچھہ مال ہو اسمیں عرصہ سے گہاٹا ہو رہا ہے۔ اور کبھی کبھی اعضا رہی دُکھتے ہیں"۔ آپنے فرمایا" زکوۃ کے دینے میں کوئی کمی ہوئی ہوگی۔ اور مرض کا آنا تو دلیل ایمان ہے"۔ پہر اسی گفتگو میں ارشاد کیا کہ اصحاب تابعین نے اپنی کتابوں میں لکہا ہے کہ قیامت کے روز فقرا کو ایسے درجے ملیں گے کہ خلق ہاتھ ملیگی کہ کاش ہم دنیا میں فقیر کیوں نہ ہوئے۔ اور مریضوں کو وہ اجر ملیگا کہ لوگوں کو حسرت ہوگی کہ ہم ہی زندگی بہر رنجور رہے ہوتے۔ اور ان مرتبوں کو پہنچتے۔ اسکے بعد فرمایا کہ آدمی کو چاہیئے کہ ہر درد و رنج کے وقت اُسکی علت پر غور کرے۔ کیونکہ اپنے نفس کا علاج اپنے ہی سے خوب ہوتا ہے۔ یہ کہکر شیخ الاسلام چشم پر آب ہو گئے۔ اور یہ مثنوی زبان مبارک پر آئی ؎ اے بسا دردکاں ترا در دست ۔ اے بسا شیرکاں ترا آہوست ۔

بعد ازاں اس مسئلہ پر بحث شروع ہوئی کہ درویشوں سے ہمیشہ عقیدت اور حسن ظن رکھنا چاہیئے تاکہ اُن کی برکت سے اللہ تمہیں اپنے سایہ میں لیلے۔ فرمایا شیرخان والی اوچہ و ملتان مجہسے مخالف رہتا تہا۔ میں نے بارہا یہ بیت اُسکے حق میں دوہرائی ؎

افسوس کہ از حال منت نیست خبر ۔ انگہ خبرت شود کہ افسوس خوری

آخر ایک ہی سال میں کفار نے اُسپر چڑہائی کی اور اُسے برباد کر دیا ۔

پہر اسی محل میں ارشاد کیا کہ ایک دن میں سیوستان میں شیخ اوحد کرمانی کی خدمت میں پہنچا

رحمۃ اللہ علیہ شیخ نے مجھے گلے سے لگایا اور فرمایا کہ زہے سعادت کہ میرے پاس آئے
غرض کہ میں جماعت خانے میں بیٹھا تھا کہ دس درویش صاحب نعمت تشریف لائے اور
آپسمیں اظہار کرامت و بزرگی پر گفتگو کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اُن میں سے ایک نے
کہا کہ اگر کوئی شخص صاحب کرامت ہو تو اُسے چاہیئے کہ اسکو ظاہر کرے۔ سب نے کہا اول
تم ہی کچھ دکھاؤ۔ شیخ اوحد کرمانی ؒ نے بھی اُنکی طرف رُخ کیا اور بولے کہ اِس شہر کا حاکم اِن
دنوں مجھ سے بگڑا ہوا ہے اور مجھے روز کچھ نہ کچھ تکلیف دیتا رہتا ہے۔ لیکن آج وہ
میدان سے سلامت نہیں آ سکتا۔ اِن الفاظ کا شیخ کی زبان سے نکلنا تھا کہ ایک شخص
باہر سے آیا۔ اور خبر سنانے لگا کہ بادشاہ سیر و شکار کو گیا تھا۔ اور اِس وقت گھوڑے
سے گر کر اُسکی گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔ اِسپر درویشوں نے دعاگو کی طرف دیکھا۔ اور بولے
تم کہو۔ میں نے مراقبہ کیا اور تھوڑی دیر بعد سر اُٹھا کر کہا۔ "آنکھیں سامنے کرو"۔ سب نے تعمیل
کی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ میں اور وہ سب خانہ کعبہ میں کھڑے ہیں۔ آخر وا پسی ہوئی اور سب نے
اقرار کیا کہ بے شک یہ درویش ہے۔ اِسکے بعد میں نے اور شیخ اوحد کرمانی نے اُن
درویشوں سے سوال کیا کہ ہم اپنا کام کر چکے۔ اب تمہاری باری ہے۔ یہ سنکر سب نے
اپنے اپنے سر خرقوں میں کر لیئے۔ اور اندر ہی اندر غائب ہو گئے۔ اِس کے بعد شیخ
الاسلام نے راقم دعاگو کو مخاطب کیا کہ اے مولانا نظام الدین! جو خدا کے کام میں لگا
ہوا ہے۔ خدا اُسکے کام بناتا رہتا ہے۔ یعنی جو خدمت حق تعالیٰ میں کمی نہیں کرتا اور
جسکے تمام افعال رضائے دوست کے موافق ہوتے ہیں۔ اور جو اپنے نفس کیلیے ہر وقت
غازی بنا رہتا ہے۔ خدا بھی اُسکی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرتا۔ اِسکے بعد فرمایا کہ ایک
دفعہ میں بدخشاں گیا۔ وہاں بہت سے بزرگ اولیاء اللہ تھے چنانچہ عبدالواحد بن
شیخ ذو النون مصری قدس اللہ سرہ العزیز جنہوں نے شہر کے باہر ایک غار میں اپنا مسکن
بنا رکھا تھا۔ جب مجھے اُنکی کیفیت معلوم ہوئی تو اُنکے پاس گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ نہایت

زار و نزار ہیں۔ اور ایک پاؤں غار کے اندر اور ایک غار کے باہر کیئے عالم تحیر میں کھڑے ہیں۔ میں نزدیک پہنچکر سلام کیا۔ فرمایا کیسے آئے۔ اسکے بعد تین شبانروز منتظر رہا کوئی کلمہ زبان سے نہ سنا۔ تیسرے دن عالم صحو میں آئے اور بولے اے فرید میرے قریب مت آیئو ورنہ سوختہ ہو جائیگا۔ اور نہ مجھسے دور ہو کیونکہ پھر مسحور ہو جائے گا۔ ہاں میرا ماجرا سُن۔ آج ستر سال ہو گئے کہ اس غار میں استادہ ہوں۔ ایکدن ایک عورت یہاں سے گزری۔ میرا دل اسکی طرف مائل ہوا۔ چاہا کہ باہر نکلوں۔ اتنے میں ہاتف غیب نے آواز دی کہ "اے مدعی محبت! تو تو کہتا تھا کہ قطع ماسوے اللہ کر دیا" بس اتنا سُننا تھا کہ یہ باہر آیا ہوا پیر باہر رہ گیا اور اندر کا اندر۔ اس حال کو تیس سال گزر گئے۔ عالم تحیر میں ہوں اور ڈر ہے کہ قیامت کے دن اس منہ کو کیونکر سامنے کر سکونگا۔ بڑی شرمندگی ہے۔" اسکے بعد ملک المشائخ نے فرمایا۔ کہ رات وہیں پوری کی۔ دیکھا کہ بوقت افطار کچھ دودھ اور کچھ خرمے ایک طباق میں رکھے ہوئے اُن بزرگ کے سامنے آئے خرمے شمار میں دس تھے۔ ارشاد کیا کہ میرے واسطے ہر روز صرف پانچ خرمے آیا کرتے تھے آج یہ دس تمہاری وجہ سے بھیجے گئے ہیں۔ آؤ دودھ لو اور روزہ افطار کرو۔ میں نے اپنے سر کو زمین پر رکھا اور اُس کھانے کو کھا لیا۔ بعد ازاں وہ شیخ اپنے عالم میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں بدخشاں کا خلیفہ آیا۔ اور سجدۂ تعظیمی کر کے کھڑا ہو گیا۔ سوال کیا "کیا حاجت لائے ہو" بولا کہ والی سیوستان نے میرا مال غصب کر لیا ہے۔ اجازت دیجیے کہ اسکا مقابلہ کروں" آپ مسکرائے اور سامنے پڑی ہوئی ایک لکڑی کو سیوستاں کی طرف کر کے گویا ہوئے۔ کہ میں مارے دیتا ہوں خلیفہ یہ سنکر چلدیا کچھ زمانہ نہ گزرا تھا کہ لوگ اُسکا مال لیکر آئے۔ اور قصہ سُنانے لگے کہ والی سیوستان دربار عام میں بیٹھا احکام جاری کر رہا تھا کہ ایک لکڑی دیوار میں سے نمودار ہوئی۔ اور ایسے زور سے اُسکی گردن پر پڑی کہ گردن جُدا ہو گئی۔ اسکے بعد

آواز آئی کہ یہ شیخ عبدالواحد بدخشانی کا ہاتھ تھا جسنے اسکو ہلاک کیا۔ بعدازاں شیخ الاسلام سنے فرمایاکہ" میں چند روز اور ان کی ملازمت میں رہا۔ آخر اجازت عنایت ہوئی"۔ اسکے بعد شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہوگئے ۔

۱۳ شعبان ۵۵ھ

دولت قدمبوسی میسر آئی۔ شیخ ابوالغیث یمنی اور شیخ سعدالدین حمویہ کی بزرگی کا ذکر ہورہا تھا۔ فرمایا۔ شیخ ابوالغیث یمنی قدس اللہ سرہ العزیز بڑے صاحب باطن شخص تھے انہوں نے شیخ یوسف الحسنی۔ شیخ شہاب الدین سہروردی۔ شیخ فریدالدین عطار۔ اور شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ اسرارہم جیسے مشائخ کو دیکھا تھا۔ ایک دفعہ مین پر مغل چڑھ آیا۔ خواجہ ابوالغیث صومعہ میں تشریف فرما تھے۔ خلیفہ شہر نے حال عرض کیا آپنے اپنی تھیچی نکالی۔ اور کہا۔ آج رات کو اسے ان کافروں کے لشکر کے پاس جلانا۔ خلیفہ نے تعمیل ارشاد کی۔ لکڑی کا جلانا تھا کہ ان حملہ آوروں میں آپسمیں لکڑی چل گئی ایک دوسرے کو ہلاک کرنے لگے۔ آخر معلوم ہوا کہ کوئی سنہری شنوں کی جماعت آئی تھی جس نے ان میں یہ کھلبلی مچادی۔ جب صبح ہوئی تو مغلوں میں کا ایک شخص زندہ نہ تھا۔ اسکے بعد اسی محل میں ارشاد کیا کہ شیخ قطب الدین بختیار کاکی رح سے نقل ہے کہ ایک دفعہ وہ اور شیخ جلال تبریزی۔ اور شیخ بہاءالدین زکریا ملتان میں مقیم تھے کہ وہاں کا حاکم قباچہ نامی اُنکے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کہ مغل شہر کے قریب آگئے ہیں۔ فرمایئے کیاکروں۔ شیخ قطب الدین کے پاس ایک تیر تھا۔ وہ آپنے اُسے دیکر کہاکہ جاؤ اور اسے اُن کے لشکر کیطرف پھینکو۔ اُسنے ایسا ہی کیا۔ تمام مغل بھاگ گئے"۔ پھر ارشاد کیا یمن میں ایک دفعہ مینہ نہ برسا۔ کھیتیاں خشک ہوگئیں۔ اور مخلوق قحط کے مارے مرنے لگی۔ خلیفہ تمام اہل یمن کے ساتھ شیخ ابوالغیث کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ حضور دعائے باراں کیجئے۔ فرمایا۔ کل میری نماز گاہ میں آؤ۔ چنانچہ ایسا کیا گیا

شیخ ابو الغیث تشریف لائے اور منبر پر بیٹھکر خدا کی حمد و ثنا کرنے لگے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھکر آپنے آسمان کی طرف نظر کی اور بولے "اے میرے اللہ! اگر میری اطاعت تیری جناب میں مقبول ہو تو باران رحمت کر"۔ ان کلمات کا زبان سے نکلنا تھا کہ فوراً بارش آگئی۔ اور ایسی برسی کہ پانچ چھ روز تک نہ تھمی۔ لوگ قسمیں کھاتے تھے کہ ایسا پانی ہم نے مدت العمر نہیں دیکھا۔ اسکے بعد ان کے انتقال کا حال بیان فرمایا۔ کہ شیخ نماز فجر پڑھکر حسب معمول مصلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ایک شخص خدمت میں حاضر تھا۔ اشراق ادا کر کے مرد حاضر کو حکم دیا کہ غسال کو بلالاؤ۔ اور جامہ و خوشبو مہیا رکھو۔ غسال کو طلب کر لیا گیا۔ اور سب چیزیں بھی آگئیں۔ بعد ازاں کہا کہ مجھے تنہا چھوڑ دو۔ تاکہ شہسواران خدا آئیں۔ پھر سورۂ یٰسین پڑھنی شروع کی۔ جب اس مقام پر پہنچے۔ فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیٔ والیہ ترجعون۔ تو جان دوست کے حوالے کردی۔ گوشۂ دیوار سے آواز آئی کہ دوست دوست سے پیوست ہو گیا۔ یہ فرماکر شیخ الاسلام ہائے ہائے کرکے رونے لگے۔ اور نعرہ مارکر بیہوش ہو گئے۔ جب پھر ہوشیار ہوئے تو یہ مثنوی زبان مبارک پر آئی ؎

درکوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند　　　کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

اس کے بعد اپنی غلبات شوق کی حالت میں ارشاد کیا کہ جب مہتر موسیٰ صلوات اللہ وسلام علیہ کی عمر پوری ہونے کو تھی تو آپ ایک دن گھر سے باہر نکلے۔ پھر رہے تھے کہ ملک الموت سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے آپ کو سلام کیا۔ آپنے جواب دیکر پوچھا کہ تو کون ہے۔ کہا "ملک الموت"۔ آپ اُسوقت ذوق و شوق میں تھے۔ ہاتھ بڑھاکر ایسا طمانچہ[1] مارا کہ ملک الموت نے راہ فرار اختیار کی۔ اور بولے بابا اب نہیں آؤں گا۔

[1] ملک الموت اور حضرت موسیٰ کا قصہ ظاہری آنکھ سے دیکھنے اور ظاہری عقل میں آنے کے قابل نہیں ہے۔ یہ عالم مثال کی باتیں ہیں۔ جو افضلیت آدمی کو سب مخلوقات پر دی گئی ہو اسکا تقاضا ہو کہ اللہ تعالیٰ

اصل عرق کافور
دیکھو گرمی کا موسم آیا جہاں ہیضہ کا آنا بھی ممکن ہے اس سے بچنے کا آسان طریقہ ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصل عرق
ہے یہ دوا ۲۷ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہے یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کا درد اور متلی کے لیے
اکسیر کا اثر رکھتی ہے - ہمیشہ ایک شیشی اپنے پاس رکھو قیمت فی شیشی (۴ر) محصول ڈاک چار سے
عرق پودینہ
ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں سے یہ عرق بنا ہے اسکا رنگ پتی کے رنگ کا سا ہے اور خوشبو بھی تازی پتیوں کی
آتی ہے یہ عرق ڈاکٹر برمن کی اصلاح سے ولایت کے نامی دوا فروشوں نے بنایا ہے - ریاح کے لیے یہ نہایت
مفید دوا ہے - پیٹ پھولنا - ڈکار آنا پیٹ میں درد - بدہضمی - متلی - اشتہا کم ہونا - وغیرہ - ریاح کی علامت
جلد دور ہو جاتی ہے - قیمت فی شیشی آٹھ آنہ (۸ر) محصول ڈاک پانچ آنے (۵ر) -
جلاب کی گولیاں
رات کو دو گولی کھا کر سو جاؤ - دوسرے دن صبح کو دست صاف ہوگا پیٹ میں گرمی مروڑ کچھ نہیں ہوگی
حسب معمول نہانے اور کھانے پینے میں کچھ رکاوٹ نہیں ہوگی - سولہ برس سے ڈاکٹر برمن صاحب اپنے
مریضوں کو دیتے چلے آئے ہیں - یہ گولیاں کل میں بنتی ہیں - مقدار اور وزن میں گولیاں برابر ہیں -
عیالدار کو ایک ڈبیہ رکھنی چاہیے -
قیمت سولہ گولیوں کی ڈبیہ پانچ آنہ (۵ر) ایک سے چھ ڈبیہ تک محصول ڈاک (۵ر)
درد سر اور ریاحی درد کی دوا
ریاحی درد لحظہ میں پیدا ہو جاتا ہے - یہ دوا لحظہ میں اسکو پانی کر دیتا ہے - درد ریاح جیسے ٹیس چمک ٹپک
جوڑوں میں ہر جس کن کنی سے جو کہیں چھپاتے ہو - تو اس دوا سے فوراً آرام ہو جاتا ہے - درد سر
نصف سر میں ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے درد ہو - فوراً دور ہو جاتا ہے - اس لیے ہر خاص
و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے -
قیمت بارہ ٹکیوں کی شیشی (۲ر) محصول ڈاک ایک سے چھ ڈبیہ تک (۲ر)
ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

شاہ انگلستان کا مسلمان ہونا

حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب کی نئی تصنیف

شیخ سنوسی اور ظہور حضرت امام مہدی آخر الزمان

اشاعت سے پہلے ایسی مقبول ہوگئی تھی کہ ہر شخص اس کا منتظر تھا۔ اور اب ہاتھوں ہاتھ جا رہی ہے۔ اس کتاب میں مصر بیت المقدس۔ دمشق و مدینہ منورہ کے بزرگ مشائخ کی عجیب و غریب پیشین گوئیاں ہیں۔ شاہ انگلستان کا مسلمان ہونا اسرار خواب اور غیبی اشارات کو نہایت دلکش انداز سے مرتب کیا گیا ہے۔ شیخ سنوسی کے وہ حالات نہایت مفصل لکھے گئے ہیں جو آجتک کہیں نہیں چھپے۔ فوراً درخواست بھیجئے ورنہ شاید ۱۵ دن کے بعد ایک جلد بھی میسر نہ آئیگی۔ کیونکہ سیکڑوں درخواستیں روز آرہی ہیں۔ قیمت مع محصول ڈاک عہ۔ بذریعہ ویلیو

المشتہر

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی